بعون صناع بیچون و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

جو تحقیق عرفان اصول دین مذہب حقہ اثنا عشری کا پورا بیان کتاب لاجواب ہدایت و ارشاد و ذخائر مسمّی بہ

انارة البصائر وکشف الستائر

مصنفہ عالم متبحر فاضل لوذعی جناب شفاء الدولہ ذکاء الملک حکیم سید فضل علیخان بہادر دبیر جنگ صاحب جناب مستطاب

بمطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بار اول چھپی

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہی جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہی جسکے معاینہ اور ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرماسکتے ہین قیمت بھی ارزان ہی اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین انمین بعض کتب علم فقہ وغیرہ اردو و فارسی مذہب امامیہ کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہی اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

کتب فقہ اردو و فارسی مذہب امامیہ

حلیۃ العرائس - یہ کتاب بزبان اردو فقہ مین اسم بامسمے ہی اسمین عورات کے مسائل فقہیہ جو روزمرہ کے کار آمد ہین صاف صاف اور مشرح لکھے ہین اگرچہ رسالہ مختصر ہی مگر فوائد عظیم مترتب ہین جامع عباسی تحفۃ العوام وغیرہ کتابین اکثر عورات کو پڑھائی جاتی ہین لیکن بعض بعض باتین اسمین اُس سے زیادہ ہین اور عبارت عام فہم سلیس ہی اور مسائل عمدہ عمدہ باسانید صحیحہ اسمین موجود ہین اگر ایک بار یہ کتاب بنظر غور او خیال مطالعہ کیجاے اور مضمون خوب ذہن نشین ہوجاے تو ضروری مسائل روزمرہ جسکی ضرورت اکثر رہا کرتی ہی اُنسے بخوبی واقفیت ہوجاے - بلکہ عورات کو اسکا پڑھانا گویا اُنکے حق مین اکسیر اعظم ہی مصنف اسکے مولوی امداد علی صاحب لکھنوی ہین۔

بعد حمد خدی - یہ کتاب مختصر روزمرہ کی بول چال سادہ روش کی نظم ہی اکثر اطفال خردسال اور عورات کے درس مین رہتی ہی انسان کا مرنا اور قبر مین منکر نکیر کا سوال جواب کرنا قیامت کا آنا بہشت و دوزخ قصور و حور چھوٹے لڑکے اور لڑکیان اکثر ازبر یاد کرتی ہین جس سے مسائل مین بھی واقفیت ہوجاتی ہی بعض بعض اشعار ایسے پُرتاثیر اور عبرت انگیز ہین جنکے پڑھنے سے لڑکا کیسا ہی شوخ کیون نہو اکثر صلاحیت مزاج مین آجاتی ہی اور روزہ و نماز جوکہ اصول مذہب ہی اُسمین امتیاز کامل پیدا ہوجاتا ہی اور عقاید بھی درست ہوجاتے ہین حرام و حلال نجس و پاک سے بھی اطلاع ہوجاتی ہی ہرچند کہ چھوٹا سا رسالہ ہی مگر فائدے بڑے بڑے ہین اسی سبب سے ہر خاص و عام مین مروج ہی اور ہر شخص اسکو تربیت اطفال کے لیے خرید کرتا ہی۔

تحفۃ العوام - یہ کتاب بھی مسائل اور اعمال مین مستند ہی - کئی بار اُس مطبع مین چھپی اور دفور خواہش خریداران سے دست بدست فروخت ہوئی اس کتاب کو مصباح کفعمی اور زاد المعاد و مفتاح النجات وغیرہ سے جہان جہان غلط تھا درست کیا ہی اور کمال احتیاط سے چھاپا ہی - اس مرتبہ کی تصحیح سے یقین واثق ہی کہ کوئی غلطی نظر نہ آوے - اکثر کم استعداد لوگ اسکو پڑھتے تھے مگر بوجہ عدم واقفیت کے وہ اعراب الفاظ کے صحیح نہ پڑھ سکتے تھے اور ثواب سے محروم رہتے تھے اب انکو خوش ہونا چاہیے کہ ایسی عمدہ تصحیح اُنکے مفید کار ہوئی کہ عام لوگ صحیح صحیح پڑھ سکتے ہین اور اُنکے فوائد سے فیضیاب ہوسکتے ہین اس کتاب مین اصول دین اور زیارات ائمہ معصومین و اعمال ایام اور اکثر شہور اور نجاسات و مطہرات کا بھی صاف صاف بیان ہی۔

مجموعۂ جوشن صغیر و کبیر - مع دُرود دہلوی علیہ الرحمہ و دعاے کمیل وغیرہ - اس مجموعہ کے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوسکتا ہی کہ کس قدر اسمین فوائد ظاہری و باطنی ہین جوشن کبیر و صغیر کا ترجمہ بھی ہی اور درود دہلوی علیہ الرحمہ جوکہ مقبول عالم ہی اس مجموعہ مین موجود ہی جسکے اوراد سے سعادت دارین حاصل ہوتی ہی اسلام کو جلا اور دل مین ولولہ ہوتا ہی ثواب اُخروی پڑھنے والا پاتا ہی اسی طرح سے دعاے کمیل بھی موجب شفاے ہر درد و الم ہی ادھر بیمار پر پڑھکر دم کیا اُدھر شفا حاصل ہوگئی جس مطلب کے لیے اسکو ورد کرے وہ مقصد اُسکا حاصل ہو غرضکہ یہ مجموعہ نہایت نادر ہی اور اوصاف اسکے لکھنے باعث طوالت کا ہی - ہر مسلمان کو اسکا وظیفہ کرنا فرض عین ہی بروقت مطالعہ و ملاحظہ کے خوبی اس مجموعہ سے صاف صاف ظاہر ہوسکتا ہی کہ کس درجہ یہ مجموعہ عمدہ و نایاب ہی قیمت بھی ارزان ہی شائقین کہان ہین دوڑین اور خرید فرمائین۔

بہ عون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

بحر حقیقت و عرفان اصول دین مذہب حقہ اثنا عشری کا پورا بیان کتاب لاجواب ہدایت و ارشاد ذخائر مسمی بہ

انارۃ الابصار و کشف الاسرار

جلد سوم

مصنفہ عالم المعی فاضل لوذعی جناب شفاء الدولہ ذکاء الملک حکیم سید افضل علیخان بہادر برہم جنگ حسب فرمائش و تصحیح جناب مصنف عالیمقام

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بار آخر چھپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم امامت کے بیان مین ہی اور وہ مشتمل ایک مقدمہ اور چند مقصدون اور ایک خاتمہ پر ہی مقدمہ
بیان مین اُن باتون کے ہی جنکا جاننا مقصود سے پہلے ضرور ہی اور اُنکے جاننے سے بصیرت زیادہ ہوتی ہی مقصود مین اور
مشتمل ہی چند اشارتون پر اشارہ پہلی جاننا چاہیے کہ فرق اسلام مین زیادہ حاجت تحقیق حق کی طرف مسئلہ امامت مین واقع
ہوتی ہی کیونکہ یہان مقابلہ اہل اسلام کو اہل اسلام سے ہی اسلیے پہلے جو طالب تحقیق حق کو ضرور ہی اُسے لکھنا چاہیے اور اصل و
عمدہ اُسمین خلاص نیت کا حاصل کرنا اور عصبیت کا ترک کرنا اور شوائب نفسانیہ سے خالص ہونا ہی جیسا کہ بعض علمانے
کہا ہی کہ طالب تحقیق حق کو چاہیے کہ تخلیہ و تصفیہ خاطر کے مرتبہ مین اُس حد کو پہونچ جاے کہ پہلے اپنے تئین جمیع عقائد کی
صورتون کے قبول کرنے کو مادہ اور ہیولاے قابلہ بناے بعد اُسکے از روے بصیرت حق و باطل مین تمیز کرے تاکہ علم
اُسے حاصل ہو اور جب تک کہ طلب کرنے والا حق کا دو طرفون مین خلاف کے اپنے تئین ایسا متساوی النسبت نہ کریگا
کہ اگر اپنے اُس مذہب معتقد کو کہ اسپر عمر بسر کی ہی اور اپنے بزرگون سے اُسے لیا ہی اور اُسپر اعتماد کرتا ہی نقیض کو ظاہر پاے اور
حق اُسمین دیکھے تو بلا تعصب اور توقف انقیاد اور اتباع حق کر سکے اہلیت و استعداد تمیز کی اور تحصیل حق کی نہ رکھے گا اِ
جہت سے اکثر خلق ہر زمانے مین تعصب کی راہ سے اور مذہب اعتاد کے انس سے اور اعتقاد کج پر اعتماد کرنے سے حق کی
تحصیل سے اور سچی باتون کی طرف متوجہ اور ملتفت ہونے سے محروم رہتے ہین اور ہمیشہ پردہ جہل و تقلید کا اُنکے روے
دل پر پڑا رہتا ہی کیونکہ اکثر ادلہ قطعیہ کا افادہ علم کے واسطے مشروط ہی ساتھ خالی ہونے ذہن سامع کے نقیض سے کیونکہ اگر سننے والا

نقیض حق کا معتقد ہوگا تو کبھی دلیل علم کا افادہ نہ کرے گی اور یہ ایسی بات ہی کہ صاحب عقل و انصاف پر پوشیدہ نہین ہی کیونکہ اکثر کفار اور ارباب ملل متنوعہ کا یہی حال ہی اور انکی ہدایت مین سد راہ یہی ہی کہ نقیض حق کا انھین ایسا یقین ہی کہ وہ حق کو قبول کرنے نہین دیتا پھر ضرور ہی کہ طالب حق اندیشہ کرے کہ شاید اس دین مین اسکا بھی حال ایسا ہی ہو اور اسلیے چاہیے کہ تحصیل حق مین کوشش کرے اور اگر باوجود حصول قدرت تحصیل علم و تمیز حق پر مکلف معذور ہو تو چاہیے اور کفار و مشرکین و ملحدین بھی معذور رہون اور یہ فساد ہر مذہب کے ساتھ ظاہر ہی اور بہت تعجب کا مقام ہی کہ معارف دینیہ مین جو مناط نجات و رستگاری ہین اور انکا مختل ہونا ہلاک و عقوبت اُخروی کا موجب ہی کیونکر نفس انسانی راضی و مطمئن ہوتا ہی کہ بدون تحصیل یقین اور بے اسکے کہ کسی برہان و دلیل پر اعتماد کیا ہو قناعت سمعیات اسلافی پر کرے اور جو اپنے عقیدے کے مخالفین سے سُنے اُسپر انکار کرے یا تاویل کرے یا جب تک ہو سکے دوسرے کی بات نہ سُنے اور تلاش نہ کرے بلکہ جو کچھ سُنے اُسے گمرہی جانے حالانکہ یہ جانتا ہو کہ ایک بڑی جماعت ارباب عقول صحیحہ اور ارباب فضائل نفسانیہ کی اُسکے معتقد کے خلاف کا یقین رکھتے ہین اور واقع مین یہ اُنہی سے ہو سکتا ہی کہ جسمین جہل و جمود مرتبہ کمال کو پہونچا ہوا ہی بالجملہ طلب حق مین تلاش و تفحص دلیل کا ضرور ہی اور بلا دلیل اعتماد کرنا عقل و حکمت کے خلاف ہی جیسا کہ شیخ الرئیس نے کہا ہی من تعود ان یصدق من غیر دلیل فقد انسلخ عن الفطرة الانسانیة اللهم ارنا الحق حقًا ثم امنن علینا باتباعه

انارہ دوم اور شرائط ہدایت سے ملاحظہ حکمت الٰہی کا ایجاد دار تکلیف و امتحان مین ہی کہ اس جگہ حق باطل کے ساتھ اور نور و ظلمت اور کاین و فاسد مشوب و مخلوط ہین اور یہ امتزاج و اقتران اس عالم کی ماہیت کے ساتھ لازم ہی اور جسطرح ارشاد و ہدایت کے اسباب و علل اور دواعی نیکیون کے موجود ہین اُسی طرح مبادی اور اسباب شر کے اور علم گمرہی و ضلالت بھی مقابل مین منصوب ہین اور یہ خصوصیت اسی امت کی نہین ہی بلکہ سب امتون مین پیغمبرون کی حجتون کے برابر اور اُن آیات باہرات کے مقابلہ مین جو اُنھون نے بندون کی ہدایتون کے واسطے قائم فرمائین مواقف شبہات اور مواقع زلات اور دلائل ضلال بھی ہمیشہ موجود و مہیا رہا کیے ہین بالجملہ ہمیشہ سے ہر ہدایت کے دروازے کے مقابل ایک دروازہ گمرہی کا بھی کھلا رہتا ہی اور جیسا کہ اغلب اور اکثر سعادات و خیرات اور کمالات انسانی کا حصول و ترتب انبیا کے ارسال سے اور کتب آسمانی کے انزال سے ہوا ہی ویسے ہی کے قریب بہت سے اسباب ضلالت بھی وجود انبیا اور وضع شریعت کے طفیل سے پیدا ہوتے ہین جیسا کہ خود فرمایا ہی یضل به کثیرًا ویهدی به کثیرًا وما یضل به الا الفاسقین کیونکہ تکلیف اسطرح فرمائی کہ محک اُسکا دل و عقل ہی خالص و غیر خالص دونون کا حال معلوم ہو جاتا ہی بلکہ اسی سے دونون طبقون کی تکمیل ہوتی ہی اور یہ بات بھی ایسی واضح ہی کہ ادنی توجہ سے ہر شخص دریافت کر سکتا ہی اور جب اچھی طرح اسمین غور کر کے دیکھا جاتا ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ اکثر شبہات اور اختلافات جو آدمیون مین اور خاص کر کے مسئلہ امامت مین ہوے ہین وہ خاص کر کے اسی معنی کی غفلت سے ہوے ہین جیسا کہ کہتے ہین کہ کیا سبب ہی کہ پیغمبر خدا نے اپنے زمانے مین ان منافقین امت کو جو اُنکے تضییع دین اور تخریب ملت کا باعث تھے دفع نہ کیا اور کیون اُنکے اسلام کو قبول فرمایا اور انھین ذلیل کیون کیا

بلکہ انکا احترام اور توقیر فرماتے رہے اور انہین اور خواص مومنین مین فرق نہ کرتے تھے اور اگر پیغمبر خدا خلافت پر نص کرتے اور
کسی کی تعیین خاص اپنی مرضی کے موافق انہین مقصود تھی تو پھر اسطرح کیون نہ کیا جو کسی کو شبہ کی مجال اور تخلف کی اسے طاقت
نہ رہتی اور کسی وجہ سے وہ دفع نہو سکتا اور منافقین کو انقیاد کے سوا انہین چارہ نہوتا تاکہ اُن جناب کا دین وقوع اختلاف
وگمراہی سے محفوظ رہتا اور ائمہ حق بھی پھر کیون ضعیف ومغلوب ہوتے اور یہ کہ جو خلیفہ کہ صاحب شوکت وتسلط وتصرف نہو
اسکے ہونے کا کیا فائدہ ہی اور اُس رعیت کا محکوم ہونا چاہیے نہ حاکم ہونا بالجملہ ایسے اعتراضات واہیہ عوام کے نزدیک قائم مقام
ادلہ کے ہوے ہین اور در واقع مین وہ مبنی ہین ضعف عقل پر اور حکمت الہی اور طرز بناے عالم تکلیف اور بسط اسباط ایجاد مین فکر
تدبیر نہ کرنے پر اور امتہاے سابقہ کے احوال کے نہ جاننے پر ورنہ کبھی ایسے خیالات خام کو زبان پر نہ لاتے **انارۃ سوم**
اور شرائط ہدایت سے یہ ہی کہ کثرت قوم اور شرکا کی زیادہ ہونے کی طرف طالب حق التفات نہ کرے اور اسے حجت نہ کرے
جیسا کہ قوم کو طلب اعتماد زیادتی شرکا اور مصر اعظم وغیرہ پر ہی کہ کہتے ہین کہ بہت سے اصحاب اور تمام شہر مدینہ اور بڑے شہرون کے
رہنے والون نے ایسا کیا اور اب تک اسی سیرت پر ہین کیونکہ یہ بات ظاہر ہی کہ کثرت حقیت کی دلیل نہین ہی اور سوا اسکے
وہ منقوض اکثر زمانون مین خصوصا پیغمبرون کے زمانون سے ہوتی ہی کیونکہ اُن اوقات مین اہل باطل بہت کثیر اور اہل حق
بہت قلیل ہوتے آے ہین اور صاحب عقل اور طالب حق کو وہ کافی ہی اس جگہ کہ جو حق تعالی نے قرآن مین قلت کی مدح اور
کثرت کی مذمت فرمائی ہی کما قال عز من قائل ان تتبع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل الله ان یتبعون الا الظن وان هم
الا یخرصون یعنی اگر تو اتباع و پیروی کریگا اکثر کی اُن لوگون کی جو زمین مین ہین تو وہ تجھے گمراہ کرینگے راہ خدا سے وہ خود اتباع
نہین کرتے مگر گمان کا اور نہین ہین وہ مگر یہ کہ گمان کرتے ہین نہ یقین پھر اس صورت مین محض ادلہ صحیحہ پر اعتماد کرنا چاہیے
کہ وہ براہین عقلیہ اور محکمات کتاب خدا اور سنت ثابتہ ہین اور جو امارات اور تائیدات کہ اخبار و سیر موثقہ سے ثابت ہون انہین
اُن ادلہ کے ساتھ منضم کرنا چاہیے نہ یہ کہ استحسانات اور استبعادات اور متشابہات اور موضوعات پر عمل کیا جاے اور اصول
عقائد مین اور تحقیق حق مین اُسے استعمال کرین اور مناط اعتماد جانین اور واضح ہو کہ اخبار موضوعہ سے مراد وہ اخبار ہین کہ انکی وضع
ثابت اور مروی ہو جیسا کہ بہت حدیثین بنی اُمیہ کی زبانی کی ہین یا یہ کہ وہ قرآن کے مخالف ہون یا جو قاعدہ کہ اہل اسلام مین
مقرر ہو اُسکے مخالف ہون یا یہ کہ فن حدیث کے عالمون نے انکی وضع پر نص کی ہو یا تفصیلا انہین قدح کی ہو بالجملہ اختلافی مسئلے
ترجیح دینے مین اور مقام احتجاج مین خصم پر چاہیے کہ روایت متفق علیہ سے تمسک کیا جاے تاکہ مفید ہو اثبات مرام مین اور
تہمت سے بعید ہو اور شبہہ خصم کو قطع کرے اور جس حدیث کو کہ شیعون کے راویون نے اور اہلسنت کے بھی راویون نے
روایت کیا ہو اور اسکی نقل پر فریقین نے اتفاق کیا ہو وہ متفق فیہا اور مجمع علیہ ملت اسلام کے ہی کیونکہ یہ بات معلوم ہی کہ فرقہ ہاے
شاذہ باطلہ مثل خوارج اور غلات کے جو مضمحل الحجت اور منقطع الکلام ہو گئے ہین وہ اعتبار و التفات کے درجے سے ساقط ہین پھر اگر
خصم کوئی ایسی روایت کہ وہ مجمع علیہ کے مخالف ہو کہ وہ خصم ہی اُسکی نقل مین منفرد ہو ایراد کرے تو وہ احتجاج کی لیاقت نہ رکھے گی

تاکہ مختلف فیہ کے لیے متفق علیہ کا رد کرنا لازم نہ آے کیونکہ متفق علیہ بمنزلہ معلوم کے ہی اور مختلف فیہ بمنزلہ مجہول کے ہی اور مجہول سے معلوم ہم نہین سکتا خصوصًا جسوقت یہ بات مجملا معلوم ہوچکی کہ بعضے راوی جھوٹے بھی تھے اور بہت اس سے احادیث وضع بھی کی گئی ہین اور خلق کے تعصبات اور اغراض باطلہ اُنکے جالب منفعت دنیا کے واسطے اور خلفاے جور کا اپنی خواہشون کے موافق احادیث کے اختراع مین سعی کرنا اور ہمہ تن درپے ہونا اُنکا قدح اور محو کرنے مین اُن احادیث کے جو فی الجملہ بھی دلالت اثبات فضیلت اہلبیت رسول پر کرتی ہون اور اُنکے تابعین کا اس امر مین اُنکی تائید کرنا ما تہماے دراز تک واضح و مشہور ہو پھر باوجود اس حال کے منصف کو کیسا یقین حاصل ہوگا کہ جو روایتین اُنکی کہ مطابق اور موافق شیعون کے رجال کی روایتون کے ہین بسبب اسکے کہ وہ اُنکی منافی غرض کی ہین یقینی اقرب بصدق ہونگی اور تہمت سے دور ہونگی اور علم قطعی کا افادہ کرسکتے ہین اور چونکہ اس جگہ پر ذکر اُنکی رواۃ کا اور احادیث کا آگیا ہی اسلیے مناسب مقام یہ ہی کہ کچھ اسکی توضیح کی جاے تاکہ طالب حق کو تمام کا صدق مقال اور حقیقت حال معلوم ہو شیخ علی حزین نے فاضل ناقد شیخ عبد الحمید بن ابی الحدید مدائنی سے کہ اعاظم ثقات و متبحرین اہلسنت سے ہین اور انھون نے شرح نہج البلاغہ کی دوسری مجلد مین کہا ہی خلاصہ قول اسطرح نقل کیا ہی کہ سبب رائج ہونیکا احادیث بدع و ضلال کے یہ ہوا کہ منافقین پیغمبر خدا کی رحلت فرمانے کے بعد باقی تھے اور کوئی نہین کہہ سکتا کہ پیغمبر کی وفات فرمانے سے نفاق زائل ہوگیا لیکن حال اُنکا فی الجملہ مستور ہوگیا تھا کیونکہ پیغمبر خدا البتہ ہمیشہ اُنکا ذکر فرماتے تھے اور آیات قرآنی اُنکے حال پر مشتمل جو نازل ہوتی تھین جیسا کہ اب بھی قرآن اُنکے ذکر سے بھرا ہوا ہی خصوصًا اکثر مدینہ منورہ مین نازل ہوئی ہین اس جہت احوال اُنکا ظاہر اور منتشر تھا جب وحی کا آنا منقطع ہوا اور کوئی باقی نہ رہا جو اُنکے نفاق اور گمرہی کا اظہار کرتا اور اُنپر توبیخ اور تحذیر کرے اور آدمیون کو اُنسے حذر کرنے کو حکم فرماے اور کبھی مدارا کرنے کو اُنکے ساتھ امر کرے تاکہ اُنکا حال فسق ظاہر ہوتا رہے اور خلفا اُنکے احوال سے تعرض کرنے مین ساکت ہوے اس جہت سے منافقین نفاق مین مستور ہوے اور سائر خواص کے ساتھ معدود و مخلوط ہوگئے اور بعضے بسبب فتوحات کے کہ بڑے مال اور بہت سے خزانے اُنکے ہاتھ آے فی الجملہ دین مین اُنھون نے استقامت پیدا کی اور رسوخ قلب بہم پہونچا کر کہا کہ اگر اسلام حق نہوتا تو یہ شوکت و مال ہم نہ پاتے اور بعض اُسی مرتبہ مین نفاق محض کے رہے اور احادیث کا ذہ کی تخلیط اس قصد سے تھی کہ خلق کو گمراہ کرین اور دنیا کے دواعی و اسباب کے لیے بھی کرتے تھے اور علماے کہا ہی کہ معاویہ کے زمانہ مین خاص کرکے بہت احادیث موضوع حادث ہوے اور محدثین جو علم حدیث مین راسخ ہین انھون نے بقدر مقدور توضیح و بیان موضوعات کا کیا ہی اور ابو الحسن علی بن محمد بن ابی سیف مدائنی نے کتاب احداث مین روایت کی ہی کہ معاویہ نے ایک مضمون کے نامے اپنے تمام عاملون کے نام پر بعد سال جماعت کے لکھے کہ حاصل اُنکا یہ تھا کہ بری الذمہ ہی یعنی مال و عرض و خون حلال ہی اُسکا جو کوئی کوئی خیر مدح ابو تراب مین یا اُنکے اہلبیت کی مدح مین روایت کرے اور خطبہ پڑھنے والے منبرون پر شہر و قریہ مین آنحضرت کی نسبت العیاذ باللہ لعن کرتے تھے اور برات و بیزاری اُن جناب سے اور اُنکے اہلبیت سے ظاہر کرتے تھے اور اہل کوفہ پر بلا بہت شدید تھی کیونکہ اکثر شیعہ آنحضرت کے

وہان رہتے تھے بعد اسکے معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو کوفہ و بصرہ کا والی و حاکم کیا اور وہ شیعون کو خوب پہچانتا تھا کہ زیادہ پرورش
اور نشو و نمان شیعون مین ہوا تھا اُسنے شیعون کے دفع کرنے مین کوشش شروع کی اور ہر درخت اور پتھر کے نیچے شیعون کو ڈھونڈنا
شروع کیا اور اُنکے ہاتھ پاؤن کاٹے اور دار پر چڑھایا اور اندھا کیا اور ڈرایا اور ہر طرف اُنھین آوارہ کیا یہان تک عراق مین
کوئی شخص اُن شیعون سے جو ظاہر اور معروف تھے باقی نہ رہا بعد اُسکے پھر معاویہ نے اپنے عاملون کو لکھا کہ گواہی کسی شیعہ کی
علی کی اور اولاد علی کی نہ قبول کی جاے اور پھر سبکو اپنے عمال سے لکھا کہ دیکھو جو کوئی تمھارے پاس شیعہ اور دوست
عثمان کا ہو اور کوئی روایت فضائل و مناقب مین عثمان کی نقل کرے اُسے اپنے پاس بٹھاؤ اور اُسکا اکرام و احترام کرو اور
اُنکی روایتین اور راویون کے نام اور اُنکے اباو عشائر کے نام میرے پاس روانہ کرو پس اُسکے عاملون نے ایسا ہی کیا
یہان تک کہ فضائل و مناقب عثمان کے بہت ہوے بسبب اسکے کہ انعام و اکرام و خلعات بہت ہوتے تھے اور معاویہ
اُنکے لیے بھجواتا تھا اور ہر شہر مین اِس بات نے رواج پایا اور اِس وسیلہ سے اکثر اشخاص صاحب مال و منال و ثروت ہو گئے
اور کوئی شخص راہ چلنے والون سے کسی عامل پاس معاویہ کے کوئی ایک روایت فضیلت و منقبت عثمان کی لیکر نہ آتا تھا
مگر یہ کہ وہ صاحب قرب و عزت اور صاحب مال ہو جاتا تھا بعد اُسکے پھر معاویہ نے ہر طرف اپنی سلطنت مین عاملون کو
لکھا کہ اب حدیثین عثمان کے بارے مین بہت ہو گئین اور ہر مقام پر شہرت ہو چکی جب میرا نامہ تمھین پہونچے تو خلق کو حکم کرو
کہ روایات فضائل مین صحابہ اور خلفاے پیشین کی لائین اور اِس امر کو ہاتھ سے نہ دینا کہ جو روایت درباب ابوتراب کسی
مسلمان نے نقل کی ہو اُسکے مناقض روایت مدح صحابہ مین میرے پاس بھجواؤ بدرستیکہ یہ بات میری خواہش کے موافق ہے
اور میری آنکھون کی روشنی اِسی مین ہو اور نقض حجت کے واسطے ابوتراب کے اور اُنکے شیعون کے یہ بہتر ہے محاسن عثمان کے
ذکر کرنے سے پھر اسکے بعد آدمیون نے بہت سی روایتین مناقب مین صحابہ کے ایسی بنائین کہ اصلاً اُنکی کچھ حقیقت نہ تھی اور
اہل دنیا نے اِس حکم کی تعمیل مین بہت کچھ جد و جہد کیا اور خوب اہتمام ہوے یہان تک کہ یہ روایتین موضوعہ منبرون پر
پڑھی جاتی تھین اور جو اشخاص کہ لڑکون کو پڑھاتے تھے اُنھین معاویہ کی حمال دیتے تھے کہ وہ لڑکون کو پڑھائین یہان تک
کہ لڑکیان اور عورتین بھی گھرون مین اُسے یاد کرتی تھین بعد اُسکے معاویہ نے عاملون کو لکھا کہ تفحص کرو کہ جو کوئی علی ابن ابیطالب
کو دوست رکھتا ہو یا کوئی اُسکے حق مین اُنکی گواہی دے اُسکا نام دیوان شاہی سے محو کر دو اور جو کچھ اُسے سرکار سے ملتا ہو
موقوف کر دو پھر دوسرا نامہ لکھا کہ جو شخص موالات علی ابن ابیطالب اور اُنکے اہلبیت کی محبت کے ساتھ متہم بھی ہو اُسکا گھر
خراب کر دو اور اُسے معرض انتقام مین لاؤ اور اِسوقت مین سب جگہ سے زیادہ شدت و بلا اہل عراق کے لیے تھی یہان تک کہ
دو شخص شیعہ جو آپس مین اعتماد و وثوق رکھتے تھے وہ بھی آپس مین کلام کرنے کی جرات نہ رکھتے تھے اور خانہاے خلوت مین بھی
دروازے بند کرتے تھے اور پردے ڈالتے تھے اور اپنی لونڈی اور غلام اور خدمتگار سے بھی ڈرتے تھے اور کوئی حدیث
نقل نہ کرتے تھے مگر یہ کہ بہت بڑی قسمین دے لیتے تھے کہ افشا نہ کرین پھر اِس مدت دراز مین کہ شدائد بادشاہ کی طرف سے شیعون کے

واسطے اور جد وجہد حدیث سازی مین تھا اہل دنیا نے جلب منفعت کے لیے بہت سی حدیثین جھوٹی اور بطور بہتان وضع کین
اور وہ عالم مین منتشر کی گئین اور اسی حال پر انکے جملہ فقہا اور قضاۃ اور ولاۃ امر چلے آے اور سب سے زیادہ بلا یہ تھی کہ قاریان حدیث
قرا ے اور مستضعفین خلق تھے کہ وضع حدیث کے موافق اپنی خواہشون کے گڑ کے حکام کے پاس اظہار خشوع بطمع جاہ و اموال و ضیاع
کرتے تھے یہان تک کہ احادیث موضوعہ انکی ارباب دیانت پاس جو کذب و بہتان کو حلال نہ جانتے تھے پہنچین اور انہون نے بھی
انہین روایت کیا بہ گمان اس امر کے کہ حق اور صدق ہی اور اگر وہ جانتے کہ افترا اور باطل ہی تو ترک کرتے بالجملہ اسی طرح یہ رہا یہان تک
کہ حسن بن علی علیہ السلام نے دنیا سے رحلت فرمائی پھر تو فتنہ و بلا اس مرتبہ کو پہونچا اور رہا کہ کوئی شیعہ نہ تھا مگر یہ کہ منتظر قتل کا تھا اور
شہر بشہر آوارہ پھرتے تھے یہان تک کہ بعد قتل ہونے حسین بن علیؑ کے بلیہ عظمی اور مصیبت کبری ہوئی اور کار اس شدت کو پہونچا
کہ انکی مقدار کو خدا جانے اور عبد الملک صاحب امر و حکومت ہوا اور اسنے حجاج بن یوسف کو حاکم کیا اور انکے پاس سب خلق نزدیکی
اور تقریب ڈھونڈھنے لگی یہان تک کہ اہل صلاح و تدین اہلسنت کے بھی ساتھ بغض علی ابن ابیطالب اور جملہ اہلبیت رسول کے اور ساتھ
اظہار محبت اور موالات کے انکے دشمنون سے پیر ہر وقت مین بہت سی احادیث مناقب اعداے اہلبیت کے حق مین وضع کی گئین اور
اسی طرح سے اکثار کیا وضع مین احادیث کے جو مشتمل ہین ذکر معائب و مطاعن پر علی ابن ابیطالبؑ اور انکی اولاد امجاد کے حق مین یہان تک
کہ ایک دن ایک شخص حجاج پاس آیا اور کہا اسنے کہ اے امیر میرے اہل نے مجھے عاق کر کے میرا نام علی رکھا ہی اور مین فقیر ہون اور امیر کے
صلہ و احسان کا محتاج ہون یہ سنکر حجاج ہنسا اور کہا کہ چونکہ تو نے توسل ایک وجہ لطیف کے ساتھ کیا ہی اسلیے تجھے فلان منصب مین نے
دیا اور ابن عرفہ جو نفطویہ کے ساتھ مشہور ہی اور اکابر محدثین و علام سے طائفہ حضرات اہلسنت کے ہین اسنے بھی اپنی تاریخ مین اسی
روایت کی مناسب نقل کر کے کہا ہی کہ اکثر حدیثین فضائل صحابہ مین ساختہ و پرداختہ عہد سلطنت بنی امیہ کی ہین کہ اکثر خلق بسوقت حکام سے
تقرب حاصل کرنے کے لیے یہ حدیثین وضع کرتی تھی اور مقصود سلاطین کو اس سے یہ تھا کہ تا رغم انف بنی ہاشم کا کرین اور انکے فخر کو توڑین
یہان تک خلاصہ کلام اور محصل روایت ابن ابی الحدید کا تھا اور یہ بہت تھوڑا ان اخبار کثیرہ اہلسنت سے ہی جس پر انکا اتفاق ہی اور واقع مین
کشف حقیقت احوال کے لیے طالب حق کے واسطے کافی ہی اور جو زیادہ اس تفصیل پر اطلاع چاہے اسے ضرور ہی کہ تاریخ ابن کثیر شافعی اور
تاریخ یافعی وغیرہ کو دیکھے کہ وہ اس بیان سے مملو ہین اور شیخ محدث ملقب بہ مجد الدین فیروز آبادی شافعی نے بھی اپنی کتاب سفر السعادۃ کے
خاتمہ مین چند احادیث موضوعہ کو جو فضائل صحابہ مین تھین ذکر کیا ہی اور یہ عبارت اسکی ہی و اشہر المشہورات من الموضوعات ان اللہ
یتجلی للناس عامۃ و لابی بکر خاصۃ و حدیث انا و ابو بکر کفرسی رہان و حدیث ان اللہ لما اختار الارواح اختار روح ابی بکر و امثال
ہذا من المفتریات المعلوم بطلانہا علاوہ اسکے علما اور محدثین حضرات اہلسنت نے بھی حذف و اسقاط اور تحریفات
احادیث مین کی ہین تا کہ اپنا مطلب حاصل کرین جیسا کہ مصنف رسالہ تشئید مبانی الایمان السید باقر مرحوم ابن العلامہ سلطان العلما نے
لکھا ہی کہ باوجود اسکے کہ مسلم نے تصریح فقرہ کاذباً غادراً خائناً کی ہی لیکن پھر فاضل بخاری نے لفظ کذا پر اکتفا کیا ہی اور اسی طرح ثعلبی نے
نساء کی حدیث کو ظلوماً کفاراً کی آیت ششم کی تفسیر مین بہ اتیانی لکھا ہی اور مجرور کو محذوف کیا ہی جسکے لیے بعض نے لفظ قبل اور

بعض نسخون کو بیان رکھا ہی اور روایت موضوعہ ان آل ابی طالب لیسوا لی باولیاء جسکے راوی جناب عمرو عاص ہین
اس لفظ ابیطالب کو حذف کیا ہی اور بعض شراح نے اس جگہ کہا ہی کہ محذوف ابی البیاض تھا اور بعض نے کہا ہی ابی البیاضی تھا اور
بعض نے کہا ہی کہ ابی العاص ہی اور بعض مصنفین نے لفظ ابیطالب ذکر کیا ہی پھر اب مین کہتا ہون کہ اہل انصاف کو فن سیر و اخبار کی معرفت
اور تتبع احوال رجال طرفین کے بعد بخوبی یہ امر ظاہر ہوگا کہ شیعون کی احادیث صحت و وثوق کے ساتھ بہت قریب ہین کیونکہ اکثر انکی
روایات مروی بعد ائمہ اثنا عشر و اہلبیت رسالت سے ہین کہ انکا علم و عدالت امت اسلام کا اجماعی ہی بخلاف غیر انکی کے نہایہ یہی کہ اسناد روایات مین
یہ چاہیے کہ اتصال ائمہ تک معلوم ہو جاے اور بعد تتبع اور اطلاع احوال رجال کی فرع ہی کہ ہر طائفے کی احادیث کا انتقاد اسپر
موقوف ہی اور اہل بصیرت اور خبرت پر یہ امر بخوبی ثابت ہوگا کہ شیعون کی روات مین ثقات و ممدوحین ہر زمانے مین اعصار
ماضیہ سے بہت تھے اور جلالت قدر اور انکی عدالت اور ظہور امر ایسا نہین ہی کہ کسی پر پوشیدہ ہو اور یہ بھی احتمال انمین نہین ممکن کہ
کوئی کہے کہ انھون نے کذب و بہتان پر تواطو اور اجماع کیا ہو کیونکہ اسکے لیے سبکی یکجائی ضرور ہو کہ ایکبار مشورہ کر کے سب
ایک زبان ہو جائین اور یہ روات شیعہ مین نہ تھا بلکہ بعد امکنہ و تقدم و تاخر ازمنہ انکا ظاہر ہی کہ کوئی کسی شہر مین اور کوئی کسی
قریہ مین رہتا تھا اور کوئی کسی زمانہ مین تھا اور کوئی کسی عہد مین تھا پھر یہ کیونکر احتمال انکی طرف ہو سکتا ہی اور جو کتابین مشہور
اس طائفہ کی ہین انکی اسناد انکے مشاہیر مشائخ کی طرف متواتر ہی اور یہ امر بہت واضح و ظاہر ہی دوسرے روایات شیعہ کے
اوثق ہونے پر موید یہ ہی کہ کبھی اسباب و دواعی وضع اخبار باطلہ و محو اخبار صحیحہ کی انمین نہین پائی گئی جیسا کہ بسبب جبابرہ کے
اہلسنت مین رہا کیونکہ شیعون کا تدین اہلبیت کے دین پر بلاشبہہ ثابت ہی جیسا کہ اور تابعین کا تدین اپنے ائمہ کے ساتھ
ہی مثلا اصحاب ابی حنیفہ اور اصحاب شافعی کا تدین اپنے امامون کے ساتھ ہی اور اس سے کسی کو انکار کی مجال نہین ہی والا کسی
مذہب کی نسبت اپنے امام کے ساتھ ثابت نہو اور شیعون کا متمسک ہونا اپنی روایات اور مذہب مشہور کے ساتھ باوجود اسکے
کہ وہ مذہب دنیا کی راہ سے بہت بے رونق رہا ہی بلکہ اہل اسکے ہمیشہ متحمل اذیت و ضرر کے اکثر اقطار و اعصار مین ہوتے آئے
اور اب تک ہوتے ہین بہت اعتبار و وثوق کے لیے موید ہی اور اسکے سوا مشہورین تکذیب و وضع احادیث اہلسنت کی
راویون مین انکے بڑے علماؤن کی گواہی سے بہت ہین اور شیعون مین نادر اور اقل ہین اور جو کسی نے احاد شیعہ سے بھی
وضع حدیث کو جائز نہین رکھا بخلاف حضرات اہلسنت کہ انمین وضع اور افتعال حدیث کا نصرت مذاہب کے لیے تجویز
کیا گیا ہی جیسا کہ حافظ عبد العظیم منذری شافعی نے اپنی کتاب مین جسکا نام ترغیب و ترہیب ہی اور انکے غیرون نے اس
کتاب کے سوا اورون مین اسکی تصریح کی ہی اور ابو حنیفہ نے جیسا کہ مشہور ہی اسکے ساتھ فتوی دیا ہی اور حجۃ الاسلام امام
غزالی نے بھی اسکی گواہی دی ہی اور کہا ہی کہ لجاز ابو حنیفہ وضع الحدیث علی وفق مذہبہ پھر اب بتلائیے کہ جو شخص کہ
متدین اور منصف ہوگا اسے ان روایات پر بعد اسکے کسطرح اعتماد و وثوق باقی رہیگا اور جو اسکے مقابل بعض معاندین نے
اعتراض کر کے کہا ہی کہ امامیہ کی کتب احادیث مین انھین کے زعم کے موافق احادیث ضعیفہ بہت ہین پھر کسطرح لائق اعتماد کے

ہونگی اُسکا جواب یہ ہی کہ جو تمنے لکہا ہی اُس سے کوئی حرج و نقصان اور عدم وثوق لازم نہین آتا اور صحاح اہلسنت بھی ایسے ہین
اور ضابطہ جو بیچ صحیح و ضعیف مین تمیز کرنیکا امامیہ مین ہی وہ معلوم ہی اور اُن احادیث کا ذکر کرنا یا صحاح کی تائید کے لیے ہوتا ہی یا جبکہ دو
صحیحون مین تعارض ہو اُسوقت ایک کی ترجیح دہی کے لیے اُن ضعاف کو ذکر کرتے ہین اور صحاح ستہ اہلسنت باعتراف اہلسنت
ضعاف سے خالی نہین جیسا کہ فاضل نَوَوی نے کتاب اذکار مین کہا ہی کہ صحیح بخاری اور غیر اُسکے صحاح سے مشتمل صحیح و ضعیف پر ہین
بدون اسکے کہ اُنمین تنبیہ کسی ضابطہ کی ہوئی ہو کہ اُس سے تمیز کر سکے اور فاضل تفتازانی نے بھی کتاب تلویح مین اسکا اشارہ کیا ہی
اور تلویح کے حاشیہ مین اِسطرح اسکی توضیح ہی کہ جو کچہ بخاری نے ذکر کیا ہی اُسکی دو قسمین ہین ایک قسم اثبات مطلب کے واسطے ہی اور دوسری
قسم تائید و استشہاد کے لیے ہی اور پہلی قسم صحیح ہی بخلاف دوسری قسم کے اور علامہ دوانی نے رسالہ انموذج العلوم مین کہا ہی کہ جائز ہی بلکہ
مستحب ہی عمل کرنا احادیث ضعیفہ پر فضائل اعمال مین انتہی اور سب سے زیادہ لائق تعجب جو امر ہی کہ اُس سے طالب حق بخوبی عناد
و عصبیت کا استنباط کر سکتا ہی یہ بات ہی کہ حضرات اہلسنت نے اتفاق کیا ہی کہ روایات احاد کا لینا اور قبول کرنا جائز ہی بلکہ شریعت مین
اُسپر عمل کرنا واجب سمجھتے ہین اور یہ اُنکا معمول ہی و لیکن جب کسی حدیث کو جو طریق اہلبیت سے مروی ہو دیکھتے ہین یا سنتے کہ کسی بات کو
کہ عترت رسول اُسکے راوی ہین تو عام اس سے کہ وہ روایت احاد ہو یا متواتر ہو اُس سے اعراض و نفرت کرتے ہین اور ہرگز التفات کے
قابل نہین سمجھتے اور ادانی اعداء اہل بیت کی روایت کے مرتبہ پر بھی اُسکا شمار نہین کرتے حالانکہ پیغمبر خدا نے گواہی دی ہی کہ کتاب
خدا اور میری عترت آپس سے جدا نہونگی جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچین اور جو اُنسے متمسک ہوگا وہ گمراہ نہوگا اور علاوہ
اِسکے بہت سی نصوص مشہور ہین کہ وہ صریح اِس معنی مین ہین کہ پیغمبر خدا نے اُمت کو وصیت فرمائی ہی موالات اور متابعت اہلبیت
اور وجوب اقتدا کے لیے ساتھ عترت طاہرہ کے پھر کیا سبب ہی کہ انکی مخالفت اختیار کیے ہین اور اعتبار کرتے ہین روایت کا اُن
جماعت صحابہ و تابعین کی جنہین یہ شعار تھا کہ ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق و تکذیب کرتا تھا بلکہ ایک دوسرے کے قتل کو اور
ذلیل کرنے کو حلال جانتا تھا اور بشہادت یا گروہ مرتکب محارم الٰہی کے ہوے ہین کتابین جو اُن حضرات کی دیکھیے تو روایات ابوہریرہ
اور مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن عاص اور ابو موسی اشعری اور جو انکی امثال ہین اُنسے بھری ہوئی ہین باوجود اسکے کہ یہ سب وضع
حدیث کے ساتھ مشہور اور مرتکب ہونا انکا انواع فسق و فجور سے ثابت نزد علماے جمہور ہی خصوصاً بہ نسبت جناب امیر المومنین
علی ابن ابیطالب اور حسنین علیہم السلام کے لعن کرنے پر اصرار کرنا پھر یہ سب کچہ مانع اسکے نہین کہ انکی روایات پر التفات کیا جاے
محمد بن سائب کلبی مفسر نے جو علماے اہلسنت سے ہی اپنے مثالب مین کہا ہی کہ بخاری نے صحیح مین اپنے بارہ سو خوارج سے روایت
کی ہی اور اکثر کے نام اُسنے شمار کیے ہین اب اس حال سے عاقل کو بہت حیرت ہوتی ہی کہ آیا ائمہ اہلبیت علیہم السلام کہ جنکی علو منزلت
اور عدالت ملت اسلام مین بدیہی ہی اور قرآن اور سنت ثابتہ اُسکے ساتھ ناطق ہی کیا سبب ہی کہ ساری خلق سے مرتبہ مین کمتر سمجھے جائین
کہ سب کی روایات مقبول ہون اور انکی روایات قابل التفات نہون اسی طرح بڑے علما اور رواۃ فرقہ شیعہ کی باوجود علم و تقوی
اور اشتہار ورع و صدق بسبب محبت و موالات اہلبیت علیہم السلام کے کیون مطعون و مشکوک ہون یہان تک کہ جماعت جاہل

مظاہر الفسوق اور خوارج کے بھی شمار مین انکی گنتی ہو انکے علمانے اسکے عذر مین اسکے سوا نہین کہا کہ ہم امامیہ کے اخبار بسبب اسکے
ترک کرتے ہین کہ وہ بعض صحابہ کی مذمت کرتے ہین دوسرے یہ کہ ہمکو انکے ساتھ وثوق نہین ہی اور اس عذر کا باطل ہونا ظاہر
واضح ہی کیونکہ جن صحابہ اور جس جماعت سے کہ وہ روایت کرتے ہین وہ خود ایک دوسرے کو سب و لعن و قتل کرتے تھے اور انواع
فسوق انکے ثابت ہین اور انکے خود حضرات معترف ہین جیسا کہ تھوڑا سا ذکر احوال صحابہ مین مذکور ہوگا انشاء اللہ اور انکے ائمہ مذاہب
اربعہ سے بہت سے صحابہ کی مذمت منقول ہی بلکہ امور مذمومہ کی نسبت انبیا علیہم السلام کی طرف کرتے ہین پھر شیعون سے
اتنی بات پر کیون بیزار ہوتے ہین اور جو کہتے ہین کہ ہم شیعون پر وثوق و اعتماد نہین رکھتے اسکا جواب یہ ہی کہ اہل ذمہ بھی تمھین اسی طرح
کہتے ہین کہ ہم اہل اسلام کے اخبار پر وثوق نہین رکھتے جو وہ معجزات اور شریعت اپنے پیغمبرؐ کی نقل کرتے ہین پھر جو تمھارا جواب
بہ نسبت اہل ذمہ کے ہوگا وہی امامیہ کا جواب بہ نسبت تمھارے ہی اور یہ بھی امر غریب ہی کہ جب شیعہ کسی روایت سے انجملہ روایات
ثابتہ صریحہ کہ محدثین اہلسنت نے اپنے کتب معتبرہ مین روایت کیا ہو اور کسی نے رواۃ سلف سے اور ناقدین اخبار سے اسکے
بطلان پر نص کی ہو تمسک کرے اور احتجاج چاہے تو محض اس سبب سے کہ وہ متضمن کسی فضیلت پر جناب امیر المومنین علی علیہ السلام
کی یا انکے اہلبیت کی ہو یا دلیل آنحضرت کے وصی اور خلیفہ ہونے کی بوجہ من الوجوہ ہو کہ اُسے استدلال کر سکین تو پہلے بطریق لزوم
اُسمین قدح مطلق کرتے ہین بعد اسکے طرح طرح کے حیلہ کرتے ہین مثل اسکے کہ کبھی اسکی سند کو ضعیف کرتے ہین کبھی معنی کے اُسکے
ابطال کرتے ہین کبھی تعمیم کبھی تخصیص کرتے ہین کبھی کہتے ہین کہ یہ اور کتابون مین کتب حدیث سے مذکور نہین ہی خاص ایک
کتاب مین ہی کبھی اُس فضیلت کی تحقیر یا تہجین کرتے ہین کبھی شک و التباس کو واقع کرتے ہین کبھی اپنی خواہش کے موافق تاویل
بعید و رکیک اسکی کرتے ہین بالجملہ کسی طرح راضی نہین ہوتے کہ اُس سے باز رہین یہان تک کہ یہ معلوم ہوتا ہی کہ گویا خدا اور رسول
کی طرف سے یہ مامور اسلیے ہین کہ آنحضرت کے فضائل سے انکار کرین اور قدر و منزلت کو انکی کم کرین اور ذکر کو اُن جناب کے
نسیاً منسیاً کر دین اور اکثر انکے اس تعصب شنیع کی قباحت سے مضائقہ نہین کرتے یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم
نورہ ولو کرہ الکافرون اور اسی سبب سے اکثر صاحبان انصاف و عقول سلیمہ نے وثوق تمام فضائل اہلبیت علیہم السلام اسے
اور انکی امامت کی حجت کا ظاہر ہونا حاصل اور یقین کیا ہی بالجملہ یہ تعصب اول خرابی ہی جس سے حق تک نہین پہونچ سکتے اور حاصل
ان باتون کا یہ ہی کہ جو شیعہ کہتے ہین کہ امامت نص کے ذریعہ سے ثابت ہوتی ہی اور امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کی امامت پر نص
پیغمبر خدا نے فرمائی تھی اُس سے انکار کرین اور اسی لیے کہتے ہین کہ اگر نص ہوتی تو یقینی اصحاب نبی اوس سے تمسک کرتے اور
تعیین خلیفہ مین اُس سے عدول نہ کرتے اور اگر امیر المومنین علیہ السلام منصوص ہوتے تو اپنے نصوص سے احتجاج کرکے مدعیان ریاست سے
انکار کرتے لیکن طالب حق کو بنظر انصاف اسکا دیکھنا چاہیے کہ آج بھی بہت سے نصوص موجود ہین اور اعیان امت سے
ایک جماعت اسکا اظہار کرتے ہین بلکہ انکے اکثر کی صحت پر اتفاق مسلمانون کا واقع ہی اور ہرگز نہ ریاست نہ سلطنت درمیان مین ہی
کہ وہ بڑا باعث اسکا ہو کہ اس سے انکار کرین یا انکے الفاظ و معانی کی تاویل کرین بالجملہ دنیا کے جتنی دواعی ہین خواہ انواع طمع

یا حسد یا دشمنیان جس سے اکثر نفوس انسانی خالی نہیں رہتے اور جو اُس وقت وہ سب تھے اب اُن سے کچھ باقی نہیں ہی اور صدہا برس اُن دعاوی کو گذر گئے ہین اور آج بجسب ظاہر کوئی غرض اس سے سوا اسکے کہ مسئلہ دینیہ کا علم جو درمیان مین ہی علی ماھی علیہ حاصل کیا جائے نہین ہی مگر پھر بھی علماے اُنکے محض تعصبیت کے لیے اپنے اسلاف کے کیا کیا تعصبات شنیعہ واضحہ ظاہر ہوتی ہین پھر اسی طرح اُن زمانون کا قیاس اُن عصرون پر کر کے جاننا چاہیے کہ جہان جب ریاست اور دواعی دنیا سب طرح کے موجود تھے وہان کیا کیا حق تلفیان اور تعصبات اور چشم پوشیان نہوئی ہونگی اور شیعہ ہر وقت اگرچہ ہزارون سے زیادہ ہین اور علما بھی انکے صدہا بے نفضلہ افزون ہین لیکن کیا ہوتا ہی حضرات اہلسنت جو اپنے اسلاف کے پیرو ہین کب توجہ حق کی طرف ہوتے ہین اور کب داد انصاف دیتے ہین اور آوازہ اہل حق پر کان رکھتے ہین اسی طرح جو چند صحابہ نبی سے اہل حق تھے اُنھون نے کیا کیا نہ کہا اور کیسا کیسا نہ سمجھایا پھر کسنے سنا اور علی ابن ابیطالب نے کیا کیا کتاب اللہ و سنت نبی سے احتجاج نہ فرمایا لیکن کون متوجہ ہوا جیسا کہ انشاء اللہ اپنے مقام پر اسکا بیان ہوگا پھر یہ استبعاد اُنکا بیکار ہی فقط انارۃ جہارم اصحاب نبی کے بیان احوال مین ہی اور یہ کہ محض صحابی ہونے سے حکم قطعی کرنا کہ وہ مومن تھا اور عقبات سے اُسنے نجات پائی اور درجہ ہاے بلند پر سعادات کے فائز ہوا لازم نہین ہو سکتا اور عمدہ اصل اور قوی حجت حضرات اہلسنت کی جسپر اپنی اثبات مذہب کی اُنھون نے بنا رکھی ہی وہی ہی کہ اسلاف کی تنزیہ کرتے ہین اور اُنکے افعال کو حجت گردانتے ہین اور جب بتامل صحیح دیکھا جاتا ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ اُنکے عقائد کی بنا سوا اسکے اور کسی اصل پر نہین ہی اور محض اسی استحسان سے احتجاج کر کے کہتے ہین کہ وہ جماعت کہ جسنے شرف صحبت و خدمت پیغمبر خدا کا پایا تھا اور آنحضرت کے اخلاق و اعمال کا عمر بھر استفادہ کیا تھا اور اُنکے دین کی تقویت کی تھی اور اُنکی شان مین فضائل و مناقب وارد ہوے ہین اور مورد الطاف رسول خدا رہے ہین البتہ واجب التعظیم اور محل اعتماد ہونگے اور کبھی بعض آیات قرآنی سے جو فضل صحابہ مین وارد ہوئی ہین استدلال کر کے یہ گمان کرتے ہین کہ یہ آیات بطریق عموم اور علی الاطلاق جماعہ صحابہ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہین اور کسی قید کے ساتھ مشروط و مقید یا کسی شرط کے ساتھ مخصص نہین ہین مثل کریمہ الذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیاٰتھم ولادخلنھم جنات تجری من تحتھا الانھار ثوابا من عند اللہ واللہ عندہ حسن الثواب و مثل قولہ سبحانہ وتعالی ان الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولئک ھم المومنون حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم و ایضا والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ذلک الفوز العظیم اسی طرح کبھی اُن احادیث سے جنکا حال مذکور ہوا اور وہ خود اُنھین کی روایت کی ہوئی ہین اور صحابہ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہین خواہ عموماً یا خصوصاً استنباط ڈھونڈھتے ہین مثل روایت اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم اور روایت خیر امتی قرنی ثم الذی یلیہ ثم الذی یلیہ الخ اور روایت اطلع اللہ تعالی علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم اور روایت لا یدخل النار احد

لمن بایع تحت الشجرۃ اور روایت ان ابابکر و عمر سیدا کہول اہل الجنۃ اور سوا اسکے جو بجائے خود مذکور ہونگی انشاء اللہ تعالیٰ
اور وہ سب زمان بنی امیہ کی موضوعات سے ہین اور اکثر انکی ظاہر البطلان ہین اور معنی کی راہ سے غیر مستقیم ہین اسی لیے جو
اہلسنت سے ناقدین اخبار ہین اُنسے بھی ایک جماعت نے اُن روایات کی وضع اور جرح کی طرف اشارہ کیا ہی اور فرع جو
کہ جو اختلاف و نزاع مسئلہ جواز لعن مین منافقین و فاسقین و ظالمین و منحرفین صحابہ پر اور عدم جواز لعن مین اُنپر واقع ہی وہ
اسی اصل پر متفرع ہوتی ہی کیونکہ جو تنزیہ و تعظیم جملہ صحابہ کی کرتے ہین وہ لعن کرنا اصحاب پر جائز نہین جانتے اور جو اہل اسلام سے
اچھون کو اچھا اور بُرون کو بُرا جانتے ہین موافق حقیقت امر کے وہ تجویز کرتے ہین اور قول اس بارے مین جسے طالب حق
اور صاحب عقل سلیم قبول کرے یہ ہی کہ لائق و سزاوار یہ ہی کہ اصحاب نے اور اسلاف امت سب اتقیا اور ابرار اور نیکوکار ہون
کہ انھون نے بواسطہ علم نبی سے حاصل کیا اور صورت و سیرت پیغمبر خدا کو دیکھا اُنکے واسطے یہ زیبا تھا کہ بڑے صاحبان علم و یقین
اور بڑے عمل کرنے والے احکام شرعیہ پر ہوتے اور اہل اسلام سے یہ بات کون نہین چاہتا اور یہ کس مسلمان کے سبب خنکی چشم کا
نہین ہی کیونکہ اسمین کمال ظہور ہدایت نبی کا بھی ہوتا ہی لیکن حقیقت مین بحسب اختلاف استعدادات حال برخلاف اسکے واقع ہی
اور اول تو کوئی دلیل عقلی کی اقامہ ممکن ہی نہ کوئی حجت نقلی اس دعوے کے واسطے مثبت ہی بلکہ خود بعض علماے حضرات اہلسنت نے
بھی کلمہ انصاف کو اختیار کیا ہی جیسا کہ علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد مین کہا ہی وما وقع بین الصحابۃ من المحاربات والمشاجرات
علی الوجہ المسطور فی کتب التواریخ والمذکور علی السنۃ الثقات یدل بظاہرہ علی ان بعضہم قد حاد عن الحق
وبلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث علیہ الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملک والریاسات والمیل الی
اللذات والشہوات اذ لیس کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبی صلعم بالخیر موسوما الخ
اور اس سے کچھ ہدایت نبی مین بھی کسی طرح نقص نہین آسکتا کیونکہ آنحضرت نے سبکی تکمیل ہدایت مین چاہی لیکن بحسب استعداد و قابلیت
ہر ایک نے اثر ہدایت کو قبول کیا اور یہ خصوصیت اسی امت کی نہین ہی بلکہ اور پیغمبران سابق کے بھی اصحابون مین اچھے بُرے ملے
ہوے تھے اور کسی نے امتہاے سابقہ سے بھی یہ دعوے نہین کیا کہ جمیع معاصرین پیغمبران سابق کے منزہ تھے اور اسمین کچھ شک
نہین ہی کہ ایمان و عدالت امر اکتسابی ہی اصل خلقت مین جمیع خلق اسپر مفطور نہین اور اس معنی مین صحابی اور غیر صحابی برابر ہین
اور ایمان و عدالت کا ثبوت دلیل کا محتاج ہی اور بعد ثبوت کے بعد بھی موقوف اسپر ہی کہ وہ شخص تا مرگ اپنی اسپر باقی رہے اور
خاتمہ بخیر ہو اور اسمین کوئی شبہ نہین ہی کہ حال صحابہ کے ایمان کا مختلف تھا بعض اُنسے اعلی مرتبہ یقین مین تھے اور عدالت اُنکے
نقص و تغیر سے مصئون تھی اور عصمت اسی کا نام ہی اور بعضے کم مرتبہ مین تھے یہان تک کہ ایک جماعت کا ایمان محض کلمہ
شہادتین کا منھ سے کہنا اور بعض اعمال شرعیہ کا بجالانا تھا تاکہ پیغمبر خدا اُنکے اسلام سے انکار نہ فرمائین اور اصلا حقیت اسلام کی
انھین مظنون نہ تھی چہ جائے یقین و تصدیق اور اسمین بھی محل شبہ و شک نہین ہی کہ منافقین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی
صحبت مین حاضر ہوتے تھے اور آنحضرت کے ساتھ بیٹھتے تھے اور مخاطبات اُنسے واقع ہوتے تھے اور موسوم باسم صحابہ تھے

اور وہ سب نفاق سے معروف و ممتاز تھے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے و من اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم
سنعذبهم مرتين ثم يردون الى عذاب عظيم اور پھر فرماتا ہے و اذا ما انزلت سورة نظر بعضهم الى بعض هل
يريكم من احد ثم انصرفوا صرف الله قلوبهم بانهم قوم لا يفقهون و من الناس من يقول آمنا بالله و باليوم الآخر و ما هم بمؤمنين
يخادعون الله والذين آمنوا و ما يخدعون الا انفسهم و ما يشعرون في قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا و لهم عذاب اليم
بما كانوا يكذبون اور پھر فرماتا ہے يحلفون لكم لترضوا عنهم فان ترضوا عنهم فان الله لا يرضى عن القوم الفاسقين
اور پھر فرماتا ہے يحلفون بالله انهم لمنكم و ما هم منكم و لكنهم قوم يفرقون اب بانصاف دیکھنا چاہیے کہ جو قسمیں کھا کر کہتے تھے
کہ ہم تم سے ہیں وہ غیر صحابی تھے یا جو پیغمبر کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے تھے وہ اہل صحبت نہ تھے جنکی حکایت حق تعالیٰ فرماتا ہے
و اذا قاموا الى الصلوة قاموا كسالى يراؤن الناس و لا يذكرون الله الا قليلا اور فرماتا ہے و لا ينفقون الا و هم كارهون
اور فرماتا ہے و اذا رأيتهم تعجبك اجسامهم و ان يقولوا تسمع لقولهم كانهم خشب مسندة يحسبون كل صيحة عليهم هم
العدو فاحذرهم قاتلهم الله انى يؤفكون اور فرماتا ہے قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا و لكن قولوا اسلمنا و لما يدخل الايمان
في قلوبكم اور فرماتا ہے قل لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم اور جب اپنے پیغمبر کو فی الجملہ انکے حال سے آگاہ فرما چکا تو فرماتا ہے
و لو نشاء لاريناكهم فلعرفتهم بسيماهم و لتعرفنهم في لحن القول اور اگر صحابیوں میں پیغمبر خدا کے سب اچھے تھے تو کس نے
حضرت موسیٰ کے صاحب سے جو بلعم تھا خبر دیکر فرماتا ہے و اتل عليهم نبأ الذي آتيناه آياتنا فانسلخ منها فاتبعه الشيطان
فكان من الغاوين و لو شئنا لرفعناه بها و لكنه اخلد الى الارض و اتبع هواه فمثله كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث او تتركه
يلهث ذلك مثل القوم الذين كذبوا بآياتنا فاقصص القصص لعلهم يتفكرون اسی طرح بہت سی آیات ہیں جو اسپر دلالت
کرتی ہیں کہ اصحاب و اسلاف امت میں بھی برے تھے اور اس سے انکار کسی طرح ممکن نہیں اب ہم اہل انصاف سے پوچھتے ہیں
کہ اگر صحابی سب اچھے تھے تو یہ آیات قرآن کس کے بارے میں نازل ہوئے اور وہ کون لوگ تھے اور آیات قرآنی کی طرف
اشارہ ہو چکا اسی طرح سنت ثابتہ بھی اسپر دلالت صریح کرتی ہے جیسا کہ محمد بن اسمٰعیل بخاری نے اپنے صحیح میں روایت کی ہے حدثنا
شعبه قال اخبرنا المغيرة بن نعمان قال سمعت سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله عنه قال خطب رسول الله
صلى الله عليه و آله فقال ايها الناس انكم محشورون الى الله حفاة عراة غرلا ثم قال كما بدأنا اول خلق نعيده
وعدا علينا انا كنا فاعلين یعنی خطبہ فرمایا پیغمبر خدا نے پس فرمایا اے گروہ آدمیان تم اٹھائے جاؤ گے خدا کی طرف
درحالیکہ برہنہ پا اور برہنہ بدن ہو گے اور پھر آیت کو تلاوت فرمایا جسکے معنی ظاہری یہ ہیں کہ جسطرح میں نے پہلے پیدا کیا اسی طرح
پھر دوبارہ اسی حالت پر اپنی مخلوقات کو بلاؤنگا اور یہ ہمارا وعدہ ہے کہ ہم اسے کرینگے ثم قال الا و ان اول خلق يكسى ابراهيم الا و
انه سيجاء برجال من امتي فيؤخذ بهم ذات الشمال فاقول يا رب اصحابي فيقول انك لا تدري ما احدثوا بعدك فاقول كما
قال العبد الصالح و كنت شهيدا ما دمت فيهم فلما توفيتني كنت انت الرقيب و انت على كل شيء شهيد

ان تعذبهم فانهم عبادك فيقال ان هولاء مرتدين على اعقابهم منذ فارقتهم یعنی پہر فرمایا کہ آگاہ ہو کہ اول خلق مخلوقات
الٰہی سے جسے کپڑے پنہائے جائینگے وہ ابراہیم علیہ السلام ہین آگاہ ہو کہ قریب ہے کہ لائینگے کچھ لوگ میری امت سے پس لیے چلینگے
انکو جانب دست چپ پس اُسوقت مین کہونگا کہ اے پروردگار میرے یہ تو میرے اصحاب ہین اُسکے جواب مین حق تعالیٰ فرمائیگا تو نہین
جانتا کہ انہون نے بعد تیرے کیا احداث کیا پس اُسوقت مین وہ کہونگا جو بندہ صالح عیسیٰ ابن مریم نے کہا کہ جب تک مین انمین تہا
اُنکے ظاہر حال کو جانتا تہا اور جب تو نے مجھے وفات دی پہر مجھے کیا معلوم ہے اور تو اُنکے ہر حال سے آگاہ ہے کیا میرے اُنکے
ساتھ رہنے کے وقت سے اور کیا اُس حال سے جب مین رحلت کر آیا اور مین انمین نہ تہا اگر تو اُنپر عذاب کریگا تو وہ تیرے بندے
ہین پہر اُسکے جواب مین مجھسے فرمایا جائیگا کہ جسوقت سے کہ تو اُنسے جدا ہوا اُسوقت سے وہ ہمیشہ اُلٹے چلے یعنی دین و ملت کو
تمہاری انہون نے چھوڑا اور مرتد ہو گئے اور صحیح مسلم مین دوسری روایت سے عبارت یہ ہے انهم لم مرتدين على اعقابهم
منذ فارقتهم اور حاصل اُسکا بھی قریب ہے اول کے اور دوسری روایت سے ہے فاقول سحقا لمن بدل بعدی یعنی
مین کہونگا کہ خدا دور کرے یعنی معذب کرے جسنے میرے بعد دین کو بدلا اور میرے خلاف ارشاد عمل مین لایا اسی طرح
اور بہی روایات صحیحہ صحابیون کی کفر و ارتداد پر دلالت کرتی ہین کتاب مشکواۃ کی اول کتاب ایمان مین مروی ہے کہ قال رسول
الله صلى الله عليه واله المسلم من سلم المسلمون من يده ولسانه والمهاجر من هاجر ما نهى الله عنه یعنی فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ نے کہ مسلم وہ ہے کہ سلامتی پائین مسلمان اُسکے ہاتھ اور زبان سے اور مہاجر وہ ہے جو ترک کرے اُس چیز کو جسکے عمل مین لانے سے
خدا نے نہی فرمائی ہے الحدیث اور شارح ابہری نے کہا ہے کہ پیغمبر خدا نے مہاجرین کو اعلام فرمایا کہ تمپر واجب ہے کہ مناہی الٰہی سے
مہاجرت کرو تاکہ ہجرت تمپر درست اور تمام ہو اور چاہیے کہ تنہا اپنے مدینہ کی ہجرت پر اعتماد نہ کرو انتہی اب جو شخص کہ اصول عقلیہ اور
شرعیہ کا پہچاننے والا ہے اُسپر واضح ہوگا کہ سوا اُس جماعت کے جنکے لیے باتفاق امت نصوص قرآنی اور سنت نبوی اُنکی
عصمت پر شاہد ہین اور یہ بات کہ وہ قرآن و حق سے کبھی جدا نہونگے اُنکی شان مین وارد ہے اور وہ اہلبیت رسالت اور عترت
طاہرین معصومین پیغمبر خدا کے ہین باقی اور جتنے صحابہ اور صحابیات ہین اُنکا حکم سائر خلق کا ہے کہ اُنکے حال کی تحقیق کرنے کے بعد
منصف کو چاہیے کہ عادل کو بعدالت اور فاسق کو بفسق اور کافر کو بارتداد موصوف جانین اور منسوب کرین اور جنکا حال
معلوم نہین اُنمین علم خدا اور رسول پر چھوڑین اور کوئی مدح اور مذمت جب تک کہ دلیل اُسکی نہ پائین نہ کرین بالجملہ چونکہ حضرت
اہلسنت کی احتجاج قوی یہی ہے کہ صحابہ و تابعین عموماً سب اچھے تہے اور افعال اُنکے لائق اختیار و پیروی کے ہین اسلیے ضرور ہوا
کہ بیان پر تہوڑا سا ذکر صحابہ کا مجملاً کیا جاے تا سبب بصیرت طالب حق کا ہو اور اُسکے لیے ایک حکایت یاد آئی کہ اُسکا کچھ
خلاصہ ذکر کرتا ہون شیخ علی خزین نے عبدالحمید بن ابی الحدید مدائنی سے کہ اُسنے مجلد ثانی شرح نہج البلاغہ کے آخر مین
نقل کیا ہے کہ ایک روز مین نقیب ابو جعفر یحییٰ بن محمد بصری کی خدمت مین جو اُنکے بڑے اساتذہ مین سے ہین حاضر ہوا
اور وہ سنہ ششصد و یازدہ ہجری کا زمانہ ہے اُسوقت ایک جماعت اہل علم سے نقیب مذکور کی خدمت مین حاضر تہی

اور ایک طالب العلم غالی ابو الفرج کو پڑھتا تھا شیخ سے اُسمین مغیرہ بن شعبہ کا ذکر درمیان مین آیا اور حضار مجلس نے آپس مین اختلاف کیا بعض نے اُسکی مذمت کی بعض نے مدح کی چند شخصون نے سکوت کیا ایک شخص فقہاے شافعیہ سے کہ وہ کلام مین اشاعرہ کا مسلک رکھتا تھا حاضر تھا اُسنے کہا کہ جمیع صحابہ کی نسبت امساک کرنا واجب ہی اور وہ سب ایک تھے اور باہم دوست تھے اور کبھی آپس مین اختلاف نہین ہوا اور پیغمبر نے سبکی مدح فرمائی ہی اور پھر اُسنے استدلال کیا کلام سے ابو المعالی جوینی کے کہ اُسنے منع کیا ہی اور جو احادیث فاضل مذکور نے اپنے مذہب کی معین نقل کی تھی اُسے پڑھا جب اُس فقیہ کا بیان تمام ہوا تو شیخ ابو جعفر نقیب نے کہا کہ مین آج بیمار ایسا ہون کہ بات کرنا دشوار ہی لیکن مین نے ابو المعالی کا جواب لکھا ہی اُسے تمھین دکھاتا ہون تاکہ جدال سے مستغنی ہو یہ کہکر کتابون کے بیچ مین سے ایک جز نکالا اور مجھے پڑھنے کو دیا مین نے اُسے پڑھا اور سب حضار مجلس نے اُسکی تحسین کی یہ لکھکر اُسکا خلاصہ لکھا ہی مین اُسکے بھی بعض فقرات کو نقل کرتا ہون اگرچہ وہ سب لائق ملاحظہ ہی لیکن مجھے بہت کچھ لکھنا ہی اس سے زیادہ طول دینا مناسب نہین جانتا بالجملہ شیخ نقیب کہتا ہی کہ اگر صحابہ اپنے نفس کے نزدیک بھی یہ مقام و منزلت رکھتے ہوتے تو اُنکے حوال سے معلوم ہوتا کیونکہ یقینی جو عوام اُنکی بہ نسبت کہتے ہین اُس سے زیادہ وہ اپنے محل کے عارف ہوتے اور جو کوئی اُنکے افعال کا اور جو اُنکا سلوک اپنی آپسمین ایک کا دوسرے کے ساتھ تھا ملاحظہ کرتا ہی وہ یقینی جانتا ہی کہ جو ہوقت اشخاص کے دلون مین صحاب کی طرف سے جاگزین ہی فقیہ اُسکے برخلاف موجود ہی دیکھو کہ علی اور عمار اور ابو الہیثم بن تیہان اور خزیمہ بن ثابت اور جتنے مہاجر و انصار کہ علی علیہ السلام کے ساتھ تھے وہ طلحہ و زبیر کے حال سے غافل نہین ہوے اور جو کچھ کہ کیا وہ کیا اُنکے ساتھ بھی اور جو اُنکے ہمراہی تھے اُنکے ساتھ بھی اور وہ وہ اُمور ہین کہ آج ہے کوئی کسی کے ساتھ نہین کرتا مگر جو اجنبی اور کافر ہون اسی طرح سے طلحہ و زبیر و عائشہ نے اور جو اُنکے ساتھ تھے اہلا خود داری کسی بارے مین علی ابن ابیطالب کے ساتھ نہکی یہان تک کہ حضرت کے ساتھ وہ کام کیا جو متغلب کے ساتھ کرتے ہین اور دیکھو کہ معاویہ اور عمرو عاص علی علیہ السلام کو نہ دیکھتے تھے مگر اُس آنکھ سے کہ جس سے آج لا ازل عوام ایک دوسرے کو دیکھتے ہین اور کچھ کوتاہی تلوار مارنے مین اور لعن کرنے مین اُن جناب پر اور اُنکی اولاد امجاد اور اُنکے صحابیون پر نہ کی اور جس جس صحابی کو اُنکے ممکن ہوا قتل کیا اور اسی طرح علی ابن ابیطالب معاویہ اور عمرو اور ابو موسی اشعری اور ابو الاعور سلمی پر نماز واجبی مین دعائی لعن فرماتے تھے اور یہ دیکھو کہ سعد بن وقاص اور محمد بن سلمہ اور اسامہ بن زید اور سعید بن زید بن عمرو اور عبد اللہ ابن عمر اور حسان بن ثابت اور انس بن مالک ان سبکا اعتقاد یہ تھا کہ نہ اعانت علی کی جنگ طلحہ و زبیر مین اور نہ طلحہ و زبیر کی اعانت جنگ علی مین کرنی چاہیئے اور اُنکے زعم مین یہ تھا کہ ہم ڈرتے ہین کہ مبادا اِس لڑائی مین علی گنہگار اور غلط کار ہون اور اسی طرح اُسکا ڈر ہی کہ طلحہ و زبیر گنہگار ہون اور حالانکہ طلحہ و زبیر باجماع اہلسنت جمیع اُن صحابہ سے افضل ہین جنکا شمار کیا گیا ہی اور دیکھا چاہیے کہ عثمان نے ابو ذر غفاری کو اِسطرح زندان مین بھجوایا کہ جس صورت سے کوئی بے دینون کا دور اور گنہگارون کا اخراج کرے اور عمار و ابن مسعود نے جو سلوک عثمان کے ساتھ کیا وہ سبکو معلوم ہی اور اُنکے زعم مین عثمان نے چند کام ایسے کیے تھے کہ وہ اُسکا مستحق تھا اور ہر چند اُسے وعظ کی لیکن کچھ فائدہ نہوا اور جو کچھ کہ

عثمان نے اُن دونون کے ساتھ کیا تھا وہ بھی سُنا ہوگا اور معلوم ہی پھر سب صحابہ نے اور قوم مصری نے مگر جو عثمان کے
ساتھ کیا وہ ایسی بات ہی کہ خلق عالم جانتے ہین اور عمر ابن خطاب نے زبیر کے قصہ مین جبکہ اُسنے اذن جنگ چاہی تو
کہا ہی کہ مین نے یہ راہ کب اختیار کی ہی کہ مبادا اصحاب محمد باہر نکل کے درمیان مردم متفرق ہون اور خلق کو گمراہی مین
ڈالین اور پھر عمر علی وعباس سے کہتا ہی کہ تم ابوبکر کو اور مجھے کاذب وفاجر جانتے ہو اور دونون مین سے کوئی اُسکا
غور نہین کرتے اور اِس قول کی رد نہین کرتے اور اسی طرح بہ نسبت عمر کے انکار نہین کرتے کہ وہ خلق کے گمراہ کرنے کی نسبت
اصحاب پیغمبر کی طرف کیون دیتا ہی اور اسی طرح عثمان سے انکار نہین کرتے کہ تو ابوذر کی پیٹھ کو کیون پامال کرتا ہی اور
اُس نیک بخت کی پہلو کی ہڈیان کیون توڑتا ہی اور نہ کوئی عمار وابن مسعود پر انکار کرتا ہی کہ تم خلیفہ کے حق مین ایسی باتین
کیون کہتے ہو بالجملہ صحابہ مین سے کوئی مثل ایسے مقامات کے ایک دوسرے پر انکار نہین کرتا مثل اُس انکار کے جو
آج عوام خلق حدیث صحابہ مین خوض وفکر کرنے سے انکار ومنع کرتے ہین اور صحابہ اپنے بارے مین وہ اعتقاد جو عوام اُنکے بارے
رکھتے ہین نہ رکھتے تھے مگر یہ کہنا چاہیے کہ اُسوقت کے عوام حال صحابہ سے اعرف ہین اور اُنسے بہتر حال اُنکا جانتے ہین اور
ہی جب تک علی وفاطمہ وعباس زندہ رہے اِس کلمہ سے انکار کرتے رہے کہ روایت نحن معاشر الانبیاء لا نورث کہ ابوبکر نے
اُسے روایت کیا ہی دروغ محض ہی اور خود اُسنے اُسے بنایا ہی اور کہتے تھے کہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ پیغمبر خدا ہمسے پوشیدہ کرین
اور دوسرون کو بتائین اور سکھائین اور ورثہ ہم ہین اور ہم سب سے زیادہ سزاوار اسکے ہین کہ یہ حکم ہمین تعلیم کیا جاتا
اور دیکھیے عمر ابن الخطاب گواہی دیتا ہی اہل شوریٰ کے واسطے کہ پیغمبر خدا نے رحلت فرمائی اور اُنسے راضی تھے اور
پھر حکم کرتا ہی اُنکی گردن مارنے کو اگر انفصال امامت مین تاخیر کرین اور یہ حکم بعد اُسکے ہی کہ ہر ایک کے واسطے ایک
عیب بیان کیا اور اُنکے حق مین چند باتین ایسی کہین کہ اگر آج عوام کسی سے سنین تو ہر آئینہ اُسکی گردن مین رسّی ڈالکر زمین پر
کھینچتے ہوے حاکم کے گھر تک لیجائین اور وہان جاکر اُسکے رفض پر گواہی دین اور اُسکے خون کو حلال جانین پھر اے یارو اگر
طعن کرنا بعض صحابہ مین رفض ہو تو عمر ابن الخطاب سب سے زیادہ رافضی ہی اور سب روافض کا امام ہوگا نہین دیکھتے کہ
شیاع وحد اشتہار سے بھی گذر گیا ہی کہ اُسنے کہا کانت بیعة ابی بکر فلتة وقی الله المسلمین شرها فمن عاد الی مثلها
فاقتلوه اور یہ طعن وقدح بیعت مین اُنکی ہی اور عبدالرحمن پسر ابی بکر کے حق مین کہا ہی اُسنے کہ دُوَیبة سوء ولهو خیر من ابیه
اور سعد بن عبادہ کے حق مین جو سردار اور رئیس انصار کا تھا اُسنے کہا ہی اقتلوا سعدًا قتل الله سعدًا اقتلوه فانه منافق
اسیطرح ابوہریرہ کو گالیان دیتا تھا اور اُسکی روایت مین طعن کرتا تھا اور خالد بن ولید کو گالیان دین اور اُسکے دین مین طعن کی
اور اُسکے فسق اور وجوب قتل کا حکم کیا اور اسی طرح عمرو بن عاص اور معویہ کو منسوب طرف چوری اور خیانت کے مال
غنیمت وغیرہ مین کیا اور عادت عمر کی یہی تھی کہ اذیت رسانی مین دیر نہ کرتا تھا اور ہر شخص کی بہ نسبت
سب وشتم بہت کرتا تھا اور بہت کم صحابہ سے ہونگے جو اُسکے ہاتھ وزبان سے سالم رہے ہون پس آیا لائق نہ تھا کہ عمر صحابہ کے

احترام کی نگاہداشت کرتا جیسا کہ عامہ احترام کرتے ہین پھر یا ہم خطا پر تھا یا عامہ خلق خطا پر ہین اگر کوئی کہے کہ شتم و ضرب وایذا ہم
نہ کرتا تھا مگر اُسی شخص کو جو گنہگار اور مستحق اُسکا ہوتا تھا تو ہم کہینگے کہ مگر ہم کیا دوری ڈھونڈھتے ہین اور دشمنی رکھتے ہین اُس سے
جو غیر مستحق ہو حاشا و کلا کہ اسکے سوا کوئی اور بات نہین ہی اور کوئی مسلمان اور کوئی عاقل اُسکا قائل نہین ہی اور میری غرض
اِس طول کلام سے یہ ہی کہ اِس مطلب کو واضح کرون کہ اصحاب نبی بھی ایک قوم تھے آدمیون سے اور حکم انکا حکم سارے خلق کا ہی
فضائل بھی انکے مثل دوسرون کے ہین اور معائب بھی انکے مثل اورون کے معائب کے ہین جو بدکار انمین سے ہین انکی ہم مذمت
کرتے ہین اور جو انمین سے نیکوکار ہین انکی مدح کرتے ہین انکی بزرگی سارے مسلمین پر صرف اسلئے نہین ہی کہ انھون نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
واٰلہ کا زمانہ مشاہدہ کیا تھا اِسی قدر فضیلت انکے واسطے ہی کہ وہ آنحضرت کے معاصر تھے اور انھون نے ملاقات کی توفیق پائی تھی
لیکن بسا ہی کہ انکے گناہ اور دوسرون کے گناہ سے فحش ہون کیونکہ انھون نے نبوت کے آثار اور معجزات اُن جناب کے اپنی
آنکھ سے دیکھے تھے اور آداب و شریعت کو اپنے کان سے سُنا تھا اور انکے عقیدے مرتبہ ہدایت اور سرحد ضرورت تک پہونچے
اور ہمنے نہ کچھ دیکھا نہ سنا جیسا کہ انھون نے دیکھا اور سنا ہمارے عقیدے محض نظر و فکر کے ذریعے سے حاصل ہوے اور
ایسا عقیدہ شکوک و شبہات کے عروض سے قریب ہوتا ہی پھر ہو سکتا ہی کہ ہمارے گناہ سہل تر ہون کیونکہ ہم انمین معذور ہین
اور اب پھر مین جو کلام کر رہا تھا اُسی کی طرف رجوع کر کے کہتا ہون کہ ام المومنین عائشہ پیراہن رسول خدا کو نکال کر لوگونکو
دکھاتی تھین اور کہتی تھین کہ یہ پیراہن پیغمبر خدا کا ہی کہ ابھی پرانا نہین ہوا اور عثمان نے آنحضرت کی سنت کو کہنہ کر ڈالا پھر
کہتی تھین اقتلوا نعثلاً قتل اللہ نعثلاً اور اتنے کہنے پر بھی اکتفا نہ کرتی تھین بلکہ کہتی تھین اشہد ان عثمان جیفہ علی
الصراط غداً اور بعض مردم کو ایسا یہ گمان ہی کہ یہ حدیث ہی کہ ام المومنین نے اُس سے روایت کیا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ
عائشہ کا کلام ہی اور شک نہین ہی کہ اگر آج کوئی اسے کم بھی کہے تو عامہ اُسے زندیق کہین پھر اسکے بعد اعیان صحابہ اور جمہور
تابعین نے عثمان کو محصور کیا اور کسی نے اِس سے انکار نہ کیا اور اسے بڑی بات نہ جانا اور اسکے دفع کرنے مین سعی نہ کی
بلکہ زجر و انکار اُس شخص پر کرتے تھے جو اُسے جائز نہ جانتا تھا اور یہ جانتا تھا کہ عثمان ایک مرد ہی بڑے صحابون سے پیغمبر خدا کے
اور سب سے زیادہ اشراف ہی اور بہ نسبت ابابکر و عمر کے پیغمبر خدا سے نزدیک تر تھا اور انھین مراتب کی راہ سے تمام مسلمین اُسکے خلیفہ
خلق ہوا تھا اور امام کا حق رعیت پر بزرگ ہی پھر اگر جمہور اور اکثر صحابہ اور قوم اِس فعل مین راہ صواب پر تھے تو ثابت ہوا کہ یہ حرمت
و مقام جو عوام صحابہ کے واسطے اُسکا دعوی کرتے ہین جھوٹ ہی اور اگر جمہور خطا پر تھے اِس فعل مین تو پھر وہ بات پہونچ گئی کہ خطا
صحابہ پر جائز ہی جیسا کہ اِس زمانہ مین احاد من الناس پر خطا جائز ہی اور میرا مطلب اُسے قدح کرنا اجماع مین نہین ہی اور مین یہ نہین کہتا
کہ اجماع حقیقی عثمان کے قتل پر منعقد ہوا تھا لیکن مین یہ کہتا ہون کہ بہت سے صحابہ اور مسلمانون نے کیا عثمان کے ساتھ
جو کیا اور خصم اُسے تسلیم کرتا ہی کہ وہ فعل اُنکا خطا و معصیت تھا پھر اِس سے ثابت ہوا کہ جائز ہی کہ صحابی خطا و معصیت پر ہون
وھو المطلوب فقط یہان تک ترجمہ کلام ابو جعفر نقیب تھا کہ بعض اُس سے نقل کیا گیا اور بہت کچھ چھوڑ دیا گیا بخوف طویل

اگرچہ وہ سب طالب حق کے دیکھنے کے لائق ہی اور کہا ہو نقیب مذکور نے کہ اور جس شخص کو یہ منظور ہو کہ صحابہ کی سیرت
اور اختلاف احوال کو دیکھے وہ نظام کی کتاب کا ملاحظہ کرے اور مین کہتا ہون کہ طالب حق کو اگر خدا ہدایت عطا فرمائے
تو یہ مختصر بھی جو ایک مشت نمونہ ہی خروار کا ہی آگاہ و بیدار ہونے کو کافی ہوگا اور بعد بیداری اپنا اطمینان بڑی کتابون سے
کریگا اور جانیگا اور پہچانیگا بخوبی کہ اکثر باتین حضرات اہلسنت کی دور از حق اور اخفاے حق کے واسطے ہین کچھ
حقیقت نہین ہی شیعون کو منسوب برفض کرتے ہین اسلیے کہ وہ بعض صحاب کو برا کہتے ہین اور نبی کی رعایت نہین کرتے
اور خود بھی سب کچھ کرتے ہین جیسا کہ ابو جعفر مذکور نے اُسے جواب مین لکھا ہی کہ قضیہ قتل عثمان مین دیکھیے خود خوض کرتے ہین
اور قاتلین پر اُنکے لعن کرتے ہین اور محمد بن ابی بکر کے بارے مین نہ رعایت اُنکے والد کی کرتے ہین کہ وہ کسکے بیٹے تھے
نہ رعایت اُنکی بہن کی کرتے ہین جو ام المومنین عائشہ زوجہ رسول تھین اور ہمین منع کرتے ہین کہ خوض نہ کرین اور اپنے تئین
داخل نہ کرین امر مین علی ابن ابیطالب و حسنین علیہم السلام اور معاویہ ظالم متغلب کے جو اُنکے حقوق کا غاصب تھا اور کیا سبب ہی
کہ جو علی ابن ابیطالب اور حسنین علیہم السلام کے ظالمون پر لعنت کرے تو اُسے تکلف جانتے ہین اور کیا سبب ہی کہ عائشہ کے
امر مین خود داخل ہوتے ہین اور جسنے اُنھین حمیرا کہا اُس سے بیزاری کرتے ہین حالانکہ یہ انکا لقب تھا اور جسنے انکا کشف ستر کیا
اُسپر لعنت کرتے ہین اور ہمین منع کرتے ہین کہ جناب سیدہ کے امر مین کلام نہ کرین اور جو کچھ بعد وفات فرمانے جناب رسالتمآب کے
صحابہ کے ہاتھ سے گذرا اُسے نہ کہین اگر یہ کہین کہ جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا و علی ابیہا کے گھر مین نامحرمون کا داخل ہونا
اور آنحضرت کی ہتک ستر کرنا اسلیے تھا کہ امر اسلام منتظم ہوجائے اور انتشار دفع ہو اور بسبب اسکے تھا کہ تا دیکھنے والے امر
حلقہ اطاعت سے نہ کھنچین اور جماعت برہم ہونے پاوے تو ہم بھی کہینگے کہ ہودج عائشہ کا کھولنا اسلیے تھا کہ انھون نے
امام مسلمین پر خروج کیا تھا اور خلق کی اطاعت و انتظام کو مختل کیا تھا اور بڑی جماعت کا مسلمانون سے خون گرایا تھا پہلے
اس سے کہ علی ابن ابیطالب بصرہ مین پہونچین اور جو کچھ انھون نے اور اُنکے لشکر نے عثمان بن حنیف انصاری اور حکیم بن جبلہ اور اور
صلحاے مسلمین کے ساتھ جو ہمراہیان علی ابن ابیطالب تھے از قسم سفک دما و نہب اموال کیا وہ کتب تواریخ مین موجود ہین
مجملا یہ ہی کہ جب اُنکے زعم مین جناب سیدہ کے گھر مین داخل ہونا اور اُنکی ہتک ستر کا واقع کرنا اُس امر کے لیے جو واقع
نہین ہوا تھا اور اُس مفسدے کے بند کرنے کو جو مترتب نہین ہوا تھا جائز ہوگا تو ستر عائشہ اُس سبب سے جو واقع ہوا اور
مرتبہ تحقیق کو پہونچ گیا لا محالہ جائز ہونا چاہیے اور کیونکر ہو سکتا ہی کہ تمھارے نزدیک ہتک ستر عائشہ تو ایسا گناہ کبیرہ ہی کہ
اُسکے سبب سے مخلد فی النار ہونا واجب ہی اور اُسکے فاعل سے برات و بیزاری کرنا محکم ترین ارکان ایمان سے ہی اور
کشف بیت جناب سیدہ کا اور اُسمین داخل ہونا اور اُس گھر کے دروازے پر لکڑیان آتش زنی خانہ کے لیے جمع کرنا اور
تہدید کرنا جناب فاطمہ کے گھر کے جلانے کو محکم ترین اساس دین ہی اور موجب ثبات بنیان اسلام ہی اور باعث عزت
مسلمین اور اطفاے آتش فتنہ ہو حالانکہ حرمت دونون کی ایک ہی اور ستر دونون کا واحد ہو ساتھ اسکے ہم پر واجب ہی کہ کہین کہ

حرمت فاطمہ کی بہت زیادہ ہے اور شان اُنکی بہت بلند ہے اور اُنکی صیانت خاطر رسول کے واسطے اولی اور احق ہے کیونکہ وہ
بضعۂ پیغمبر خدا ہین اور ایسا کمتر اہین کہ گوشت اور خون سے آنحضرت کے ہین اور مثل زن اجنبی کے نہین ہین کہ اُسکے اور اُسکے
شوہر کے بیچ مین نسب نہو اور حکم وصلہ بیگانہ عارضی رکھتی ہو اور درمیانہ سبب ایک ایسا عقد ہو جو بمنزلہ اجارہ منفعت کے ہو
اور مثل مالک ہونے کنیز کے ہو بیع وشرا کے باعث سے اور اسی جگہ سے ہے کہ علماے فریضہ میراث نے کہا ہے کہ اسباب
توارث سے تین منحصر ہین سبب ونسب وولا لیکن نسب پس وہ قرابت ہے اور سبب نکاح ہے اور ولا عتق ہے پھر سبب سے
بالضرور نکاح کو خارج جانتے ہین اور اگر زوجہ صاحب مرتبہ نسب کی ہوئی تو ہر آئینہ بنا اقسام ثلثہ کی دو قسم پر رکھتے نہ
تین پر اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ عائشہ یا غیر عائشہ منزلت و مرتبہ مین جناب فاطمہ زہرا کے ساتھ شریک ہوسکین حالانکہ اجماع
سب مسلمانون کا اور کیا وہ جو اُنکے دوست ہین اور کیا وہ جو ایسے نہین اُسپر واقع ہے کہ فاطمہ سیدہ نساء عالمیان ہین اور کیونکر ہوسکتا ہے
کہ ہمپر یہ لازم کرتی ہین کہ پیغمبر خدا کا حفظ کرو اُنکی زوجہ کے بارے مین اور ام حبیبہ کا حفظ کرو اُسکے بھائی معاویہ کے حق مین
اور حالانکہ صحابہ نے اپنے اوپر حفظ پیغمبر کو لازم نہ رکھا اُنکے داماد اور ابن عم عثمان بن عفان کے بارے مین اور خاص صحابہ نے
اُسے مارا اور اُسپر لعنت کی اور بہت سے صحابی اُسکے زمان خلافت مین اُسپر لعن کرتے تھے اور منجملہ اُنکے عائشہ تھین جو مکرر
کہا کرتی تھین اقتلوا نعثلا لعن اللہ نعثلا الخ بالجملہ یہ حال ہے اُنکے مقولات کا کہ جسکی تعریض وتکذیب انہین شیخین کے مشایخ
جو منصف ہین کرتے ہین اور اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ عقیدہ بہ نسبت اصحاب رسول کے بے اصل ہے اور واقع مین سب
قسم کے اشخاص اُنمین بھی تھے جیسا آج موجود ہین پھر اُنکے اقوال وافعال پر محض صحابی ہونے سے اعتماد کرنا اور اُس سے مناط
اعتقاد گردانا بعید از عقل وانصاف ہے بلکہ تحقیق حال ہر ایک کا اُنسے بھی ضروری ہے اور جو جیسا ہو ویسا اُسے سمجھنا چاہیے
اگر اچھا ہو تو اُسکے قول وفعل کی تاسی چاہیے اور مدح کرنا چاہیے اور اگر برا ہو تو اُس سے بیزاری اور اُسکے اقوال وافعال کی
پیروی سے دوری چاہیے اور سوا اُنکے جنکی عصمت ثابت ہے اور اُنسے تمسک کرنے کو پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اور کوئی جواز
صدور خطا ومعصیت سے بری نہین ہو سکتا اور جب یہ ہوا تو پھر تدبیر وتجسس نہ کرنا اُنکے احوال مین اور اُنکے فعل پر اعتماد کرکے
نصوص متفق علیہ سے اعراض کرنا اور اپنے تئین حق سے دور رکھنا کیا معنی خدا اور رسول کے کلام موجود ہین جسمین خطا کا
احتمال نہین ہے طالب حق کو اُسکا اتباع چاہیے جن صحابیون نے اُنکی مخالفت کی برا کیا ہمین ضرور نہین کہ افعال خاطئین کی
تاسی کرین اور اُس کلام کی جو واجب الاتباع ہے مخالفت اختیار کرین ہمارا زمانہ وہ ہے کہ نہ ہمنے پیغمبر خدا کو دیکھا نہ اُنکے معجزات اور
اعلام نبوت کو سوا قرآن کے دیکھا ہمنے محض بذریعہ خوض وفکر کے عالم مین جیسا وجود باری کا علم اور اُسکی صفات کا جو کہ
مختلف فیہ بین الانام تھا حاصل کیا اُسی طرح خوض وفکر کی راہ سے اخبار وکتب مین صدق دعوی رسالت جناب
ختم المرسلین کا علم حاصل کیا اُسی طرح ہمکو چاہیے کہ مسئلہ امامت مین بھی جو بین المسلمین فیہ ہے اور وہ بھی ایک رکن ہے اصول
عقائد سے جیسا کہ آئندہ اُسکا بیان کرینگے اور اُسکی جہل سے گمرہی لازم آتی ہے سیر واخبار فریقین کو بنظر انصاف دیکھکر اور اُنمین

غوض وفکر کرکے جیسا کہ بقدر طاقت انسانی ضرور ہی علم و یقین حاصل کرین اور پہچانین کہ حقیقت مین خلیفہ و وصی رسول بعد
جناب رسالتمآب کے کون ہی اور پھر کون ہی اور چونکہ بعد اُن جناب کے اور پیغمبر قیامت تک اب زمین پر نہ آئینگے تو کتنے
شخص قیامت تک حافظ اور مبین احکام شریعت کے آنحضرت کے ہین اور وہ کون کون ہین تاکہ اُنکے اتباع سے ہم
رستگار ہون اور پیش خدا ہماری بھی حجت تمام ہو جیسا کہ حق تعالیٰ نے بذریعہ اُنکے ایجاد و تعیین کے ہم پر حجت کو اپنی مخلوقات پر
تمام فرمایا فصل کر انارة پانچوین تعریف امامت و امام مین ہی جاننا چاہیے کہ لفظ امام ام یام سے جسکے معنی
قصد کے ہین ماخوذ ہی اور یہ اسلیے ہی کہ سب انسان ورعایا جو مطیع ہین وہ یہ ارادہ کرتے ہین کہ ہم اپنے افعال واقوال مین
اپنے امام کی پیروی اور تبعیت کرین پس سب خلق مطیع ہوتی ہی اور وہ مطاع ہوتا ہی اور مراد امام سے اس مقام پر جو
محل ذکر اصول اعتقاد ہی وہ شخص ہی کہ جو پیشوا خلق کا اور امت کا مقتدا جملہ امور دنیا اور امور دین مین پیغمبر خدا کے نائب
ہونے کی راہ سے ہو پس جو کچھ کہ پیغمبر نے خدا سے لیا ہی اُسے امام بسبب نائب و جانشین ہونے پیغمبر کے عمل مین لاتے
نہ بطور استقلال جیسا کہ پیغمبر عمل مین لاتے تھے اور کبھی امامت کا اطلاق ریاست پر جو عام ہو بہ نسبت دین و دنیا کے
ہوتا ہی جیسا کہ حق تعالیٰ قرآن مین حضرت ابراہیم کے حال مین فرماتا ہی واذ ابتلی ابراھیم ربه بکلمات فاتمھن قال
انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین یعنی جسوقت کہ حق تعالیٰ نے آزمائش فرمائی
ابراہیم کے ساتھ چند کلمون کی اور چند خصلتون کی اور انجام کو پہونچایا اُسے ابراہیم نے اور پروردگار نے بکمال مرحمت
فرمایا کہ مین تجھے خلق کے اوپر امام و پیشوا کرونگا اُسوقت ابراہیم نے عرض کیا کہ مین امیدوار ہون کہ میری ذریت و اولاد سے
بھی امام ہون اُسوقت حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے عہد کو جو امامت ہی کوئی شخص ظلم کرنے والون مین سے نہین پاسکتا
یہ ترجمہ لفظی اس آیہ کریمہ کا کچھ مجملاً اس جگہ پر کہا جاتا ہی تاکہ اُس سے معلوم ہو کہ امامت کا اطلاق اس معنی پر بھی قرآن مین ہی
باقی تفسیر اسکی مبحث عصمت مین بیان کی جائیگی انشاء اللہ تعالیٰ بالجملہ مولانا فخرالدین طریحی نے مجمع البحرین مین جو فرمایا ہی
اسکا ملخص یہ ہی کہ امامت عبارت ریاست سے ہی کہ جو دین و دنیا دونون کو عام ہو پس جب اُسے مطلق رکھین تو نبوت
ورسالت کے ساتھ جمع ہو سکتی ہی اور جب نیابت کی شرط جو عبارت عدم استقلال سے ہی اُس مین بڑھائی جائے تو نبوت
اور رسالت کے ساتھ جمع نہو گی اور اس آیت کی تفسیر مین کہا ہی کہ یعنی تجھے ایسا پیشوا گردانونگا کہ سب آدمی تیرے ساتھ
اہتمام اور اقتدا کرین اور متابعت تیری کرین پس امام کو امام کہتے ہین اسلیے کہ سب قصد کرتے ہین کہ افعال و اقوال مین
اُسکی متابعت کرین اور کبھی راہ کو بھی امام کہتے ہین اسلیے کہ اُسکی طرف بھی قصد کیا جاتا ہی کتاب کافی مین جناب امام
جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر مین منقول ہی کہ حق تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا بندہ خاص قرار دیا پیشتر اس سے
کہ پیغمبر فرماتا انھین اور خلیل فرمائے سے پہلے انھین نبی گردانا اور امام فرمانے کے پہلے انھین اپنا خلیل گردانا اور جب یہ
مدارج سب انمین جمع فرما چکا اُسوقت فرمایا انی جاعلک للناس اماما بعد اس ارشاد کے جب مرتبہ امامت کی بزرگی اور منزلت

پانچوین تعریف امامت و امام مین

حضرت ابراہیم کی نظر مین ظاہر ہوئی تو اپنی اولاد و ذریت کے واسطے بھی اس مرتبہ کے حاصل ہونے کی آرزو کی اور
عرض کیا خدا سے کہ ومن ذریتی اُسکے جواب مین حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لاینال عہدی الظالمین یعنی ستمگارون کا
امام و پیشوا نہین ہو سکتا اور انہین حضرت سے مروی ہی کہ جسنے بت پرستی کی ہی وہ امام نہین ہو سکتا اور تفسیر صافی مین ملا محسن
کاشانی نے کہا ہی کہ اس روایت مین تعریض یہ نسبت اُنکے ہی جنہون نے قبل از اسلام مدتہاے دراز تک بت پرستی کی ہی
اور تفسیر کریمہ واجعلنا للمتقین اماما کی تفسیر مین جناب صادقؑ سے مروی ہی کہ فرمایا ایانا عنی یعنی خاص کرکے ہمکو مراد
لیا ہی اور دوسری روایت مین ہی کہ فرمایا ہذہ فینا یعنی یہ ہمارے لیے ہی اور ابو بصیر کہتے ہین کہ میری زبان پر حضرت کے
سامنے یہ آیہ جاری ہو گیا واجعلنا للمتقین اماما یہ سنکر فرمایا کہ اپنے خدا سے امر بزرگ کی تو نے خواہش کی حالانکہ
آیت اسطرح ہی واجعل لنا من المتقین اماما اور مراد ظاہر مین یہ ہی کہ یہ آیہ دونون طرح نازل ہوا ہو پہلی وجہ سے حضرت کی
شان مین نازل ہوا ہو اور دوسری وجہ مین سب خلق کی نسبت نازل ہوا ہو اور اسمین کچھ منافات نہین ہی اور کبھی امامت
مطلق پیشوائی کے معنون پر بولی جاتی ہی عام اس سے کہ اہل حق کی پیشوائی ہو یا اہل باطل کی ہو جیسا کہ حق تعالیٰ قرآن مین
فرماتا ہی وجعلنا منہم ائمۃ یہدون بامرنا یعنی گردانا ہمنے انہین مین سے کچھ لوگون کو پیشوا کہ وہ ہدایت کرتے ہین ساتھ حکم
ہمارے کے اور فرماتا ہی وجعلنا منہم ائمۃ یدعون الی النار یعنی ہمنے انہین اُنکے حال پر چھوڑا ہی کہ وہ اپنی خواہش کے موافق
جو چاہتے ہین وہ کرتے ہین چھٹی انارۃ بیان مین اس بات کے ہی کہ نصب امام کا جو موافق معنی مقصود کے ہو واجب ہی جاننا چاہیے
کہ اہل اسلام مین یہ مسئلہ مختلف فیہ ہی کہ نصب امام کا بمعنی مذکور خدا پر واجب ہی یا امت پر واجب ہی اور یہ کہ عقل اسکے واجب ہونے
کو حکم کرتی ہی یا شرع۔ پس معلوم ہوا حضرات اہلسنت کہتے ہین کہ مکلفین پر واجب ہی کہ کسی شخص کو اہل اسلام سے اپنا رئیس
بنالین اور وہ جو کچھ موافق شرع کے کہے اسمین اُسکی اطاعت کرنا اپنے اوپر واجب کرین اور خوشی و غم مین اُسکی اعانت
اور امداد کرین اور فرقہ امامیہ کا اتفاق اسپر ہی کہ بنظر مصالح و حکمت کے پروردگار عالم پر نصب امام واجب ہی اور عقل و نقل اسپر
دلالت کرتی ہین اور ایسا امر عظیم و مہم اس لائق نہین ہی کہ خلق کے اختیار پر ہو اور مفاسد اختیار خلق کے صاحب عقل پر
پوشیدہ نہین ہی اور زیادہ استدلال فریقین کا ذکر کچھ ضرور نہین ہی کیونکہ یہ کتاب بیان اصول اعتقادات شیعہ مین ہی پس
معینات کا اسی مذہب کے ذکر کرنا کافی ہی تاکہ اُس سے حقیت اور صحت مذہب اور اطمینان اپنے نفس کا حاصل ہو پس جاننا
چاہیے کہ امامیہ کا تمسک اس اتفاق مین چند وجہین از روے عقل و نقل ہین اور بیان اُنکا بطور اجمال و خلاصہ کلام یہ ہی کہ امامت کا
حال بھی بعینہ بعثت کا حال ہی پس جو دلیل کہ بعثت انبیا کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہی وہ امام کے نصب کے وجوب پر بھی
دلالت کرتی ہی اور بعثت کے واجب ہونے کو مثبت وجہون سے ابھی بحث نبوت مین بیان کیا ہی اور مرتبہ ثبوت کو
پہونچایا ہی پس وہی دلیلین یا جو کہ اُنکے مشابہ ہون وہ وجوب نصب امام کے واسطے کافی اور مثبت ہونگی کیونکہ بعثت اور
نصب امام کے واجب ہونے کی وجہین دونون آپس مین قریب ہین اور دونون دین اسلام مین امر مہم اور ضروری ہین و

دونون خبر علم احکام خداشناسی کی ہین اور تفصیل ان وجہون کی کئی طرح سے ہوسکتی ہی وجہ اول یہ بات بخوبی معلوم ہی کہ
آدمی اپنے دین و دنیا کے امورون مین انتظام کے لیے ایک سرگروہ اور رئیس کے بے مضطر و ناچار ہین کہ وہ امور
مختلفہ مین انہین راہ راست کی طرف ہدایت کرے اور جو کچھ کہ بسبب اجتماع و تمدن کے بالطبع اور بالضرور معاملات و
معاشرات مین انکے آپسمین مخاصمہ و تنازع اور مجادلہ اور مغالبہ واقع ہوتا ہی اسے رفع کرے اور بطور حق و صواب کے
انہین قطع و فصل کرے اور انہے اچھے کام اور اچھی بات کراے اور اس بات پر جتنی عقلین ہین وہ مخلوق و مفطور ہین
اور ایسا شخص جو ہو وہ پیغمبر ہوتا ہی یا امام جو جانشین خاص پیغمبر ہو خصوصًا بعد ہمارے پیغمبر خدا کے کیونکہ وہ حضرت
خاتم النبیین ہین حضرت کے بعد پھر کسی پیغمبر کے آنے کی اور مبعوث ہونے کی امید باقی نہین رہی اور یہ جو مقدمات
اس تقریر مین مستعمل ہین وہ بہت واضح ہین یہان تک کہ بعضے تو بدیہی ہین اور بعضے انکے مخالف و موالف کے نزدیک بھی
مسلمات سے ہین جیسا کہ علامہ تفتازانی نے اپنی کتاب مطول مین شرح مین قول ماتن کی الحمد للہ علی ما انعم اور اسی کا قول
وعلم من البیان ما لم نعلم مین جو کہا ہی اسکا محصل یہ ہی کہ مصنف نے تعمیم کے بعد تصریح کی بعض نعمتون کی اور اسمین اشارہ ہی
طرف اس چیز کے اصول کے جسکی طرف نوع انسانی باقی رہنے مین محتاج ہی اور بیان اسکا یہ ہی کہ انسان مدنی بالطبع ہی
یعنی اپنی معیشت و زندگانی مین محتاج ہی تمدن کی طرف اور وہ اسکا اجتماع ہی اپنے ہی نوع کے ساتھ جو ایک دوسرے کے
شریک اور معین ہوتے ہین غذا اور لباس اور مکان وغیرہ کے حاصل کرنے مین اور یہ اجتماع اسپر موقوف ہی کہ ہر شخص اپنے
صاحب کو آگاہ کرے اس سے جو اسکے دل مین ہو اور جملہ امور مین اشارے سے کام نہین نکلتا کیونکہ جو چیزین کہ معدومات
اور معقولات صرف ہین کہ خارج مین انکے لیے وجود نہین ہی انمین اشارہ وافی نہین ہو سکتا کیونکہ اشارے کے لیے مشار الیہ کا
مشاہدہ ہونا ضروری ہی اور لکھنے مین مشقت بہت ہی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ کسی وقت اور کسی مقام پر میسر آنا اسباب کتابت کا
متعسر یا متعذر ہوتا ہی پس حق تعالی نے سب پر انعام تعلیم بیان فرمایا اور وہ عبارت ہی نطق فصیح سے جو خبر دے اس
چیز سے جو دل مین ہی اور یہ اجتماع اسوقت منتظم ہوتا ہی کہ جب انمین کوئی رئیس اور عادل ہو کہ اسپر سب آدمی متفق ہون کیونکہ
ہر ایک خواہش اسی چیز کی کرتا ہی کہ جسکی طرف اسکی حاجت ہی اور جو شخص کہ اسکی محتاج الیہ کے ملنے سے مزاحم ہون اسپر
غضب و غصہ کرتا ہی اور انمین غیر پر ظلم واقع ہوتا ہی اور اجتماع کا امر مختل ہوتا ہی اور رئیس اور عادل جزئیات غیر محصورہ کو نہین
پا سکتا بلکہ اسکے واسطے ضروری ہی کہ قواعد کلیہ کو کہ شرائع کا علم ہی ضبط کرے اور ضروری ہی اسکے واسطے کہ ایسے قانون کو جیسے
کسی وضع کرنے والے نے اسطرح مقرر کیا ہو کہ جیسا لائق و سزاوار ہی درحالیکہ وہ خطا سے محفوظ ہون استعمال مین
لاے اور یہ واضع قانون شارع ہی اور ضروری ہی کہ شارع ممتاز ہو استحقاق طاعت کی راہ سے یعنی اسکی بہ نسبت وجوب اطاعت ہو
اور یہ مقرر نہین ہو سکتا مگر ان نشانیون سے جو اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ شریعت اسکی خدا کی طرف سے ہی اور
وہ نشانیان آیات و معجزات ہین اور سب سے برتر معجزہ ہمارے پیغمبر کا قرآن ہی کہ جو حق و باطل مین فارق ہی انتہی ملخص کلامہ

اب پوشیدہ نہ رہے جو خلاصہ تقریر علامہ تحریر لکھا گیا ہے اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مقدمات اُنہوں نے ذکر کیے اُسکا نتیجہ نہین
نکالا اور نتیجہ اُنکا صاف یہ ہے کہ تعیین اُن قوانین کے یا اُنکے واضع کے جو خطا سے محفوظ و مصئون ہو قادر علیم خبیر پر واجب ہے
کیونکہ سوا اُسکے ایسے شخص کی کوئی تعیین نہین کر سکتا اور اسی طرح حکیم علی الاطلاق پر واجب ہے کہ آیات و معجزات کو تصدیق شارع
مذکور کے لیے نصب فرمائے لیکن چونکہ حضرات اہلسنت بنظر حکمت بھی کسی چیز کو جناب باری تعالی کے واسطے واجب نہین
جانتے بلکہ تحاشی کرتے ہین اسلیے تعجب نہین کہ فاضل مذکور نے بھی گو اعتراف ضروری ہونے سے اِن مقدمات کے کیا لیکن
باینہمہ نتیجہ پیدا کرنے مین اِن مقدمات سے جو وجوب نصب شارع تھا اہمال کیا پھر عنوان اسی تقریر کو تھوڑے تصرف کے
ساتھ ہمارے علما بھی اِس جگہ ذکر کرتے ہین اور جو حضرات اہلسنت کا مقولہ ہے کہ نصب امام باختیار اُمت واجب ہے اُسکا بطلان
اس سے واضح ہو جاتا ہے کیونکہ مقدمات اکثر مشترک ہین پس ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ انسان مدنی الطبع ہے اور رئیس و امام کے اختیار
کرنے کی تفویض جملہ اُمت کو باوصف اسکے کہ سب کی رائین مختلف ہوتی ہین اسی طرح خواہشین یکسان نہین ہوتین پس اس
صورت مین یہ تفویض اختیار امام کی فساد اور اختلال حال عباد کی طرف منتہی ہوگی کیونکہ ہر ایک اپنی ذات کے لیے فائدہ
جزئی کو چاہتا ہے کہ حاصل ہو بالا فائدہ ریاست گری کا رتبہ تو بہت بڑا ہے اُسکے لیے تو تلوارین چلتی ہین اور لڑائیان ہوتی ہین ہزارون
آدمی مارے جاتے ہین جیسا کہ ہمیشہ دیکھتے ہین اور جو گذر گیا اُسے سنتے ہین اسلیے بیان و استدلال کی ضرورت نہین ہے
بلکہ فاضل شہرستانی نے ملل و نحل مین بعینہ اسکے لکھا ہے اور خلاصہ کلام اُسکا یہ ہے کہ بڑا اختلاف اُمت مین جو ہوا وہ خلافت کا ہوا اسلیے
کہ جیسی تلوارین خلافتون کے دعوے مین چلی ہر زمانے مین ایسی اور کسی قاعدۂ دینی کے لیے نہین چلی انتہی کلامہ اور فی الواقع یہی ہے کہ جب
مقدمہ دینی کو اہل دنیا کی رائے پر چھوڑین تو بمعاذ اللہ عقیم سوا فساد و خونریزی کے جو ہیجا ہوا اور کیا ہوگا اور اگر اتفاقات سے
کہین ایسا ہو گیا تو اُسپر اعتماد نہ کرنا چاہیے کہ ہمیشہ اُسی طرح فتنہ و فساد نہوا کریگا مثلاً فاضل شہرستانی نے لکھا ہے کہ یہ بات یعنی باختیار
اُمت خلیفہ کا معین ہونا صدر اول اسلام مین خدا نے سہل کر دیا کیونکہ مہاجرین و انصار نے امر خلافت مین اختلاف کیا تھا لیکن
حضرت عمر ابن الخطاب فرماتے ہین کہ قبل اسکے انصار کچھ کلام کرین مین نے ہاتھ پھیلا دیا خلیفہ اول کی طرف اور اُنکی بیعت کر لی
بعد اُسکے پھر سب نے بیعت کر لی اور نائرۂ فساد فرو ہوا مگر یہ کہ بیعت ابی بکر کی دفعتہً ہو گئی اور عبارت عمر کی یہ ہے الا ان
بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ وقی اللہ شرھا فمن عاد الی مثلھا فاقتلوہ اب بغور دیکھنا چاہیے کہ جو حکم باختیار اُمت ہوا اُسکا یہ حال ہے کہ
اُسکا کرنے والا اپنے منہ سے خود مستحق قتل ہے اور پھر اسکے بعد جو اِس اختیار اُمت کے ذریعے سے فسادات پیدا ہوئے وہ مستغنی
عن البیان ہین پس نصب امام کا جناب ملک علام کی طرف سے واجب ہوا کیونکہ یہ بات ضروری ہے کہ جو شخص حافظ شرع ہو
اور منکرات و منہیات سے ممانعت کرتا ہو اور امر خیر کی طرف آدمیون کو طلب کرتا ہو اور ظالم کو اُسکے ظلم کرنے سے اور جابر کو جور
کرنے سے باز رکھتا ہو اور جو شخص کہ گم گشتہ بادیہ گمرہی و ضلالت ہوئے شاہراہ ہدایت پر پہونچاتا ہو اور متشککین کے شبہون کو
اُٹھاتا ہو اور اپنے نور ہدایت سے تاریکی شبہات کو زائل کرتا ہو اور خطا کرنے سے قول و فعل مین مبرا ہو پس چاہیے کہ ایسا شخص

بنص خدا و رسول ممتاز ہو ان آیات کے ساتھ جو دلالت اس بات پر کرتی ہون کہ یہ شخص صاحب شریعت کی طرف سے
منصوب ہی اور زبان سے نہین پہچانتے مگر صاحب شریعت کے ہدایت کرنے سے لیکن خدا جانے کیا سبب ہی کہ ایسے امر واضح کو
بھی بعض حضرات نہین سمجھتے بلکہ کبھی کہتے ہین کہ خدا پر کچھ واجب نہین ہی اور اُسکی شان اس سے زیادہ بلند ہی کہ اُسپر کچھ واجب ہو
حالانکہ بنظر اُس حکمت و رافت کے جو مخلوقات کی نسبت مبذول ہی جو کچھ حکیم علی الاطلاق کی نسبت لازم آے وہ منافی اُسکی
شان رفیع کے نہین ہو سکتا اور کبھی خدا پر بہت سی باتین واجب کرتے ہین مثل تعلیم بیان کے اور مقرر کرنے قوانین کے اور
معین کرنے شارع کے اور ارشاد پیغمبرون کا اور نصب کرنا انبیا کا اور اظہار معجزات کا شارع کے ہاتھ پر لیکن پھر بھی نصب
امام کے واجب ہونے سے خدا پر انکار کرتے ہین اور اتنے بڑے امر کو جو ہم مرتبہ نبوت درباب ہدایت خلق ہی اُسکی تفویض سائر
خلق کی طرف کہ جو گمراہ و جاہل ہین کرتے ہین یہان تک کہ اس سے وہ خرابیان خلافت و امامت مین پیدا ہوئین کہ نوبت باز اراے
و جہلا تک پہونچی کہ جنھین علم و صلاح سے بہرہ نہ تھا اور اُس سے کیا کیا مصیبتین دین مین نہ واقع ہوئین اور انشاء اللہ اُسکا آیندہ بیان
مفصل ہوگا وجہ دوسری یہ ہی کہ اصلح خدا پر واجب ہی اور کوئی شبہہ نہین ہی کہ بندون کے حال مین اصلح جملہ احوال و
ازمان مین ایسے حاکم و رئیس کا پایا جانا ہی جو خدا کی طرف سے منصوب ہو اور دین و دنیا کا اختیار اُسکے ہاتھ مین ہو اور
ایسا رئیس یا پیغمبر ہوتا ہی یا امام ہوتا ہی اور جبکہ پیغمبر نہو تو امام مین منحصر ہوتا ہی بالجملہ امام کا نصب مثل پیغمبرون کے اصلاح
حال بندگان کے لیے حق تعالی کے ذمہ ہمت و حکمت کے اوپر واجب ہی نہ یہ کہ اُسکی تفویض اُمت کی راے ناقص و
اختیار فاسد پر کیجاے کیونکہ اُسکا فساد سب پر واضح ہی جناب غفران مآب علیہ الرحمہ نے بیان ادلہ وجوب نصب امام مین
فرمایا ہی کہ جو امر کہ مدہوشان بادہ غفلت کو ہوش مین لاتا ہی اور ارباب عقول ناقصہ کو خواب گران جہالت سے جگاتا ہی وہ
مناظرہ ہشام بن الحکم کا ہی جو عمرو بن عبید بصری کے ساتھ واقع ہوا اور اُسے محمد ابن یعقوب کلینی نے کتاب کافی مین اور
شیخ صدوق نے امالی مین اور اورون نے بھی یونس بن یعقوب سے روایت کی ہی کہ ایک روز حضرت امام جعفر صادق
کی خدمت مین ایک جماعت حضرت کے صحابیون کی مثل حمران ابن اعین و مومن طاق اور ہشام ابن سالم اور محمد بن طیار
ساتھ اور صحابیون کے حاضر تھے اور انھین ہشام بن الحکم بھی تھے اور اُسوقت سن کی راہ سے اُنکا عنفوان شباب تھا انھین
جناب صادق نے فرمایا کہ اے ہشام انھون نے عرض کیا لبیک یابن رسول اللہ حضرت نے فرمایا کہ میرے سامنے تم
کیون نہین بیان کرتے کہ تمنے کسطرح عمرو بن عبید کو جو فقیہ اہلسنت تھا جواب سے عاجز کیا تھا ہشام نے عرض کی کہ
مین قربان ہون آپ پر سے اے فرزند رسول مجھے آپ کے سامنے عرض کرتے شرم آتی ہی اور میری زبان کو اتنی طاقت نہین ہی
کہ آپ کے سامنے گویا ہو حضرت نے فرمایا کہ مین جب تمکو کسی بات کے لیے حکم دون تو تمھین چاہیے اُسے بجا لاؤ اُسوقت
ہشام نے عرض کیا کہ مین نے عمرو ابن عبید کا حال سنا تھا کہ مسجد بصرہ مین بیٹھتا ہی اور بہت یاوہ گوئی اور بیہودہ سرائی کرتا ہی
اور بہت لوگ اُسکے پاس آتے ہین اور جمع ہوتے ہین اور یہ بات مجھے ناگوار ہوئی تھی اسلیے مین اُسکے پاس گیا اور وہ جمعہ کا

وجہ دوسری

دن تھا کہ مسجد بصرہ مین مین پہونچا ناگاہ دیکھا مین نے کہ جماعت کثیر اُسکے گرد بیٹھی ہی اور اُس سے سوال کر رہے ہین پس مین انکے
ہجوم مین سب کو ہٹا کر داخل ہوا اور صف آخر مین بیٹھا اور اُس سے مین نے کہا کہ ای عالم مین ایک مرد مسافر غریب الوطن ہون
آیا مجھے اجازت دیتا ہی کہ ایک مسئلہ تجھسے پوچھون اُسنے کہا کہ پوچھو مین نے کہا کہ آیا آنکھ رکھتا ہی تو اُسنے کہا کہ ای لڑکے یہ کیا
سوال تو کرتا ہی مین نے کہا میرا سوال یہی ہی اُسنے کہا کہ ای لڑکے اچھا تو پوچھ اگرچہ تیرا سوال بے عقلون کا سوال ہو پھر مین نے
پوچھا کہ آنکھ رکھتا ہی تو اُسنے کہا ہان بعد اسکے مین نے کہا کہ اُس سے تو کیا کام لیتا ہی اُسنے کہا کہ رنگون کو اور شخصون کو اُس سے
پہچانتا ہون بعد اسکے مین نے پوچھا کہ آیا ناک رکھتا ہی تو اُسنے کہا ہان مین نے پوچھا کہ اُس سے کیا کام کرتا ہی تو اُسنے کہا کہ اس سے طرح طرح
کی روائح کو اُس سے سونگھتا ہون بعد اسکے مین نے کہا کہ زبان رکھتا ہی تو اُسنے کہا ہان مین نے کہا اُس سے تو کیا کام لیتا ہی
اُسنے کہا اُس سے باتین کرتا ہون مین نے کہا کان رکھتا ہی تو اُسنے کہا ہان مین نے کہا اُس سے کیا کام کرتا ہی تو اُسنے کہا کہ اُس سے
آوازین سنتا ہون مین نے کہا ہاتھ رکھتا ہی تو اُسنے کہا ہان مین نے کہا اُس سے تو کیا کام لیتا ہی اُسنے کہا کہ اُس سے ہر چیز کو
لیتا ہون اور نرم اور سخت کو اُسکے باعث سے پہچانتا ہون مین نے کہا کہ آیا پاؤن رکھتا ہی تو اُسنے کہا ہان مین نے کہا کہ اُس سے
کیا کام تو لیتا ہی اُسنے کہا کہ اُسکے باعث سے ایک مکان سے دوسرے مکان کو جاتا ہون مین نے کہا منھ رکھتا ہی تو اُسنے کہا
ہان مین نے کہا اُس سے کیا کام لیتا ہی اُسنے کہا کہ اُس سے طعامہاے مختلف کا مزا دریافت کرتا ہون اور انکی لذتین حاصل کرتا ہون
بعد اسکے مین نے پوچھا کہ آیا دل رکھتا ہی تو اُسنے کہا کہ ہان مین نے کہا کہ اُس سے کیا کام لیتا ہی تو اُسنے کہا کہ جو کچھ ان اعضا و جوارح پر
وارد ہوتی ہین اُسے دل پر عرض کرتا ہون اور اُس سے تمیز کرتا ہون مین نے پوچھا کہ یہ اعضا دل سے مستغنی نہین ہین اُسنے کہا نہین
مین نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہی حالانکہ یہ اعضا صحیح و سالم ہین پھر کیون دل سے مستغنی نہین ہوتے اُسنے کہا کہ ای لڑکے جب یہ اعضا اپنے
مدرکات مین جو دیکھا ہی اور سنا ہی اور چکھا ہی اور سونگھا ہی شک کرتے ہین تو اُنکی تمیز کرنے کو دل کی طرف رجوع کرتا ہون اور
جب دل گواہی دیتا ہی تو اُسکا یقین حاصل کرتا ہون اور ان اعضا کے بھی اُس سے شک دفع و باطل ہو جاتے ہین بعد اسکے مین نے کہا
کہ حق تعالی نے دل کو رفع شکوک کے لیے اعضا پر خلق فرمایا ہی اور قائم کیا ہی اُسنے کہا ہان مین نے کہا کہ دل کے ہونے کی ضرورت ہی
والا اعضا کو اپنے مدرکات سے یقین نہ حاصل ہوگا اُسنے کہا ہان اُس وقت مین نے کہا کہ ای فلان بدرستیکہ حق تعالی نے اعضا و جوارح
انسان کو تو اسی طرح نہ چھوڑا یہان تک کہ انپر ایک امام کو مقرر کیا کہ اُسکے باعث سے امور صحیحہ کی تصحیح اور جسمین شک ہی اُسکا یقین
کرین اور اس خلق کثیر اور جم غفیر کو حال حیرت اور شک و اختلاف مین اُنکے حال پر چھوڑ دیا اور کوئی امام انپر مقرر نہ فرمایا کہ اپنے رفع
شکوک و اختلاف مین اُسکی طرف رجوع کرین اور تیرے اعضا کے لیے ایک امام مقرر کیا کہ جو کچھ شکوک و اختلافات اعضا کے
افعال مین وارد ہون اُسے اُسپر عرض کرے اسکے بعد عمرو ابن عبید چپکا ہو رہا اور میری طرف ملتفت ہو کر کہنے لگا کہ آیا ہشام
تو ہی ہی مین نے کہا نہین پھر کہنے لگا کہ تو کہان کا رہنے والا ہی مین نے کہا اہل کوفہ سے ہون کہنے لگا تو ہی ہشام ہی بعد اسکے
مجھے گلے لگایا اور اپنے پاس بٹھایا اور جب تک مین بیٹھا رہا پھر کوئی بات زبان سے نہین کی جناب صادق علیہ السلام نے

فرمایا کہ ای ہشام یہ کسنے تجھے تعلیم کیا تھا ہشام نے عرض کیا کہ ای فرزند رسول خدا یہ خود بخود میری زبان پر جاری ہوا
حضرت نے فرمایا کہ قسم ہی خدا کی کہ یہ صحیفون مین ابراہیم و موسیٰ کے لکھا ہی وجہ سوم یہ ہی کہ جیسا مفسر تفسیر کبیر نے ذیل کریمہ
یا اہل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل کہا ہی کہ ملخص اُسکا یہ ہی کہ چوتھا مسئلہ یہ ہی کہ فائدہ محمد صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم کے مبعوث ہونے کا یہ ہی کہ زمان فترت اور جبکہ بعثت نبی سے وقت خالی ہوتا ہی تو بسبب طول مدت و تقادم
عہد کے جو شریعتون مین تحریف و تغیر ہو جاتا ہی اُس سے دین و ملت مین سستی واقع ہو جاتی ہی اور اس سبب سے حق باطل کے
ساتھ اور صدق و راستی کذب و باطل کے ساتھ مخلوط ہو جاتے ہین اور اُسکے باعث سے خلق کو عذر ظاہر اعراض کرنے مین
عبادتون سے پیدا ہوتا ہی کیونکہ انھین یہ کہنا پہونچتا ہی کہ ای پروردگار یہ ہم جانتے ہین کہ تو لائق اسکے ہی کہ تیری بندگی اور
عبادت کرین لیکن یہ ہم نہین جانتے کہ کسطرح تیری عبادت کرین پس اس عذر کے قطع فرمانے کو جناب سید المرسلین کو مبعوث
فرمایا اور آیہ کریمہ ان تقولوا ما جاءنا بشیر ولا نذیر فقد جاءکم بشیر و نذیر سے ان عذرون کو قطع فرمایا اور مفسر مذکور نے
کہا ہی کہ معنی اسکے یہ ہین کہ فترت کا حاصل ہونا موجب اسکا ہوتا ہی کہ خلق نبی کے مبعوث ہونے کی طرف محتاج ہوتی ہی اور چونکہ
حق تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہی پس پیغمبرون کے بھی بھیجوانے پر قادر ہوگا پس اُسکے ذمہ کرم و رحمت پر واجب ہوگا یہ کہ پیغمبرون کو
انکی طرف بھیجے انتھی المحصل کلام المفسر اب صاحب فہم کے آگے یہ بات بہت واضح ہی کہ جیسا یہ دلیل بعثت کے واجب
ہونے کے لیے ہی اُسی طرح اس تقریر سے بنظر حکمت حکیم مطلق امامت بھی واجب ہوتی ہی کیونکہ علت مشترک ہی اور جبکہ طول
عہد و امتداد زمان بسبب ملجانے حق و باطل اور صدق و کذب کے موجب تمامی عذر بندگان کا اعراض کرنے مین عبادات
و طاعات سے ہوتا ہی پس جسوقت کہ بعثت نبی کی ممکن نہو جیسا کہ اس زمانے مین ہی تو نصب امام یقینی واجب ہوگا ورنہ
جو عذر کہ خلق فقدان نبی سے پیش کرتی وہی امام کے نہونے سے پیش کرے گی اور اس سے موید ہی جو حدیث کتاب
کافی مین جناب امام رضا علیہ السلام سے منقول ہی کہ ان الحجۃ لا تقوم علی خلقہ الا بامام یعنی حجت خدا کی خلق پر بدون نصب امام
قائم نہین ہوتی اور اُسی کتاب مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ماثور ہی کہ فرمایا ان اخر من یموت الامام لئلا یحتج
احد علی اللہ عزوجل انہ ترکہ بغیر حجۃ بالجملہ یہ بات کہ ذمہ خدا پر کچھ واجب نہین ہی اسکا بطلان تو بخوبی قول مفسر تفسیر کبیر سے
ظاہر ہوا کیونکہ بعثت کا واجب ہونا خدا کے ذمہ انھون نے بہت تصریح کے ساتھ لکھا اور اسی دلیل سے یہ بھی ضرور ظاہر ہی
کہ حق تعالیٰ پر واجب ہی کہ حجت خلق کو جب اُنکی حاجت ہو تو قطع فرمائے اور قطع حجت خلق دو وجہ سے ہو سکتی ہی ایک
نبی کے مبعوث کرنے سے دوسرے امام کے نصب کرنے سے اور اگرچہ مفسر مذکور کے کلام سے اس وجوب کا عام ہونا
ہر وقت مین مستفاد نہین ہوتا لیکن چونکہ وجوب کو حاجت کے ساتھ منوط کیا ہی پس کلام اب اسمین رہا کہ آیا یہ واجب
بعض وقتون مین حاجت کے ساتھ مختص ہی اور بعض مین نہین یا عموماً حقیقت مین ہر وقت حاجت رہتی ہی پھر ظاہر
تو یہ ہی کہ ہمیشہ بندگان جہالت پیشہ امام و پیشوا کے محتاج رہتے ہین تاکہ ایک معلم اور مودب اور حافظ شرع و شریعت کا ہو

جو تعیین ادب دے اور ہدایت کیا کرے اور جو حدیثین کہ پہلے مذکور ہوئین اُنسے اور موافق حدیث متفق علیہ من لم یعرف
امام زمانہ مات میتة جاهلیة کے اور سوا اسکے عموم وجوب نصب امام کا ہر وقت مین ظاہر ہوتا ہی اور حقیقت مین
فترت کا زمانہ یا جو اُسکے مشابہ ہو وہ نبی سے خالی ہوتا ہی انکے اوصیاؤن سے نہین خالی ہوتا اور شریعت کا حفظ اِس سے کہ
مختل ہو جائے اور خلق کی تمکین طاعات سے کہ تکلیف اِس سے متعلق ہی اور بندگان حفظ گمراہ ہونے سے ہر وقت و ہر حال مین

چوتھی وجہ

ذمہ حکمت قادر متعال پر لازم ہی چوتھی وجہ حق تعالی فرماتا ہی یا ایها الذین امنوا اتقوا الله وکونوا مع الصادقین یعنی ای وہ
گروہ جو ایمان لائے ہین حق تعالی کے واسطے پرہیزگاری کرو اور ہمراہ راست گویون کے رہو مفسر تفسیر کبیر نے کہا ہی کہ یہ آیہ
دوام وجود صادقین پر چند وجہون سے دلالت کرتی ہی پہلی یہ کہ تکلیف بالاتفاق ہمیشہ باقی ہی اور جب یہ ہوا تو یہ تکلیف بھی
دائمی ہوگی دوسری یہ کہ امر کا صیغہ جمیع اوقات کو شامل ہوتا ہی اور دلیل اسپر اُسی استثنا کا صحیح ہوتا ہی تیسری یہ کہ اِس
آیت مین کسی وقت کی تعیین نہین کی پس حمل کرنا اُسکا بعض پر دون بعض ترجیح بلا مرجح ہی چوتھی یہ کہ یہ قول حق تعالی کا
دلالت اِس بات پر کرتا ہی کہ تقوی جملہ مامور بہ سے ہی کہ حکم شرعی اُسکے لیے وارد ہی اور یہ بات مستحسن نہین ہوتی مگر بہ نسبت انکے
جنسے خلاف تقوی کے عمل مین آسکتا ہو پس آیت کا حاصل یہ ہوگا کہ جایز الخطا کو چاہیے اقتدا اُسکا کرے جس سے خطا کا صادر ہونا
ممتنع ہو اور اُسکا صادق و معصوم کے ساتھ رہنا اُسی خطا کے صادر ہونے سے باز رکھے اور یہ معنی ہر زمانے مین موجود ہین پس
صادقین ہر زمانے مین موجود ہونگے انتہی ملخص کلامہ اور یہ تقریر فی الواقع موافق شیعون کے کلام صدق فرجام کے ہی جو
وہ کہتے ہین کہ ضرور ہی کہ امام معصوم ہو کیونکہ جملہ امور دین و دنیا کے وہ سب خلق کا مطاع ہوتا ہی یعنی سب مامور ہین کہ اُسکی
اطاعت کرین اور غیر معصوم کی اطاعت و متابعت دائمی بے ضرورت کے جائز نہین ہی پس ضرور ہوا کہ امام معصوم ہو اور عصمت
ایک قوت قدسیہ ہی کہ اُسپر اطلاع ممکن نہین ہی مگر خدا کی طرف سے جو علیم حکیم ہی کہ وہ مطلع کر دے اِس صفت کے ساتھ پس اُسی پر
واجب ہوگا کہ جو شخص کہ صاحب اِس قوت قدسیہ کا ہو اُسے نصب فرمائے اور ممکن نہین ہی کہ اُسکا مناط باختیار خلق رکھا جائے
اور حاجت امام کی طرف ہر وقت داعی رہتی ہی پس واجب ہی خدا پر کہ ہر وقت ایک امام کو اپنے بندون پر منصوب رکھے
اور جتنا یہان تک کلام مفسر تفسیر کبیر کا نقل ہوا بہت مربوط اور موافق عقل و نقل تھا لیکن بعد اسکے پھر جو انھون نے حمایت
مذہب کے لیے کہا کہ صادقین سے مراد اجماع ہی یہ البتہ اِس کلام اول کے مخالف ہی اور عقلا پر اُسکی بے حقیقتی ظاہر ہی اور انشاء اللہ

پانچوین وجہ

عنقریب اِسکی تفصیل مذکور ہوگی پانچوین وجہ یہ ہی کہ حق تعالی فرماتا ہی یا ایها الذین امنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول و
اولی الامر منکم اور یہ ظاہر ہی کہ یہ خطاب عام ہی اور سب مکلفین کے واسطے روز قیامت تک کو شامل ہی پس چاہیے کہ ہر زمانے مین
اولی الامر موجود ہین اور یہ بھی معلوم ہی کہ اگر اولی الامر فساق اور اہل معصیت ہون تو چاہیے کہ اطاعت و مخالفت دونون واجب ہون
اور یہ محال ہی اور کیونکر ہو سکتا ہی کہ حکیم مطلق اپنے بندون پر اطاعت مثل یزید و معویہ کے واجب فرمائے اِسی واسطے کہ بعض
اہلسنت معویہ کو باغی و طاغی کہتے ہین اور یزید کو خلیفہ نہین جانتے اور درحقیقت تمام مخلوقات پر بدکارون سے اور انکے

فعال سے دوری اور بیزاری کرنا عقلاً و نقلاً واجب ہو اور کون شخص ہو اہل انصاف و دیانت سے کہ جو جناب باری کی طرف
ایسے امر قبیح و شنیع کی اسناد جائز رکھے گا چھٹی وجہ حدیث متفق علیہ مین الفریقین ہو من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ
جاھلیۃ یعنی جو شخص کہ اپنے امام وقت کو نہ پہچانتا ہو اور وہ مر جاے تو موت مثل اُنکے ہوگی جو زمان جاہلیت مین
مر گئے کیونکہ بہ تصریح اس حدیث سے واضح ہوتا ہو کہ ہر زمانے مین ایک امام کا معین اور موصوف اپنی صفات کے ساتھ موجود
ہونا ضروری ہو کہ تا سب خلق اُسے اُن صفات سے پہچانین اور ایسے امام کا نہ پہچانتا موجب اسکا ہو کہ کفر کی حالت مین مرےگا
اور بعض حضرات اہلسنت نے تفسیر مین اس حدیث کی کہا ہو کہ مراد امام سے قرآن ہو لیکن یہ تاویل و تفسیر بے معنی ہو کیونکہ
یہ تبادر ذہن کی طرف اس عبارت سے یہ ہو کہ ایک زمانے کا امام دوسرے زمانے کے امام کے سوا اور غیر ہوتا ہو اور علاوہ اسکے
اگر مراد امام سے اس حدیث مین قرآن ہی ہو تو یہ منافی اُس اُنکے اجماع کے ہوگا جو بہ نسبت نصب امام کے کہتے ہین کہ خلق پر واجب ہو
کہ ایک امام اپنے لیے بنائین اور بٹھائین اور اسکی اطاعت کرین اور جب وہ مر جاے تو دوسرے کو بٹھائین اور وہ ایسا ہو کہ اگر
ظلم و جور اور انواع نافرمانی خدا کی کرے اور معاصی عمل مین لاوے تو معزول نہین ہو سکتا جیسا کہ مصنف عقائد النسفی نے کہا ہو
والمسلمون لابد لھم من امام یقوم بتنفیذ احکامھم الخ اور اُسکے بعد بہت کچھ ضرورت کے اسباب اور شرائط امامت
لکھکر کہا ہو ولا ینعزل الامام بالفسق والجور اور اس سے بھی صاف ظاہر ہو کہ جو امام ضروری ہو اُسے آدمیون سے ہونا مراد ہو
کیونکہ قرآن سے نہ وہ فوائد جو امام کے لیے لکھے ہین حاصل ہو سکتے ہین نہ وہ قوم قریش سے ہو سکتا ہو نہ اور شرائط کا تحقق
اُسمین ہو نہ صدور فسق و جور اُس سے ممکن ہو بلکہ وہ سب اوصاف آدمیون مین متحقق ہو سکتے ہین پس یہ امام جسکی طاعت و معرفت
ضروری ہو غیر انسان نہین ہو سکتا جیسا کہ شارح عقائد النسفی نے اسکی تصریح کی ہو بقولہ ثم الاجماع علی ان نصب الامام واجب
وانما الخلاف فی انہ یجب علی اللہ او علی الخلق بدلیل سمعی او عقلی والمذھب انہ یجب علی الخلق سمعا لقولہ علیہ السلام من مات
ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ ولان الامۃ قد جعلوا اھم المھمات بعد وفات النبی علیہ السلام
نصب الامام حتی قدموہ علی الدفن وکذا بعد موت کل امام الخ بالجملہ جب اس حدیث کو دلیل سمعی وجوب نصب امام کا خلق پر
گردانا گیا اور کذا بعد موت کل امام کا اقرار ہوا تو اب کسی طرح کا شبہ باقی نہ رہا اسمین کہ مراد لفظ امام سے جو اس حدیث مین
وارد ہو وہ امام مسلمین سے ہو جسکا نصب واجب ہو نہ قرآن اور یہ بھی یقینی صاف ہو گیا کہ ہر زمانے کا امام غیر امام زمان
سابق کے ہوتا ہو کیونکہ طریان موت بھی اُس امام پر ضروری ہو جب تو کذا بعد موت کل امام کہا اور قرآن کے لیے تجدد اور
موت کسی طرح نہین ہو سکتی اور سوا اسکے جو اجماع سقیفہ بنی ساعدہ مین اُمّت کا ہوا تھا وہ قرآن کے امام بنانے پر تھا یا
جناب ابی بکر کے اگر قرآن کے لیے ہوتا تو اسمین کیا نزاع کا مقام تھا کیونکہ اُسکے اتباع کو اور اہلبیت علیہم السلام سے تمسک
کرنے کو تو خود جناب رسالتمآب فرما چکے تھے نزاع نہین ہوئی اصحاب مین مگر بیعت امامت جناب ابی قحافہ کے لیے نہ ابو عبیدہ
جراح نے قرآن سے انحراف کیا نہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے کبھی مخالفت قرآن کے لیے فرمایا بلکہ اعراض بیعت

جناب ابی بکر سے فرماتے تھے پھر اگر امام سے جسکی معرفت واجب ہی قرآن مراد ہوتا اور اُسی کو اُنہوں نے امام الہمات جانتے جیسا کہ
یہ صاحب امام کی تفسیر مین کہتے ہین تو چونکہ اُسمین کسی کو نزاع نہ تھی پھر دفن نبی پر اُنکی بیعت کے لیے اہتمام مین تقدیم کیون کرتے
لیکن شاید ان صاحب کا علم معرفت یعنی امام مین اُن صحابون سے جنہون نے سقیفہ مین اجماع کیا تھا بڑھا ہوا ہوا اور بہت
تاسف کا مقام ہی کہ یہ صاحب اُس روز موجود نہوے والا بذریعہ اپنی تفسیر و بیان کے مانع اجماع اصحاب ہوتے اور مراد کلام نبی
اُنھین بتاتے اور اُس بیعت کو جس سے مسلمانون مین نزاع پیدا ہوئی ہونے دیتے بالجملہ اِس حدیث کو محل استدلال وجوب نصب
امام مین جو واجب ہی خواہ علی الخلق جیسا کہ حضرات اہلسنت کہتے ہین اور بعد نبی کے اہل حل و عقد نے بھی اُنکے یہی کو مراد کلام جانا
اور اُسی کے موافق اہتمام کیا اور ایک امام و خلیفہ اپنے لیے بنایا اور اُس اجماع کو اُنکے امام المتکلمین مفسر تفسیر کبیر معصوم اور مراد
اولی الامر جانتے ہین یا واجب علی اللہ ہی جیسا کہ شیعہ کہتے ہین اور موافق عقل و نقل ہی پھر اب اس صورت مین کہ قرآن امام
مراد لیا جاے اور مراد صحیح گردانا جاے تو اُنکا اجماع درہم و برہم ہوگا اور جو جو سعیان کہ اُنکی طرف سے امام سازی مین اُنسے
ہوئین وہ سب محمول خطا پر متصور ہونگی اور جو شارح عقائد نسفی نے اس مذہب اہلسنت کی صحت پر استدلال اس حدیث سے
کیا ہی وہ غیر صحیح اور بطلان مذہب کا واضح ہوگا یا ان صاحب کا یہ بیان و تفسیر لائق اعتنا کے نہوگا بلکہ اہل نظر کے نزدیک اوھن
من بیت العنکبوت واسخف من ورق توت متصور ہوگا اور جو ہمنے کہا ہی کہ مراد اس حدیث سے یہ ہی کہ ہر زمانے مین ایک امام کا
معین و موصوف اپنی صفات کے ساتھ موجود ہونا ضرور ہی کہ تا سب خلق اُسے اُن صفات سے پہچانین اور ایسے امام کا نہ پہچاننا
اسکا موجب ہی کہ کفر کی حالت مین مریگا یہی متعین ہوگا اور سوا اسکے یہ بات بھی تو قریب بدیہیات کے ظاہر ہی کہ اگر امام سے
قرآن مراد لیا جاے تو چاہیے کہ جو شخص اہل اسلام سے ایسے ہین کہ اُنھین قرآن کا علم اور معرفت اُنکی نہین ہی اور قرآن کو لکھ پڑھ
نہین سکتے چاہیے وہ سب کافر مرین اور کفار کے حکم مین ہون نہ اہل اسلام اور اہل قبلہ کے اور بڑی خرابی یہ ہی کہ جناب خلافتمآب
عمر ابن الخطاب کی حکایت مشہور ہی کہ مدت العمر مین اپنی ایک سورہ بقر بھی نہ یاد کر سکے تمام قرآن کا حفظ کیسا اور اُنکی قرآن دانی
ایسی تھی کہ اُنھین کی روایات مین سے جو پہلے اس کتاب کے مقدمہ مین مذکور ہو چکی ہی صاف دلالت کرتی ہی کہ بعد جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے جب تلوار کھینچ کر کھڑے ہوے اور فرماتے تھے کہ پیغمبر خدا نے انتقال نہین فرمایا آسمان پر گئے ہین
اور جو کہیگا کہ مر گئے تو اُسے اسی تلوار سے مارونگا اور اُسوقت صحابون سے کسی نے یہ آیہ پڑھا و ما محمد الا رسول فان مات
او قتل الایۃ تو یہ سنکر تلوار میان مین کی اور فرمایا کہ گویا مین نے یہ آیہ قرآن سے سنا ہی نہ تھا ولیکن باینہمہ اہل حل و عقد نے نص
خلیفہ سابق اُنکی خلافت پر موافق حضرات اہلسنت کے اجماع کیا اور جناب خلیفہ اول حضرات اہلسنت نے بھی خود اُنکے
نص امامت و خلافت کی فرمائی پھر اس نقص معرفت کے ساتھ قرآن کے جو اُنھین حاصل تھی یہ کیونکر لائق خلافت و امامت
خلیفہ اول اور اہل حل و عقد کے نزدیک ہوے اور اُنکی موت کی نسبت یہ صاحب کیا کہینگے کہ کس حالت پر ہوئی اور اب
اُنکا شمار کس مین کرینگے اور بھی علاوہ ان سب باتون کے آج تک کسی نے اہل اسلام سے قرآن یاد کرنے کو واجب نہین جانا

پھر وہ تفسیر اُن صاحب کی کسطرح صحیح ہوسکتی ہی اور یہ بہی اُسی صورت مین ہی کہ مراد لفظ عبارت قرآن ہو اور اگر مراد اُس سے
سمجھنا معنی قرآن کا ہی تو اور بہی زیادہ مشکل ہوگی بلکہ اب بہت سے صحابیون کے ایمان مین کلام ہو جائیگا کیونکہ معنی قرآن کی
معرفت سب کو کہان تھی ورنہ لفظ کلالہ او اباً کی تفسیر مین دقت نہوتی جیسا کہ کتب مین مسطور ہی اور جو جو اختلافات
واقع ہوے نہوتے اور جب اصحاب نبی کی یہ حالت ہوئی تو اورون کا حال تو کچھ کہنے کے لائق بہی نہین سوا اسکے
عبد اللہ بن عمر نے اس حدیث کے معنی امامیہ اور عقلا کے موافق سمجھے ہین اور اُنکا قول بالضرور حجت حضرات اہلسنت کے لیے ہی
اور وہ یہ ہی کہ شرح نہج البلاغہ وغیرہ مین مذکور ہی کہ ایک شب کو عبد اللہ ابن عمر حجاج کے دروازے پر آے اور دروازہ ہلایا تاکہ
جب عبد الملک باہر آئے یا انہین بلاے تو وہ اُسکے ساتھ بیعت کرین اور بلا امام رات بسر نہ کرین کیونکہ وہ پیغمبر سے
یہ روایت کرتے تھے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص کہ مرجاے بے اسکے کہ کوئی اُسکا امام ہو وہ کفر کی حالت پر مریگا صاف
اس سے معلوم ہوتا ہی کہ عبد اللہ ابن عمر امام سے مراد امام آدمیون مین سے سمجھے نہ قرآن پھر اب گنجائش تاویل کی کہان
باقی رہی اور جب یہ ہوا تو مراد امام سے وہ امام ہوگا جو اپنے زمانے مین خدا کی طرف سے منصوب ہو اور معصوم اور وارث
علوم انبیا اور عالم علم قرآن ہو ساتوین وجہ وہ خطبہ ہی جناب امیر علیہ السلام کا جو نہج البلاغہ مین ماثور ہی اللهم بلی لا تخلو
الارض من قائم لله بحجة اما ظاهرا مشهورا او خائفا مغمورا لئلا یبطل حجج الله وبیناته وکم ذا واین اولئک الاقلون
عددا والاعظمون قدرا یحفظ الله بهم حججه وبیناته حتی یودعوها الی نظرائهم ویزرعوها فی قلوب اشباههم یعنی پروردگار ایسی
زمین خالی نہین رہتی کبھی یعنی زمین خدا کی ایک حجت سے خواہ وہ ظاہر و مشہور ہو یا غائب اور پوشیدہ ہو تاکہ حجتین خدا کی
اور بینات اُسکی باطل نہو جائین اور کتنے آدمی ہونگے جو اس مرتبہ سے فائز ہونگے عدد اُنکا بہت کم ہی اور قدر و منزلت
اُنکی بہت بلند ہی کہ حق تعالی اُنکے واسطے سے اپنے دلائل ظاہرہ کا حفظ فرماتا ہی یہان تک کہ وہ سپرد کرتے ہین اُن دلائل کو
اپنی امثال کو اور بوتے ہین انھین دلون مین اپنے اشباہ کے اور اسی کو موید ہی وہ حدیث متفق علیہ بین الفریقین انی تارک فیکم
الثقلین ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض مصنف کتاب صواعق محرقہ نے اپنی کتاب مین جو
کہا ہی بعینہ وہ عبارت نقل کرتا ہون وفی احادیث الحث علی التمسک باهل البیت اشارة الی عدم انقطاع متاهل منهم
للتمسک به الی یوم القیمة کما ان الکتاب العزیز کذلک ولهذا کانوا امانا لاهل الارض کما سیاتی ویشهد لذلک الخبر السابق فی
کل خلف من امتی عدول من اهل بیتی الخ اور ملخص معنی اُسکے یہ ہین کہ جو حدیثین اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ تمسک کرنے کو پیغمبر خدا سے
وارد ہوئی ہین انمین اشارہ طرف اس بات کے ہی کہ وجود متاہل کا منقطع نہوگا بلکہ ہر زمانے مین ایک شخص جسپر اہلبیت رسول کا
اطلاق ہوسکے اور وہ اسکے لائق ہو رہیگا تاکہ روز قیامت تک تمسک اُنسے کرسکین جیسا کہ قرآن مجید کا حال ہی اور اسی جگہ سے
کہ اہلبیت رسول اہل زمین کی امان ہین جیسا کہ آئیگا اور گواہی دیتا ہی اُسکی راستی پر جو گذرا کہ ہر طبقہ مین میری امت کے میرے
اہلبیت سے عدول ہونگے فقط اور یہ سب کس صراحت سے دلالت کرتے ہین اس بات پر کہ کسی وقت مین زمین خدا کی

اٹھوین وجہ

حجت سے خالی نہین رہتی اور نہ خالی رہتا زمین کا حجت خدا سے شامل ہی بہت مصلحتون پر اور صلح کا کرنا بمقتضائے حکمت حکیم
مطلق پر واجب ہی آٹھوین وجہ قول ہی جناب قدس الہی کا وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ سبحان اللہ عما یشرکون
یعنی پروردگار تیرا پیدا کرتا ہی اُس چیز کو کہ چاہتا ہی اور اختیار و برگزیدہ کرتا ہی اُسے جو چاہتا ہی اور خلق کو کچھ اختیار نہ تھا منزہ ہی
خدا اُس سے جو وہ اُسکا شریک گردانتے ہین اور اس آیت سے استدلال کی وجہ یہ ہی کہ اختیار کلی تقرر رئیس کے لیے خدا کے واسطے ہی
خلق کو کچھ اختیار نہین ہی اور آدمیون کا اختیار رئیس گردانتے مین اپنے واسطے اس بات پر دلیل ہی کہ انھون نے اپنے تئین شریک
خدا کا قرار دیا والا جو بات کہ مخصوص خدا کے ساتھ ہی اور اسی کے لائق ہی اُسے نہ کرتے ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ مین
ایک حکایت لکھی ہی اُسکا حاصل یہ ہی کہ عبد اللہ ابن عمر نے کہا کہ مین ایک دن اپنے باپ پاس بیٹھا تھا اور ابن عباس بھی تھے کہ
اُنکے باپ نے کہا کہ ابن عباس تم جانتے ہو کہ تمھارے ساتھ آدمیون نے کیا سلوک کیا ابن عباس نے کہا کہ مین نہین جانتا
اُسوقت اُنکے باپ نے کہا کہ قریش نے مکروہ جانا کہ نبوت اور خلافت تمھارے واسطے مجتمع ہو والا تمسے خلق کو ضرر پہونچتا بعد
اُسکے دیکھا قریش نے اور غور کیا کہ اُنکے واسطے کس چیز مین فائدہ ہی پس اُسے اختیار کیا یعنی اپنے واسطے خلیفہ باختیار خود مقرر کرنا
اختیار کیا اور اسمین وہ توفیق دی گئی اور اپنے حق کو پہونچے یعنی جو فائدے کہ پیش نظر تھے وہ حاصل ہوے یہ سنکر ابن عباس نے کہا کہ
اے خلیفہ اگر تو اپنے قہر و غضب کو مجھسے دور کرے اور سنے تو مین کچھ کہون اُنکے والد نے کہا کہ جو جی چاہے وہ کہو ابن عباس نے کہا کہ
یہ جو تمنے کہا کہ قریش نے مکروہ جانا اِس بات کو کہ نبوت اور خلافت ہمارے لیے جمع ہو پس بدرستیکہ یہ کراہت مثل اُس کراہت کے ہی
جسے حق تعالی نے قرآن مجید مین اُسکی طرف اشارہ فرمایا ہی جہان کہ فرمایا ہی ذلک بانھم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالھم
یعنی مکروہ جانا ایک قوم نے اُس چیز کو جسے خدا نے نازل فرمایا تھا پس حق تعالی نے اُنکے اعمال کو حبط فرمایا اور یہ جو تمنے کہا
کہ اگر ہم مسلط ہوتے سب پر تو ضرور پہونچاتے تو اگر یہ سچ ہی اور اسی طرح ہی کہ ہم خلافت کے باعث سے ضرر پہونچاتے تو چاہیے
کہ بذریعہ قرابت نبی کے بھی ضرر پہونچائین ولیکن ہم وہ قوم ہین کہ جنکے اخلاق اخلاق پیغمبر خدا سے پیدا ہوے ہین اور آنحضرت کا
خلق اس مرتبہ مین تھا کہ حق تعالی نے اُنکی شان مین فرمایا ہی کہ تحقیق کہ تو بہت بڑی خلق پر ہی اور فرمایا ہی اُنکے واسطے کہ اپنے
بازون کو جھکا و اُس شخص کے واسطے جو ایمان لاے اور تمھاری فرمانبرداری کرے مومنین سے اور یہ جو خلیفہ نے کہا کہ قریش نے
اختیار کیا پس بدرستیکہ حق تعالی فرماتا ہی وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ یعنی تیرا پروردگار پیدا کرتا ہی جس چیز کو
کہ چاہتا ہی اور برگزیدہ کرتا ہی جس چیز کو چاہتا ہی نہین ہی اُنکے لیے کوئی اختیار تحقیق کہ تو جانتا ہی اے خلیفہ کہ حق تعالی نے برگزیدہ
کیا ہی اس بات کے واسطے اپنی خلق سے اُس شخص کو جسے خود اختیار فرمایا ہی پس اگر قریش نظر کرتے اور دیکھتے اُس راہ سے کہ خداوند عالم نے
نظر رحمت فرمائی ہی اُنکے واسطے تو اُسوقت توفیق خیر کی پاتے یہ سنکر خلیفہ وقت نے کہا کہ اے ابن عباس اپنے حال پر رہو تمھارے
دل اے بنی ہاشم انکار رکھتے ہین قریش سے بسبب بدخواہی کے کہ وہ زائل نہین ہوتی اور ایسا تمھین اُنسے حسد ہی کہ بدلتا نہین
یہ سنکر پھر ابن عباس نے کہا کہ اے خلیفہ چپ رہ بنی ہاشم کے دلون کو غش اور بدباطنی کی طرف منسوب نہ کر کہ اُنکے دل پیغمبر خدا کے

دل سے باہر گئے ہین اور وہ ایسا دل تھا جسے خدا نے پاک کیا تھا اور یہ اہلبیت رسول ہین کہ جنکی شان مین حق تعالی فرماتا ہو کہ
سوا اسکے نہین ہو کہ حق تعالی چاہتا ہو کہ دور کرے تمسے رجس کو اے اہلبیت اور پاک کرے تمھین جو حق پاک کرنے کا ہو اور اے خلیفہ
یہ جو تو نے کہا کہ بنی ہاشم قریش سے بغض رکھتے ہین تو بھلا کیونکر ہو سکتا ہو کہ جسکا حق چھین گیا ہو وہ اپنے حق کو غیر کے ہاتھ مین دیکھے
اپنی آنکھ سے اور پھر بغض نہ کرے یہ سنکر خلیفہ وقت نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی ہو کہ تم ہمیشہ یہ کہتے ہو کہ ہم سے خلافت ہمارا ظلم و حسد کی
راہ سے لیا گیا ابن عباس نے کہا کہ مگر حسد پس وہ امر قدیم ہو کہ شیطان نے حسد کیا تھا حضرت آدم پر پس اوسنے انکو بہشت سے باہر
نکالا تھا پس ہم کو فرزندان آدم ہین اور محسود ہین اور لیکن ظلم پس خلیفہ خوب جانتا ہو کہ صاحب حق کون ہو آیا عرب عجم پر حجت نہین لائے
حق پیغمبر خدا کے ساتھ اور قریش سارا عرب پر اسی حق کی راہ سے حجت نہین لائے تھے پس ہم مین لائق تر رسول خدا کے ساتھ
جملہ قریش کی بہ نسبت یہ سنکر خلیفہ عمر ابن الخطاب نے کہا کہ اٹھو اور اسوقت اپنے گھر جاؤ یہ سنکر ابن عباس اٹھے اور چلے جب پشت
انکی ہوئی تو خلیفہ نے پکار کر اونسے کہا کہ اے پھر کر جانے والے تم جس حال پر کہ ہو گے اور جو تمسے صادر ہو گا مین تمھارے حق کی رعایت سے
ہاتھ نہ اٹھاؤنگا یہ سنکر پھر ابن عباس پھرے اور کہا کہ ہمارا حق تم پر اور سب مسلمانون پر ہو بسبب پیغمبر خدا کے پس جو کوئی اسکا حفظ
کریگا اوسنے اپنی خیر خواہی کی اور جو کوئی اسے ضائع کریگا اوسنے اپنے حق کو ضائع کیا بعد اسکے ابن عباس باہر گئے اور خلیفہ نے اپنے
اہل صحبت سے کہا کہ خوشا حال اس مرد کا کہ اسے مین نے کبھی نہین دیکھا کہ کسی سے مباحثہ کرے مگر یہ کہ اوسپر غالب آتا ہو اب
اس روایت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ اس آیت سے ابن عباس نے کہ بنی ہاشم اور اقربا اور صحابی رسول سے ہین یہی معنی پر
استدلال کیا ہو اور خلیفہ ثانی کا جواب جو ہوا ہو وہ بھی ظاہر ہو کہ جیسا کوئی راز فاش ہونے کی تدبیر کرتا ہو کہ کہنے والے کو صحبت سے
اٹھا دے تاکہ زیادہ فضیحتی اور خرابی ہو سو وہ تدبیر کی اور پھر جانے کے بعد اقرار و اعتراف انکے غالب آنے کا مباحثہ مین بھی کیا اور یہ
روایت بھی کچھ امامیہ کی نہین ہو نوین وجہہ وہ حدیث ہو جسے کلینی علیہ الرحمہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہو اور یہ بڑی ہو لیکن
بقدر ضرورت اور حاجت اسے بطور اختصار نقل کرتا ہون یونس ابن یعقوب کہتے ہین کہ مین حضرت امام جعفر صادق ع کی خدمت مین
حاضر تھا کہ ایک شخص شام کا رہنے والا آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوا اور کہا کہ مین ایک شخص ہون اہل علم سے کہ صاحب کلام
اور فقہ اور فرائض ہون تمھارے اصحاب سے مناظرہ کرنے کو آیا ہون یہ سنکر حضرت نے اپنے اصحاب کو طلب فرمایا اور انھون نے
مباحثہ کیا اس سے یہان تک کہ نوبت ہشام ابن الحکم کی آئی اوسوقت حضرت نے اس شامی سے فرمایا ھذا الغلام یعنی الھشام
چونکہ اوسنے دعوی کیا تھا کہ مین صاحب کلام ہون اسلیے حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ منظور ہو تجھے علم کلام مین کہنا وہ ہشام سے
کلام کر یہ سنکر اوس شامی نے کہا کہ بہتر ہو بعد اسکے ہشام سے کہا اوسنے کہ اے چھوٹے جوان خاص امامت مین انکی مجھسے سوال کر اور اشارہ
امام بحق ناطق حضرت امام جعفر صادق ع کی طرف کیا یہ سنکر ہشام کو ایسا غصہ آیا کہ سارا بدن اونکا کانپنے لگا بعد اسکے فرمایا کہ
اے شخص آیا پروردگار تیرا اپنی خلق کے حال پر زیادہ شفیق ہو یا اسکی خلق اپنے حال پر زیادہ مہربان ہین شامی نے کہا کہ بلکہ پروردگار
میرا زیادہ مہربان ہو بعد اسکے ہشام نے کہا کہ ہر گاہ تیرا خدا زیادہ مہربان ہو تو اس مہربانی مین اوسنے خلق کے واسطے کیا کیا شامی نے

حدیث ہشام

کہا کہ اُنکے فائدہ کے لیے دلیل وحجت کو قائم کیا تاکہ پراگندہ نہون اور آپسمین اختلاف نہ کرین وہ خدا کی حجت اُنکے بیچ مین الفت
پیدا کرتی ہی اور اُنکی کمی کو سیدھا کرتی ہی اور خبر دیتی ہی اُنہین فرائض پروردگار سے اُنکے یہ سُنکر ہشام نے کہا کہ وہ حجت کون ہی کہا اُسنے
کہ وہ حجت پیغمبر خدا ہین ہشام نے کہا کہ بعد آنحضرت کے پھر کون حجت ہی خدا کی شامی نے کہا کہ کتاب وسنت ہی ہشام نے کہا کہ
آیا آج کتاب وسنت ہمسے اختلاف کے دور کرنے مین کچھ فائدہ بخشتی ہین شامی نے کہا ہان ہشام نے کہا کہ پھر تمنے کیون اختلاف کیا
اور تو ہمارے ساتھ مناظرہ کرنے کو شام سے کیون آیا یہ سُنکر شامی چپکا ہوا جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا اُس سے کہ کیون تو چپ
ہو گیا اُسنے کہا کیا کرون اگر یہ کہتا ہون کہ اختلاف ہم مین تم مین نہین ہی تو میرا کہنا جھوٹ ہوگا اور اگر کہون کہ کتاب وسنت ہمارے اختلاف کو
رفع کر سکتی ہین تو قول باطل کا کہنے والا ہونگا کیونکہ وہ دونون بہت سی وجہون کی اُٹھانے والی ہین اور اگر کہون کہ ہمنے اختلاف کیا
اور ہر ایک ہم مین سے دعا کرتا ہی کہ ہم حق پر ہین تو اُسوقت مین کتاب وسنت کس کام آئے مگر اب یہ بات ہی کہ مین اسی دلیل کو پھر ہشام پر
پھیر کر وارد کرتا ہون جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ پوچھ اُس سے کہ اُسے تو علم و دانش سے بھرا ہوا پائیگا یہ سُنکر شامی نے
ہشام سے کہا کہ اے شخص مہربان تر کون ہی خدا یا خلق اُنکی ہشام نے کہا کہ خلق کا پیدا کرنے والا اُنکے حال پر اُنکے نفوس سے زیادہ
مہربان ہی شامی نے کہا کہ پھر آیا اُسنے اُنکے لیے اس شخص کو قائم کیا ہی کہ جو اُنکے کلمہ کو مجتمع کرے اور کجی کو اُنکی دور کرے اور اُسکے عوض مین
راستی پر لائے اور حق کے ساتھ انہین خبر دے اور حق و باطل مین اُنکے تمیز دے ہشام نے کہا کہ یہ تو حال پیغمبر خدا کے زمانے کا
پوچھتا ہی یا اس زمانے کا شامی نے کہا کہ پیغمبر خدا کے وقت مین تو خود رسول خدا حجت خدا تھے لیکن اسوقت مین کون ہی ہشام نے
کہا کہ یہ بزرگ جو تشریف رکھتے ہین اور لوگ دور دور راہون سے اپنے اسباب سفر باندھکر انکی خدمت مین آتے ہین اور یہ ہمین آسمان کی
خبرین دیتے ہین اپنے باپ دادا کی وراثت کے ذریعہ سے یعنی یہ وارث علوم ائمہ اور انبیا علیہم السلام کے ہین شامی نے کہا کہ
مین اس بات کو کیونکر جانون کہ سچ ہی ہشام نے کہا کہ اُنسے جو تیرے دل مین آئے وہ پوچھ شامی نے کہا کہ تو نے میرے عذر کو
قطع کر دیا اب مجھپر ضرور ہوا کہ اُنسے سوال کرون یہان تک کلام ہو چکا تھا اور حضرت صادق علیہ السلام سن رہے تھے بعد اُسکے
خود حضرت نے اُس شامی سے خطاب فرمایا اور تفصیل سفر کو اُسکی براہ اعجاز بیان فرمایا کہ تو نے سفر اس طرح کیا اور اس راہ سے آیا اور راہ مین
یہ یہ امر واقع ہوئے وہ کہتا جاتا تھا کہ آپ سچ فرماتے ہین یہ سب ہوا تھا آخر کو اُسنے کہا کہ مین اسلام لایا رضائے خدا کے واسطے یہ سُنکر
حضرت نے فرمایا کہ بلکہ ایمان لایا تو ساتھ خدا کے پس بدرستیکہ اسلام ایمان سے پہلے ہوتا ہی اور اسلام پر نکاح کرنے کی اور وارث
ہونے کی بنا ہی یعنی معاملات دنیا کو مفید ہی اور بنائے ثواب روز حساب موقوف ایمان پر ہی شامی نے عرض کیا کہ آپ سچ فرماتے ہین
مین اسوقت گواہی دیتا ہون کہ کوئی معبود بحق نہین ہی مگر اللہ اور یہ کہ محمد رسول خدا ہین اور تم وصی ہو اُنکے اوصیاؤن کے دسوین وجہ
وہ ہی جسے آخوند صاحب نے کتاب حق الیقین مین لکھا ہی اور وہ یہ ہی کہ چونکہ بعثت پیغمبر خدا کی مخصوص اُسی زمانے کے ساتھ نہین ہی کہ
جسمین وہ حضرت مبعوث ہوئے تھے فقط بلکہ تمام خلق پر روز قیامت تک حضرت مبعوث ہین اور وہ حضرت خلق کے واسطے
ایک کتاب لائے اور ایک شریعت کو خدا کی طرف سے مقرر فرمایا اور ہر امر کے آداب وسنن یہان تک کہ کھانے کے اور پینے کے

دسوین وجہ

اور جمع کرنے کے اور بیت المال جانے کے خلق کے لیے مقرر کیے اور فرائض اور مواریث اور قضایا اور معاملات مین احکام واقعیہ موافق وحی الٰہی کے مقرر فرماے اور زمان بعثت حضرت کا بہت تھوڑا تھا اور اُس مدت مین ایک جماعت قلیل نے ظاہر مین اسلام قبول کیا اور معتقد ہوے اور وہ بھی ایسے تھے کہ اکثر انہین سے باطن مین منافق تھے پس کون صاحب عقل تجویز کرتا ہو کہ خدا اور رسول ایسے امر عظیم کو ناتمام چھوڑین اور کوئی حافظ اس امت اور شریعت اور کتاب و سنت کے لیے کہ جو معصوم اور مامون سہو و کذب و تغیر و تبدیل سے ہو مقرر نہ کرین اور ایسی کتاب کہ جو مجمل اور غامض اور ذو وجوہ اور ذو محامل ہو اُسی کو اُنہین چھوڑین کہ ہنوز وہ کتاب جمع بھی نہوئی تھی اور مرتب بھی نہونے پائی تھی اور جو کچھ کہ اُس کتاب مین ہو وہ بہت مجمل ہو اور ہر ایک نئے طریق سے اُسکے معنی سمجھا اور کوئی تفسیر کرنے والا اُسکے لیے معین نہ فرمائین حالانکہ ہزار حکم ضروری سے ایک بھی ظاہر مین اُسکے سوا اور احادیث و سنت نہایت مرتبہ اختلاف و تشویش مین ہون اور چند نو مسلمون کو کہ ہر ایک اُنمین سے طرح طرح کے اغراض فاسدہ رکھتے ہون اُنہین تعین امت کے لیے صاحب اختیار کرین کہ جس باطل کو چاہین اپنے لیے معین کرین اور اُن جاہل باطل کا حال یہ ہو کہ جو بات اُسکے سامنے آئے وہ صحابون کو جمع کرکے آپ بیٹھا رہے اور اُنسے نیکی بدی اُس بات کی پوچھے یا موافق اپنے اغراض باطلہ کے جو تجویزین صحابہ کی تعین امین سے کسی تجویز کو ترجیح دے پھر جو شخص کہ تھوڑی سی بھی عقل رکھتا ہوگا وہ ایسے امر شنیع اور سخیف کو خدا اور رسول کے حق مین جائز نہ جانے گا اور حق تعالیٰ اُس لطف و مرحمت کے ساتھ جو بہ نسبت اپنے بندون کے خصوصاً اس امت کے ساتھ رکھتا ہی اور خود وہ پیغمبر اُس مہربانی و شفقت کے ساتھ جو بہ نسبت امت کے فرماتے تھے امت کے حق مین کیونکر اس بات پر راضی ہونگے کہ یہ ہمیشہ حیرت و گمرہی مین گرفتار رہین اور یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ وہ پیغمبر بزرگوار جسنے اپنی امت کی ہدایت کے لیے کیا کیا اپنے بدن پر آزار اُٹھاے اور کیسے کیسے آلام نفسانی کے متحمل ہوے وہ ایکبار ایسے نامہربان ہوگئے کہ کوئی رئیس و رہنما اُنکے لیے مقرر نہ فرمایا اہل دیہات سے جہان چرچہ علم کا نہین ہی لیکن جب کوئی زمیندار بیمار پڑتا ہی تو اپنی رعیت اور کاشتکارون کے حال پر شفقت کی راہ سے ایک کسی کو اُنپر معین کرتا ہی اور اُنکے لیے اُسے وصیت کرتا ہی اور اپنے متروکات کے لیے کوئی ضابطہ مقرر کرتا ہی یہ خوب بات ہی کہ پیغمبر خدا دنیا سے تشریف لیگئے اپنے دین و ملت اور کتاب و سنت اور رعیت و امت کے لیے کسی کو معین نہ فرمایا اگر ایسی بات مین بھی عقل حکم نہ کرے تو پھر کسی بدیہی بات مین بھی حکم نہ کرے گی گیارھوین وجہ یہ ہی کہ اخوند صاحب نے حق الیقین مین لکھا ہی کہ اس بات کے معترف اور مقر ہمارے مخالفین بھی ہین کہ حق تعالیٰ کی عادت مقررہ جملہ پیغمبرون مین یہ ہی کہ آدم علیہ السلام سے تا جناب ختم المرسلین جب تک نبی کا خلیفہ نہین معین فرمایا اُس پیغمبر کو دنیا سے نہین اُٹھایا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی بھی لڑائیون مین اور سفرہاے غزی مین کہ جب مدینہ منورہ سے کہین باہر تشریف لیجاتے تھے تو عادت اور سنت یہ تھی کہ ایک رئیس اور خلیفہ مقرر فرماکر تشریف لیجاتے تھے اور جملہ بلاد اور دیہات اسلام مین بھی ایک حاکم نصب فرماتے تھے اور اُنکے امور کو اپنے اوپر نہ چھوڑتے تھے پھر کیونکر ہوسکے اور عقل کسطرح قبول کرے اور ایسی بڑی مفارقت مین اور اتنے بڑے سفر دور و دراز مین جسکی انتہا روز قیامت

وجہ گیارھوین

اپنی امت و رعیت کے احوال کو مہمل اور انکے امور کو معطل چھوڑا ہو انتہی ملخص کلامہ اور فی الواقع سو مدان تقریرون کو وہ حکایت مشہورہ جاثلیق اور اُس جماعت کی ہی جو بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ قیصر بادشاہ روم کی طرف سے بھیجی ہوئی استکشاف حال اختلاف امت کے لیے مدینہ مشرفہ مین وارد ہوئی تھی اور جناب سید سند نے اسی حدیقہ مین بطور خلاصہ قلمی فرمایا ہو اور روایت وہ بڑی ہی اور کتاب ارشاد القلوب مین جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی بالجملہ یہ جماعت جب مدینہ مین داخل ہوئی اور تفحص وصی پیغمبر خدا کا اہل شہر سے کیا تو انہون نے بتایا کہ ابو بکر ہین جب وہ صحبت مین حاضر ہوا تو انکے حاضرین صحبت پر سلام کیا انہون نے جواب دیا اسکے بعد جاثلیق نے کہا اہل صحبت سے کہ مجھے بتاؤ کہ جانشین پیغمبر کون ہین حضرت عمر ابن الخطاب نے جناب ابی بکر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ ہین جاثلیق نے کہا کہ یہ مرد پیر ہون انہون نے کہا ہان اُسوقت جاثلیق نے کہا ای شیخ تو ہی وصی اور جانشین پیغمبر ہی کہ جسے علمون مین اپنے غیر سے اور اس پیغمبر کی امت سے مستغنی ہونا چاہیے وہ جس مسئلہ مین کہ محتاج ہون تیری طرف رجوع کرین یہ سنکر حضرت ابی بکر نے کہا کہ مین وصی نہین ہون جاثلیق نے کہا پھر کون ہو خلیفہ ثانی نے کہا کہ یہ رسول خدا کے خلیفہ ہین پھر جاثلیق نے پوچھا کہ تو ہی وہ خلیفہ ہی جسے آنحضرت نے اپنا جانشین کیا تھا اپنی امت مین انہون نے کہا نہین جاثلیق نے کہا کہ پھر کیسی بدعت ہی جو دین مین پیدا کی ہی مین نے کتب سابقہ مین پڑھا ہی کہ خلافت خدا کی طرف سے ہوتی ہی جیسا کہ خدا نے فرمایا ہی یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض پس وہ کون ہی جسنے یہ تمہارا نام رکھا آیا تمہارے پیغمبر نے یہ تمہارا نام رکھا تھا انہون نے کہا نہین لیکن قوم نے مجھی کو پسند کیا جاثلیق نے کہا کہ پس معلوم ہوا کہ تم قوم کے خلیفہ ہو پیغمبر کے خلیفہ نہین ہو کیونکہ تمنے خود کہا کہ پیغمبر نے مجکو وصیت نہین کی اور مین نے پیغمبرون کی سنت مین دیکھا ہو کہ حق تعالی نے کسی پیغمبر کو مبعوث نہین فرمایا مگر یہ کہ ایک وصی اسکے لیے قرار دیا ہو اور ایسے کو وصی فرمایا ہو کہ جسکی طرف سب علم مین محتاج ہوتے ہین اور وہ کسی کی طرف محتاج نہین ہوتا اور یہ حق تعالی کے قول کا مصداق ہو جو فرمایا ہو ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا پھر جاثلیق نے کہا کہ مین نہین دیکھتا مگر یہ کہ تمنے نبوت محمد کو دفع کیا اور پیغمبرون کی سنتون کو باطل کیا

بارھوین وجہ یہ ہو کہ نصب امام لطف ہی اور لطف حق تعالی پر واجب ہی جیسا کہ اخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی اور یہ مطلب دوسری تقریر سے بھی ادا ہوتا ہی اور وہ یہ ہی کہ اپنے محل مین یہ بات ثابت ہی کہ بندون کو مکلف کرنا اور اپنے وامر ونواہی سے آگاہ کرنا خدا پر واجب ہو اور تکلیف بے تمکین کی ممکن نہین ہی اور تمکین کے معنی یہ ہین کہ خدا مکلف کو اوامر ونواہی کے بجالانے پر قدرت تام عطا کرے اور یہ تمکین ضرور ہی کہ اُسے تکلیف دینے سے پہلے حاصل ہو کیونکہ یہ معلوم ہی کہ جو جہاد پر قادر ہوا اُسے جہاد کی تکلیف دینا اور جس سے کھڑا نہوا جاے اُسے کھڑے رہنے کی تکلیف دینا اور جو اسکے مثل ہو یہ مذموم اور قبیح ہی اور اسکا صدور حکیم قادر علی الاطلاق سے محال ہو اور اسی لیے حق تعالی فرماتا ہی کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا اور یہ مسئلہ کتاب العدل مین بطور واضح ومفصل لکھا گیا ہی زیادہ بڑھانے کی بیان حاجت نہین ہو وان شاء فلیرجع الیہ اسی باب تمکین سے بندون کا علم ہو ساتھ اُس خیر کے جسکے لیے خدا نے امر ونہی فرمائی ہو کیونکہ اگر بندون کے واسطے کوئی راہ علم حاصل کرنے کی نہ ہو سکے جسکے لیے

بارھوین وجہ

مامور بہ اور منہی عنہ ہوئی تھی ہو تو یہ بھی اسی قبیل سے ہوگا جیسے نہ پیدا کرنا قدرت و قوت کا ہی کہ جسکے بغیر مامور بہ کو بجا نہین
لاسکتے اور منہی عنہ سے اپنے تئین باز نہین رکھ سکتے اور جو ایسا ہو اُسے تکلیف ساقط ہی اسی لیے مجنون اور صبی یا جو اُنکے امثال ہین
کہ قوت علمیہ نہین رکھتے اُنہین مکلف نہین کیا اور بسبب تقادم عہد و طول زمان کے جو اختلاف راویون مین ہوتے تھے بہت مذہب
پیدا ہوجاتے ہین اور اُنکے باعث سے حقیقت امر مُلتبس ہوجاتی ہی اور اُن احکام کے ساتھ جسے پیغمبر خدا اُمت کے لیے لائے تھے
علم کا حاصل ہونا ازجملہ متعذرات کے ہوجاتا ہی چنانچہ اِسکی گواہی تو کلام مفسر تفسیر کبیر سے بھی مصرح نکلتی ہی جیسا کہ اوپر وجہ سوم مین
مذکور ہوا اور مشاہدے سے بھی معلوم ہوتا ہی جیسا کہ اِس زمانہ مین بھی مشاہد ہین کہ باوجودیکہ خدا کا حکم مذہب مختار کے لیے
اہل اسلام کے بیچ مین ہر باب مین معین ہی لیکن اُسے پہچان نہین سکتا اور اُسکا جاننا متعذر ہی پس ضرور ہوا کہ جب نبی نہون تو اُنکے
نائب جو خطا سے معصوم اور احکام رسول خدا کے عالم اور مؤید بمعجزات ہون وہ موجود ہون تاکہ دین خدا کے احکام کی حفاظت
کرین وَالّا یہ لازم آئیگا کہ تکلیف ساقط ہوجائے یا تکلیف بدون تمکین دی جائے اور وہ دونون باطل ہین لیکن اِس جگہ پر
ایک شبہ ہوتا ہی کہ کوئی کہے کہ اگرچہ خدا کا حکم ہر باب مین متعین ہی لیکن حق تعالی نے تکلیف یہ دی ہی کہ جب زمانہ پیغمبر سے
خالی ہو اُسوقت مکلف کو چاہیے کہ ہر حکم کی تحقیق و استنباط مین بذل جہد کرے اور بعد بذل جہد کے جو اُسکے نزدیک راجح ہو
اُسپر عمل کرے پھر تکلیف کیون ساقط ہوگی اور کیا خرابی لازم آئیگی مگر جواب مین اُسکے یہ کہہ سکتے ہین کہ جملہ احکام مین بذل جہد
انسانی کام نہین کرسکتا اور اگر ایسا ہی ہوتا تو پیغمبر خدا نے جو فرمایا تھا کہ عنقریب ہی کہ میری اُمت ہفتاد و سہ فرقہ کی طرف
متفرق ہوگی کہ وہ سب فرقے داخل جہنم ہونگے مگر ایک اُن مین سے فقط تو اگر بذل جہد انسانی کافی ہوجاتا تو بہتر فرقے کیون داخل
جہنم ہوتے کیونکہ کوئی فرقہ نہین ہی مگر یہ کہ سب علمانے اُنکی تحقیق مین اور اختیار مذہب مین بقدر اپنی قوت کے بذل جہد کی ہی
علاوہ اُسکے یہ بات تو باجماع اُمت باطل ہی مگر بعض جو اُسکے خلاف کے معتقد ہین وہ بہت قلیل ہین اور واقعی اگر ایسا ہو کہ
بذل جہد کافی ہو تو پھر ضرورت امام کی باقی نہین رہتی حالانکہ کل اُمت کے نزدیک نصب امام ضرور ہی خواہ باعتبار خدا
یا باعتبار خلق لیکن اِس جگہ پر پھر یہ کہہ سکتے ہین کہ بہ نسبت فرقہ امامیہ کی دو باتون سے ایک بات ضرور ہی یا یہ کہ اُسوقت مین
جو زمانہ نبی سے خالی ہی اور امام زمان علیہ السلام بحکم حاکم علام غائب ہین علم احکام نفس الامری کا امامیہ کو ممکن الحصول ہی یا نہین
بر تقدیر اول امام کی طرف احتیاج نہوگی اور بر تقدیر ثانی یا تکلیف ہی اُسکے بنا بر ساقط ہوگی یا تکلیف محال کی لازم آئیگی اور
جواب اُسکا یہ ہی کہ مراد ہمارے قول سابق سے یہ ہی کہ حق تعالی نے چونکہ ہر باب مین ایک حکم معین قرار دیا ہی کہ نبی کے واسطے سے
اُسکا اعلام فرمایا ہی اور تکلیف دی ہی پس چونکہ وہ قادر اور حاکم ہی اسلیے ضرور ہی کہ نبی کے بعد ایک اُنکے دین کا حافظ خلق پر معین
فرمائے تاکہ خلق کو ممکن ہو کہ اُسکے واسطہ سے اُن احکام کا علم حاصل کرین کیونکہ اگر ایسا نہ کرے تو احکام کا معین کرنا اور نبی کا
مبعوث فرمانا عبث ہوجائے اور خلق کو اُس سے تکلیف دینا از قبیل تکلیف بالمحال ہو لیکن جبکہ حافظ ایک دین نبی کا
اپنے مقرر فرمائے اور پھر بھی خلق اُسکے کہنے کو نہ سنے اور قبول نہ کرے اور اُسے مخذول کرے پس چونکہ خود اُنھون نے اُن فوائد کو

جو ہن حافظ کے وجود سے تھے کھویا اور راہ علم کو جو احکام واقعیہ کے ساتھ تھی بند کیا اسلیے وہ مستحق عذاب کے ہوے اور انکے
برخلاف انکا حال ہی جنہین درباب تقویت غرض و غایت کے مداخلت نہو کیونکہ ضرور ہی کہ حق تعالی اس صورت مین انہین
معذور رکھے اور بعض امور تکلیفی مین مقتضاے مظنونات انکے جب مقارن شرائط معتبرہ کے ہون انہین مکلف فرماے اور اسی
جگہ سے ہی جو احادیث ائمہ علیہم السلام مین وارد ہی کہ جملہ عبادات و خیرات انکی جو شیعیان اہلبیت سے نہین ہین مردود درگاہ الہی ہو
ہین بخلاف شیعون کے اعمال خیر کے کہ انہین حق تعالی قبول فرماتا ہی اور اگر کوئی یہان کہے کہ اگر حقیقت مین ایسا ہی ہو تو اس سے لازم آتا ہی
کہ حصول اعتقاد مین بھی گمان مجزی ہو جاے تو ہم جواب مین کہینگے کہ ہرچند عقل کے نزدیک ایسا ہی لیکن ضروری مذہب امامیہ کا یہ ہی
کہ حق تعالی نے علم کے دروازے کو حصول اعتقاد کے لیے بند نہین فرمایا بلکہ جسوقت طالب حق متوجہ سعی و تحقیق کے ہوگا اسوقت
اسے علم انکا حاصل ہو سکتا ہی اور اگر ایسا نہوتا تو جو لوگ کہ مفوت اور غافل ہین یعنی خود انھون نے غفلت کر کے یا بے پروائی سے یا دانستہ
کھویا ہی اور شایا ہی این اور انکے غیر مین تفرقہ نہوتا اور یہ بات بہت باریک ہی اور حضرات اہلسنت کو اس سے چارہ نہین ہی کہ وہ مثل الیسے
مقامات کے موافق اپنے اعتقادات کے کہینگے کہ یہ کیونکر باطل ہو سکتا ہی کہ حق تعالی محال کے ساتھ تکلیف نہین فرماتا و الا ابوجہل کو یا اور
کفار کو باوجود اسکے کہ جانتا تھا کہ ایمان نہ لائینگے کیون تکلیف فرمائی اسی طرح کہینگے کہ یہ کہان سے ہو سکتا ہی کہ خدا عبث کام نہین کرتا
سب مشتمل اور غایت و مصلحت کے اسکے افعال ہین و الا بندون کی تکلیف مین کچھ فائدہ مترتب نہین ہوتا خصوصا جو بندے کہ کفار
یا گنہگار ہین انکی تکلیف مین کچھ فائدہ نہین ہی کہ وہ نہ ایمان لاتے ہین نہ عمل کرتے ہین امر و نہی پر جیسا کہ کتاب العدل مین مع جوابات کے جو
مشتمل اوپر ادلہ باہرہ کے ہین گذرا اور اس سے خرابی اس اعتقاد کی اور مخالفت اسکی قول خدا سے جو فرماتا ہی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا
اور فرمایا ہی افحسبتم انما خلقناکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون واضح ہوتی ہی اور اسی سے ثابت ہوتا ہی کہ حق تعالی کے افعال کا معلل ہونا
غایات کے ساتھ واجب ہی اور تکلیف محال کے ساتھ ممتنع ہی اس جگہ اشارہ یاد دہی کے لیے لکھدیا ہی جو چاہے اس مقام پر رجوع کرے
فقط یا بجملہ امامت کا لفظ ہونا خدا کی طرف سے امامیہ کا معتقد ہی لیکن دو طائفہ نے اسمین مخالفت کی ہی ایک حضرات اہلسنت نے
اور دوسرے فرقہ جباریہ نے چونکہ اس کتاب مین تکمیل یقین کے لیے ہر مسئلہ کی دلیل کی طرف اشارہ ہوتا آیا ہی اسلیے ضرور ہی کہ
یہان پر بھی کچھ قول مانعین کو لکھکر جو امامیہ اسکے ابطال مین کہتے ہین کچھ تھوڑا سا ذکر کرون تاکہ حقیقت امر معتقد اور طالب حق پر واضح ہو
اور شبہ نہ رہ جاے اور واضح رہے کہ مجھے معرکہ آرائی سے مطلب نہین ہی یہ امور محض اسلیے لکھے جاتے ہین کہ تا حقیقت امر پوشیدہ
نہ رہے پس کہتا ہون ہین کہ از جملہ مانعین لطف کے شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ مین بعد ذکر کرنے
مذاہب اہلسنت کے جو امامت کی بنیاد باختیار امت کے رکھتے ہین لکھا ہی اسکا محصل یہ ہی کہ اگر ہم تامل کے ساتھ نظر کرین تو معلوم
ہوگا ہمکو کہ امام کا نصب کرنا خدا کی طرف سے بہت سے مفاسد پر متضمن ہوگا کیونکہ اہل عالم کی رائین مختلف ہین اور انکے نفوس کی
خواہشین متفاوت ہین پس کسی شخص یا چند اشخاص کا معین کر دینا تمام عالم کے واسطے جب تک دنیا باقی رہے اسوقت تک کے
واسطے موجب برانگیختہ ہونے فتنون کا اور زیادتی ہرج و مرج کا ہی اور منجر اسطرف ہوتا ہی کہ امر امامت کو معطل کرین اور متغلبین غالب ہوجا

ہو اور وہ اشخاص گوشہ گزینی اور تقیہ اختیار کرین بلکہ انھین معرض ہلاکت مین ڈالنا ہی اور انھین ہمیشہ پوشیدہ رہنا اور ڈرتے رہنا
خلاق سے ہوگا جیسا کہ حق مین اُس جماعت کے جنھین امام جانتے ہین ایسا ہی واقع ہوا ہی پس نصب امام کو لطف کہنا اور اُسے
خدا کے ذمہ مین واجب جاننا ایسی بات ہی کہ جسے سرسری عقل بھی یقین نہین کرتی اور تامل کے بعد تو تجویز بھی نہین کرتے اور اگر
نصب امام لطف ہو تو اس شرط کے ساتھ ہو سکتا ہی کہ امام کے لیے تائید اور اظہار اور غلبہ اور قوت سرکوبی مخالفین اور معاندین کی بھی
بہم ہووے ورنہ جو مفاسد کہ مذکور ہوے وہ دست بگریبان ہین اور چونکہ تائید و اظہار اصلا درمیان مین نہین ہی تو اُسکا لطف ہونا صریحا
مخالف عقل کے ہی اور جو بعضے علماے امامیہ نے کہا ہی کہ امام کا نصب کرنا ایک لطف ہی اور انھین اور تصرف کا دینا دوسرا لطف ہی
اور عدم تصرف ائمہ کا بندون کے فساد سے تھا کہ انھین اس مرتبہ تہدید کی اور ڈرایا کہ وہ اپنی جان پر خائف ہو کر اظہار امامت سے
پہلوتہی کرکے اور رفتہ رفتہ امام نے غیبت اختیار کر لی اور سوا نام کے اب کچھ اُنکا نشان پیدا نہین ہی اور جبکہ اُنکی مددگاری کو بندون نے
اپنے سوء اختیار کے باعث سے ترک کیا ہو تو خدا پر کیا قباحت لازم آتی ہی اور پوشیدہ ہو جانا اور خائف ہونا پیغمبرون کی اور
اوصیاؤن کی سنت ہی پیغمبر خدا بھی غار مین اعدا کے خوف سے پوشیدہ ہوے تھے پس اس جواب مین سراسر غفلت اور چشم پوشی کی
اُن مقدمات سے جو اعتراض مین لے گئے ہین کیونکہ معترض کہتا ہی کہ امام کا وجود بشرط تصرف اور نصرت لطف ہی اور بدون تصرف
و نصرت کے متضمن مفاسد کثیرہ پر ہی اب مجیب کے ذمے ہی کہ اُن مفاسد کو دفع کرے انتہی ملخص کلامہ واضح ہو کہ جوابات
اسکے علماے امامیہ نے بہت دیے ہین اور واقع مین وہ لاجواب ہین لیکن چونکہ بعینہ انکی نقل کرنا مناسب مقام نہین اول اسوجہ سے
کہ وہ طرز جواب علما کا اور ہی کہ وہ اس جگہ زیبا نہین ہی دوسرے وہ مشتمل ہی اوپر تفصیل کے جس سے خوف تطویل ہی اسلیے مین خلاصہ
کلام اُنکا جواب مین نقل کرتا ہون جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ اگر بتامل ہم نظر کرین الخ یہ بہت لائق تعجب ہی کیونکہ کوئی مسلمان
دیندار اور زیرک ہشیار اس بات کو زبان پر نہین لا سکتا کہ حق تعالی کا جو حکیم علیم ہی امام کو معین فرمانا متضمن مفسدون کا اور
باعث فتنون کے ثوران کا ہی خصوصا صدور اس قول کا حضرات اہلسنت سے جو یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ خدا جو بد کام کرے وہی
اچھا ہو جاتا ہی عجب ہی کیونکہ اُنکے مذہب کے موافق اگر نصب امام قبیح اور مورث فسادون کا بھی ہو جب بھی خدا کے ذمہ واجب
ہو سکتا ہی کیونکہ جب حق تعالی نے اُسے واقع فرمایا تو جتنی اُسکی قباحتین تھین وہ جاتی رہین اور اچھا ہو گیا اور جب اچھا ہوا
تو اُسکے وجوب مین اور خوبی کے ساتھ متبدل ہونے مین کیا قباحت ہی اور اس منصب جلیل کی تفویض خلائق کی طرف جنکی رائین
مختلف اور عقلین ناقص اور اہالی عصبیت و عناد کے اور بندہ ہاے شہوات نفسانی اور حلقہ بگوش ہواہاے شیطانی ہین مورث
صلاح و بہبود عالم کے ہی اور موجب فلاح اہل حق اور خذلان اہل باطل کے اور سبب انفاذ و اشاعت اوامر و نواہی الہی ہی جس سے
بہتری دونون جہان کی وابستہ ہی اور اگر ایسا ہی ہوتا تو بار بار زمین پر از ظلم و جور نہوا کرتی جسکے لیے ہمیشہ ضرورت بعثت
انبیا کی رہا کی علاوہ اسکے جنے تواریخ و سیر کو دیکھا ہی وہ جانتا ہی اور جنے نہین دیکھا اُسے چاہیے کہ اس ضرورت کے لیے کتب
تواریخ کو دیکھے تاکہ اُسے معلوم ہو کسقدر مفاسد اور مظالم سلاطین جور کے ہاتھ سے روے زمین پر واقع ہوے ہین اور یہ سب

سو اختیار خلق سے ہوئے ہین اگر سب یکدل ہو کر ایسے سلاطین کو اپنا رئیس نہ بناتے تو یہ مفاسد نہوتے اور پھر وہ اشخاص خود بخود
تنہا بادشاہ اور صاحب تصرف خلق پر نہو جاتے اور اس سے انکار مسلم و کافر سے کوئی نہین کر سکتا کیونکہ وہ قصص ماضیہ کتب تواریخ مین
بکثرت و تواتر موجود ہین اور جو امور حال مین جہان واقع ہوتے ہین انکا مشاہدہ کرنے والے مشاہدہ کرتے ہین اور خاص طبقۂ
اسلام مین اس سوء اختیار سے جو جو مفاسد اور مظالم واقع ہوئے وہ تجربہ کو کچھ کم نہین ہین اور کیا کتب مین مذکور نہین ہین خلفاے ثلٰثہ کے
زمانے کے وقائع ایکطرف معویہ و یزید کی سلطنت کے واقعات تو محتاج غور و تامل کے بھی نہین ہین سب سے در گذر کر کے دیکھنا چاہیے
کہ معرکۂ کربلا مین جو ظلم و ستم اور قتل و نہب اور ہتک عترت اہلبیت نبی وقوع مین آئی اُسے صلاح کہینگے یا فساد اور وہ یقینی کتب
فریقین اسلام مین اس تواتر و کثرت کے ساتھ ہین جو کسی طرح چھپ نہین سکتے اور جنھین پیغمبر کے ساتھ محبت ہے وہ اُن ظلمون کے سننے سے
آج تک دردمند ہوتے ہین اور روتے ہین روز عاشورہ اہلبیت نبی کو ایسی اذیتین پہونچائی گئین جنپر قیامت تک رونے والے روئینگے
اور وہ ظلم و ستم ایسون کے ہاتھ سے پہونچے جنھون نے مسلمانون کی گردنون کو جھکا دیا اور ہمیشہ کے لیے ذلیل کر دیا اور آسمان سے
خون برسا اور زمین سے خون نے جوش مارا اور مومنین کے دلون مین قیامت تک ان اخبار کے سننے سے جوش آیا کریگا کسقدر
روح مقدس جناب رسالتمآب کو ان جور و ستم کے ادراک سے رنج پہونچا ہوگا جو بعد آنحضرت کے اُن اشخاص کے ہاتھ سے واقع ہوے
جنھین امت نے ریاست کو اختیار کیا تھا حق جناب سیدہ کا بزور لینا جو نہاے ناحق کا لگانا شخص غلیظ القلب کو ضعفا و مساکین پر
حاکم بنانا سنگسار کرنے کو اور حد لگانے کو بے گناہون پر اور دیوانون پر حکم دینا اور بنی اُمیہ کو جو دشمن خاندان رسالت تھے
مسلمانون پر مسلط کرنا یہ مصلحت اور عین منفعت ہے یا ظلم و فساد و طغیان ہے اور یہ وقائع ایسے نہین کہ چھپ سکین مدینہ منورہ کی غارت
اور مسجد نبی کی خرابی اور اُسکی تذلیل جس طرح کی گئی ہے کوئی مسلمان اچھا نہ کہیگا اور اس کہنے کے بعد پھر مسلمان کیونکر رہیگا اور
اسکا قائل ہوگا کہ یہ ظلم و فساد ہے اور ہرگز احترام نبی اور مسجد النبی اور اہلبیت نبی کے موافق یہ افعال نہین ہوے پھر اس تفویض مین یہ مفاسد
کدھر عائد ہوتے ہین علاوہ اسکے حق تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا اور وہ بعلم یقینی جانتا ہے کہ انکے اکثرون کا کام نافرمانی اور متابعت شہوات
اور ایک کا دوسرے کو قتل کرنا ہے پھر باوجود اسکے اگر تعین رئیس کے جو امور دینی اور دنیویہ کا مصلح ہو انکی راے پر فرماے تو العیاذ
باللہ یہ خلاف اس علم یقینی کے ہوا اور جاہل و نادان کا فعل ہوا لاجانے والا ایسی بات کو کبھی نہ کریگا اور اگر شاہ صاحب کا کلام
صحیح و تمام ہوے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جتنے انبیاے سابق نے اپنے اوصیاؤن کی تعین کی اور خود جو پیغمبر خدا روسا و سرگروہ
لشکر پر معین فرماتے تھے یہ سب کار جاہلانہ العیاذ باللہ اُنسے سرزد ہوا تھا اور الا بہتر یہ تھا کہ موافق اس تجویز کے خلق و لشکر کی راے پر
اسے رکھتے کہ جسے چاہین اسے اپنا رئیس بنالین یہانتک کہ قبل اسکے کہ دشمنون سے لڑین اپنی اپنی قسمین تعین رئیس کے لیے لڑکر
تمام ہو جاتے اور کبھی اسلام کو قوت و شوکت حاصل نہونے پاتی اسوقت تجربہ کامل اس فساد و صلاح کا ہوتا اور اگر یہی بات ہے
کہ تعین بانی سے منشا فساد ہے تو خلافت خلیفۂ ثانی کی بھی تو تعین خلیفۂ اول ہوئی تھی لیکن اسے استحسان تعین امام پر مستند کرتے ہین
اور منشا صلاح و سداد کا سمجھتے ہین آیا خداوند علیم حکیم اپنے بندون کی مصالح کو ویسا بھی نہین جانتا جیسا مصالح المسلمین کو خلیفہ

اول جانتے تھے یہ عجب بات ہے اگر خلاف از آفریدگان سراپا عصیان کا بہ نسبت خالق انام کے تعیین امام کو مانع ہے اور نصب امام
خدا کی طرف سے باعث ہرج و مرج ہے تو خلیفہ اول کے تعیین خلیفہ ثانی کے لیے کیونکر لائق پسند ہے اور اگر تفویض نصب
امام کی رائے خلق پر مستحسن ہے تو خلافت خلیفہ اول کے لیے جو خلیفہ ثانی فرمایا کرتے تھے کہ کانت بیعة ابی بکر فلتة وقی الله شرها
فمن عاد الی مثلها فاقتلوه یہ کیسی بات ہے غرض جس شخص کو ادنی فہم بھی ہوگا وہ انکی خرابیان بخوبی سمجھ سکتا ہے اور بنا بر امامیہ کے
معتقد کے حال امام کا بعینہ حال پیغمبرون کا اور انکے نائبون کا اور عاملون کا ہے جو خدا کی طرف سے خلق پر منصوب و مبعوث ہو کر
آئے ہین یا پیغمبرون نے انھین ممالک پر معین کر کے بھیجا ہے پس جبکہ خلق و رعایا نے ایسے پیغمبرون کی اور انکے حکام عمال کی
اطاعت کی ہے تو اس سے فائدہ مند اور کامیاب ہوئے ہین اور اگر نافرمانی انکی کر کے انھین قتل کیا یا اٹھا دیا ہے تو مورد ملامت
اور ناخوشی پروردگار اور رسول مختار کے ہوئے ہین اور حجت خدا اور رسول کی ان پر تمام ہو چکی ہے اور بنا بر حضرات اہلسنت کے
یہ حال ہے کہ مثلاً پیغمبر خدا یا حق تعالی نے ایک اہل اقلیم یا اہل شہر سے کہلا بھیجا کہ تم آپس مین متفق ہو کر ایک شخص کو اپنی اصلاح امور دین و
دنیا کے لیے اپنا رئیس قرار دے لو اور چونکہ وہ اہل شہر مختلف الآرا تھے اور اکثر انکے صاحبان اغراض فاسدہ تھے اور بہت سے
ناقص العقل تھے اسلیے رئیس کے معین کرنے مین خواہ جان بوجھ کر یا بسبب اختلاف اجتہادی کے مختلف ہوئے اور انمین
تنازع واقع ہوا اور جنگ و مقاتلہ کی طرف ایسا منجر ہوا کہ جس سے مفاسد عظیمہ اس اقلیم یا شہر مین ظاہر ہوئے یا اگر یہ نہوا بلکہ
سب نے ملکر ایک شخص کو رئیس بنایا اور وہ شخص بعد اسکے ظالم نکلا اور مرتکب انواع فسق و فجور کا ہوا بلکہ ملحد ہو گیا اور چاہا کہ
اس نبی کے دین کو مٹا دے اور بسبکہ فساق و فجار و اہل طغیان اسکے پاس ایسے جمع ہو گئے اور اسکے معین و مددگار ہوئے کہ
اب اسکا استیصال کسی طرح نہین ہو سکتا اور جب خدا اور رسول نے اس شہر والون سے تعرض کیا کہ تمنے ایسے شخص کو اپنا رئیس
کیون بنایا تو انھون نے جواب مین کہا کہ ہمارا کیا قصور ہے تمنے تعیین خود ہمکو ہمارے اوپر اسکا تفویض کیا اور ہمارے بیچ مین
اسوقت اختلاف ہوا اور یہ مفسدہ بہم پہونچا یا یہ کہ ہم تو علم غیب نہین رکھتے تھے ہمین کیا معلوم تھا کہ یہ انجام کار اسکا ہوگا تونے
خود کیون نہ اپنے علم کے موافق رئیس مقرر فرما کر بھیجا اب اس صورت مین اہل عقل تامل کر کے دیکھین کہ العیاذ بالله خدا اور رسول
مستحق ذم و ملامت ہونگے یا نہین پس بنا بر اس مسلک کے امام کا حال بعینہ نبی اور انکے حکام کا حال ہے اور وہ باتفاق اہل اسلام
بلکہ باتفاق سب فرقون کے جو نبوت انبیاے کرام کے قائل ہین واقع ہے اور مستحسن ہے پھر اب نصب کرنا ایسے امام کا اگرچہ وہ اپنے
زمانے مین مثل اور پیغمبران سابق کے مخذول و منکوب رہے بلکہ شہید بھی کیا جاے جب بھی مستحسن اور بجا ہوگا بخلاف حال نصب
ہونے اس امام کے جو رائے خلق کی او تعیین اسکے سپرد ہو کیونکہ اول یہ مجاری عادات خدا کے اور عادات انبیاے کرام کے خلاف ہے
دوسرے موجب تو ان مفاسد عظیمہ کا ہے کیونکہ فعل خدا مین بجز کفار و منافقین کے کسی کو چون و چرا کا مقام نہین ہے کوئی کہہ نہین سکتا
کہ جہت کعبہ کی طرف سجدہ کیون کرتے ہین اور کعبہ معظمہ قبلہ کیون ہوا اسی طرح واقع مین جب بندگان اطاعت پیشہ کو معلوم ہوا
کہ فلان شخص منجانب خدا امامت کے لیے معین ہوا ہے انھین سزاوار نہین ہے کہ پھر خلاف اسکے عمل مین لائین اور ایسا ہی ہوا اور

جب یہ معلوم ہوا کہ تعیین رئیس کے حسب خواہش اور موافق رائے خلق کے ہی تو البتہ سب کو پہونچتا ہی کہ اختلاف کرین اور بہت
مفاسد عظیم پیدا ہو گئے ہین جیسا کہ ہوے شاہد اسکا قول فاضل شہرستانی ہی جو انہون نے ملل و نحل مین کہا ہی اور اوپر گذرا اور چہ
بمناسبت مقام الفاظ عبارت کا انکے ذکر کرنا بہتر جانا جاتا ہی اور وہ یہ ہی اعظم خلاف بین الامۃ خلاف الامامۃ اذ ما سل
سیف فی الاسلام علی قاعدۃ دینیۃ مثل ما سل علی الامامۃ فی کل زمان پس چونکہ تعیین حق تعالی کی طرف سے نہوے بلکہ خلق پر رکھا گیا تو چہ
منشا ان جملہ مفاسد کا حق تعالی ہوتا ہی اور خلق کی حجت تمام ہوتی ہی جیسا کہ اوپر گذرا علاوہ اسکے جو شخص کہ خدا کی طرف سے جو
علیم و حکیم ہی امامت کے لیے معین ہوگا وہ یقینی صاحب عصمت اور عالم اور حافظ شریعت ہوگا جس سے اندیشہ ظلم و جور کرنے کا
رعیت و امت پر نہوگا اور اسکی طرف سے کوئی فساد اور ظلم اور طغیان برپا نہوگا بخلاف اس شخص کے جو موافق رائے خلق کے
جنکی عقلین ناقص اور علم بطون ہر شخص کا اور جو مفاسد آیندہ ہونے والے ہین نہین رکھتے ہوگا کہ اسمین صاحب عدل و مروت اور
صاحب ظلم و طغیان و جور سبھی طرح کے اشخاص کا ہونا ہو سکتا ہی پس جب ظالم اور فاسق رئیس ہو جائیگا تو اسکے ظلم و ستم اور جور
و طغیان رعایا اور اکثر امت کے لیے عام ہونگے جیسا کہ ہوا اور اعظم ضرر تعیین الہی مین شاہ صاحب نے یہ پیدا کیا تھا کہ امام مغلوب
و مختفی ہو جائیگا پس اس صورت مین بھی تو متضرر اور مخوف زیادہ ایک شخص خلق کے ہاتھ سے ہوتا ہی اور خلق مامون ضرر سے
رہتی ہی تو ضرر شخصی ہی اور امن صنفی ہی یا نوعی ہی اور اس ضرر کا عوض اس حافظ شریعت کے لیے جسنے حکم خدا سے اذیتین مثل دیگر انبیاے
کرام کے اٹھائین حق تعالی دیگا بخلاف اس ضرر کے جو رئیس ظالم کی تجویز و حکم سے خلق کو پہونچتا کہ وہ ضرر بہ نسبت صنف یا اکثر
افراد نوع انسانی کے پہونچیگا اور عام ہوگا پس اس فساد عام کے مقابل مین یہ فساد کم اور لائق ذکر نہوگا پھر یہ کیسی نظر و فکر تھی
جو شاہ صاحب نے فرمائی حقیقت مین یہ نظر ویسی ہی ہی جو حق تعالی قرآن مین فرماتا ہی انہ فکر و قدر ثم نظر ثم عبس و بسر ثم ادبر
و استکبر بڑے تعجب کی بات ہی کہ خود شاہ صاحب خلق کی رایے کو مختلف اور نفوس کی خواہشون کو انکی متفاوت بھی
کہتے ہین اور پھر نصب امام کو موقوف ہونا ایسی آراے مختلفہ اور خواہشہاے متضادہ پر مستحسن فرماتے ہین اور اچھا جانتے ہین پیروی
نفس کی اور اتباع شہوات کا عقلا اور سمعا عموما برا خصوصا حکم الہی شریعت مین اور خاص کر کے نصب امام مین کیونکہ اگر
نصب امام کا جو مخزن شریعت اور احکام ہی اوپر رعایا پر موقوف ہو تو حقیقت مین جملہ احکام شریعت کے بہواے رعیت اور
امت پر مفوض ہونگے تاکہ جسے اپنے موافق چاہین اسے رئیس بنا لین اور اس بات کی برائی ہدایت عقل اور شہادت نقل سے بخوبی
معلوم ہو سکتی ہی جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی و لا تتبع الہوی اور فرماتا ہی و لو اتبع الحق اہواءہم لفسدت السموت و الارض
و من فیہن یعنی پیروی خواہشہاے نفسانی کی نہ کرو اور اگر حق انکی خواہشون کے موافق ہو تو ہر آینہ آسمان و زمین اور جو کچھ کہ انکے
بیچ مین ہین فاسد و خراب ہو جاتے اب محل غور ہی کہ آیا یہ ممکن ہی کہ حق تعالی اپنی خلق کو ہواے نفسانی کی پیروی سے
خود ہی ممانعت فرماے اور تعیین امام کو پھر خود ہی بہواے نفس پر چھوڑے اور موافقت حق کو خواہش خلق کے ساتھ باعث
فساد زمین و آسمان کا فرماے اور اس فساد کو جو موافقت حق مین اہواے خلق کے ساتھ لازم آتا ہی جائز رکھے فی الحقیقت یہ ہی کہ

جو قول شاہ صاحب کا مذکور ہوا ہمین اور قول خدا مین نزاع مخالفت کلی ہی کیونکہ شاہ صاحب کا حاصل کلام یہی کہ اگر
نصب امام خدا کی طرف سے ہو تو ہرج ومرج اور فساد اٹھیگا اور جب موافق راے اور خواہش خلق کے ہوگا تو کوئی فساد
نہوگا اور محصل فرمان خدا کا یہ ہی کہ اگر حق موافق خلق کی خواہش کے واقع ہو تو کون ومکان مین فساد ہوگا اور جب ایسا
تناقض واقع ہوا تو مقتضاے عقل تو یہ ہی کہ مسلمان ہکا عقیدہ کرینگے کہ اس نزاع مین حق خدا کی طرف ہی اور جب یہ ہوا تو
شاہ صاحب کا قول مختل اور لائق اعتنا نہوگا اور اس سے زیادہ ہرج ومرج اور کیا ہوگا کہ امام کے تعیین عقول ناقصہ و
اہواے متناقضہ خلق پر موقوف رکھی جاے پس ایک شخص سے زید کو امام بناے اور دوسرا بکر کو تجویز کرے اور اسی طرح
ہوتا رہے اور ایک امام ساز کو دوسرے امام گر پر ترجیح نہو تا کہ اسکا قول مقبول ہوا یا یہ تجویز وحکم مستلزم فساد ہی یا تجویز وتعیین
الہی جسمین سر مو کسی کو بجز اطاعت کے گنجائش مخالفت واختلاف کی نہین ہی بالجملہ جو دلیل کہ آپنے اثبات مطلب کے لیے
ذکر کی ہی وہ ہمارے مطلب پر بصراحت سے دلالت کرتی ہی کیونکہ اختلاف طبائع کا اور راؤن کا بنی آدم مین اور
شائع ہونا صفات حسد وبغض وحب جاہ وریاست وعصبیت وحمیت کا جس سے اکثر افراد انسانی خالی نہین ایسا ہی کہ اسکا
یہ مقتضی ہی کہ ایک شخص خلیفہ بنانے والون مین سے موافق اپنی اغراض فاسدہ کے کسی نالائق کو جسے امامت کی قابلیت نہو
موافق مشہور حب الشئی یعمی ویصم کے مستحق خلافت کا جانے اور دوسرے اشخاص اسی فرقہ خلیفہ سازان سے بسبب اغراض
صالحہ کے بطور ابطال باطل یا یہ بھی اور اپنے اغراض فاسدہ سے جنکا منشا انمین بھی مثل انکے صفات ذمیمہ کے ہوں پہلے کی
مخالفت کرکے اور کسی اچھے یا برے کو تجویز کرین تو اس صورت مین منازعات عظیمہ ومفاسد کثیرہ گوناگون واقع ہونگے اور
ہر طرف سے گردباد فتنہ وفساد کی اٹھیگی ایک طرف سے اس منصوب ظالم کے ہاتھ سے اہل جہان مشغول شور وفغان
ہونگے اور ایک طرف سے اہل حق جنکا حق بجانب ہی فریاد وتماشا کرینگے ایک جانب سے ارباب باطل بسبب طمع اور
حب مال دنیا کے مجادلہ ومخاصمہ کے واسطے اٹھینگے یا اجتہادات اور افکار ناقصہ کے کاربند ہونگے بالجملہ یہ امور موافق عقل کے
اچھے نہین اور کیسی ہی نظر وفکر اسمین کیجاے یہ فسادات جو بذریعہ تجویز خلق نصب رئیس مین ہوے اور ہوتے ہین اور ہمیشہ
ہونگے کبھی صلاح ومنفعت نہین ہو سکتی اب دو امر لائق غور منقول کتاب ہذا سے ہوتے ہین ایک یہ کہ جو شاہ صاحب
فرماتے ہین کہ اگر نصب امام اور تعیین اسکی خدا کی طرف سے ہو تو اسمین مفاسد عدیدہ لازم آتے ہین اور قرآن مین وارد ہی
واللہ لا یحب الفساد پھر کیونکر ہو سکتا ہی کہ تعیین الہی مین فساد لازم آئے دوسرے یہ کہ جب نصب امام تجویز خلق ہو تو اسمین
صلاح کیونکر صورت ہو سکتی ہی جبکہ حق تعالی فرماتا ہی کہ ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس اور یہ خاص اسی
باب مین کہ یہ وارد ہی جو خلق خود اپنے اختیار سے کرین اور جب نصب امام باختیار خلق ہوا تو بما کسبت ایدی الناس کا
مصداق ہو چکا اور جب یہ ہوا تو مورث ظہور فساد کا بر وبحر مین وہی ہوگا جیسا کہ ہوا اور پھر یہ بات صادق نہین آسکتی کہ
جو خدا کرے اسمین مفاسد ہین اور جو خلق کرے اسمین مصالح ومنافع ہین اور گوشہ نشینی وخائف رہنے مین اور تقیہ کرنے مین

امام کے کیا عیب و خلاف لطف ہی کہ اسکے باعث سے حق تعالی امام کو نصب نہ فرمائے حالانکہ بہت سے پیغمبرون کو باوجود
اسکے کہ وہ مدتون اپنی قوم سے خائف و ترسان رہے مگر مبعوث فرمایا پھر جو حال بعثت انبیا کا ہی وہی حال نصب امام کا ہی
اور جو وہان مضر نہین وہ یہان بھی مضر نہین ہو سکتی اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ یہ نصب امام منجر بتعطیل امر امامت ہوگا
الخ جواب اسکا یہ ہی کہ جب دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا کہ نصب امام خدا کی طرف سے ہونا چاہیے تو پھر یہ خیالات اور
اعتراضات اسکے مقابل مین کس شمار مین ہین اور اسکا ذکر کرنا بھی انکی شان کے لائق نہین ہی ارباب لحاوبت سے اعتراض
بہ نسبت حق تعالی کے افعال کے کرتے ہین کہ وہ اس سے زیادہ ظاہر مین قوی ہوتے ہین لیکن جب ہمنے بدلیل عقلی قطعی جان لیا
تو ان اعتراضات سے عاقل کے دل مین کبھی شبہ بھی نہین ہوتا اسی طرح جب ہمنے بدلیل ثابت کر دیا اور جان لیا کہ نصب
امام ذمہ حکمت اور رحمت پر حق تعالی کے واجب ہی تو اب ایسی باتون سے کیا ہوتا ہی ان اغراض صالحہ کو دیکھنا چاہیے جنکے لیے
بعثت نبی اور نصب امام حق تعالی فرماتا ہی اسکے مقابل مین یہ کیا بات ہی جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ مبعوث کافۂ انام اور
جن و انس پر ہین اسی طرح انکے اوصیا بے تخصیص مین بھی منصوب ثقلین پر ہین اظہار اسکا معجزہ و علم ہوتا ہی ایسی حجتون کو حق تعالی نے
خواہ نبی ہو یا امام سب کو عطا فرمایا اور تائید و نصرت و قوت تصرف بمقابل منکرین و جاحدین و کفار جو چاہے وہ اپنی
مصلحت کے موافق جب چاہا اور جس کو چاہا عطا فرمائے اور فرمائیگا اور جسکو چاہا نہ عطا فرمائے باقی رہا امر حق کا بتانا اور
ہدایت فرمانا یہ کبھی موقوف نہین ہوا ہمیشہ بخوبی گوارا کرتے آئے جو اصل غایت بعثت اور نصب کے ہی اور اشخاص سب کبھی برابر
نہین تھے اور نہ ہین جنھین استعداد ہدایت تھی وہ ہر حال مین مطیع و مستفید ہوتے آئے اور جنھین مادہ استکبار و انکار تھا وہ کسی
حالت مین ہدایت پذیر نہین ہوتے بعد تائید و نصرت کیا ہوا جنکے ایمان دل سے تھے زمان پیغمبر خدا مین انکے بھی حالات
مشہور ہین اور جنھون نے بخوف شمشیر اسلام قبول کیا تھا انکے اطوار بھی مذکور ہین اور دیکھنے والون نے دیکھا اور سننے والے
سنتے ہین اور اگر تعطیل امر امامت سے لازم آئے تو پہلے امر نبوت کی تعطیل کیجیے اور یہ بخوبی معلوم ہی کہ حق تعالی نے بہت سے
پیغمبرون کو مبعوث فرمایا اور منصوب کیا لیکن وہ تمام عمر اپنی امت جفاکار کے ہاتھ سے معطل و خائف و ترسان رہے بلکہ
مارے گئے اور کچھ فائدہ انکی بعثت سے انکی امت کو نہوا بلکہ ان افعال سے انکی امت ہمیشہ کو آگ مین رہی پھر چاہیے کہ اس
توجیہ کے موافق حق تعالی کو چاہیے تھا کہ ایسے پیغمبرون کو نہ بھیجتا تاکہ معطل نہ رہتے اور معرض ہلاکت مین نہ پڑتے اور انکی امت
مستحق خلود جہنم کی نہوتی علاوہ اسکے تعیین خدا اور رسول کو جو علت تعطیل کی اور معرض ہلاکت مین ائمہ کے واقع ہونے کی گردانتے
ہین اس دعوے پر کیا دلیل ہی اور اثبات اسکا کسطرح ہو سکتا ہی اور جیسا کہ علت و معلول مین ایک تعلق خاص ہی وہ یہان
تعیین خدا مین اور تعطیل امر امامت مین اور ہلاکت امام مین کہان ہی کیونکہ اگر ویسا تعلق ہوتا تو حق تعالی کے اور انبیائے کرام
کیونکر اوصیا کی تعیین کرتے اور اگر کرتے بھی تو چاہیے کہ وہ سب اوصیا معطل کیے جاتے اور مارے جاتے اور یہ تعطل اور ہلاکت
اسکے لیے لازم ہوتی واذ لیس فلیس اور بنا بر انکے زعم کے جو حق تعالی کے نصب امام کو خلق کی رائے پر مفوض فرمایا ہی تاکہ

بسبب اسکے جو خدا کی طرف سے منصوب ہونے مین فتنہ و فساد ہوتا وہ نہوے اور امر امامت کا معطل نہو جاے تو اس
اعتقاد کا بھی حال دیکھنے کے قابل اس زمانے مین ہی کیونکہ صد ہا برس گذر ے کہ خلق نے کسی کو امام نہین بنایا اور اس
تفویض سے کون فساد و فتنہ اور شر خلق سے دور ہوا جو تفویض نصب امام کو تنصیص سے راجح کہین پھر کیا فائدہ جو بنائے
فاسد علی المفاسد کو اختیار کرین اور وہ جو شاہ صاحب فرماتے ہین کہ چنانچہ حق جماعت مین کہ اعتقاد انکی امامت کا رکھتے ہین
الخ جواب اسکا یہ ہو کہ یہ بات ظاہر ہی کہ جب ایسی بات ہو کہ اسکے اسباب متعدد ہون اور کثیر امور سے وہ معلل ہو سکتی ہو تو اسے
ایک ہی امر کے ساتھ اپنی خاطر خواہ معلل اور معین کرنا نہین چاہیے والا عقلا اسے کہتے ہین کہ یہ بات کمال عصبیت و عناد سے
کہی گئی ہی یہی طرح ائمہ کا خائف ہونا ہی کہ اسکے اسباب و علل کثیر ہین یہ کیونکر معلوم ہوا کہ انکا خائف ہونا اسی سے تھا کہ خدا نے انہین
امامت کے لیے معین فرمایا تھا اور منصوب کیا تھا اور مسلما کہ اگر ایسا بھی ہو لیکن پھر اسمین کیا قباحت انہین معلوم ہوئی جو
اسے نتیجہ سخن گردانا اگر یہ خائف ہونا برا ہوتا تو تیرہ برس زمان ہجرت سے پہلے جو خدا نے پیغمبر کو ہمارے بھیجا کہ وہ بسبب اسکے
کہ خدا کی طرف سے معین ہوے تھے کفار سے خائف و ترسان رہتے تھے اور چھپ کر بیعت لیتے تھے اور ہمیشہ اپنے اصحابون کو
افشاے راز کے لیے منع فرماتے تھے اور اسقدر استیلا کفار کا اور پیغمبر خدا کے خوف کا مرتبہ پہونچا تھا کہ حضرت کے اکثر اصحاب
مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے شہرہاے بعیدہ مین رہنے کو چلے جاتے تھے اور خود وہ حضرت کافرون کی شدائد و مکارہ پر متحمل
ہوتے تھے یہان تک کہ قریب تین برس کے شعب ابیطالب مین بکمال خوف و بیم ہوشیار رہے حالانکہ وہ حضرت اہلسنت کے
نزدیک بھی ہدایت کے واسطے بھیجے گیے تھے بلکہ ابتداے حال مین ہدایت کی زیادہ احتیاج تھی اور شب غار کو تو جو خوف تھا
وہ ظاہر ہی کہ اسی کے باعث سے مکہ کو چھوڑا اور جناب امیر کو اپنی جگہ پر سولایا اور تین روز تک غار مین جو سانپ بچھوون کی
جگہ تھی بسر فرمائی پس اگر یہ خائف ہونا اور ڈرنا قبیح اور برا ہی اور بسبب تعین خدا کے ہو تو جب خدا کی اس ارتکاب قبیح مین
عادت ہو گئی تو اگر تعین امام مین بھی اسکا مرتکب ہوا تو کچھ اعتراض کا محل نہین ہو سکتا اور اگر انبیاے سابقین کا خائف ہونا
اور کفار و اشرار کے ہاتھ سے بھاگنا اور مخذول و منکوب ہونا جو کتب تواریخ معتبرہ حضرات اہلسنت مین موجود ہی لکھا جاے
تو ایک کتاب بڑی مستقل ہوے اور جب ہمیشہ سے سنت الہی اسی طرح جاری ہوتی آئی ہی تو نصب امام مین اس سے انکار
و استبعاد کا کیا مقام ہی اور واقع مین تو یہ ہی کہ یہ کلام شاہ صاحب کا ایسا ہی کہ جسکا محصل اور نتیجہ کوئی نہین معلوم ہوتا کیونکہ اگر
اس سے مطلب یہ ہی کہ جو بارہ امام علیہم السلام شیعون کے خدا کی طرف سے منصوب و معین تھے اسی سبب سے انکی امامت مین
ہرج و مرج پڑا اور امر امامت انکا منجر بتعطیل ہوا اور متغلبین غالب آئے اور وہ ائمہ زاویہ گزین رہے اور تقیہ کرتے رہے تو یہ ایسا
مضمون ہی کہ حضرات اہلسنت سے کوئی اسکا اعتقاد نہین رکھتا لیکن ہمکو البتہ اس صورت مین یہ پسند آتا ہی کہ زبان خصم سے
منصوب ہونے کا ہمارے ائمہ دین کے جو امر واقعی ہی اقرار ثابت ہوتا ہی اب رہا یہ ادعا کہ اس سے منصوب ہونے سے
مفاسد برپا ہوے وہ دلیل کا محتاج ہی اور جب دلیل نہو ئی تو اسکا باطل ہونا صریح و ظاہر ہی اور اگر اس کلام سے مراد یہ ہی

جیسا کہ ظاہر ہی کہ خود شاہ صاحب اُنکی امامت کا اعتقاد نہین رکھتے جیسا کہ اُنھون نے کہا ہی کہ وہ جماعت جنکی امامت کا اعتقاد فرقہ شیعہ رکھتے ہین الخ تو اُسوقت مین استشہاد اُنکے ذکر سے اِس دعوے مین کہ تعیین خدا مین فساد کا مترتب ہونا ضروری ہی نحو محض ہی کیونکہ جس اعتقاد کو کہ خود صحیح نہ جانتے ہون اُس سے استدلال کیونکر جائز ہو سکتی ہی اسلیے کہ قضیہ شرطیہ کا مقدم اُنکے زعم مین فی نفس الامر متحقق نہین ہی اور جب ایسا ہوا تو ترتب لوازم مقدم کا اُسپر نفس الامر مین کیونکر سچا ہو سکتا ہی اور اگر اس کلام کو بطور دلیل الزامی شیعون پر وارد کیا ہی کہ چونکہ تم سب حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کو خدا کی طرف سے منصوب جانتے ہو تو مفاسد کا مترتب ہونا نصب الٰہی پر تمھارے اوپر لازم آتا ہی تو یہ بھی درست نہین ہی کیونکہ شیعہ اگرچہ نفس الامر مین حضرات کو خدا کی طرف سے منصوب جانتے ہین لیکن جو امور کہ اُنھون نے ذکر کیے ہین اُنھین نصب الٰہی پر مترتب ہوتا نہین سمجھتے بلکہ وہ یہ جانتے ہین کہ یہ سب مفاسد سوء اختیار خلق پر مترتب ہوتے ہین جیسا کہ بعض پیغمبر سوء اختیار خلق سے مقتول ہوے اور خائف و ترسان ہوے پھر الزام بھی ناتمام ہی اور کلام صحیح الانتظام نہین ہی فتفکر اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ پس نصب امام کا الخ تو اُسکا جواب یہ ہی کہ وجوب نصب امام کی دلیلین منحصر لطف مقرب ہی مین نہین ہین بلکہ اُسکا حال بعینہ نبوت کا حال ہی کہ مداخلت اُسکے نفس تمکین مین ہی یعنی جیسا کہ مکلفین بے رسول کے ممکن نہین ہی کہ احکام الٰہیہ کو خود جانین اور جانکر جس چیز کے مکلف ہین اُسے بجا لائین اور جس سے نہی کی گئی ہی اُس سے باز رہین اسی طرح امام بغیر بھی احکام شرع کو جو واقعیہ احکام ہین نہین جان سکتے جیسا کہ اب اِس زمان غیبت مین اسکا معاینہ اور مشاہدہ بخوبی ہوتا ہی اور امام کا حال دربارہ رفع کرنے فساد کے عالم سے اور انتظام فرمانے امور معاش و معاد بنی آدم کے اور اتمام حجت خدا کے اور انکی امثال مین رسول کا حال ہی اور اُن منفعتون کا فوت سوا اتمام حجت کے ہرگاہ بہت سے پیغمبرون کے زمانے مین در صورت بعثت بھی ثابت ہی تو اگر یہ منافع زمان نصب امام مین بھی فوت ہون تو درباب تعیین امام کیا مضر ہونگے اور اسے جو ہمنے کہا اگر قطع نظر کرکے ہم اسی شق کو اختیار کرین کہ امامت لطف مقرب ہی جیسا کہ پیغمبرون کی بعثت یا خدا کا اپنے بندون احکام شرعیہ کے ساتھ تکلیف دینا لطف مقرب ہی تو کیا موقع خصم کو انکار و استبعاد کا ہی بلکہ محل یقین ہی کیونکہ جو کوئی عقل سلیم رکھتا ہوگا وہ اسے جان سکتا ہی کہ جب امام معصوم صاحب معجزات و کرامات سرآمد علماے زمان خلق مین موجود ہوگا تو یقینی طاعت خدا کا موجب ہوگا اور اسی طرح معصیت سے دور ہونے کا سبب ہوگا اور چونکہ یہ امر قریب بدیہی کے ہی تو کوئی منصف یقینی اس سے انکار نہین کر سکتا لیکن کوئی اس کلام سے یہ نہ سمجھے کہ شیعون کی مراد اس سے شاید یہ ہی کہ نفس وجود ایسے امام کا اصلاح خلق کے لیے علت تامہ ہی کیونکہ اگر ایسا ہو تو یہ موجب اسکے ہو کہ خلق بلحاظ طرف طاعت کے ہو جاے اور یہ امر تکلیف کے منافی ہی اور جب یہ ثابت ہوا کہ ایسے امام کا وجود صلاح خلق کے علل و اسباب سے ہی تو بسبب نہ پاے جانے بعض اور علتون کے اگر معلول اسکا جو صلاح خلق ہی اگر موجود نہو تو کوئی عاقل علت ناقصہ کی علت ہونے سے انکار نہین کر سکتا مثلاً لکڑی تخت کی وجود کے علت ہی لیکن اگر نجار یعنی تخت کا بنانے والا موجود نہو اور اسکے باعث سے تخت نہ بن سکے تو کوئی نہین کہہ سکتا کہ چوب تخت کے وجود کا سبب نہین ہی

ہو اسی طرح جب کوئی ایسا ہو کہ وہ شخصون کے فعل سے اسکا وجود ممکن ہو اور اگر اُنہین سے ایک اپنا کام کرے اور دوسرا نہ کرے
تو معلول وجود نہو مثلاً ایک شخص کے دو غلام ہون ایک صحیح ہو اور دوسرا زمین گیر ہو اور آقا حکم کرے اُن دونون پر کہ صحیح جنگل سے
مٹی لاوے اور زمین گیر اُس سے کوزہ بناوے اور جو غلام کہ صحیح ہے وہ موافق آقا کے حکم کے مٹی لاوے لیکن وہ غلام جو زمین گیر ہے وہ کوزہ
نہ بناوے تو اب یہان کوئی عاقل یہ نہین کہہ سکتا ہے کہ غلام صحیح عبث مٹی کو لایا کیونکہ اسکا مٹی کا لانا اُسوقت اچھا ہوتا جب کوزہ تیار ہوتا
اور چونکہ وہ تیار نہوا اسلیے اسکا لانا بیکار ہوا یا یہ کہینگے کہ مٹی لانے نے کوزہ کو بالقوة القریبہ من الفعل نہین کیا اور وہ اُسوقت
ہوتا جبکہ زمین گیر اُس مٹی سے کوزہ بناتا اسی طرح جاننا چاہیے کہ جیسا پیغمبرون کا مبعوث فرمانا اور بندون کو تکلیف دینا عین تفضل
خدا کا ہے اور خلق کی اصلاح کا سبب ہے خواہ خلق اُس سے فائدہ مند ہون یا اپنے سوء اختیار سے محروم رہین اسی طرح امامت کا بھی حال ہے
اور چونکہ وہ دونون بالاتفاق واقع ہین تو اسکے وقوع مین کیا قباحت ہے اور یہ بات ظاہر ہے اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ
یہ مفاسد دست بگریبان ہین جواب اسکا یہ ہے کہ جب ہمنے مفاسد کو اُٹھا دیا تو اب دست بگریبان کون ہوگا ہان جو منافع امام کے
ضائع کرنے والے ہین اُنہین کے گریبان تک ہاتھ پہونچےگا اور جسطرح نبوت نبی مختار اور اور انبیاے کبار کے پیغمبر ہونے کے
انکار سے کفار منافع دنیوی و اُخروی سے محروم رہے ویسا ہی حال منکرین امامت ائمۂ اثنا عشر کا ہے اور جیسا مقرین اور معتقدین
نبوت نے دولت وسعادت دارین حاصل کی اسی طرح فرقۂ امامیہ جو سچا اعتقاد امامت ائمۂ کرام کے ساتھ رکھتے ہین اور خود اُنہون نے
وجود امام کی منفعتون کو نہین کھویا اور اس زمان غیبت مین بھی یومنون بالغیب کا مصداق ہو کر مستحق دو چند ثواب جزیل کے
ہین اور انشاءاللہ بعد ظہور امام برحق علیہ السلام رکاب ظفر انتساب مین آنحضرت کے متنعم بنعمات غیر متناہیہ رہینگے اور وہ نہ آج کوئی فساد
نصب امام مین بتعیین الٰہی دیکھتے ہین نہ آیندہ انشاءاللہ بعد ظہور اپنے امام کے جو پُر کرنے والا زمین کا قسط وعدل سے ہے دیکھینگے آج چشم
براہ ہین اور کل انشاءاللہ قرة العین اور مقضی المرام نشاتین ہونگے اللھم عجل ظہورہ فانھم یرونہ بعیدا ونریہ قریبا اور جو شاہ صاحب نے
فرمایا ہے کہ بس اس جواب مین سراسر غفلت وچشم پوشی ہے الخ جواب اسکا یہ ہے کہ ہمنے بادلۂ قطعیہ کہ ایک اُن سے یہ ہے کہ وجود امام لطف مقرب
اور لطف حق تعالیٰ پر واجب ہے یہ بات مرتبۂ اثبات کو پہونچا دی کہ نصب امام حق تعالیٰ پر واجب ہے مثل پیغمبر کے اور تم کسی مقدمہ
کو اُن دلیلون کی جو خاص دلیل لطف کے سوا ہین منتقض نہین کر سکتے مگر یہ کہ اُن ادلۂ قطعیہ کے مقابل مین نقض اجمالی سے معارضہ
کرتے ہو اور جیسا کہ تم جانتے ہو یہ نقض اُسوقت سنا جاسکتا ہے کہ تم اس بات کو ثابت کرو کہ ایسلیے امام غالب و قاہر کے نہ ظاہر ہونے کا
سبب منحصر ہے نصب امام کے خدا پر نہ واجب ہونے مین پس اب اس انحصار کا اثبات تمھارے ذمہ مین ہے اور ہمکو فقط منع
کافی ہے ہمارے ادلۂ قطعیہ کے تمام ہونے مین اس سے علاوہ ہمنے بحمداللہ تبرعاً نہ منحصر ہونا اس وجوب کا بھی ثابت کر دیا اور یہ بھی
واضح کیا کہ اگر امام کے لیے غلبہ و قہر نہو تو جو امام کا نصب حق تعالیٰ پر واجب ہے وہ ساقط نہین ہوتا بلکہ اگر حق تعالیٰ تعیین امام کی
نہ فرماے تو ہمین اور اسکے بندون مین کچھ فرق نہین رہجاتا اس بات مین کہ جو بندون پر واجب تھا اُنھون نے اُسے ترک کیا
اور جو خدا پر واجب تھا والعیاذ باللہ اُسنے ترک فرمایا بلکہ مقدمہ برعکس ہوتا ہے جیسا کہ اس مثال سے جسمین غلام صحیح کے جنگل سے

مٹی لانے کا ذکر ہی ظاہر ہوتا ہی کہ اگر وہ غلام مٹی صحرا سے نہ لاتا تو مستحق ملامت و مذمت کا ہوتا اور محجوج ہوتا اور ملازمین کیہر
کوزہ تیار نہ کرنے مین معذور رہوتا اور اسکی حجت تمام ہوتی اسی طرح اگر حق تعالی امام کی تعیین اور نصب نہ فرماے تو اسکے
خلق کی حجت تمام ہو اور تمھارے نقض اجمالی کے مبطل ایسی نظیر ہمنے کہی کہ وہ نفس فعل حق تعالی کا ہی یعنی تکلیف دینا بندہ ان کو
اور مبعوث فرمانا پیغمبرون کا یعنی یہ ہم کہ چکے کہ اگر تمھارا نقض درست ہو تو اس سے لازم آتا ہی کہ ان پیغمبرون کا مبعوث فرمانا بعض
انکی امتہاے سابقہ نے ہدایت نہین پائی بلکہ پیغمبرون کو مخذول و منکوب کرکے انواع رنج و محن مین مبتلا کیا اور اسی بعثت کے
سبب سے وہ نبی بھی معرض ہلاکت مین پڑے اور انکی امت بھی مخلد فی النار ہوئی چاہیے کہ قبیح ہو اور تفضل کا انمین
کبھی گمان نہو سکے اور یہی حال کفار و فجار کے تکلیف فرمانے کا ہی اب اسکے بعد اگر کوئی دلیل لطف مقرب کی مقدمہ کو کہ خلق کرنا
ایسے امام کا ہی جو طاعت خدا کی طرف مقرب ہو منع کرے بلا دلیل تو چونکہ ہم فرقہ امامیہ اور ہمارے علما اسکے ثابت کرنے سے
بحمدہ فارغ ہو چکے ہین اسکی منع محل اعتبار سے ساقط ہو گئی پس اگر کوئی کہے کہ ہم بعثت انبیا اور تکلیف دینے کو خلق کے بھی قبیح
جانتے ہین تو ہم جواب مین کہینگے کہ یہ دونون امر اگرچہ تمھارے نزدیک قبیح ہون لیکن تمھارے نزدیک بھی حق تعالی انکا مرتکب
ہوا ہی اور جب یہ ہو چکا تو کیا وجہ ہی کہ امام مغلوب کے نصب ہونے مین خدا کی طرف سے اور اسکے اس فعل کے مرتکب ہونے
اور اسکے اپنے اوپر اس قبیح کے التزام فرمانے سے جیسا کہ اسنے تکلیف قبیح کا اپنے اوپر التزام فرمایا ہی اور اسکی اسپر عادت جاری ہوئی ہی
خصوصًا بنظر اسکے کہ وہ فرماتا ہی ولن تجد لسنة الله تبديلا اگرچہ یہ بھی تمھارے زعم مین قبیح ہی انکار کیون کرتے ہو جیسا کہ
ایک فعل قبیح کرنے مین اور اسکے اپنے اوپر التزام کرنے مین انکار و استبعاد نہین کرتے ہمین بھی نہ کرو اور شاہ صاحب بعثت
نبی کو تفضل کہتے ہین اور امام رازی اسے حق تعالی پر وجب جانتے ہین جیسا کہ کتاب نبوت مین گذرا اور جب بعثت واجب
ہوئی تو وہی حال نصب امام کا اور اسکی تعیین کا ہونا چاہیے اور حقیقت یہ ہی کہ جو شاہ صاحب نے کہا ہی بعض علماے امامیہ کے
جواب مین کہ وجود امام ایک لطف ہی اور نصرت و تصرف اسے دینا دوسرا لطف ہی سراسر غفلت اور چشم پوشی ہی ان مقدمات سے
جو اعتراض مین ماخوذ ہین کیونکہ معترض کہتا ہی کہ وجود امام بشرط التصرف و نصرت لطف ہی اور بدون تصرف و نصرت
متضمن مفاسد کثیرہ کے لیے ہی اب مجیب کے ذمے یہ ہی کہ ان مفاسد کو دفع کرے والا بیہودہ سرائی کی ہوگی اور
اس جواب مین مفاسد کا مطلقًا تعرض نہین کیا الغ تحکم بے جا ہی اور تعجب کی بات ہی سواے تجاہل کے ایسے عالم کی طرف
کیونکر کہا جاے کہ لطف کے معنی نہین جانتے تھے والا فی الواقع اگر اسکے معنی کی طرف غور کیا جاے اور اسکی شرائط سے
چشم پوشی نہ کرین تو کوئی صاحب عقل مطلع ہونے کے بعد یہ دعوی نہین کر سکتا کہ لطف مشروط بتصرف و نصرت ہی کیونکہ
لطف اس فعل کا نام ہی جو بندون کی تمکین کا سبب ہو امور طاعت سے یا انکی تقریب کا سبب ہو طاعات سے بے اسکے کہ
بندے طاعت کرنے مین مجبور ہو جائین اور جو امتحان کہ حق تعالی کو تکلیف فرمانے سے مطلوب ہی وہ برہم ہو جاے اور
تمکین اور تقریب کا خدا کی طرف سے متحقق ہونا محض نبی اور امام کے نصب فرمانے سے ظاہر ہوتا ہی اور خلق کا اس نبی اور

امام سے روگردان ہونا اور اُنکی اطاعت نہ کرنا کچھ اِسمین قدح نہین کرسکتا اور جب یہ ثابت ہوا تو اب لطف کے ساتھ
تائید و تصرف کا اشتراط بے معنی ہوگا اور لطف طاعت کے لیے علت تامہ نہین ہی یہان تک کہ جب لطف ممکن یا مقرب
متحقق ہو تو بالضرور طاعت بھی پائی جاے کیونکہ اگر وہ طاعت کے لیے علت تامہ ہو تو بندے طاعت کے بجالانے مین
دائرہ اختیار سے باہر ہو جائین اور تکلیف کی مصلحت ہاتھ سے جاتی رہے پس اشتراط نصرت و تصرف کے ساتھ کسی طرح
متصور نہین ہو سکتا مگر جب ہم یہ کہین کہ لطف وہ ہی کہ اُسکے حصول کے ساتھ طاعت کا حاصل ہونا واجب ہوا اور یہ بھی نہین
کیونکہ علمانے تصریح فرمائی ہی کہ اُسے چاہیے کہ الجا کی حد کو نہ پہونچے اور جبکہ غرض اُس سے محض حجت کا تمام کرنا اور بندون کے
عذر کا رفع فرمانا ہوا تو جو خدا پر تھا وہ اُسنے فرمایا اور اُسکی حجت تمام ہوئی وللہ الحجۃ البالغۃ اگر بعد اِسکے بندے اپنے
پروردگار کے حکم کا امتثال کرینگے تو یہی مطلوب ہی اور بندے ماجور ہونگے اور اگر اپنے سوء اختیار سے اپنے امام زمان کی مخالفت
کرکے ورطہ ہلاکت مین اپنے تئین ڈالین تو وہ خود مورد الزام ہونگے اور تکلیف کا فائدہ ہر حال مین اُسپر مترتب ہوگا پس جو
لطف کہ حق تعالیٰ پر واجب ہی وہ مشروط اُسکے ساتھ ہی کہ حد الجا کو نہ پہونچے اور مشروط اِسکے ساتھ ہی کہ مصلحت تکلیف اور
حکمت آزمائش کے منافی نہو نہ یہ کہ مشروط ساتھ طاعت کے واقع ہونے کے ہو اور نہ یہ کہ رفع ہلاکت کی علت تامہ ہو
جیسا کہ بعض خطبون مین جو جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہی اِس مضمون پر دلالت کرتا ہی اور حاصل کلام معجز نظام یہ ہی کہ اگر انبیا
صاحب قوت اور صاحب ملک و حکومت ظاہری ہوتے کہ بسبب اُسکے سب اُنکی طرف رجوع کرتے اور اطاعت اختیار
کرتے تو یہ خلق کے لیے بہت سہل ہوتا کہ تکبر و استکبار نہ کرنے پاتے اور بسبب اُنکے قہر و غلبہ کے سب ایمان لاتے لیکن یہ معلوم ہوتا
کہ کسکی نیت خالص ہی اور کسکی غیر خالص ہی اِسی طرح نیکیان بھی کئی طرح کی ہوتین کچھ خدا کے واسطے کچھ خوف سے حاکم قاہر کے
ہو نہی ہوتا لیکن حق تعالیٰ نے یہ چاہا کہ پیغمبرون کی اطاعت اور کتب ہاے آسمانی کی تصدیق اور خشوع و توجہ خدا کے واسطے
اور اُسکے حکم کی بجاآوری اور طاعت خدا کا قبول کرنا یہ امور خلق سے اِسطرح صادر ہون جس سے خاص خدا کے واسطے ان افعال کا
کرنا ظاہر ہو اور کوئی شائبہ جبر الجا کا اُسمین نہو اور جسقدر اِسمین بلا و مشقت زیادہ ہو اجر و ثواب زیادہ ہوگا انتہی پھر کیونکر ہو سکتا ہی
کہ بعثت نبی یا نصب امام جب مشروط بہ تصرف و نصرت ہو تو لطف ہوگا و الا موجب فساد اور متضمن مفاسد کو ہوگا اور سوا اِسکے
جو کچھ کہ جواب مین بعض علماے شیعہ کے کہا تھا وہ سب ساقط ہو گیا اور معین و موید ہی اِس سے یہ بات کہ اکثر انبیا اور اوصیا جو
بالاتفاق خدا کی طرف سے منصوص و منصوب تھے اور مظفر و منصور اپنی امت پر نہوے پھر اگر اُسے کوئی کہے کہ اُنکی بعثت اور
نصب لطف نہ تھا بلکہ وہ نصب مشتمل مفاسد پر تھا تو بڑی خرابی ہوگی کہ اول خلاف اِس اقرار و اعتقاد کے ہوگا جو کہتے ہین
کیونکہ خود شاہ صاحب بعثت نبی کو تفضل کہتے ہین تو جب اشتمال مفاسد پر ہو تو جب بھی تفضل کہینگے اور اگر کہین ہی تو اِس اقرار
لسانی کے دل اور عقل بھی تصدیق کرینگے دوسرے اقرار اِسکا ہوگا کہ وجود انبیا وجود معطل اور فعل خالق حکیم عبث و لعب ہوگا
اور اِسے کون مسلمان صاحب عقل پسند کریگا تیسرے مخالف اِس قول کے ہوگا جو امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہی اور وہ حضرت

بالاتفاق امام اور وصی خیر الانام ہین بالجملہ عقلاً و نقلاً ہر طرح یہ کلام جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی مشتمل اوپر مفاسد کے ہی
اور لائق اصغا نہین ہی والحمد للہ ظاہراً و باطناً یہان تک کلام ساتھ حضرات اہلسنت کے تھا اب یہان سے جواب حضرات
اخباریین کا جو شیعون سے افراط و تفریط مین واقع ہوکر خاص مسئلہ لطف مین دو فرقون کی طرف جدا ہوے ہین پہلا فرقہ انمین
ملا طاہر قمی اور جو انکے تابعین مین سے ہون این انھون نے لطف مقرب کے واجب ہونے سے بالکل انکار کیا ہی اور وہ کہتے ہین
کہ اشاعرہ اہلسنت کے بسبب اسکے کہ انھون نے حسن و قبح عقلی سے انکار کیا ہی اسلیے لطف مقرب کے واجب ہونے سے انکار
کرتے ہین اور انکے معتزلہ اس لطف کے واجب ہونے کے قائل ہین اور لیکن امامیہ پس انکے قدما جو ائمہ علیہم السلام کے معاصر تھے
پس انکا کلام مثل انکے ائمہ کے کلام کے لطف کے ذکر سے خالی ہی اور متاخرین امامیہ نے جو معتزلہ کی کتابون کا تتبع کیا اور بعض
شبہات انکے انکے دلون مین جم گئے اس جہت سے انکے مقولہ کے قائل ہو گئے اور از انجملہ جنکا امامیہ قائل ہوے مسئلہ لطف ہی
کہ ترک لطف کو منافی اور مناقض شارع کی غرض کا جانکر اسکے واجب ہونے کے قائل ہوے ہین حالانکہ دلیل انکی محل
نظر ہی کیونکہ غرض شارع کی تعریض ثواب ہی نہ ایصال ثواب تک اور ترک لطف سے تعریض ہاتھ سے نہین جاتی اور جب
تعریض اختیار مین رہی تو منافی غرض شارع کا نہوگا اور جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ یہ فرقہ حضرات اخباریین سے فرقہ اشاعرہ
اہلسنت کے ساتھ اس مسئلہ مین متحد ہی اور مسئلہ لطف مین یہ مفرط ہین تفریط کرتے ہین اور انکا جواب یہ ہی کہ حقیقت مین شارع
کی غرض تکلیف سے تعریض ہی ثواب کے ساتھ لیکن محض تعریض بہ نسبت غیر مستحقین ثواب کے ہی اور تعریض ایصال ثواب کے
ساتھ بہ نسبت مستحقین ثواب کے ہی کیونکہ حکمت اور کرم حضرت ذو الجلال کا یہ مقتضی نہین ہی کہ مستحق کو اپنی عطا و بخشش سے محروم
رکھے بلکہ اگر بتامل نظر کرین اور دیکھین تو اصل غرض یہی ہوگی کیونکہ علت غائی ایجاد خلق کی بمفاد کریمہ ما خلقت الجن والانس الا
لیعبدون عبادت و طاعت ہی اور اسکی کوئی غرض اور نہایت حق تعالی کی طرف عود نہین کر سکتی کیونکہ وہ غنی اور بے نیاز ہی
بلکہ فائدہ اسکا بندون کی طرف رجوع کرتا ہی اور وہ منحصر ہی اہل طاعت و عبادت کے پہچاننے مین ثواب و کرامت کے
بڑے درجون تک اور وہ کون شخص ہی جو یہ دعا کر سکتا ہی کہ پیغمبرون کے اور انکے وصیون کے اور مومنین مخلصین کے پیدا کرنے سے
محض تعریض مقصود ہی نہ ایصال ثواب اللہم الا من کان فی قلبہ الارتیاب حضرت امام جعفر صادق بذریعہ اپنے آبائے
طاہرین کے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے روایت فرماتے ہین کہ آنحضرت نے فرمایا اور حاصل اسکا یہ ہی جناب اقدس الہی نے
بکمال تفضل و احسان اور رحمت ہاے بے پایان جب فرائض کو اپنے بندون پر واجب فرمایا تو یہ تکلیف اسلیے نہ تھی کہ وہ خود انکی
عبادت کا محتاج تھا بلکہ مصلحت و حکمت اس تکلیف مین یہ تھی کہ تا اچھے برے سب کی نظر مین ممتاز ہون اور آزمائش
باطن کے حال کی سب کی ظاہر ہو اور یہ سب اپنے پروردگار کی رحمت کی طرف مسابقت کرین اور اس سبب سے درجے
انکے بہشت مین ایک دوسرے سے زیادہ اور متفاضل ہوون انتہی ملخص اردو یہ ہان اگر اشاعرہ کے شبہے کسی کے دل مین
جم گئے اور اس جہت سے لطف سے انکار کرین اور علماے کرام شیعیان کے اقوال سے عدول کر کے اشاعرہ اہلسنت کے موافق ہین

تو مستبعد نہین ہی اور اسی جگہ سے ہی کہ فاضل مدقق ملا طاہر نے جہان کہین نقل کیا ہی کہ امامیہ کے علماے متاخرین نصب وجوب
امام پر یہ دلیل لاتے ہین کہ امام معصوم کا نصب لطف ہی اور ہر لطف خدا پر واجب ہی پس نصب امام خدا پر واجب ہوگا کہا ہی کہ
فخر رازی نے اُسپر نقض وارد کیا ہی کہ اگر امام کا نصب کرنا لطف ہو تو قاضیون کا اور پیغمبرون کے اور ائمہ علیہم السلام کے نائبون کا
بھی جو معصوم ہون نصب کرنا لطف ہوگا پس اُسکا بھی واجب ہونا لازم آئیگا حالانکہ شیعہ اُسکے قائل نہین ہین بعد اُسکے جو فاضل
مذکور نے کہا ہی اُسکا حاصل یہ ہی کہ پوشیدہ نہ رہے کہ یہ اعتراض دلیل مذکور پر وارد ہوتا ہی اور کوئی جواب اُسکا اُنکے پاس نہین ہی جو
اُس دلیل سے تمسک کرتے ہین پس اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ امام رازی کا شبہہ اُنکے دل مین ایسا بیٹھا کہ اُسے ممتنع الجواب سمجھے
اور وہ ہمارے کہنے کا مصداق ہین لیکن سبب اُسکا یہ ہی کہ جد و جہد کرکے اپنی قوت و وسع عقل کو شبہات سے صاف نہین کیا والا
بمفاد والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا حق منصف ہشیار پر نہین چھپتا اور جب خصم کے شبہون کو اپنے دل مین رکھا اور دفع
نہ کیا تو وہ بسبب جاگزین ہونے کے موثر ہوتے ہین اور حق سے دور کرتے ہین اب جاننا چاہیے کہ اگر مسئلہ لطف کا ذکر
جیسا کہ متکلمین امامیہ کی زبان پر بعد اصطلاح اگر اُنکے ائمہ یا آنحضرات کے اصحاب کے کلام مین واقع نہو تو اس سے یہ نہین لازم آتا کہ
اُنکے حضرات کا کلام مفاد لطف سے خالی ہی حکایت مناظرہ ہشام کی شامی کے ساتھ جو اوپر گذری لائق غور ہی کیونکہ اسمین
جو ہشام نے شامی سے کہا ہی کہ آیا تیرا پروردگار اپنے خلق کے حال و مصالح کا زیادہ دیکھنے والا ہی یا خود خلق زیادہ اپنے
مصالح کو دیکھنے والی ہی پھر ہشام نے کہا کہ حق تعالی نے بنظر مصلحت بنی خلق کے اُنکے واسطے کیا کیا شامی نے کہا کہ اُنکے
واسطے حجت و دلیل کو قائم کیا الخ اور ہشام کا مناظرہ عمرو بن عبید مین یہ کہنا کہ اے ابو مروان بالتحقیق کہ خدا نے تیرے اعضا و جوارح کو
نہ چھوڑا یہان تک کہ اُنپر امام کو مقرر کیا کہ وہ صحیح کی تصحیح کرے اور جسمین شک ہی اُسکا یقین دلاوے اور وہ خدا ہو سکتا ہی کہ تمام خلق کو
حیرت و اختلاف مین چھوڑ دے اور کسی کو اُنپر ایسا نہ قائم کرے جو اُنکے شک اور حیرت کو دفع کرے اور اس قول کے سننے کے بعد
جناب امام جعفر صادق کا فرمانا کہ واللہ هذا مکتوب فی صحف موسی و ابراهیم اور اسی طرح جناب امیر کا ارشاد فرمانا جبکہ
آنحضرت کو یہ خبر پہونچی کہ کچھ اصحاب اُنکے جور و عدل مین خدا کے خوض و فکر کرتے ہین اور یہ سنکر منبر پر تشریف لیگئے اور حمد و
ثناے الہی بجا لاکر فرمایا جسکا حاصل یہ ہی کہ جب حق تعالی نے خلق کو موجود فرمایا تو اُسکی مشیت متعلق اسکے ساتھ ہوئی کہ اُنکے
بنا سے صاحب آداب رفیعہ اور اخلاق شریفہ ہون پس علم ازلی سے اپنے اُسنے جانا کہ یہ اُس وقت تک تمام نہو گا کہ اُنہین پہچنوا دے
کہ کیا اُنہین مفید ہی اور کیا مضر ہی اور یہ پہچنوانا نہو سکتا تھا مگر امر و نہی کے ساتھ اور یہ سب مفید و موثر نہین ہوتے مگر وعدہ و
وعید کے ساتھ اور وہ نہین ہو سکتے مگر ترغیب و ترہیب کے ساتھ الخ اور اسی طرح بہت کچھ مضامین نصوص ائمہ طاہرین اور اُنکے
اصحاب راشدین کے کلام مین موجود ہین اور وہ نص ہی اس بارے مین جو ہمنے کہا اب وہ حضرات فرمائین کہ اگر اُنکا مودی
لطف نہین تو پھر کیا ہی اور لطف کی تقریر سے عدول کرکے تقریر وجوب تمکین کی طرف رجوع کرنا جیسا کہ وہ کرتے ہین لطف ہی
کیونکہ لطف ممکن بھی ایک قسم لطف کی ہی جیسا کہ اوپر بیان اُسکا ہو چکا ہی پس بنا بر اسکے اُنکا کلام خاص لطف مقرب مین ہوگا

اور وہ بھی اپنے مقام پر نہین ہی کیونکہ دلیل یہان پر امام ہی جناب غفران مآب نے باب امامت مین کتاب الاسلام کے فرمایا ہی
کہ چونکہ بہت مباحث مسلک عقلی پر اثبات لطف کے وارد ہوتے ہین اسی جہت سے بعض علمانے فرقہ متحدثہ اخباریہ سے بسبب اپنے
قصور قوت و استعداد اور قلت اطلاع کے علوم عقلیہ مین اور بسبب اسکے دفع کرنے سے اُن مباحث کے جو علماے مخالفین نے
وارد کی تھین عاجز تھے لاچار ہو کر ننگ و عار کو اپنے اوپر لازم کیا اور وہ یہ ہی کہ علماے امامیہ جو سالک اِس مسلک کے ہین اُنکا تخطیہ
کرنے لگے اور یہ بات اُنکی کمال عجز اور اجنبیت پر علوم مین اور نہ مطلع ہونے پر اُنکے اخبار ائمہ پر کرتی ہی پس انہین چاہیے کہ دیکھین اور تامل کرین
انہین کہ طعین کہان سے کہان تک جاتی ہی اور بعد اسکے توبہ کرین اور سیدھی راہ پر آئین اور کیا وجہ ہی کہ نہین سوچتے اِس بات مین کہ اگر یہ
مسلک حق نہوتا تو ائمہ دین اور اُنکے اصحاب مخصوصین اِن ادلہ عقلیہ کو مخالفین پر حجت کسطرح لاتے فلا تکن من الغافلین اور اسی کتاب کے
باب عدالت مین فرمایا ہی کہ بعض متاخرین امامیہ نے کہا ہی کہ لطف کا ذکر قدماے اصحاب کے کلام مین نہین پایا جاتا پس ہمارے علماے
متاخرین نے لطف کے واجب ہونے کا قول معتزلہ کی کتابون سے یاد کیا ہی اور مین کہتا ہون کہ قول فی الجملہ لطف کے واجب ہونے کا
عدالت و حکمت کے قول کے توابع سے ہی اور قدماے ہمارے اصحاب کے یقینی عدلیہ تھے پھر کیونکر ہو سکتا ہی کہ یکبار انکار لطف سے کیا جاے
ہان یہ ممکن ہی کہ معنی لطف سے تعبیر لفظ لطف کے ساتھ اصطلاح تازہ ہو اور یہ مین مضر نہین ہو سکتا حالانکہ یہ تعبیر اِس لطف کے ساتھ
بھی ائمہ علیہم السلام اور اُنکے اصحاب کے کلام مین موجود ہی کیونکہ نہین دیکھتے وہ روایت جسے شیخ محمد بن یعقوب کلینی رہ نے حضرت امام
جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہی کہ بدرستیکہ سوال کیا آنحضرت سے ایک شخص نے پس کہا کہ آیا خدا نے گناہ کرنے مین بندون پر
جبر فرمایا ہی یہ سنکر حضرت نے فرمایا نہین اُسنے عرض کیا کہ آیا انہین کے اختیار پر سب کچھ چھوڑ دیا فرمایا نہین سائل نے عرض کیا کہ
پھر کیا ہی اور کسطرح ہی فرمایا لطف ربک بین ذلک اور محاسن برقی مین اسکے مصنف نے اپنی سند کے ذریعہ سے ایک روایت طولانی
ابن حازم سے نقل کی ہی کہ وہ مشتمل اسپر ہی کہ جناب امام جعفر صادق نے فرمایا ہی کہ اگر خداوند عالم اپنے پیغمبر سے کسی حال مین احوال سے
غضبناک ہوتا تو کسطرح اپنے لطف کو اُنکے حال پر مبذول رکھتا اور کسطرح ہوتا کہ انہین ایک حال سے دوسرے حال پر ترقی دیکر
پیغمبر فرماتا اور بھی شیخ اجل ابو جعفر طوسی نے از جملہ کتاب ہاے ہشام سے کتاب الالطاف کو شمار کیا ہی اور بھی پیشتر تو جان چکا ہی
کہ لطف و مصالح کا ذکر مصنفات مین شیخ مفید علیہ الرحمہ اور سید مرتضی علیہ الرحمہ اور شیخ الطائفہ کے کلام مین بہ کثرت موجود ہی جسطرح
کہ اِس سے یہ بات مستفاد ہوتی ہی کہ لطف کا قول زمان گذشتہ مین مقطوعات اصحاب امامیہ سے تھا اور یہ اہل تصنیف سب
قدماے اصحاب سے ہین سوا اسکے قاضی عبد الجبار معتزلی نے امامیہ کی رد مین جو وہ امامت کا اثبات لطف کے ساتھ کرتے ہین
بہت کچھ سعی کی ہی اور اُس سے یہ بات معلوم ہوتی ہی کہ لطف کا قول شیخ مفید اور سید مرتضی رہ کے زمانے سے پہلے علماے امامیہ مین
شائع تھا انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ اور اِس سے بخوبی یہ ثابت ہوتا ہی کہ جو سرآمد فرقہ حضرات اخباریہ نے انکار لطف مین کہا تھا اُسکی
کچھ حقیقت نہین ہی اب رہا یہ امر کہ جو کچھ وہ اپنے قصور علم سے نقض امام فخر رازی کو دلیل امامت فرقہ امامیہ پر تسلیم و وارد کر گئے اُسکا
جواب دینا اور اُٹھانا ضروری ہی والا جب وہ شیعہ جنہین علم نہین سنینگے کہ عالم امامیہ نے اِس اعتراض کو قبول کیا اور اسکی تقویت و تحسین کی

اور جواب نہ دے سکے بند ہو گئے تو انکی نظر مین یہ بڑی بات معلوم ہوگی اور اس سے اصل مطلب کا جو اثبات امامت ہے تعیین و
نص الٰہی انصبت و بطلان لازم آئیگا اور اعتقاد مین خرابی اور شبہات کی تقویت ہوگی پس ان امور کے دفع کرنے کو مین واجب
جان کر کہتا ہون کہ وہ شبہ جو امام رازی نے کیا ہے اور اسے ملا طاہر قمی نے قبول کیا ہے وہ سفسطہ محض ہے کیونکہ اگر وہ کلام تمام ہو جائے
تو اختصاص نقض کا قاضیون کے اور پیغمبرون کے نائبون کے ساتھ نہوگا بلکہ جو نقض وارد کرنے والے نے کہا ہے اسکے مقابل مین
کہا جائیگا کہ عصمت لطف ہے اور لطف خدا پر واجب ہے پس چاہیئے کہ حق تعالیٰ سب کو معصوم کرے حالانکہ بالاتفاق خدا نے تمام
مخلوقات کو معصوم نہین بنایا اور اسی طرح نبوت کے بارے مین بھی کہہ سکتے ہین کہ پیغمبرن کا بھیجنا ہر قوم پر اور ہر زمانے مین
اور ہر جگہ پر زمین کے اقطار سے خدا پر لازم ہے کیون نہ کیا اور اسکے بنا پر جو نقض وارد کرنے والے نے ذیل کریمہ یا اھل الکتاب قد جاء
کم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل کی تفسیر مین خود کہا ہے جسکا محصل یہ ہے کہ یہ فترہ کا حاصل ہونا موجب احتیاج خلق کا طرف بعثت
انبیا کے ہوتا ہے اور معلل کیا ہے اس بات سے کہ فائدہ مبعوث ہونے کا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمان فترت مین اور جو وقت مین بعثت سے
خالی تھا یہ ہے کہ بسبب طول مدت اور تقادم عہد کے تحریف و تغییر دین و مذہب مین راہ پا جاتا ہے اور اس سبب سے حق ساتھ
باطل کے اور صدق ساتھ کذب کے مختلط ہو جاتا ہے اور یہ انکے باعث سے عذر ظاہر خلق کو عبادات سے اعتراض کرنے مین ہم پہونچتا ہے
کیونکہ انھین یہ پہونچتا ہے کہ کہین کہ ای پروردگار ہمارے ہمنے پہچانا کہ تو عبادت کے لائق ہے اور تیرے لیے عبادت کرنی ضروری
لیکن یہ ہم نہین جانتے کہ تیری عبادت اور پرستش کیونکر کرین پس اس جہت سے ایسے وقت مین آنحضرت کو مبعوث فرمایا الخ پس
کلام مفسر تفسیر کبیر کا جو بعثت کے واجب ہونے کے لیے مفید ہو وہ ایسے وقت مین منتقض ہوتا ہے شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کے
کلام سے جو مبحث تکلیف مین انھون نے کہا ہے کہ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ اور بھی اگر تکلیف واجب ہوتی تو چاہیے ہر شہر مین اور ہر گانؤن مین
پیغمبرون کو پے در پے خدا بھیجتا اور زمان فترت واقع نہوتا اور کوئی جگہ زمین سے پیغمبرن کے موجود ہونے سے خالی نہوتی
کیونکہ تکلیف کے پہونچانے کو بالاجماع عقل کافی نہین ہے اور پیغمبر کی حاجت اس امر مین ضروری ہے حالانکہ بلاد ہند و سندھ و
ماوراء النہر اور ترکستان اور خطا اور ختن اور چین اور حبش اور بہت سے ملک و قریے ایسے ہین کہ وہ پیغمبر کے مفہوم کو بھی نہین پہچانتے
اور نہ انکی تواریخ مین لکھا ہے کہ کوئی شخص بطور رسالت کے انکے اوپر آیا اور اسنے معجزات ظاہر کیے ہون اور خدا کے پیغام
پہونچائے ہون اور بھی بعد نبی کے انتقال فرمانے کے امام غالب کو نہ امام خائف کو نصب فرماتا اور آیات ظاہرہ اور معجزات
باہرہ سے اسکی تائید کرتا تا کہ بے دغدغہ وہ تبلیغ احکام فرماتا اور مکلفین کو احکام شرع سے غافل نہ رکھتا اور جو پہاڑون کے رہنے والے ہین
انھین دعوت کرتا اور امامت کو ایسی جماعت کے سپرد نہ کرتا کہ ہرگز قدرت اظہار احکام واقعیہ شرعیہ کی نہین رکھتین بلکہ خود بھی کفار و
ظلمہ کے رنگ و لباس مین تقیہ کے ساتھ بسر کرتی ہین انتہی کلامہ اور وجہ تناقض کلام امام رازی کی اس کلام شاہ صاحب سے
یہ ہے کہ جب اتمام حجت کا خلق پر اور انکے عذر کا قطع کرنا بنظر حکمت خدا و عالم پر واجب و لازم ہوا تو پھر زمان فترت کا خالی رکھنا
اور جو بندے کہ پہاڑون پر اور اقطار بعیدہ مین زمین کے رہتے ہین انکا محروم رکھنا اس لطف و رحمت سے کس راہ سے ہوگا اور

شاہ صاحب

شاہ صاحب کا کلام ہی بیان پر بعینہ نظیر کلام مشرکین ہند و سندھ و چین و ختن کا ہی جو وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے بارے مین
کہتے ہین کہ اگر وہ حضرت تمام خلق پر مبعوث ہوتے تو چاہیے کہ وہ خود یا انکے رسول سب روے زمین پر پہونچتے اور تکالیف
الٰہی کو ہم تک پہونچاتے اور جب یہ نہوا تو نبوت بھی انکی عام نہین ہی بالجملہ جبکہ تکلیف الٰہی کا تعلق خواہ بسبیل التفضل یا بسبیل
وجوب سب خلق کے ساتھ باجماع اہل اسلام ظاہر ہوا پس اب تمام اہل اسلام کے واسطے چاہیے کہ سبب حضرت سید المرسلین
اور انکے رسولون کے نہ پہونچنے کا اطراف و اکناف عالم مین بیان کرین اور توجیہ کرین اور یہ اشکال مستحصر تکلیف کے واجب
ہونے کے قول مین نہین ہی اور اسی طرح کہہ سکتے ہین کہ نہ رفع کرنا بندون کے عذر کا زمان فترت مین تا وقت وجود پیغمبر خدا اور
خالی رکھنا حجت سے اطراف و اکناف عالم کا جو حضرات اہلسنت کے نزدیک جائز ہی وہ دلیل اسکی ہی کہ کلام امام فخر رازی کا
ان حصول الفترۃ یوجب احتیاج الخلق الی بعثۃ الرسل تمام نہین ہی اور حجت انکی منتقض ہی پس اب اہل اسلام کے ذمہ مین ان
شکوک و اوہام کا رفع کرنا واجب ہی اختصاص ساتھ نصب امام کے جو شیعون کا قول ہی نہین رکھتا اور لازم ہی کہ ان امور مین سے
ہر ایک امر کے لیے شرائط تحقق کے اور اسکے موانع منضبط کیے جائین تا کہ وہ امور مرتفع ہون پس کہتا ہون مین کہ یہ نقض و تقض
کہ مذکور ہوے موقوف و مبنی ہین اسپر کہ یہ نقض کرنے والے اصل مطلب کو نہین سمجھتے کیونکہ لطف اور تکلیف اور عذر کا بندون کے
قطع کرنا یہ سب خداوند عالم پر واجب ہی اور ایسا عام نہین ہی کہ ہر نوع لطف کے ہر شخص کی نسبت واجب ہو اور ہر چیز کی تکلیف
ہر واحد کے لیے بنی آدم سے ہر وقت مین لازم ہی و الا اگر لطف اس طرح عام ہوتا تو سب خلق کی عصمت ملائکہ کی طرح لازم آتی
اور کوئی گنہگار باقی نہ رہتا اور اگر ہر حکم کی تکلیف ہر شخص کی نسبت عموماً واجب ہوتی تو زمانۂ فترت کے موجود ہونے والے اور
پہاڑون کے اور بلاد بعید الشقہ کے رہنے والے احکام سمعیہ مین بھی معذور نہوتے اور جب نہوا تو لطف ممکن اور لطف مقرب ہر ایک
مشروط اپنی شرائط کے ساتھ ہی اور اگر وہ شرائط نہ پائی جائین تو لطف نہین باقی رہتا پس نہ ظاہر ہونا اسکا بعضے مواضع مین
بسبب پاے جانے بعض موانع کے ضابطہ لطف کو برہم نہین کرتا پس شیعون کی غرض لطف کے خدا پر واجب کرنے کی یہ ہی کہ
تحقق اسکا اسوقت ہوتا ہی کہ جب اسکی شرائط مجتمع ہون اور موانع اسکے مرتفع ہون اور الطاف بھی کئی طرح پر ہین بعض الطاف عام ہین
اور بعض الطاف خاص ہین اور الطاف عامہ کی شرائط و موانع بہ نسبت الطاف خاصہ کے کم ہوتی ہین اور مصالح اسکے ظاہر
اور واضح ہوتے ہین تفصیل اسکی انشاء اللہ بیان ہوگی اور امامت ایک لطف عام ہی اور موانع کا اسمین منتفی ہونا سب کو معلوم ہی
اور اسی جہت سے محقق طوسی علیہ الرحمہ نے تجرید مین فرمایا ہی کہ اسکا محصل یہ ہی کہ امام لطف ہی پس اسکا نصب فرمانا خدا پر
واجب ہی اور مفاسد کا اسکے منتفی ہونا معلوم ہی اور منحصر ہونا لطف کا اسمین صاحبان عقل کو معلوم ہی اور پایا جانا اسکا لطف ہی اور
صاحب تصرف ہونا اسکا لطف ہی خواہ وہ تصرف کرے یا نہ کرے بنا بر اسکے جو منقول ہی جناب امیر علیہ السلام سے کہ فرمایا آنحضرت نے
کہ زمین خالی نہین رہتی حجت خدا سے کہ وہ یا ظاہر و مشہور ہوتا ہی یا خائف اور پوشیدہ رہتا ہی تا کہ حجت ہاے الٰہی اور اسکے بینات
باطل نہو جائیں اور تصرف ظاہر اسکا دوسرا لطف ہی اور یہ تصرف معدوم نہین ہوتا مگر بندون کی طرف سے اور انکے سوء اختیار

یہی محصل کلام ہے اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بعض الطاف بسبب بعض موانع کے جو راہ کا کانٹا ہو جاتے ہیں فوت
ہو جاتے ہیں پس لطف واجب نہو گا مگر جبکہ موانع کا ارتفاع ہو یعنی کوئی مانع نہو پس امام فخر رازی نے اور جو انکی طرح اس مقام پر
نقض کے وارد کرنے میں پیش قدمی کر گئے وہ انکے اصل مطلب کے نہ سمجھنے سے ہوا ورنہ کبھی ایسا نہ کہتے وتفصیل اس اجمال کی
یہ ہے کہ حق تعالی نے جو مبدء فیاض ہے اور انواع ممکنات کو اُسنے پیدا فرمایا ہے بحسب لیاقت ہر نوع کے فائضہ طرح طرح کے
فیضوں کا اصناف موجودات پر فرمایا ہے پس فرشتوں کی نوع کو کہ انمین قوائے شہوانی نہ تھی اور اسی طرح ہوائے نفسانی سے
معارضہ نہ کرتے تھے انمین اور اس جہت سے وہ سب صلاحیت عصمت کی رکھتے تھے اپنے لطف و رحمت سے انکو اس
صفت کے ساتھ ممتاز فرمایا اور نوع انسانی کو موافق مراتب امتزاجات عناصر و ارکان کے اور معارضات قوائے حیوانی
وغیرہ کے کہ گویا مختلف الحقیقت اور مختلف الماہیات و ہویت تھے اور مصداق کلام ملائکہ کے تھے جو انہوں نے وقت خطاب
انی جاعل فی الارض خلیفہ کے عرض کیا تھا اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک
قال انی اعلم ما لا تعلمون موافق اپنے مراتب علم کے درجہ بدرجہ انمین لطف ہائے ظاہرہ اور پوشیدہ سے سرفراز فرمایا جو لائق عصمت تھے
انہیں معصوم گردانا اور جو لائق عصمت کے نہ تھے انہیں لطف عاصم سے محروم رکھا پس منجملہ شروط نازل لطف عصمت سے
پہلے شرط اجتبا اور اصطفا ہے یعنی پاک و صاف ہونا گناہوں سے کہ یہ ہر فرد کو افراد انسانی سے میسر نہیں ہو سکتا اور از جملہ موانع
اس لطف کے مبذول ہونے سے لائق نہونا مخلوق کا ہے متصف ہونے سے ساتھ وصف بزرگ عصمت کے پس جیسا کہ
منصب نبوت کے واسطے اجتبا اور اصطفا درکار ہے اسی طرح عصمت اور امامت کے بھی واسطے یہ بات ضرور ہے کتاب النبوت
کی بحث عصمت میں شیخ مفید علیہ الرحمہ سے قول نقل ہو چکا ہے کہ انہوں نے فرمایا اسکا محصل یہ ہے کہ عصمت اس سے مانع نہیں ہے
کہ وہ صاحب عصمت قبیح کے کرنے پر قادر ہو اور نہ معصوم کو اچھا فعل کرنے پر مضطر کرتی ہے اور نہ حد الجا کو فعل حسن کے بجالانے
میں ہو جاتی ہے بلکہ وہ ایسی چیز ہے کہ حق تعالی اُسے جانتا ہے کہ جب اُسے کسی بندے کو اپنے بندوں میں سے عطا فرمائیگا تو پھر وہ
بندہ معصیت کو اپنے لیے اختیار نہ کریگا اور باوجود قدرت معصیت کے یہ بات جملہ مخلوقات کے لیے حاصل نہیں بلکہ جو ابرار
و نیکوکار ہیں یہ انہیں کا حال حق تعالی کو معلوم ہے جیسا کہ فرماتا ہے ان الذین سبقت لہم منا الحسنی الخ اور فرماتا ہے ولقد اخترناہم
علی علم علی العالمین اور جملہ شرائط لطف سے دوسری شرط یہ ہے کہ چاہیے حد الجا اور اضطرار کو نہ پہونچے اور امتحان و اختیار
کی منافی نہو جیسا کہ پیشتر مذکور ہو چکا ہے شیخ حضرات اہلسنت ابو منصور نے کہا ہے کہ العصمۃ لا تزیل المحنۃ ای الابتلاء و معناہ
انہ لا یجبر علی الطاعۃ ولا یعجزہ عن المعصیۃ بل ہی لطف من اللہ یحملہ علی فعل الخیر ویزجرہ عن الشر مع بقاء الاختیار
تحقیقا للابتلاء کذا فی عصمۃ الانبیاء للشیخ عبد اللہ الانصاری رحمہ اللہ اور اگر حق تعالی اپنے ارادے اور لطف قہری سے
چاہتا تو خصوصیت ائمہ کے نائبوں کی اور قاضیوں کی نہ تھی بلکہ سب معصوم اور محفوظ خطا و گناہ سے ہوتے اور کسی طاقت نہ تھی
کہ گناہ کر سکتا ولیکن اس صورت میں اختیار اور آزمائش بنا بر اظہار حال فرمان بردار اور نافرمانی کے اور ثواب و عقاب برہم

ہوجاتا جیسا کہ تفسیر مجمع البیان مین ذیل کریمہ ولو شاء الله ما اشرکوا کی تفسیر مین اہلبیت علیہم السلام سے منقول ہی
ولو شاء الله ان یجعلهم کلهم مومنین معصومین حتی کان لا یعصیه احد لما کان یحتاج الی جنة ونار ولکنه امرهم
ونهاهم وامتحنهم واعطاهم ماله علیهم به الحجة من الالة والاستطاعة لیستحقوا الثواب والعقاب تیسری شرط یہ
کہ انتظام عالم کے لیے مخل نہو چوتھی یہ کہ مشتمل اوپر مفسدہ کے اسکی بہ نسبت یا دوسرے کے لیے نہو پانچوین یہ کہ حق تعالی
جانتا ہو کہ لطف مقرب اس جماعت کے حق مین اصلح اور نافع یا اتمام حجت مین دخل ہوگا اور جب شرائط وموانع لطف کا
بیان ہوچکا تو اب یہ سمجھنا چاہیے کہ جہان بحسب ظاہر حال لطف متحقق نہین ہوا وہان کوئی شرط ان شرائط سے نہ پائی گئی ہوگی
پس وہ اس لطف سے نہین جسمین ہم کلام کرتے ہین اور کہتے ہین کہ نظر بحکمت خدا پر واجب ہی خارج ہوگا اور یہ لازم نہین ہی کہ جو چیز
بادی نظر مین یہ معلوم ہو کہ لطف ہی وہ اس لطف مین منسلک ہوجاے جس سے بحث ہورہی ہی اور اسکا کرنا خدا پر واجب ہی جیسے کہ
امام فخر رازی نے لطف گردانا ہی اور ملا طاہر قمی نے بیان کیا ہی اگر بسبب بعض شرائط کے مفقود ہونیکے علم خدا مین لطف نہو
تو محل تعجب کیا ہی کیونکہ بہت سے امور بادی نظر کے دیکھنے مین مستحسن معلوم ہوتے ہین اور نفس الامر مین وہ اسکے برخلاف ہوتے ہین
اور اس بیان کو موید وہ روایت ہی جو جناب امام رضا علیہ السلام سے مروی ہی خلاصہ اسکا یہ ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے
فرمایا کہ حق تعالی نے ارشاد فرمایا کہ بعضے بندے میرے وہ ہین جنکی صلاح فقر مین ہی پس اگر مین انہین غنی و مالدار کردون تو یہ
تونگری انہین فاسد اور خراب کردے اور بعضے بندے میرے ایسے ہین کہ انکی اصلاح صحت مین ہی اگر مین انہین بیمار کرون
تو مرض انکی تخریب اور فساد کا سبب ہوجاے اور بعضے بندے میرے ایسے ہین کہ انکا مناسب حال اور مصلح مرض ہی اگر
انہین مین صحیح الجسم کردون تو وہ صحت انہین خراب کردے اور موجب انکے فساد کا ہو اور تحقیق کہ بعضے بندے میرے ایسے ہین
کہ وہ میری عبادت مین کوشش بہت کرتے ہین اور راتون کو میرے سامنے کھڑے رہتے ہین پس مین انپر خواب و غنودگی کو
مسلط کرتا ہون بنظر انکی صلاح امر کے پس جب سو جاتے ہین اور صبح کو اٹھتے ہین تو اپنے نفس کو ملامت کرتے ہوے اٹھتے ہین
اور اگر مین انہین انکے حال پر چھوڑتا اور وہ اپنے ارادے کے موافق تمام شب عبادت و قیام مین بسر کرکے صبح کرتے تو انکی
طبیعت مین عجب داخل ہوتا بسبب اپنے عمل کے انتہی پس اب اگر کوئی یہ گمان کرے کہ صحت میرے واسطے مقرب طرف
طاعت کے ہی یا اصلح ہی بہ نسبت مرض کے یا گمان کرے کہ تونگری میرے لیے بہتر ہی فقر سے یا شب بیداری سونے سے
بہتر ہی تو یہ بات نظر ظاہر مین تو البتہ ایسی ہی لیکن کوئی اس بات پر یقین اور اپنے خدا پر تحکم نہین کر سکتا کیونکہ بسا ہی کہ یہ اسکا عام حال ہو
کیونکہ ہر چند موافق خبر کے نعم العون علی التقوی الغنی تونگری مقرب طرف طاعت کے ہی لیکن بمدلول کریمہ ان الانسان
لیطغی ان راه استغنی طاعت سے دور کرنے والی ہی اور معصیت کبیر و سنگبار سے قریب ہی لیکن یہ دونون قضیہ خبریہ بھی باہم
منافات نہین رکھتے پس ایسا اور اسکا غنا اس قسم کا مصداق ہوگا جو دعا مین معصوم علیہ السلام سے ماثور ہی فان البطاعنی
عتبت بجهلی علیک ولعل الذی ابطاعنی هو خیر لی لعلمک بعاقبة الامور بالجملہ حق تعالی بندون کے حق مین انہی جو کچھ کہ اصلح ہی

اسے عمل مین لاتا ہی تفسیر صافی مین ضمن تفسیر بیان قصہ ایوب پیغمبر علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام مین منقول ہی کہ لا یفعل بعبادہ الا
الاصلح لہم ولا قوۃ الا باللہ اور توفیق ولطف سب اصلح کی افراد سے ہین جیسا کہ اوپر مذکور ہوا پس حق تعالیٰ مصلحتون کو اور حکمتون کو
اور استعداد مواد اور بقاے اختیار اور انتظام عالم اور انتفاے مبانی فساد کو جملہ امور مین ملحوظ رکھتا ہی اور جو ظاہر نظر مین لطف معلوم ہو
وہ اسکا لزوم نہین رکھتا کہ واقع مین بھی لطف ہو اور اسی جگہ سے ہی کہ امام فخر رازی نے کتاب نہایۃ العقول مین اصل لطف کو
باحتمال اسکے مفسدہ پر مشتمل ہونے کے منع کیا ہی حالانکہ مقامات مختلف ہوتے ہین سب کا ایک حال نہین ہو سکتا بعض ایسے
مقام ہین کہ وہان مصلحتین عام ہین اور ظاہر ہین کہ مفاسد کا ہونا انمین بہت واضح ہین اور بعض مقامات ایسے ہین کہ وہان مفاسد
اور مصالح دونون پوشیدہ ہوتے ہین اور ناقص عقلین ہر مصلحت جزئی اور مفسدہ جزئی تک نہین پہونچ سکتین پس مفسدہ کے
احتمال کو اصل لطف مین پیدا کرنا اور جو چیز کہ لطف کی صورت کے ساتھ متخیل ہو اسکے لیے وجوب کی تعمیم کرنا والا دونون باتین
مکابرہ ہین اور شاہد و موید اس بیان کا حق تعالیٰ کی عادت ہی جو نصب انبیا اور اوصیا مین جاری ہی وللہ الحجۃ البالغۃ و
لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا اور جو کچھ کہ اس سے حق تعالیٰ نے ترک فرمایا ہی اسکا کرنا اسپر واجب نہین ہی جیسا کہ وہ قضیہ بحث عدل
کا ہی جسے ہم بدلیل عقل ونقل ثابت کر آئے ہین پس جو کچھ خدا نے مثل قاضیون کے یا ائمہ علیہم السلام کے نائبون کے
معصوم ہونے کو اختیار نہین فرمایا اسکی نسبت ہم یقینی جانتے ہین کہ یہ فعل اسکا مصلحت وحکمت سے خالی نہین ہی یعنی
قضات ونوابین کی عصمت مین کوئی حکمت نہ تھی اور اسکا ترک فرمانا مفسدہ کے باعث سے ہوگا اگرچہ اسکی تفصیل ہم
نہ جانتے ہون کہ وہ مفاسد کیا کیا ہین اور یہ جاننا ہمارا اسکا ویسا ہی کہ جو ہم مسئلہ حسن وقبح عقلی مین بالاجمال بطریقہ برہان
واستدلال جان چکے ہین اور کہہ چکے ہین کہ اجمالی حکم ہر فعل اور ترک مین حسن وقبح ذاتی کا معلوم اور متیقن ہی باقی رہی تفصیل پس
ہر جگہ ہماری عقل کو اسکے دریافت کرنے کی طرف راہ نہین مل سکتی اور اسی جگہ سے ہی کہ بعثت انبیا اور نصب ائمہ کی طرف
حاجت پہنچوانے کو اور بیان کرنے کو احکام ہمیشہ کے ضرور متعلق ہوتی ہی پس یقینی ہم جانتے ہین کہ قضیہ منفصلہ حقیقیہ فعل یا
حسن ہی یا قبیح ہی یہ شارع کے حکم سے قطع نظر کر کے بھی پہونچا ہی اور حکم شارع شاہد کاشف ہی اسکے صادق ہونے پر اور شاہد ہی
اس پر کریمہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی اور اگر عقل بعض مقامات کی خصوصیات تک
نہ پہونچ سکے تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ کسی جگہ عقل حسن وقبح کو دریافت نہین کر سکتی اور وہ راست گوئی جو نافع ہو یا
عدل وداد کا اچھا ہونا اور دروغ گوئی جو مضر ہو اور ظلم کرنا اور بناے فساد کا بد اور قبیح ہونا ایسے بھی نہ جان سکے اسی طرح
ہم استدلال کے ساتھ حکم کرتے ہین کہ اصلح اور لطف اور وہ بعض امور جنکا لطف ہونا خواہ ببداہۃ عقل یا بہ براہین قطعیہ ثابت ہی
حکیم علی الاطلاق پر واجب ہی اور انکی شرائط کو ہم جانتے ہین اور ان مواضع مین انکا ارتفاع موانع کو بداہۃ عقل سے ہم پاتے ہین
اگر اسمین متکلمین تشکیک اپنی بوالہوسی سے بذریعہ مکابرہ کرین تو کسی طرح ہمارے اس اختیار مذہب کے استقلال مین اختلال کو
دخل نہین ہو سکتا اور امر امامت اسی قبیل سے ہی کیونکہ اسکا لطف ہونا ایسا ظاہر ہی کہ جسکے واسطے دلائل دقیقہ کی طرف رجوع

کرنے کی حاجت نہین ہی اسی جہت سے جب ہشام نے شامی سے کہا کہ آیا تیرا پروردگار اپنی خلق کا ناظر زیادہ ہی یا اُنکی خلق
اپنے نفوس کے مصالح کو زیادہ دیکھتی ہی تو بولے اُسکے کہ فکر کرتا شامی جو مخالف تھا اُسکی بھی زبان پر کلمہ حق جاری ہوا اور کہا
کہ بلکہ پروردگار زیادہ تر ناظر خلق ہی اور ایسے احتمالات رکیکہ کو کہ بدیہت عقل کے برخلاف ہون کوئی شخص سُننے لگے اور اُسکے
ذریعے اُس چیز کو جسے بادلہ قطعیہ ثابت کیا ہو شک کر کے چھوڑے تو پھر کوئی حکم ثابت نہین رہ سکتا اور مرتبۂ اثبات کو
نہین پہونچ سکتا جناب غفران مآب نے عماد الاسلام مین فرمایا ہی کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جیسا امام فخر رازی نے
کہا ہی کہ ضروری معنی لطف مین کہ قید خالی ہونے کی اُسکے جمیع مفاسد سے بڑھائی جاے تو ہم کہینگے کہ امامت ہی قبیل سے
اور دلیل اسپر پہلی یہ ہی کہ جملہ اہل ملل و ادیان مختلفہ نے اسپر اتفاق کیا ہی کہ غنی قدیر اور حکیم خبیر اگر ایسے رئیس کو جو معصوم اور بنی الجملہ
محفوظ ہو خلق مین نصب نہ فرماے تو مستحق مذمت و ملامت کا ہوگا جیسا کہ عدل و داد اور صدق نافع اور اُسکے امثال
جو محاسن عقلیہ سے ہین اُسکے ترک مین حکم کرتے ہین کہ اُسکی مذمت حکیم خبیر کی طرف رجوع کرتے ہین پس اگر اُسکا اچھا ہونا
اور مفاسد اور وجوہ قبیح سے خالی ہونا ضروری نہوتا تو یقینی حکم جزمی اُسکے ساتھ نہ کرتے اور دوسرے یہ کہ اگر ان خیالات و
اوہام کی امثال عقلمندون کی نظر مین توجہ کے لائق ہوتی تو اُنپر لازم آتا کہ بہت سی جہالتین کرتا اور اُن مین واقع ہوتی
از انجملہ یہ بات کہ کہہ سکتے ہین کہ شکر خدا واجب نہین ہی کیونکہ شائد جو کچھ کہ ہمارے دیکھنے مین نعمت معلوم ہوتی ہی مثل ارسال انبیا کے
اور آسمان سے کتابون کے نازل کرنے کے اور درختون کے اگانے کے اور اُنمین پھلون کے پیدا کرنے کے اور پانی کے بہانے کے
اور نہرون کے جاری کرنے کے شائد یہ سب کسی وجہ سے مفسدہ پر مشتمل ہون اور ہمارے لیے مضر ہون اور جب ایسا ہوا تو نعمت
نہونگے پس شکر کسی نعمت پر واجب نہوگا انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ اور اُس سے بھی زیادہ ترقی یہ ہی کہ یہ کہہ سکتے ہین کہ شائد
کچھ شکر مین مضرت ہو اور اسی لیے بعضے متوہمین نے یہ توہم کیا ہی کہ چونکہ ہمارا شکر ناقص ہی کہ وہ از قسم استہزا اور سخریہ کے ہی
پس ایسا شکر کسطرح واجب ہو سکتا ہی اور ظاہر ہی کہ اس جہالت سے بڑی خرابی لازم آتی ہی کیونکہ اصل شکر منعم کا واجب ہونا
جو دلیل معرفت کا مبنا ہی اور معرفت الٰہی کا واجب ہونا ہاتھ سے جاتا ہی اور جب شکر منعم اور معرفت ہی واجب نہوئی تو آگے کام
شریعت کا کیونکر چل سکتا ہی اگر کوئی اس جگہ کہے کہ یہ بات تو بنا بر امامیہ کے لازم آتی ہی جو وجوب معرفت کو عقلی جانتے ہین
اور بنا بر اہلسنت کے کیا قباحت اس سے لازم آئیگی کیونکہ وہ وجوب معرفت کو سمعی کہتے ہین پس وہ دلیل عقلی کے محتاج
نہونگے تو اُسکے جواب مین کہنا چاہیے کہ یہ کلام اشاعرہ کا ہی جو ابو الحسن اشعری کے تابع ہین بالاتفاق یہ سب کا مذہب نہین ہی
کیونکہ ابو حنیفہ کوفی کہ امام اعظم اُنکے اور سر گروہ کوفیان ہین وہ اور اُنکے بعض اتباع وجوب معرفت کے من جہت العقل قائل ہوے
ہین جیسا کہ کتاب مسلم مین مولوی محب اللہ بہاری کی جو حضرات حنفیہ کے نزدیک مسلم الثبوت ہی تصریح اس امر کی واقع ہی پس یقینی
یہ حضرات اس توجیہ پر راضی نہونگے علاوہ اسکے معرفت الٰہی کا سمعی واجب ہونا حقیقت مین بدیہی البطلان ہی کیونکہ جو خدا کو
نہین پہچانتا وہ پیغمبر کو اور اُنکے قول کو کیا جانے گا اور کسطرح اُسے حجت سمجھے گا بلکہ پناہ بخدا اس تقدیر پر خدا کی حجت مفقود و ناتمام

اور خلق کی حجت تمام اور قاہر و غالب ہوگی اور اسکی برائی ہر عاقل پر پوشیدہ نہین رہ سکتی پس وجوب معرفت کو سمعی
کہنا بناے فاسد ہی اور اس جگہ کلام کی بنا کو اُسپر قائم کرنا بناے فاسد علی الفاسد ہوگا اور لائق کان رکھنے کے نہین ہوسکتا
پھر جناب غفران مآب نے فرمایا ہی کہ اور اس چیز سے کہ جس سے اُنپر ہمارا تیقن لازم آتا ہی یہ بات ہی کہ کہا جاے کہ کیون
نہین جائز ہوتا کہ ہمارے سامنے بڑے بڑے پہاڑ سوا اُسکے ہون جنہین ہم دیکھتے ہین اور اسی طرح بہت مخلوقات خدا کی
اور بہت درندے ہون اور عادت اُنکے دیکھنے کی جاری نہوئی ہو اسسے ہم انھین نہین دیکھتے اور اسی جملہ سے یہ ہی کہ کوئی
کہے کہ بعض افراد چار کے ایسے ہون جو زوج نہین ہین اور کل اُنکی خبر سے کسی مانع کے باعث سے بند ہوا اور ان سب کی خرابیان
جیسی ہین وہ ظاہر ہین پھر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جو تمنے کہا نہین ہوسکتا کیونکہ عقل چار کے عدد کی زوج ہونیکو یقین
کرتی ہی اور جانتی ہی کہ چار ہین اور اُسکے زوج ہونے مین لزوم ہی زوجیت کا اُسسے انفکاک نہین ہوسکتا تو اُسکے جواب مین ہم
کہینگے کہ تم حکم عقلی سے استدلال و احتجاج کیون کرتے ہو حکم عقل تو تمھارے نزدیک پایہ اعتبار سے ساقط ہی اور بر تقدیر تنزل
یہ محتمل ہی کہ شاید کسی ایک شخص کی عقل تم مین سے ایسا حکم کرے اور دوسرے کی عقل اور کچھ کہے اب رہا یہ کہ استقرا اگرچہ یعنی ہر ہر شخص کی
عقل کا حکم دیکھین تو یہ اول تو متعذر ہی اور دوسرے جب خلاف اُسکا ممکن ہو تو مفید یقین کو نہین ہوسکتا انتہی کلامہ
جناب سید نے فرمایا ہی کہ طریقہ اثبات بعثت نبی کا بلکہ اُسکا حسن اور واجب ہونا اور امام کے نصب کا واجب اور حسن ہونا
آپسمین قریب قریب ہین جیسا کہ اول مین ہم اسے کہہ چکے ہین پس جب بعثت کے حسن اور اچھا ہونے کو اور اُسکے واجب ہونے کو
ہم قطعی اور یقینی دلیلون سے ثابت کر چکے اور وہ کاشف اسکا ہی کہ اُس سے بعثت کا حسن ثابت ہوا تو بعد ثابت ہونے کے
اب احتمال موہوم مفسدہ کا اُسمین کیونکر قدح کر سکتا ہی پس ایسا ہی امامت کا حال ہونا چاہیے مولانا مجلسی علیہ الرحمہ نے کتاب
عین الحیات مین جو فرمایا ہی اسکا محصل یہ ہی کہ جان تو کہ امامت عبارت ہی اولی التصرف اور صاحب اختیار ہونے سے دین و دنیا مین
اُمت کے بسبب جانشینی پیغمبر خدا کے اور جو دلیلین وجود نبی کی ہین اُنسے ظاہر ہوا ہی کہ اصلاح ناس اور انکی ہدایت اور انکی
آپسمین جو نزاع وجدال واقع ہوتی ہی اُنکا رفع کرنا ممکن نہین ہی کہ بے ایسے شخص کے جو رئیس و حاکم ہو میسر ہوسکے جیسا کہ حضرت
امام رضا علیہ السلام نے کتاب علل مین فضل ابن شاذان سے فرمایا ہی کہ جب خداوند عالم نے بندون کو چند تکلیفین فرمائین تو
چند اندازے اپنے اوامر و نواہی کے لیے مقرر فرمائے اور حکم فرمایا کہ وہ بندے اُن حدون سے جو مقرر ہوئی ہین آگے
نہ بڑھین ورنہ اُنکے فساد و خرابی کا سبب ہوگا پس ضرور ہی کہ ہر کسی امین کو معین فرما دے کہ وہ انھین تجاوز و تعدی کرنے سے
اور محارم کے مرتکب ہونے سے مانع ہو کیونکہ اگر ایسا شخص نہو تو کوئی شخص اپنے فائدے اور لذت کو دوسرے کی مفسدت کے لیے
نہ چھوڑے گا جیسا کہ نفوس و طبائع انسانی کے خصائص کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہی پس اسی لیے خدا نے ایک قیم اور امام
اُنکے لیے مقرر فرمایا کہ انھین حدود کی خرابی سے منع کرے اور احکام الٰہی کو اُنکے بیچ مین جاری کرے جیسا کہ ظاہر ہی کہ کسی فرقہ کا
فرقون سے اور کسی ملت کا ملتون سے بے سر گروہ رئیس کے تعیش اور باقی رہنا نہین ہوسکتا پس کیونکر جائز ہو کہ حکیم علیم

اتنی بڑی خلقت کو خالی چھوڑ دے ایسے امام سے جو انکے احوال کی اصلاح کرے اور دشمنون سے انکے لڑے اور مال غنیمت
اور صدقات کو عدالت کے ساتھ انمین تقسیم کرے اور جمعہ و جماعت کو انمین برپا کرے اور ظالم کی شر کو مظلوم سے دور کرے
اور یہی اگر امام خلق مین نہو کہ وہ پیغمبر کے دین کی حفاظت کرے تو ہر آئینہ ملت مندرس ہو جاے اور دین برطرف ہو اور
خدا کے حکم متغیر اور تبدیل ہو جائین اور ارباب بدعت اور ملحدین امور دین اور احکام شرع مبین مین زیادتی اور کمی بہت
کر ڈالین اور بہت سے شبہے مسلمانون مین پیدا کر دین کیونکہ جسطرح دیکھتے ہو ظاہر ہی کہ سب خلق کی عقل ناقص ہی اور انکی خواہشون مین
اور رایون مین بہت اختلاف ہی اور ہر ایک اپنی خواہش کے موافق ایک راے پیدا کرتا ہی پس اگر کوئی دین کا حافظ نہو تو بہت
جلد دین باطل ہو جاے انتہی محصل کلامہ اور یہ سب باتین ایسی ظاہر ہین کہ توجیہ کی حاجت نہین ہی مگر یہ کہ چشم بینا ہی
نہو تو مجبوری ہی پس بعثت کا حسن اور نبی اور امام کے نصب کا وجب ہونا ضروریات خلق امام سے ہی اور اسکے وجود کی
ضرورت حکمت حکیم مطلق مین اور اسکا مفاسد سے خالی ہونا اور مصلحتون پر مشتمل اور مقترن ہونا بہت ظاہر اور بدیہیات سے ہی
اور اسی جگہ سے ہی کہ فریقین کی روایات مین وارد ہوا ہی کہ اگر زمین مین دو شخص بھی باقی رہینگے تو سوقت ضرور ہی کہ ایک انمین سے
خدا کی حجت ہوگا اخوند صاحب نے عین الحیات مین بسند ہاے معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہی
کہ فرمایا انحضرت نے کہ اگر زمین مین سوا دو شخصون کے اور کوئی نہ رہ جاے تو یقینی ایک انمین سے امام ہوگا اور اسی کے
قریب ہی جو روایت صحیح مسلم مین ہی اور بسند معتبر پیغمبر خدا سے منقول ہی کہ جبرئیل پیغمبر خدا پر نازل ہوے اور کہا کہ حق تعالی فرماتا ہی
کہ ہرگز زمین کو مین نے خالی نہین چھوڑا مگر یہ کہ ایک عالم اور امام رہیگا کہ وہ میری طاعت اور ہدایت کو میرے بندون کو پہنچایگا
اور ایک پیغمبر سے دوسرے پیغمبر تک خلق کی نجات کا باعث ہوگا اور یقینی ہر قوم کے لیے ایک ہدایت کرنے والا ہی کہ وہ
نیک بختون کو ہدایت کرتا ہی اور میری حجت کو بدبختون پر تمام کرتا ہی اور بھی انحضرات سے منقول ہی کہ ہرگز زمین خالی نہین ہتی اس
شخص سے جو دین کی زیادتی اور کمی کو جانتا ہی کہ اگر خلق دین کو زیادہ کرین تو وہ زیاتی کو گرا دیتا ہی اور اگر کم کرین تو کمی کو وہ
پورا اور تمام کر دیتا ہی اور اگر یہ نہو تو مسلمانون کے امور مختلط اور مشتبہ ہو جائین اور حق اور باطل مین فرق نہ کر سکین الی غیر ذالک من
کہ یہ اخبار معتبر تنبیہات مین یا نہین اور اچھی طرح تفکر کرکے دیکھو تو ہر ایک حدیث انمین سے براہین واقعہ حقہ پر مشتمل ہی اور سوا اسکے
سعد بن عبداللہ قمی نے ایک بڑی حدیث جناب صاحب العصر علیہ السلام و علی ابائہ الکرام سے نقل کی ہی ملخص اسکا یہ ہی کہ انحضرت
کی کم سنی کے زمانے مین راوی کہتا ہی کہ مین نے عرض کیا کہ فرمائیے پھر کیا دلیل ہی کہ امت اپنے لیے امام خود اختیار سے اپنے
مقرر نہین کر سکتی فرمایا کہ اگر یہ امام خود اختیار کرین تو آیا ایسے امام کو اختیار کرینگے جو انکے احوال کی اصلاح کرے یا ایسے کو اختیار
کرینگے جو خراب و فاسد کرے انکے حال کو مین نے عرض کیا کہ ایسے کو اختیار کرینگے جو انکی صلاح کا موجب ہو فرمایا کہ کیونکر جانینگے
کہ یہ صلاح کا انکی سبب ہی حالانکہ اسکے جو دل مین ہو اس سے یہ خبردار نہین ہو سکتے کبھی ایسا ہی کہ جسے اپنے گمان مین مصلح جانتے ہین
وہ انجام مین مفسد نکلتا ہی اسی جہت سے نہین ہو سکتا کہ بندے اپنے لیے امام کی تعیین کر سکین یہان تک کہ فرمایا کہ موسی کلیم اللہ نے

کہ حق تعالی نے انھین کمال عقل و علم عطا فرمایا تھا اور وحی انپر نازل ہوتی تھی ستر شخص کو اپنی قوم و لشکر سے اختیار کیا تھا کہ اپنے ساتھ
کوہ طور پر لیجائین کہ ان سب کو مومن و مخلص اعتقاد جانتے تھے آخر کو ظاہر ہوا کہ یہ سب منافق تھے جیسا کہ حق تعالی قرآن مین انکے
حال کو بیان فرماتا ہی پس جبکہ برگزیدہ خدا ایسے اصلح امت جانین اور وہ افسد امت ظاہر ہو تو اب کیا اعتماد ہو سکتا ہی اس شخص پر
جسے عوام الناس نے انتخاب و اختیار کیا ہو کیونکہ وہ مافی الضمیر کسی طرح نہین جان سکتے پس چاہیے کہ امام اُسکی طرف سے منصوب ہو
جو ضمائر و خفیات امور کا عالم ہو فقط اور چونکہ نبی و امام کی ضرورت کافہ انام کی نظر مین ضروری ہی جیسا کہ قول علامہ تفتازانی کا جو مطول
مین کہا ہی اور اوپر مذکور ہو چکا اسپر شاہد ہی اور اس حدیث سے جو جناب صاحب الزمان علیہ الاف التحیۃ من الملک المنان سے
منقول ہوئی صاف واضح ہوا تو اب بدلیل عقلی و نقلی ثابت ہو چکا کہ امام بدون تعیین خدا متعین نہین ہو سکتا پس امام کا نصب
فرمانا بنظر کرم و حکمت خدا کے خدا پر لازم و واجب ہوگا اور احتمال معارضہ مفسدہ کا اسے مانع نہین ہو سکتا والا یہ سب دلیلین وجوب
بعثت کی اور نصب امامت کی مقدوح اور ساقط از اعتبار ہونگی کیونکہ جسطرح امام فخر رازی نے مقابل ادلہ نصب امام کے
مفسدہ کے پیدا ہو جانے کے احتمال سے معارضہ کیا تو اسی طرح ممکن ہی کہ منکرین نبوت سے کوئی شخص بمقابل وجوب بعثت کی
دلیلون کے بھی کہے کہ ضبط قوانین شاید کسی مفسدے پر مشتمل ہو اور شارع کی تعیین فساد کا باعث ہو پس جسطرح کہ یہ احتمال دور
از کار ادلہ بعثت کو قدح نہین کر سکتا اسی طرح ادلہ نصب امام مین بھی قادح نہین ہو سکتا اور جسطرح کہ ہم تعیین و نصب امام کے
خدا پر یقینی واجب ہونے کے لیے کہتے ہین اسی طرح ان بعض امور کو جنکا لطف ہونا اس مرتبہ مین نہین ہی انکے واجب ہونے کا
یا نہ واجب ہونے کا یقین نہین کرتے اور اُنکی معرفت کو ادلہ سمعیہ پر موقوف رکھتے ہین اور جب یہ ہوا تو قاضیون کی عصمت
اور حکام کا معصوم ہونا جیسا کہ امام فخر رازی نے گمان کیا ہی چند وجہون سے محل نظر اور کلام ہوگا پہلی یہ کہ اُسکا لطف ہونا
اور مفاسد سے خالی ہونا بدیہی نہین ہی اور جو شخص کہ اُسکا ادعا کرے اُسکا اثبات و بیان اُسکے ذمہ ہی ہمین معارضہ کرنے کو
فقط منع کافی ہی دوسری یہ کہ منع کی سند بھی ہم ایسا ذکر کر سکتے ہین پس کہتے ہین کہ فضل ابن شاذان نے علل الشرائع مین ائمہ کے
متعدد ہونے کی وجہ مین کہا ہی کہ اُسکا حاصل یہ ہی کہ واحد کا فعل و تدبیر مختلف نہین ہوتا اور دو شخصون کے فعل و تدبیر مین
اتفاق نہین ہوتا اور یہ اسلیے ہی کہ ہمنے نہین دیکھا مگر یہ کہ جب دو ہونگے تو انکی ہمتین اور ارادے مختلف ہونگے تو جب دو امام
ہون اور اُنکی ہمتین اور ارادے مختلف ہون اور دونون واجب الطاعت ہون تو ایک اپنے دوسرے کی بہ نسبت اولی
طاعت کے ساتھ نہوگا تو ایسے وقت مین یہ بات خلق کے اختلاف و فساد کا سبب ہوگا انتہی اور جناب سید سند نے اس
تقریر کی تقریب مین فرمایا ہی کہ ہر چند عصمت کی صورت مین یہ بات مستبعد معلوم ہوتی ہی کہ ایک کی راے دوسرے کے
مخالف ہو لیکن مصالح مین مزاجون کا اختلاف بہ نسبت پیغمبرون کے اور اماموں کے بھی مستغرب نہین ہی مثلاً کسی کو صبر کرنے کی
قوت زیادہ تھی مثل حضرت نوح کے جو بہت مدت تک اپنی قوم کے کافرون سے کیا کیا اذیتین نہ اُٹھایا کیے اور سب پر
متحمل ہوے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی فلبث فیہم الف سنۃ الا خمسین عاما اور انکے مقابل مین دیکھیے حال حضرت

یونس کا اور حضرت ادریس کا کہ تھوڑے زمانے مین اپنی قوم کی جہالت کے دیکھنے کے متحمل نہوسکے اور عذاب کا نازل ہونا
اپنی امت پر طلب کیا خدا سے اور آخر کو انکی امت نے عذاب نازل ہونے کے بعد بسبب توبہ و انابت و تضرع و ابتہال کے
عذاب سے نجات پائی اسی طرح اسکے نظائر بہت ہین پس جب تک کہ ایک تابع اور دوسرا متبوع نہو تو نظام نہین ہوسکتا
اور تابع ریاست عامہ کے درجے سے جو مرتبہ امامت کا ہی خارج ہوجاتا ہی اسی طرح یہ خوبیان صورت مین کہ قاضی اور حکام بھی
متعدد ہون تو متصور ہوتے ہین تیسری وہ ہی جو جناب غفران مآب نے فرمایا ہی کہ اگر ائمہ ایک وقت مین متعدد ہون تو
انکی قدر و منزلت کم ہوجاے اور بسبب کثرت کے انکی وقعت دلون مین خلق کے نہ باقی رہے اور جو فرقہ کہ ایک امام کا
تابع ہو وہ دوسرے کی اطاعت و تبعیت نہ کرے بخلاف اسکے کہ جب خدا کی طرف سے ایک رئیس ہو تو اس وقت مین
اسکے واسطے بزرگی اور فضیلت کامل حاصل ہوگی اور یہ وجہ بہت قوی ہی اس بارے مین جسکا ہم جواب دے رہے ہین
اور اسے منع کر رہے ہین کیونکہ زیادتی و کثرت قاضیون کی اور حاکمون کی ہر جگہ اور ہر مقام پر سب کو معلوم ہی اور اس صورت
مین نظام عالم کا مختل ہونا بہت واضح ہی چوتھی یہ ہی کہ فیضان عصمت کے لیے اصطفا کی لیاقت ضرور ہی جیسا کہ ادہر
گذرا اور وہ اکثر ناس مین مفقود ہی اور جب یہ ہوا تو اب عصمت کا متحقق ہونا جملہ قاضیون مین اور سب حاکمون مین ممتنع ہوگا
اور عمدہ کلام جو اس جگہ ہی وہ یہی فرق ہی جو بعثت اور امام کے نصب کرنے مین اور قضاۃ و حکام کے نصب کرنے مین ہر قوم کے
واسطے کیونکہ ان دونون مین سے ایک کا قیاس دوسرے پر کرنا قیاس مع الفارق ہی کہان اصل امام کا نصب فرمانا کہ
وہ مشتمل ہی مصلحت عام پر اور اسکا واجب ہونا واضح تر ہی اور کہان قاضیون کا اور حاکمون کا ہر قطر اور ہر مقام پر ہر قوم خاص کے لیے
نصب کرنا کہ وہ ایسے مصالح خاصہ پر مبتنی ہی کہ جسے عقلین نہین پہچان سکتین پس اسکے مصالح و مفاسد لا اقل یہ ہی کہ ہم پر پوشیدہ ہونگے
پس اگر وہ بعض وجہون سے اصلح معلوم ہون تو یہ لازم نہین ہی کہ اور دوسری وجہون سے مفسدون پر منجر نہون پس امام مخبر اگر
کا ایراد اس صورت پر وارد ہوتا کہ جب ہم کلیت یہ حکم کرتے کہ جو مقرب طاعت کی طرف بادی النظر مین مقرب ہو اسکا فعل خدا کے
ذمہ مین واجب ہی حالانکہ ایسا نہین ہی جیسا کہ اس حدیث سے جو پیشتر جناب امام رضا علیہ السلام سے منقول ہوئی کہ حق تعالی نے
فرمایا کہ بعضے بندے میرے ایسے ہین کہ انکی صلاح فقر مین ہی الخ واضح ہوا اور دریافت کرلینا عقل کا مصالح جزئیہ کو بہت
دشوار ہی کیونکہ اکثر وہ پوشیدہ ہوتے ہین یہی جگہ سے ہی کہ بعض اوقات مین بحسب مصلحت اہل عصمت متعدد ایک زمانے مین
موجود ہوے اور تعین مبعوث و منصوب وقت واحد مین فرمایا اور اس مراتب تعدد کے ضبط کرنے مین اور انکی مصلحتون کے
جاننے مین ہماری عقول ناقصہ عاجز ہین اور بعض اوقات مین مطلقاً تعدد نہین ہوا اور حکیم مطلق کا فعل اور ترک فعل دونون خالی
حکمت سے نہین ہوسکتے پس اہم و الزم جو ہی وہ یہ ہی کہ ایک معصوم کو ہر وقت اور ہر زمانے مین نصب فرماوے اور جملہ مخلوقات کا
فرشتون کی طرح معصوم ہونا یا خاص ان لوگون کا معصوم ہونا پس وہ اسکا خدا پر لازم ہونا نہین ہوسکتا کیونکہ ممکن ہی کہ غیر معصوم
قاضی معصوم کی طرف وقت ضرورت رجوع کرے بلکہ اگر اہل عصمت کا متعدد ہونا کسی وقت خاص مین متحقق ہوجاے

جیساکہ حضرت موسی اور جناب زکریا اور جناب ہارون و جناب یحیی علی نبینا وآلہ وعلیہم السلام کے زمانے مین ہوا تھا
تو اُسے اور مصلحتون پر مبنی سمجھنا چاہیے کیونکہ خدا جو اصلح ہی کو اپنے بندون کے ساتھ فرماتا ہی اور اگر یہ تحقیق نہو تو وہ یقینی مشتمل مفاسد پر ہی
اسلیے کہ خدا مصلحتون کو چھوڑتا نہین اور ایک حجت کے قائم فرمانے مین بھی بے نیازی حاصل ہوتی ہی پس غیر اہم کو اہم پر قیاس کرنا
اہل خلاف کا کام ہی اہل وفا کا طریقہ نہین ہی لیکن نہین معلوم کہ ہم مین سے حضرات فرقہ اخباریہ کو کیا ہوا جو بتفاق اہل خلاف کی طرف
میل و رغبت کرکے کیونکہ یہ بات ضروری ہی کہ پیغمبر و امام کا ایک وقت مین متعدد ہونا امر ضروری نہین ہی اسی طرح جو شاہ
عبد العزیز صاحب دہلوی نے تکلیف الٰہی کے واجب ہونے کی نفی فرمائی ہی اسکے جواب مین وہ کافی ہی جو صوارم مین جناب
غفران مآب نے فرمایا ہی اور ملخص اسکا یہ ہی کہ عدلیہ کی طرف سے اسکا جواب بسبیل حل و تحقیق یہ ہی کہ تکلیف دو قسم پر ہی عقلی اور سمعی
تکلیف عقلی بعثت انبیا پر موقوف نہین ہی اور تکلیف سمعی پس جس شخص کو اسکی عقل کے ذریعہ سے اس بات کا علم حاصل ہوا ہو کہ
حق تعالی کی رضامندی کے اور بیزاری کے اسباب ہین اور وہ بیواسطہ وحی کے نہین معلوم ہو سکتی اور وحی عام نہین ہی
پس اگر وہ شخص پیغمبر کو نہ ڈھونڈھے اور انکا تفحص نہ کرے تو اُس سے یہ دغدغہ ہوگا کہ اگر باوجود اسکے کہ تحصیل علم پر قادر تھا اور اسکا علم
نہ حاصل کرے تو مستحق عذاب کا ہوگا پس اُسپر واجب ہوگا کہ حجت خدا کو پہچانے مگر یہ کہ غافل اور بیعقل ہو کہ اُسے تکلیف دینا صحیح نہو
اور یہ مضمون جیساکہ موافق عدلیہ کے قاعدے کے ہی اسی طرح اسکی تصدیق نصوص اہلبیت علیہم السلام مین بھی وارد ہوئی ہی
جیساکہ کتاب کافی مین منصور ابن حازم سے منقول ہی کہ کہا اُسنے کہ مین نے جناب امام جعفر صادق کی خدمت مین عرض کیا
کہ جو شخص یہ پہچانتا ہی کہ اُسکے لیے پروردگار ہی تو اسکے لیے یہ شائستہ و لازم ہی کہ یہ جانے کہ اُس خدا کے واسطے رضا اور بیزاری
بھی ہی اور اسکی رضا اور بیزاری نہین جانی جاتی مگر بذریعہ پیغمبر کے پس جو شخص کہ خود پیغمبر نہو اُسے ضروری ہی کہ پیغمبرون کی تلاش کرے
اور جب اُنسے ملاقات کرے تو پہچانے کہ وہ حجت خدا ہین یہان تک کہ منصور کے جواب مین حضرت نے یہ سنکر فرمایا
کہ خدا تجھپر رحمت نازل کرے فقط اور اسی طرح جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ امام غالب کو نصب کرے نہ امام غائب کو الخ
تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہمارا کلام اس امر مین ہی کہ مقتضائے حکمت یہ ہی کہ حق تعالی تکلیف فرماوے اپنے بندون کو نہ یہ
کہ خدا پر واجب ہی کہ قہر و غلبہ کی راہ سے بندون کو مضطر و مجبور فرماکر اُنسے امتثال امر کراے اور نفس تکلیف موقوف غلبہ پر نہین ہی
بلکہ اکثر اوقات مین چونکہ تکلیف کی بنا امتحان و آزمائش پر ہی اسلیے مقتضائے حکمت یہ ہی کہ انبیا و اوصیا کمال مرتبہ ضعف مین
رہین جیساکہ جناب امیر علیہ السلام نے بعض خطبون مین اسکی توجیہ فرمائی ہی اور حاصل اسکا یہ ہی کہ اگر حق تعالی چاہتا تو اپنے
پیغمبرون کو اسطرح بھیجتا کہ معادن اور گنجینہ ہاے طلا کو انکے لیے کھولتا اور بہشت کے درخت انھین کرامت فرماتا اور پرندہاے
آسمانی اور وحوش روے زمین کو انکے ساتھ محشور فرماتا لیکن اس صورت مین ابتلا و آزمائش ساقط ہو جاتی اور اجر و جزا جسکی
بنا آزمائش و ابتلا پر ہی باطل ہو جاتا اور جو حق کے کہنے والے ہین اُنکے لیے وہ ثواب جو اہل آزمائش کے لیے ہین واجب
نہوتے اور مومنین کے واسطے محسنین کا ثواب دینا لازم نہوتا اسی طرح اگر حق تعالی کسی آیت کو آسمان سے ایسا نازل فرماتا

کہ بے اختیار بسبب اُنکے مکلفین کی گردنین اُسکے باعث سے جھک جائین تو آزمائش سب خلق سے ساقط ہو جاتی
اِسی جہت سے یہ ہی کہ حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبران و مرسلین کو اپنی معرفتین اور قوی نیتین عطا فرماکر ظاہر کے دیکھنے مین ضعیف الحال
اور بسبب فرط قناعت کے اُنکے دلون کو اور آنکھون کو ملو اور سیر پیدا کیا اور اُنکی حاجتمندی اور عسرتین مشہور و شاہد ہین اور
اگر پیغمبران الٰہی صاحبان قوت ہوتے اور سامان ظاہری رکھتے ہوتے اور اہل ملک سلطنت ہوتے کہ سب کی طمع کی گردنین
اُنکی طرف دراز ہوتین اور سب آدمی راہ ہاے دور و دراز سے اونٹون پر سوار ہوکر اپنی رغبت اور خوف سے اُنکے دروازہ عظمت
وجلال پر حاضر ہوتے تو کسی کو تکبار و اختیار کا مقام باقی نہ رہتا اور رغبت و خوف کے باعث سے ہر کس و ناکس اُنکے سامنے
ایمان لاتے پس نبوت کا امتیاز نہوتا اور حسنات منقسم ہو جاتے لیکن ازانجا کہ حکمت الٰہی کا مقتضا یہ تھا کہ اُسکے پیغمبرون کے تابعین
اور اُنکی کتابون کی تصدیق کرنے والے اور اُنکی عزت وجلال سے ڈرنے والے اور اُسکے حکمون کے بجالانے والے اُسکے بندگان
خالص ہون اور جسقدر کہ آزمائش زیادہ ہوگی زیادتی اجر و ثواب کا باعث ہو اسلیے انبیا و اوصیا کو اپنے اہل اسباب ظاہری سے
اور ارباب سلطنت واقتدار سے نہین گردانا انتہی ملخص بعض کلامہ رحمہ اللہ اور اسی طرح جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی
کہ بلکہ خود بھی اور کفار و ظلمہ کے رنگ مین تقیہ کے ساتھ اوقات بسر کرین الخ جواب اُسکا بطور خلاصہ جواب جناب غفران مآب طاب ثراہ
یہی کہ ہماری مراد تکلف کے واجب ہونے سے یہ ہی کہ مکلفین کو بواسطہ عقل کے یا پیغمبر کی امر و نہی فرماوے اور اپنے بندون کو
علم حاصل کرنے کو ان احکام کا جنھین پیغمبر لائے تمکین فرماے اور یہ معنی اِسپر موقوف نہین ہی کہ نبی غالب ہو تو یہ ہو سکتا ہی والا نہین
بلکہ جسوقت حق تعالیٰ نے اپنی حجت کو زمین پر بھیجا تو جو کچھ کہ بنظر حکمت حق تعالیٰ پر واجب تھا وہ عمل مین آچکا آیندہ باختیار مکلفین ہی
چاہین اُسکی اطاعت کرین یا اُسے مار ڈالین یا ایسا اُسے ڈرائین کہ وہ مثل حضرت زکریا کے درخت کے جوف مین یا مثل جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے مدت تک شعب ابو طالب مین شر کفار سے اپنے تئین چھپاوے یا اُنکے ہاتھ سے بھاگ کر کہین اور
چلا جاے جیسا کہ حضرت موسی نے اور ہمارے پیغمبر خدا نے فرمایا تو یہ قصور مکلفین کا ہوگا یا العیاذ باللہ خدا کا قصور ہو انتہی
کلامہ واضح ہو کہ ہرچند یہ کلام خاص تکلیف و تمکین مین ہی اور ہمارا کلام اِس جگہ پر لطف ممکن اور لطف مقرب سے عام ہی لیکن چونکہ
جواب اُسکا بھی قریب ہی اُس سے اسلیے اُسے نقل کیا بسبب اسکے کہ غلبہ و تسلط نہ ہمین شرط ہی نہ اُسمین شرط ہی اسلیے وہ کلام ہمکو بھی
مفید ہی اور بیان مناسب مقام لطف ممکن و مقرب کا کہ جسے بخوبی سمجھا جاے موافق تحقیق جناب غفران مآب کے جو بحث تکلیف مین
کتاب صوارم کے افادہ فرمایا ہی یہ ہی کہ ہمارے علما کبھی لطف کا اطلاق کرتے ہین اور اُس سے کل اُسکا جو طاعت کی طرف قریب
کرے اور معصیت سے دور کرے مراد لیتے ہین اگرچہ وہ اُس جملہ سے ہو جس سے تمکین مین فعل مامور بہ کی مداخلت ہو جیسا کہ خدا کی
معرفت ہی اور پیغمبرون کی بعثت ہی اور عطا فرمانا آلات فعل اور قوی کا ہی اور اسمین شک نہین ہی کہ لطف اِس معنی سے تکلیف کا موقوف
علیہ اور از جملہ واجبات کے ہوگا اور کبھی لطف سے مراد اُنکی وہ ہوتا ہی کہ جو طاعت سے قریب کرے اور معصیت سے دور کرے
لیکن اُس سے اقتدار و تمکین مین دخل نہو اور اسکا خدا پر من حیث الحکمت بہ نسبت جمیع مکلفین کے واجب ہونا ثابت نہین ہوا اور علما

شیعہ نے اُسکے عام نہونے کی تصریح فرمائی ہو انتہی کلامہ اِس صورت مین جو ملا طاہر نے لطف مقرب کے نہ واجب ہونے کا
اعتراف کیا ہو وہ ظاہراً اِس راہ سے ہو کہ عموم اُسکا ممنوع ہو پس یہ قول اُنکا کہ فخر رازی کا جواب نہین ہو سکتا اِس توہم سے ہوگا
کہ جب لطف کا کلیہ ٹوٹا تو اُنھون نے اِس عموم کو منع کیا حالانکہ یہ عموم مراد خصم کی نہین ہو بلکہ اُنکی غرض کلیۃ اللطف سے اُسکا
عام ہونا بہ نسبت لطف ممکن کے ہو بلکہ لطف مقرب کے بھی ہو اُنکی شرائط کے ساتھ اور حقیقت یہ ہو کہ بہت سی چیزین ایسی ہین کہ
وہ ظاہر مین لطف ہین اور باطن مین لطف نہین ہین جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہو کہ عسی ان تحبوا شیئاً وهو شر لکم پس یہ ضرور نہین ہو
کہ جسے طرف مقابل نے لطف قرار دیا ہو وہ لطف کا حکم رکھتا ہو اور جب ایسا ہو تو کلیہ قائلہ بر لطف کے نقص وارد نہو گا اور
ہرچند ملا طاہر نے لطف مقرب کو بتوہم اسکے کہ کلیہ لطف کا ٹوٹتا ہو چھوڑ کر اثبات امامت مین تمحض لطف ممکن کے ساتھ
تمسک کیا ہو جیسا کہ کہا ہو اُنھون نے اور خلاصہ اُسکا یہ ہو کہ اگر کہا جاے کہ جو وجوب نصب امام پر دلیل لطف امامیہ لاتے تھے
جب وہ باطل ہوئی تو اب امامیہ امام معصوم کے نصب کے واجب ہونے پر کس چیز سے استدلال کر سکتے ہین تو ہم اُسکے
جواب مین کہینگے کہ ہم اُسپر استدلال کرتے ہین تمکین کے واجب ہونے سے انتہی الملخص کلامہ اور حقیقت یہ ہو کہ بیان پر
ملا طاہر نے جو کہا ہو اُسسے خود نہین جاتا کیونکہ تمکین بھی تو الطاف سے ہو اور ممکن ہو کہ وہ بھی مراد جماعت خصم کی ہو اور اسمین
کوئی شبہ نہین ہو کہ امامت کو بھی مداخلت تامہ تمکین مین ہو جیسا کہ خود فاضل مذکور نے اور دیگر متکلمین نے اُسکی بجاے خود
تفصیل کی ہو اسلیے کہ امام علیہ السلام متشابہات کے مفسر ہین اور احکام مجملہ کے مبین ہین اور احکام شریعت اسلام کے حافظ ہین
لیکن وہ بھی توہم تناقض کے شائبہ سے خالی نہین ہو جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا لیکن دوسرا فرقہ حضرات اخباریین سے پس وہ
مرزا محمد اکبرآبادی اور اُنکے تابعین ہین جنھون نے اِس مسئلہ مین مخالفت کی ہو اور جناب سید سند نے حدیقہ کی جلد امامت مین
مع جواب اُسے نقل فرمایا ہو اور محصل اُسکا یہ ہو کہ اگر گمان پر عبادت کرنا جائز ہو تو امام کے ساتھ حاجت نہین ہوتی اور اگر گمان
وظن پر عبادت کرنا جائز نہو تو چاہیے کہ ہر وقت پر دروازہ علم کا کھلا رہے پس چاہیے کہ امام زمان شیعیان مخلصین سے کسی وقت
پوشیدہ و غائب نہون انتہی اور اِس سے معلوم ہوتا ہو کہ اُنھون نے یہ گمان کیا ہو کہ امام زمان کا فائدہ یہی ہو کہ مومنین کی
تمکین علم و یقین مین ہر وقت اُنسے میسر ہوتی رہی اور یہ بھی اُنھون نے گمان کیا ہو کہ امام زمان مسائل مشکلہ کے حل کرنے کو
ہمیشہ ظاہر ہوتے تھے اور یہ بھی جیسی بات ہو وہ ظاہر ہو کیونکہ گمان وظن کی پیروی اور ظاہر شرع کے ساتھ حکم کرنا جس زمانے مین
کہ ائمہ علیہم السلام ظاہر مین تشریف رکھتے تھے جب بھی بہت سے مقامات مین شائع تھا کیونکہ تکلیف بہ نسبت اکثر خلق کے
ہر مقام پر یقین کے حاصل کرنے مین متعسر و متعذر تھی پس عبادت کرنا ظن اور گمان خاص سے مستلزم اسکا نہین ہو کہ امام
زمان کی طرف حاجت باقی نہ رہے اور امام زمان علیہ السلام کا اعتزال اور پوشیدگی بسبب دشمنون کی کثرت کے جو سبب
اسکا ہو کہ اکثر مسائل مین شیعیان مخلصین کے لیے علم کا دروازہ بند ہو وہ اسکا باعث نہین ہو سکتا کہ اُس سے خدا پر یا وصی امام پر
کوئی الزام کی نسبت دے اگرچہ لطف خدا پر ساتھ اپنی شرائط کے واجب ہو کیونکہ یہ مقامات وہ ہین جہان شرائط اُسکی نہین پائی گئی

اور اسکی تحقیق و تفصیل یہ ہو کہ زمان حضور ائمہ علیہم السلام مین بھی اخبار احاد پر عمل کرنا جائز تھا اور جو شخص کہ بلاد دور
حضرات کی خدمت مین نہ پہونچ سکتا تھا وہ جو حکم کہ آنحضرت سے سن سکتا تھا اسپر عمل کرتا تھا یہان تک کہ منافی
اور مخصص کو اسکے سنے لاستصحاب الحکم السابق و حال العقل اور جب یہ ثابت ہوا تو ممکن کلی علم یقینی سے زمان
حضور مین بھی ٹوٹتی ہو تو اب زمان غیبت کا کیا حال کہا جاے اور فی الواقع خلق کا وجود امام علیہ السلام سے
زمان غیبت مین فائدہ مند ہونا ایسا ہو جیسا آفتاب سے جس روز ابر محیط ہو منتفع ہوتے ہین اور یہ بات بہت ظاہر ہو
ملا طاہر قمی نے اپنے رسالہ مین باوجود اسکے کہ سب اخباریون کی طرح تکلیف کا مدار علم یقینی پر رکھتے ہین علم کو امام کے نصب
لطف ممکن قرار دیا ہی چنانچہ جو انھون نے کہا ہو اسکا حاصل یہ ہو کہ ہمکو جائز نہین ہو کہ احکام خدا مین عمل کرین مگر علم کے ساتھ
کیونکہ عمل کرنا گمان کے ساتھ جائز نہین ہو بدلیل قول خدا کے لا تقف ما لیس لک بہ علم اور قول اسکا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا
یہان تک کہا ہی انھون نے کہ آیات جو اسپر دلالت کرتی ہین کہ ظن پر عمل کرنا جائز نہین بہت ہین اور روایات جو اسپر دلالت
کرتی ہین وہ متواترات سے ہین اور تکلیف علم یقینی کے ساتھ دینا باوجود نہونے ایسے امام کے جو معصوم ہو اور سب حکمون کا
عالم ہو مالا یطاق کی تکلیف ہی اور وہ بالضرورت اور اجماع محال ہی پس واجب ہی کہ ہر زمانہ مین ایک معصوم ہو کہ وہ حافظ
مامون ہو تاکہ اسکی طرف رجوع کرین ان مسائل مین جو قرآن مین اور سنت مین یقینی انکا ذکر نہین ہی بلکہ از قسم
مسکوت عنہ ہین اور اس مقام کی تفصیل کو تمام کرکے فرمایا ہو کہ اگر کہا جاے کہ تکلیف مالا یطاق کی بر تقدیر
وجود امام بھی لازم آتی ہو جب کہ امام غائب اور غیر ممکن ہو تو ہم اسکے جواب مین کہینگے کہ جو کہا گیا ہی ویسا حال نہین ہو بلکہ
زمان غیبت مین رعایا کا حال مثل اہل مکہ کے حال کے ہی جو زمان ہجرت مین پیغمبر خدا کے تھا اور لیکن شیعون کا حال
پس مثل حال ان مستضعفین کے ہی جو ہجرت پر قادر نہ تھے پس انپر واجب نہ تھا سوا اسکے کہ عمل علم پر کرین اور جسکا
علم نہین ہی اسمین توقف و احتیاط کرین و لیکن جو مقصر تھے اور ہجرت کا وہی سبب ہوے تھے انپر واجب تھا کہ جمیع احکام کا
علم حاصل کرین اور اسپر عمل کرین کیونکہ ہجرت کی وہ علت واقع ہوے تھے اسی طرح ہمارے مخالفین پر زمان غیبت مین
واجب ہی کہ چونکہ وہ اسپر قادر ہین کہ اعتقاد صحیح کو حاصل کرین بذریعہ ادلہ قاطعہ کے اور تقلید کو ترک کرین ساتھ دور کرنے خوف
امام کے جو غیبت و پوشیدگی کا امام کی سبب ہوا ہی پس معاقب اور مواخذہ ہونگے بسبب اسکے کہ انھون نے احکام واقعیہ کو
جو امام پاس محفوظ ہین ترک کیا ہو اور صرف تکلیف مالا یطاق کا لازم نہین آتا کیونکہ مخالفین ہمارے پوشیدگی امام کا سبب ہین
بخلاف شیعون کے کہ وہ سبب غیبت کا نہین ہین اور جب یہ ہوا تو شیعہ مکلف باحکام واقعیہ نہونگے ورنہ تکلیف مالا یطاق کے ساتھ لازم آے
اور وہ محال ہو خدا پر انتہی توجیہ کلامہ بالاختصار اور جناب غفران مآب نے اپنی بعض تعلیقات مین جو اس رسالہ پر لکھا ہی افادہ فرمایا ہی کہ جو
صاحب عقل صاحب رسالہ کے اس کلام کو دیکھیگا وہ اسپر واضح ہوگا کہ انھون نے اس بات کا اعتراف کیا ہی کہ زمان غیبت مین بلکہ زمان حضور
مین بھی نصوص کتاب عزیز مین اور سنت مقطوع بہا مین وہ چیز نہین ہی جو تفصیل احکام پر دلالت کرے اور اسی طرح اجماع ہی

پس مکلفین اگر اسوقت احکام واقعیہ کے ساتھ مکلف ہون تو تکلیف مالایطاق لازم آئیگی پس جبکہ انہون نے یہ اعتراف کیا کہ
اخبار ائمہ علیہم السلام کہ اس زمانے مین معرفت احکام کے واسطے کافی نہین تو اب اخباریون کی بنا جڑ سے اکھڑ گئی اور بھی
بکمال تصریح ملا طاہر نے قول مذکور مین اپنے اقرار کیا ہی کہ چونکہ شیعہ بسبب امام کے پوشیدہ ہونے کا نہین ہین اسلیے وہ مکلف
باحکام واقعیہ بھی نہین ہین اور نہین تو تکلیف مالایطاق لازم آئے فقط اور یہ ہم اہل اصول کا مقولہ ہی کہ جسکا اعتراف کرنے
اور مجھے نہین پھر اب جب اقرار ہمارے مقولہ کا ہو چکا تو جدائی کی وجہ کیا ہی اور تو جانتا ہی کہ اگر تمکین سے انہون نے ارادہ
تمکین کا احکام واقعیہ سے کیا ہی تو وہ متحقق نہین ہو سکتے بسبب اسکے کہ وہ تکلیف مالایطاق کو مستلزم ہی اور اگر تمکین
فی الجملہ مراد لی ہی اگرچہ ان احکام سے جو قائم مقام احکام حقیقیہ کے احکام ظاہریہ سے ہوتے ہین تو اب مخالف کے واسطے
جائز ہی کہ وہ کہے کہ کیون نہین کافی ہوتے مثل اسکے ساتھ نہ موجود ہونے امام کے اور جب یہ تمکین فی الجملہ تعبد کے واسطے کافی
ہوگی تو اب نصب امام کا وجوب ثابت نہین ہو سکتا پس اسوقت مین یعنی لطف مقرب سے لطف ممکن کی طرف عدول
کرنے سے کیا فائدہ ہوگا اور رجوع کرنا طرف وجود شرائط کے اور عدم شرائط کے لازم آئیگا جیسا کہ ہمنے اپنی تحقیق مین
کہا ہی پس تمکین و تقریب دونون حکمت مین واجب ہین جبکہ انکے موانع مرتفع ہون نہ ہر وقت مین جیسا کہ ہمنے اسے واضح کیا ہی
اور مانع کبھی تقصیر ہوتی ہی اس گروہ کی جو بے پروا ہین کہ یہ ہو دی ہوتی ہی انتظار فرج کی طرف اور کبھی جاہل کی
تکلیف کا ممتنع ہونا دوسری وجہ سے ہوتا ہی مثل اسکے کہ وہ مسافت دور و دراز پر واقع ہوا ہی یا حاضر ہونا اسے دشوار ہی
تو یہی مانع ہوتا ہی کیونکہ حرج و عسر منفی ہین پس وہ اشخاص کہ جو طلب کرنے والے ہین اور رجوع کرنے مین اہل ذکر کی طرف
جد و جہد کرنے والے ہین اگرچہ زمان حضور مین کیون نہون یہان تک کہ حجت خدا تک پہونچین فراغت واجب کے ساتھ وہ
اس جنس سے ہین کہ جنکا علم نہین ہی اور قول ساتھ ظہور امام علیہ السلام کے اپنے مخلصین پر افادہ علم و یقین کے لیے جیسے مرزا
محمد اکبر آبادی نے کہا ہی اسکا باطل ہونا ظاہر ہی کیونکہ پوشیدہ ہونا حضرت کا دوست و دشمن کی نظر سے جو بسبب اسکے کہ
ظہور مین آفات و فتن بہت تھے ہوا یہ بدیہی ہی کہ کسی کو اس مین انکار کا مقام نہین ہی اور یہ دعوی کہ زمان غیبت و محن مین وہ حضرت
بعض مخصوصین شیعہ سے ملاقات فرماتے ہین اگرچہ کبھی شاذ و نادر بطور خرق عادت ہوا ہو تو مسلم لیکن وہ کیا مفید ہو سکتا ہی واسطے
ایک کی ملاقات ... یا جو کبھی کسی کو نصیب ہوا تو کب علم حقیقی جملہ احکام کا حاصل ہوتا ہی اور اگر یہ دعوی بطور کلی ہی تو ثبات کا
محتاج ہی اور جو نکے مقام نہین پہنچ جانے کی انکی کیا راہ ہی ساتھ نہ ظاہر ہونے علامات و نشانیون کے اور باوجود اسکے کہ اسکا دعوی
کرنے والا معصوم نہین ہی ... قول اور نہ اسدعا پر کہ وہ خواص مخلصین سے ہی کوئی بینہ و برہان قائم ہوئی ہی جس سے
تعین کرین کہ یہ ہی اور مخض دعوی بدون شاہد کے ایسی خبر ہی کہ انکے باطل ہونے کی عقل گواہی دیتا ہی اور طریقہ امتحان کہتا ہی کہ وہ
دعوی باطل ہوتا ہی اس جگہ پر اگر کوئی مسئلہ لطف مین خلاف کرنے والا کہے کہ ہر گاہ لطف مشروط ہوا تو چاہیے جسوقت اسکے
شروط نہ پائے جائین تو انکا وجوب ہونا ہی ساقط ہو جائے جیسا کہ مشہور ہی اذا فات الشرط فات المشروط پس بنا بر اسکے ایسے

زمانون مین کہ مانع لطف موجود ہی چاہیئے کہ امام کا نصب اور اُسکا وجود لازم نہو تو ہم اُسکے جواب مین کہینگے کہ امام کا وجود
ایک لطف ہی اور اُسکی اطاعت اور استفادہ سے خلق کو تمکین کا حاصل ہونا دوسرا لطف ہی اور جو شرط لطف اول
کی ہی وہ شرط لطف ثانی کی نہین ہی اور جب یہ ہوا تو ایراد وارد نہوگا پوشیدہ نہ رہے کہ اگر حق تعالی امام کو نصب نہ فرماوے
تو خلق کی حجت تمام ہو جاے بخلاف اسکے کہ جب حق تعالی طرف سے امام منصوب ہوا اور اُمت اُسکی اطاعت سے
سرکشی اور استنکاف کرے کہ اُنکے ظلم و فتن کے خوف سے وہ پوشیدگی و غیبت کو اختیار کرے کہ اس صورت مین اُنکا
الزام حق تعالی کی طرف عاید نہین ہو سکتا اور جو فاضل دہلوی نے کہا تہا کہ معترض کہتا ہی کہ وجود امام بشرط تصرف
و نصرت لطف ہی اُسکا جواب اوپر بخوبی دیا گیا ہی اور حقیقت مین یہ معترض بہت بیجا کہتا ہی کیونکہ وجود امام خود طاعت سے
قریب اور معصیت و نافرمانی سے دور کرانے والا ہی جسطرح سے کہ قرآن رہنمائی کا باعث ہی ہر چند کافر گمراہ ہو اور آفتاب کا
موجود ہونا موجب اسکا ہی کہ عالم روشن ہو اور ہر ایک دیکھنے والی چیزون کو دیکھے لیکن اگر آفتاب کے نور سے شب پرہ کو
فائدہ نہو تو اُسکی روح باصرہ کا نقص ہی آفتاب کے لطف ہونے مین شک نہین ہی اسی طرح پانی کا پایا جانا اُن اسباب سے ہی
جو سب کو سیراب کرتا ہی لیکن جسے استسقا ہی وہ سیر نہین ہوتا اور کھانا اسلیے ہی کہ بھوکا اُسے کھاکر سیر ہو جاے اور بھوک کی
اذیت اُس سے جاتی رہے لیکن جسے جوع کلبی کی بیماری ہو وہ سیر نہوگا اور یہی قدر لطف کے معنی مین معتبر ہی ہان
امام کا وجود ایسا نہین ہی کہ جنپر وہ منصوب ہوا ہی وہ بسبب امام کے ہونے کے مجبور ہو کر طاعت کرین اور یہ معنی لطف مین
ماخوذ نہین ہین جو معترض سمجھا ہی بلکہ اُسکا سلب ماخوذ ہی جیسا کہ لکھا گیا ہی کیونکہ جو لطف تکلیف کے منافی ہو وہ خدا پر واجب
نہین ہی جیسا کہ پیشتر گذرا اور حقیقت مین یہ قول اچھا نہین ہی بلکہ مشابہ اُنکے اقوال سے ہی جنکی حکایت بطور مذمت حق تعالی نے
فرمائی قالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل و عنب الخ اگر کوئی کہے کہ جسطرح حق تعالی نے لطف
ظہور امام علیہ السلام بسبب اپنے اس جاننے کے کہ اکثر خلق شرط انقیاد کو بجا نہ لاوینگی اگرچہ وہ انقیاد و اطاعت کا ادعا کرین ترک کرنا
اختیار فرمایا اسی طرح اگر امام کے منصوب فرمانے کو بہی بسبب اس علم کے کہ خلق انقیاد نہ کریگی ترک فرماتا تو اسمین کیا محذور
اور کون سی قباحت لازم آتی تو ہم جواب مین کہینگے کہ اگر حق تعالی ہر بات مین اپنے علم پر بنا رکہے تو تکلیف اُٹھ جاے اور پاے آزمایش
و امتحان نکل جاے کیونکہ حق تعالی اپنے جاننے مین آزمایش کا محتاج نہین ہی بلکہ باطن اور اسرار کا جاننے والا ہی لیکن ہان حق مصالح
اُسکی حکمت مقتضی اسکی ہوئی کہ اقامت حجت مین تاکید فرماے اور خلق کی حجت کو اپنے اوپر تمام نہونے دے بالجملہ پیغمبر و امام کا نصب
فرمانا ایک لطف عام ہی کہ اُس سے تمکین و تقریب طاعت کی طرف متصور ہوتی ہی اور جو چیز کہ اُس سے غرض اور غایت تکلیف کی حاصل ہو اور
طاعت اُسپر موقوف ہو اُسکا کرنا حکمت و مصلحت کی راہ سے حکیم مطلق پر عقلاً واجب ہی رہا یہ کہ اگر جزئیات اشخاص و اوقات مین اور
قطع و یقین پر عمل کرنے مین اگر عقل کو رسائی اتنی نہو کہ ہر مصلحت اور مفسدہ کو جان سکے تو چاہیے کہ ادلۂ سمعیہ جو اس بارے مین
آیات و روایات متواترہ ہین اُنسے استمداد و استعانت کرتے رہین اور اسقدر بذریعہ نصوص کے یہ بات ثابت ہی کہ زمین حجت خدا سے

کبھی خالی نہین رہتی خواہ وہ ظاہر و مشہور ہو یا خائف و مستور ہو اور جسنے کہ اپنے امام زمان کو نہ پہچانا وہ حالت جاہلیت پر
مرا ہی اور جسکا علم بندون کو نہین دیا وہ اُنپر واجب نہین اور پیغمبر خدا نے شریعت مین جو حلال فرمایا ہی وہ روز قیامت تک
حلال ہی اور جسے حرام کیا ہی وہ قیامت تک حرام ہی اور تکلیف کسی طرح ساقط نہین بندون سے خواہ وہ موافق علم یقینی کے ہو
یا موافق گمان کے جسکی تحصیل مین نہایت بذل جہد کی گئی ہو پس عقل و نقل مطابق ہین اس بات پر کہ معصوم علیہ السلام کا
وجود ذی جود ہر وقت اور ہر زمانے مین ضروری ہی اور یقین پر عمل کرنا ہر مقام پر اور ہر زمانے مین یقینی لازم نہین ہی اور طول
زمان غیبت امام عصر علیہ السلام مین بہت سے مصالح اور کثیر منافع ہین کیونکہ حکیم کا فعل خالی حکمت سے نہین ہوتا اگرچہ وہ
منافع ہر شخص پر شخاص امت سے ظاہر نہون اور زیادہ تر اسکا بیان مبحث غیبت امام علیہ السلام مین ہوگا انشاء اللہ تعالی
اثارہ ہشتم شرائط امامت و خلافت کے بیان مین ہی اور وہ چند شروط ہین پہلی شرط یہ ہی چاہیے کہ امام تمام امت سے
سب جہتون مین خصوصاً علم کی جہت مین افضل ہو اور اگر ایسا نہو تو مفضول کی تفضیل اور مرجوح کی ترجیح لازم آئیگی اور
وہ عقل کے نزدیک بد اور قبیح ہی اور نقل بھی اسی پر دلالت کرتی ہی لیکن حضرات اہلسنت نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہی
چنانچہ شرح مواقف مین لکھا ہی کہ مفضول کے امام ہونے سے باوجود اسکے کہ فاضل موجود ہو ایک قوم نے مثل امامیہ کے
منع کیا ہی کیونکہ یہ بات عقلاً قبیح ہی کہ کوئی شخص لازم کرے کہ شافعی سا عالم کسی ایک فقیہ کے درس مین جو اُس سے مرتبہ
علم مین کم ہو حاضر ہوا کرے اور اسکے فتوے پر عمل کرے کیونکہ اگر ایسا کرے تو جو عقلمند ہین وہ اُسے احمق اور سفیہ جانینگے اور کہینگے کہ
یہ عقل سے بہرہ نہین ہی اور اکثر اہلسنت نے اسے جائز رکھا ہی اور کہا ہی کہ اگر مفضول کو ایسی خبر مین کہ جسمین وہ مفضول ہی رئیس و
مقتدا گروانا ہو جیسا کہ مثال مذکور مین گذرا تو البتہ وہ قبیح ہوگا لیکن جسمین ہمارا کلام ہی پس اسمین کوئی قباحت نہین ہی کیونکہ
ہوسکتا ہی کہ کوئی شخص جاہل امامت کے لیے فاضل سے اصلح ہو اس جہت سے کہ معتبر ولی ہونے مین ہر امر کے مصالح
و مفاسد کی اسکی معرفت ہی اور اسکی قوت اقامت ہی اور بہت مفضول علم و عمل مین ایسے ہین کہ وہ حکومت کے طریقون کو
خوب جانتے ہین اور اسکی شرائط پر اقوم ہین اور شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی اسی قول کی پیروی کی ہی اور جو کہا ہی اسکا
محصل یہ ہی کہ پانچوان عقیدہ یہ ہی کہ امام کو لازم نہین ہی کہ عند اللہ سب اہل زمانہ سے افضل ہو کیونکہ حق تعالی نے اپنی
نص کے ذریعے سے طالوت کو خلیفہ مقرر فرمایا حالانکہ اُس وقت حضرت شمویل اور حضرت داؤد موجود تھے اور بلاشبہ
اُس سے افضل تھے ہان اگر نصب امام اہل حل و عقد کی بیعت سے ہو تو اُنھین چاہیے کہ نصب کرین ایسے شخص کو
جو ریاست اور شرائط سرداری مین افضل ہو نہ اور امور مین کیونکہ بہت سے ولی کامل اور عالم متبحر اور سید
اصیل الطرفین ہین کہ اُنسے ایک گھر کی بھی سرداری کا سرانجام نہین ہوسکتا انتہی محصل کلامہ اب
محل غور ہی کہ انحضرات کے کلام مین کیسا غلط ہی اپنے کہے کو اگر خود یاد رکھین تو خلاف نہ کرین کیونکہ خود صاحب مواقف
اور اُنکے شارح نے مبحث امامت مین خود کہا ہی کہ امامت ریاست عام ہی دین و دنیا کے امور مین کسی شخص کے لیے اشخاص سے

آٹھوان اثارہ بیان مین شرائط امامت و خلافت کے

اور کہا ہی ونقض بالنبوۃ والاولی ان یقال ھی خلافۃ الرسول فی اقامۃ الدین وحفظ حوزۃ الملۃ بحیث یجب اتباعہ علی کافۃ الامۃ انتہی اور جب خود امامت کی تفسیر ریاست عامہ دینیہ و دنیویہ اور اقامت دین کی بسبب خلافت پیغمبر خدا کے تفسیر کرتے ہین تو پھر کسطرح مدار کار امامت کا محض سیاست و ریاست پر رکھکر مفضول کی تفضیل کو جائز کرتے ہین یہ کیون نہین خیال فرماتے کہ ریاست عامہ دین و دنیا کی اُسکے واسطے زیبا ہی جو کمالات کا حاوی ہو پھر جو اس جگہ کلام خصوص تفضیل مفضول مین کہا ہی وہ خود ہی فضول و لغو ہوا جاتا ہی کیونکہ امام کو مطلقًا افضل ہونا چاہیے جیسا کہ ریاست عامہ کا جو دین و دنیا کی ہو قضیہ مقتضی ہی نہ یہ کہ بعض وجہ سے مفضول ہو اور بعض وجہ سے فاضل ہو یا افضل ہو کیونکہ اس جگہ پر مفضول ہونا کسی طرح جائز نہین ہو سکتا خصوصًا علم مین کیونکہ امام کا علم مین مفضول ہونا باوجود اسکے کہ وہ تمام عالم کا پیشوا ہی سوا ریاست و حکومت کے عقلا کے آگے ہو نہین سکتا اور یہ گمان حضرات اہلسنت کا صریح البطلان ہی اور مخالف نص قرآن ہی کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہی افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدی فما لکم کیف تحکمون بیضاوی نے تفسیر فما لکم کیف تحکمون مین کہا ہی بما یقتضی صریح العقل بطلانہ پھر اب اسکے مخالف جو بات ہو وہ کسطرح صحیح ہو سکتی ہی جناب اخوند صاحب نے اس آیت کے ترجمہ مین جو کہا ہی خلاصہ اسکا یہ ہی کہ آیا جو کوئی کہ ہدایت کرتا ہی حق کی طرف وہ سزاوار تر ہی اس امر کے ساتھ کہ سب اسکی پیروی کرین یا وہ شخص کہ جو خود بھی ہدایت نہین پا سکتا مگر یہ کہ دوسرا کوئی اسے ہدایت کرے پس تمہین کیا ہوا ہی جو نہین سمجھتے اور کسطرح حکم کرتے ہو کہ امام کا افضل ہونا جائز نہین ہی اور حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب یعنی آیا برابر ہو سکتے ہین باہم وہ اشخاص جو صاحب علم ہین اور وہ جو صاحب علم نہین ہین اور اس سے متذکر نہین ہوتے مگر صاحبان عقل بیضاوی نے ذیل آیہ فلما انباھم باسمائھم مین کہا ہی کہ یہ آیہ دلالت کرتا ہی کہ آدم علیہ السلام ملائکہ سے افضل و اعلم ہین کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہی ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون اور اخوند صاحب کے بیان کا محصل اس جگہ پر یہ ہی کہ جب حق تعالیٰ نے فرشتون پر وحی فرمائی کہ مین یہ چاہتا ہون کہ زمین مین ایک خلیفہ و جانشین قرار دون تو فرشتون نے کہا کہ آیا زمین پر مقرر فرمائیگا ایسے شخص کو جو زمین مین فساد برپا کرے اور خون ناحق گرائے آدمیون کا اور ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہین اسکے جواب مین حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مین اس چیز کو جانتا ہون کہ جسے تم نہین جانتے پس حق تعالیٰ نے آدم کو اسما تعلیم فرمائے اور اُس سے ملائکہ پر حجت تمام فرمائی کہ چونکہ وہ تمسے زیادہ جانتا ہی اسلیے وہ خلافت کے ساتھ سزاوار تر ہی پس اس سے جانا گیا کہ اعلم ہونا خلافت کے استحقاق کا موجب ہی اور عمدہ غرض نبی کے مبعوث کرنے سے اور امام کے نصب فرمانے سے تبلیغ ہی اور تبیین ہی اور احکام دین کی حفاظت ہی اور جب امام نابلد ہوا تو پھر کسطرح سزاوار ریاست عامہ دینیہ کا ہو سکتا ہی اگرچہ بالفرض سیاست جابرانہ کی لیاقت بھی رکھتا ہو کیونکہ اگر امام احکام کا عالم نہو تو بیچاری رعایا وقت حاجت کسکی طرف رجوع کرینگے اور جو مامور اس حکم الٰہی کے ہین فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون یہ اشخاص اگر اپنے امام و پیشوا کی طرف روے حاجت اپنا نہ لیجائین تو کدھر سر ٹکراتے پھرینگے

حقیقت یہ ہے کہ یہ بات بہت صاف ہے لیکن انصاف شرط ہے اور حق یہ ہے کہ اِس مقام پر مفسر تفسیر بیضاوی نے جو مقتضائے
حق بینی و انصاف تھا وہ کیا ہے یعنی اشارہ اِس آیت قال انبئهم الخ کی طرف ور جو اِس سے پہلے قرآن میں بیان کر کے کہا ہے
هذه الآيات تدل على شرف الانسان ومزية العلم وفضله على العبادة وانه شرط في الخلافة بل العمدة فيها
یعنی یہ آیات دلالت کرتی ہیں اِس پر کہ انسان اشرف ہے اور علم کا مرتبہ بڑا ہے اور وہ اور عبادت سے افضل ہے اور وہ خلافت میں
شرط ہے بلکہ شرائط خلافت میں عمدہ وہی شرط ہے انتہی اور دوسری بات جو شاہ صاحب نے فرمائی ہے کہ امام کو لازم نہیں آتی
کہ عند اللہ افضل جمیع اہل عصر سے ہو کیونکہ حق تعالیٰ نے طالوت کو اپنی نص کے ذریعے سے خلیفہ گردانا تھا الخ یہ بات
خدا جانے کس طرح کہی اور ہرگز اُنکے مرتبہ کے لائق نہ تھی کہ لے کتاب میں لکھتے اگر کسی ایسے مجمع مقلدین میں جو اہل علم سے نہوں
کسی مصلحت خاص سے کہہ دیتے تو شاید بنا بر اُنکے اِس ارادے کے جائز ہوتا لیکن کتاب میں لکھنا کہ جسے موافق و مخالف
دونوں دیکھیں بہت محل تعجب ہے اور اُنکی دلیل و مذہب کے ابطال و تضعیف کا سبب ہے کیونکہ نص قرآن کے یاد و عا خلاف ہے
دیکھو حق تعالیٰ فرماتا ہے الم تر الى الملأ من بني اسرائيل اذ قالوا لنبي لهم ابعث لنا ملكا نقاتل في سبيل الله اِسکی تفسیر میں قاضی بیضاوی نے
کہا ہے کہ وہ نبی جس سے بنی اسرائیل نے یہ سوال کیا تھا یوشع یا شمعون یا اشموئیل علیہم السلام تھے کہ اُنسے بنی اسرائیل نے کہا کہ اقم
لنا اميرا ننهض معه للقتال يدبر امره ونصدر فيه عن رايه اور تفسیر صافی میں مجمع البیان اور عیاشی کے ذریعہ سے
حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ کان الملك في ذلك الزمان هو الذي يسير بالجنود
والنبي يقيم له امره وينبئه بالخبر من عند ربه اور اِس بیان و تحقیق سے صاف ظاہر ہے کہ طالوت خود بادشاہ تھا بلکہ امیر تھا
خلیفہ نہ تھا اور اِسی لیے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ قال لهم نبيهم ان الله قد بعث لكم طالوت ملكا یعنی کہا اُنسے اُنکے پیغمبر نے اُنکی
مسئلت و درخواست کے جواب میں کہ حق تعالیٰ نے تمہارے واسطے بھیجا ہے طالوت کو بادشاہ کر کے اُمرائے لشکر کو
جو نبی کی طرف سے اگرچہ بوحی الٰہی کیوں نہ امیر لشکر ہوئے ہوں خلیفہ کا مصداق نہیں قرار دیا جا سکتا بھلا کہاں خلیفہ و
امام کہ جو دین و دنیا میں رئیس عام ہو اور کہاں افسران فوج جو پیغمبر و امام کے فرمان بردار و مطیع ہوں اور اگر ہر حاکم و بادشاہ
خلیفہ کا مصداق ہو سکتا تو پھر کیا وجہ ہے کہ حدیث حضرات اہلسنت میں یہ تفرقہ وارد ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ الخلافة
بعدي ثلثون سنة ثم ملك عضوض یعنی بعد میرے تیس برس تک خلافت رہے گی بعد اُسکے پھر بادشاہی ہو جائیگی
در صورت صدق اِس حدیث کے اگر خلافت و بادشاہی ایک ہی چیز ہو تو اِس تفرقہ کی کیا ضرورت ہے اور خود شاہ صاحب نے بھی
فرمایا ہے کہ کبھی امامت بمعنی بادشاہی و ریاست کے بھی بولی جاتی ہے کیونکہ بادشاہ ہر چند خوش سیرت نہو لیکن بعض امور
دین میں مثل جہاد کے اور غنائم کی تقسیم کے اور نماز جمعہ و عیدین کے برپا کرنے میں پیشوائی رکھتا ہے اور جب دین میں پیشوا
جمیع امور کا ہو تو خلافت حقہ یہی ہے کہ وہ پانچ شخصوں میں منحصر ہے اور زمین میں صاحب تصرف ہونا با وصف استحقاق
و غلبہ و شوکت کے بھی اہلسنت کے نزدیک امامت میں شرط ہے اور جب ایسا ہوا تو اب محل غور ہے کہ جب طالوت موافق

نص قرآنی کے بادشاہ ہوا تو کیا لازم ہی کہ خلیفہ بھی ہو خصوصاً جبکہ سب امور دین مین پیشوائی اُسکے واسطے نہ حاصل ہو بلکہ
امور دین شموئیل یا دوسرے پیغمبر کے ساتھ متعلق ہون جناب سید سند نے بعض افاضل سے جواب اسکا اسطرح نقل فرمایا ہی
کہ خود اس فاضل نے تصریح کی ہی کہ خلیفہ و بادشاہ مین فرق ہی اور حبیب السیر مین مذکور ہی کہ جب چالیس برس حضرت شموئیل
کی عمر سے گذرے تو مرتبہ رسالت سے مشرف ہوے اور بنی اسرائیل نے بہت سرور و خوشی سے اُنکے ساتھ بیعت کی
اور شریعت موسیٰ کے احکام اُنسے لیتے تھے اور شموئیل سے انھون نے التماس کیا کہ ہمارے لیے کوئی بادشاہ معین فرما دیجیے
کہ تا اُسکے ساتھ جباران شام اور کافران خون آشام سے جہاد و قتال کرین شموئیل نے بموجب وحی کے طالوت کو سلطنت کے
ساتھ موسوم کیا اور طالوت نے جالوت کا جو اُسوقت مین اہل طغیان کا حاکم تھا مقابلہ جا کر کیا اور جالوت کو داؤد کے ہاتھ
پتھر سے مارا اور طالوت مظفر و منصور ہو کر پھرا انتہی اور یہ کلام صاف و صریح ہی اس بارے مین کہ خلافت الہی کا
منصب اور قوانین شریعت کا حفظ شموئیل کے ساتھ سپرد تھا طالوت کے ساتھ نہ تھا بلکہ طالوت کو محض منصب امارت
لشکر کا سپرد تھا جیسا کہ پیغمبر آخر الزمان کے زمانے مین کبھی کبھی یہ منصب امثال خالد بن ولید اور عمرو عاص وغیرہ کو سپرد
ہوتا تھا انتہاے امر یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے مین لشکر مین بہت سے امرا ہوتے تھے اور طالوت ایک امیر
سب لشکر مین تھا انتہی کلامہ علاوہ اسکے جب خود شاہ صاحب نے معویہ کو خلیفہ نہین جانا بلکہ بادشاہ گزندہ اور
بیداد کنندہ سمجھا ہی جیسا کہ خود حضرت امام حسن علیہ السلام کی مصلحت مین جو معویہ کے ساتھ ہوئی اعتراف کیا ہی کہ استحقاق
خلافت کا انحصار ذات والاصفات مین آنحضرت کے تھا بعد اُسکے آنحضرت نے جانا کہ خلافت کا زمانہ منقضی ہوا اور نوبت
بادشاہی کا بادشاہ گزندہ کی اور دورہ ظلم و بیدادی کا پہونچا ہی الخ پس اسی طرح اگر طالوت بھی بادشاہ ہوا اور خلیفہ نہو تو کیا
محل تعجب کا ہی علی ابن ابراہیم قمی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے بعد گناہ بہت کیے اور خدا کے دین کو متغیر کیا اور خدا کے حکم سے سرکشی کی اور جو پیغمبر اُنمین تھے کہ انکو
امر و نہی کرتے تھے اُنکی اطاعت سے روگردانی کی اور بعض روایات مین آیا ہی کہ اُن پیغمبر کا نام ارمیا تھا پس
حق تعالیٰ نے اُنپر جالوت کو مسلط فرمایا کہ وہ قبطیون مین سے تھا کہ اُسنے بنی اسرائیل کو اذیت پہونچائی مردون کو
اُنکے مارا اور عورتون کو اُنکی لونڈیان بنایا اور مال اُنکے لے لیے جب یہ ہوا تو اُسوقت بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر کی طرف
رجوع کی اور کہا کہ حق تعالیٰ سے تم سوال کرو کہ ہمارے واسطے بھی ایک امیر مقرر فرمائے تا کہ راہ خدا مین ہم جہاد کرین
اور بنی اسرائیل مین ایک خاندان مین نبوت تھی اور دوسرے خاندان مین ملک و سلطنت تھا ایک خاندان مین اُنکے
حق تعالیٰ نے نبوت و سلطنت کو جمع نہین فرمایا تھا اسلیے انھون نے کہا تھا کہ خداوندا مبعوث کر ہمارے واسطے
بادشاہ کو اب اس مقام پر پہونچا ہی کہ کوئی شخص توہم کرے کہ خدا کا بادشاہ ہونیکا مقرر فرمانا زمین پر خلاف معنوی اُسکے
زمین مین پھر جسطرح کہ طالوت بادشاہ تھا اُسی طرح ممکن ہی کہ خلیفہ بھی ہو مگر اسکا جواب جو اس توہم کو دفع کرے اسطرح ہی

کہ استخلاف زمین مین مطلقاً خلافت حقہ نہین ہی کیونکہ بہت سے ظالم اور جابر اور فرعون ملک و ملت پر مسلط ہوئے ہین اور
حق تعالی نے مصالح آزمائش و ابتلاء کے موافق اُنکے اور اُنکے مطلوب مین جو ریاست و سیاست ہی تخلیہ فرمایا ہی اور اُنہین
اِس ریاست سے مانع نہین ہوا اسطرح کہ کوئی معارض پیدا کرتا کہ وہ اُنکی مصادمت کی تاب لا سکتا جیسا کہ بخت نصر کے
معرکہ مین جناب ارمیا کے ساتھ ہوا تھا کہ فرمایا تھا کہ اپنی اُمت کو خبر دو کہ مین اُنہین مبتلا کرونگا بانواع فتنہ و فساد و مسلط
کرونگا ایسے حاکم کو جو بدترین بندگان سے میرے ہی ازروے ولادت کے اور شریر تر ہی ازروے طعام کے پس اِس
تسلیط مجازی سے تسلیط شرعی نہین لازم آتی والا چاہیے کہ بخت نصر اور اور ظلمہ اور کفرہ بھی جو بادشاہ ہو چکے ہین یا ہوونگے
وہ سب خلیفہ ہون حالانکہ حق تعالی خود فرماتا ہی اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء یعنی حق تعالی
جسے چاہتا ہی اُسے ملک دیتا ہی اور جس سے چاہتا ہی ملک کو لے لیتا ہی اور یہ سب بادشاہ یقینی خلیفہ نہ تھے پس مسلط کرنا زمین پر
مستلزم استخلاف حق کا نہین ہو سکتا اور لفظ بعثت یا اصطفا سے جو اُنکے حق مین قرآن مین وارد ہی استناد اُنکی خلافت کی طرف
کیا ہو تو یہ خود ظاہر ہی کہ مراد بعثت سے بعثت نبی کی نہین ہی اور اصطفا اِس جگہ پر بمعنی اصطفاے مملکت کے ہی نہ بعثت و اصطفا
رسالت اور خلافت رسول کے لیے دیکھو تفسیر کبیر مین امام فخر رازی نے ان اللہ اصطفاہ علیکم کی تفسیر مین کہا ہی ای
اخذ الملک من غیرہ صافیا اور یہ بیان آنحضرت کو کہان مفید ہو سکتا ہی جو اصطفا کو اصطفاے خلافت کے لیے اپنا مستند
کرین بالجملہ یہ حکم کہ امام کو یہ لازم نہین ہی کہ عند اللہ افضل جملہ اہل زمان سے اپنے ہو بسند اسکے کہ طالوت افضل نہ تھا محض
دھوکا دینا ہی اور قیاس مع الفارق ہی اگر قرآن مین لفظ خلافت بھی بیان حق طالوت مین ہوتا جب بھی یہ چاہیے تھا کہ
اُسکے معانی مین تدبیر کرتے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی افلا یتدبرون القران ام علی قلوب اقفالھا نہ یہ کہ خلافت کو جو
امامت کے معنی پر ہی اِس خلافت پر جو ملک و امارت کے معنی پر ہی قیاس کرکے امام کے افضل ہونے کو پیش جُدا
باطل کرین اور فضیلت کو اہل حل و عقد کی تجویز مین شرط کرکے پھر اُسکو فضیلت فی الریاست کے مخصوص کرین اور گمان
کرین کہ خداوند عالم افضلیت کی رعایت نہین کرتا اور اہل حل و عقد کو اُسکی رعایت اِس بات مین جو متعلق ریاست کے
ساتھ ہی لازم ہی یہ علم و پرہیزگاری مین پس صاف اِس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اِس تجویز کی غرض یہ ہی کہ تا جابرہ اُمت کی
خلافت کی تصحیح ہو اور وہ جو بدعت کرنا چاہین عمل مین لاوین اور بسبب اسکے کہ وہ امور دین سے جاہل ہون جو خلاف شرع
اور جس سیاست کو اہل دین پر کرنا چاہین وہ جائز ہو اور اُنکی اطاعت سب خلق پر لازم ہو اور یہ گمان اچھا نہین ہی
ہر صاحب سیاست و مالک ملک و ریاست خلافت کا مستحق نہین ہو سکتا اور اہل باطل کو اہل حق پر قیاس کرنا نہین
چاہیے بلکہ یہ واجب ہی کہ ان دونون مین تفرقہ کرین اور سمجھین کہ امام عادل مین جو امام برحق ہی اور امام جور مین جو امام متغلب ہی
فرق ہی پہلا مصداق ہو کریمہ وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا کا اور دوسرا مصداق اِس آیت کا ہی جو حق تعالی نے فرمایا ہی
وجعلنا منھم ائمۃ یدعون الی النار اور اُنہین افضل ہونے سے کیا کام ہی جناب امام المتقین و امیر المومنین علی ابن ابیطالب

علیہ السلام

علیہ السلام اپنے بعض خطبون مین زبان معجز بیان سے حضرت عثمان کی طرف خطاب فرما کر ان دونون مین تفرقہ جو
بیان فرماتے ہین اُسکا لفظ عبارت یہ ہی فاللہ اللہ فی نفسک فانک واللہ ما تبصر من عمی ولا تعلم من جہل وان الطرق
لواضحہ وان اعلام الدین لقائمۃ فاعلم ان افضل عباد اللہ عند اللہ امام عادل ھُدِیَ وھدی اقام سنۃ معلومۃ
وامات بدعۃ مجھولۃ وان السنن لنیرۃ لہا اعلام وان البدع لظاھرۃ لہا اعلام وان شر الناس عند اللہ
امام جائر ضَلَّ وضُلَّ بہ فامات سنۃ ماخوذۃ واحیا بدعۃ متروکۃ وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ
یقول لوتی یوم القیمۃ بالامام الجائر ولیس معہ ناصر ولا عاذر فیلقی فی نار جہنم فیدور فیہا کما تدور الرحی ثم یرتبط فی قعرھا
اب اِس قول کے بعد جو امام الاقوال ہی یہ کہان جائز ہو سکتا ہی کہ کوئی امام کے افضل ہونے سے انکار کرے اور ریبہ کا جواب
اور تقریر سے اِسطرح ہی کہ ہم تمھارے قول کے موافق تسلیم کرتے ہین کہ طالوت خلیفہ تھا لیکن خلیفہ تو پیغمبر کے نائب کو کہتے ہین
جیساکہ شارح مواقف نے بھی تصریح کی ہی کہ الامامۃ ھی خلافۃ الرسول فی اقامۃ الدین یہ ظاہر ہی کہ خلیفہ اپنے پیغمبر سے
لازم نہین کہ افضل ہو بلکہ وہ جسکا نائب ہی اُس سے مفضول ہو اور جب یہ ہوا تو پھر جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ طالوت کے
زمانے مین شموئیل اور داؤد موجود تھے اور وہ بلاشبہ اُس سے افضل تھے یہ ہمارے لیے کیا مضر ہوتا ہی کیونکہ ہمارا کلام تو
درباب امام یہی کہ خلیفہ و امام کو رعایا سے افضل ہونا چاہیے نہ پیغمبرون سے اور طالوت کا اپنی رعایا سے افضل ہونا قول خدا سے
ثابت و واضح ہی جیساکہ فرماتا ہی ان اللہ اصطفاہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم پس اب جو کچھ کہ شاہ صاحب نے فرمایا ہی
یہ دیکھنے کے قابل ہی کہ آیا یہ حق ہی یا کتمان حق ہی اور تدلیس ہی فاعتبروا یا اولی الابصار پس اگر کوئی کہے کہ جو تمنے کہا کہ طالوت
نبی سے افضل نہ تھے اور رعایا سے افضل تھے یہ بہ نسبت شموئیل کے جو اُنکے منوب عنہ خاص تھے مسلم ہی لیکن داؤد پیغمبر تو یقینی
طالوت کی رعیت تھے اور اُس سے افضل تھے اور اِسی جگہ سے یہ بات ہی کہ وہ طالوت کے لشکر کے ساتھ ملکر جالوت کے
مارنے کو گئے تھے تو ہم جواب مین کہینگے یہ ہم تسلیم نہین کرتے کہ ہمراہ لشکر ہونے سے داؤد طالوت کی رعیت ہو جائین
کیونکہ رعیت ہونا انکا فرع اِسکی ہی کہ جب پیغمبر کی نیابت ریاست عامہ کی مستلزم ہو اور ظاہر ہی کہ نبوت کے لیے خود نفاذ حکم
عموماً ہر قوم پر لازم و ضرور نہین ہی اور جب یہ ہوا تو خلافت جو اُسکی فرع ہی کیونکر ریاست عامہ لازم ہو بہت پیغمبرون سے
ایسے ہین کہ انکی ریاست بعض قومون کے ساتھ مخصوص تھی پس اُنکے خلیفہ کا بھی حکم عام نہو گا اور امامت کو معنی عام کے ساتھ
جسکی تفسیر ریاست عامہ کے ساتھ کی ہی یہ لازم نہین ہی کہ خلافت مطلق ہی عام ہو ہان خلافت بہ نسبت نبی عام الحکم کے عام ہوگی
نہ ہر نبی کی نسبت اور خلیفہ کا افضل ہونا سب اہل زمانہ سے اُسی قسم مین معتبر ہی جو نبی عام النبوۃ کا خلیفہ ہو نہ یہ کہ جو ایسے نبی کا
خلیفہ ہو کہ انکی نبوت عام نہو اور اِسکے ساتھ یہ بھی ضرور ہی کہ جو خلافت عہد رسالت کے بعد ہو وہ عام ہوتی ہی نہ وہ خلافت کہ
جو عہد رسالت مین ہو اور داؤد کا طالوت کے ساتھ جہاد مین بحکم خدا شریک ہونا اِسپر دلالت نہین کرتا کہ وہ طالوت کی
رعیت تھے بلکہ غایت امر یہ ہی کہ جالوت کے مقابلہ مین طالوت و داؤد دونون ایک نبی کے فرمان بردار ہونگے علی بن ابراہیم

حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ انحضرت نے فرمایا کہ حق تعالی نے پیغمبر بنی اسرائیل کی طرف وحی فرمائی تھی
کہ جالوت کو وہ شخص مارے گا کہ جسکے قامت پر موسی علیہ السلام کی درع ٹہیک آیگی اور وہ ایک مرد اولاد لاوی بن یعقوب سے
ہوگا جسکا نام داود بن ایشا ہی اور فاضل بیضاوی نے تفسیر قتل داود جالوت مین لکھا ہی جسکا محصل یہ ہی کہ کہا گیا ہی کہ
ایشا داود کے باپ طالوت کے لشکر مین اپنے چہ بیٹون سمیت تھے اور داود ساتوین بیٹے ایشا کے تھے اور یہ چہوٹے تھے
دنبیان چرایا کرتے تھے پس حق تعالی نے بنی اسرائیل کے پیغمبر پر وحی بہیجی کہ جو جالوت کو مارے گا وہ داود ہی پس
انہون نے داود کو انکے باپ سے طلب کیا اور جب آ رہے لشکر مین تو راہ مین انسے تین پتہرون نے کلام کیا اور کہا کہ تم
ہمسے یعنی ہمارے ذریعہ سے جالوت کو مارو گے پس انہون نے ان پتہرون کو اٹھا لیا اور اپنے توبڑے مین گہوڑے کے رکھ لیا
اور انہین پتہرون کو جالوت پر پہینک کر مارا یہان تک کہ وہ قتل ہوا اسکے بعد طالوت نے اپنی بیٹی کی شادی داود کے
ساتھ کر دی انتہی محصل کلامہ اور عیاشی سے اور روایت مین منقول ہی کہ طالوت کے ہمراہی عظمت و جبروت کو جالوت کی
اپسمین بیان کرتے تھے پس حضرت داود اس حال پر مطلع ہوئے اور کہا کہ تم اسکے امر کو بہت بڑا جانتے ہو قسم ہی خدا کی کہ جسوقت
میرا اسکا مقابلہ ہوگا اور انکہ سے انکہ ملے گی مین اسے قتل کرونگا پس جبکہ لشکر نے صبح کی اور سب پہر کر طالوت کے پاس آئے
اور اپسمین ملاقات ہوئی تو داود نے کہا کہ مجھے جالوت کو دکھا دو پس جبکہ دیکھا جالوت کو تو انہون نے پتہر کو گوپہن مین جسے
لغت فارسی مین فلاخن کہتے ہین رکھکر جالوت کی طرف مارا پس وہ پتہر اسکی دونون انکہون کے بیچ مین پڑا جس سے اسکا دماغ
پہٹ گیا اور اپنے گہوڑے سے الٹ کر نیچے گر پڑا اور سب نے پکار کر کہا کہ داود نے جالوت کو مارا اور اب وہ سب کا مالک ہی
یہان تک کہ کوئی طالوت کا ذکر بہی نہ کرتا تھا اور سب بنی اسرائیل داود کی اطاعت پر مجتمع ہوئے اور حق تعالی نے
داود پر زبور کو نازل فرمایا اور انکو لوہے سے آلات و ظروف و زرہ کا بنانا تعلیم فرمایا اور لوہے کو انپر ملائم فرمایا اور صاف
اس روایت سے بہی معلوم ہوتا ہی کہ وہ طالوت کی رعیت اور محکوم انکے نہ تہے کافر کے مارنے کو مبادرت فرماکر ساتھ ہوئے تھے
اور اسکے ساتھ یہ بہی ممکن ہی کہ ایک پیغمبر کا خلیفہ دوسرے پیغمبر سے افضل ہو جیسا کہ جناب علی ابن ابیطالب ہمارے پیغمبر آخر الزمان کے
وصی اور جملہ انبیا سے افضل ہین لیکن طالوت کا داود سے افضل ہونا ثابت نہین ہی فقط نقض استدلال خصم کے لیے یہ کافی ہی
فتدبر اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ بہت سے ولی کامل اور عالم متبحر اور سید اہل الطریقین الخ اسکا جواب یہ ہی کہ بیان سابق سے
تمنے جانا ہوا اور تمنے خوب ثابت کیا ہی کہ امام اور خلیفہ برحق وہ ہی جو سب وجہون سے کامل اور دین کا حافظ اور شرع متین کا
حامی مثل پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے ہو وہ انکی نیابت عامہ ذریعہ سے مستحق ریاست کا دین و دنیا کی ہو سکتا ہی اور جب ہوا
تو کسی وجہ سے وہ رعایا سی ناقص نہوگا پہر اگر بیان پر مراد شاہ صاحب کی ولی کامل سے یہ ہی کہ طاعت و عبادت کے
مراتب مین کامل ہو اور مدارج ریاست و سیاست مین ناقص ہو تو یہ شخص بعض وجوہ مین ناقص ہوگا اور شرائط امامت کا
حاوی نہوگا اور جو ہوقت موضوع بحث ہی اس سے خارج ہوگا اور ایسا ولی یقینی امام اور رئیس اعظم ہونے کے لائق نہوگا کیونکہ

یہان وہ ولی درکار ہی جو مطلقاً اور ہر وجہ کامل ہو تاکہ رعایا کے دلون مین دین و دنیا کے امور مین وہ اولیٰ بتصرف ہو
نہ عابد اگرچہ دیندار ہو اور نہ ہر صوفی شعری اگرچہ وہ معرفت پروردگار کا مدعی کیون نہو اور اُسکے معتقدین اُسے ولی کہین
اور اُسکے مرتبے کو وصی و خلیفہ بننے سے زیادہ جانین اور خدا کے دین کو جھولاؤ فروعاً برباد کرین اور شعائر ایمان کو خراب کرین
و اگر مراد ولی کامل سے وہ ہی کہ جو دین و دنیا دونون کے مدارج مین کامل ہو تو ایسے ولی پر اُسکے غیر کی تفضیل کسی طرح جائز
نہین ہوسکتی جیسا کہ اوپر گذرا علاوہ اسکے جو وہ ریاست و سیاست دنیوی مین افضل ہونا مراد لیتے ہین اگر فضیلت اس معنی پر ہی
کہ موافق شرع انور کے ہو تو وہ عین دین ہی اور ہرگز پھر یہ بات لائق تسلیم نہین ہی کہ اُس سے عاری ہوگا اور اگر مراد اُس سے سیاست
و ریاست جابرانہ ہی تو وہ معتبر نہین ہی اور اُسے بھی اگرچہ امام جانتے ہین لیکن وجہ اُسکے ترک کی سمجھتے ہین جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام سے
نہج البلاغہ مین مسطور ہی اور اُسکا حاصل یہ ہی کہ معویہ مجھسے زیادہ سخت نہین ہی لیکن وہ غدر و گناہ کرتا ہی اور اگر غدر مکروہ نہوتا تو مین
سب سے زیادہ سخت و جابر ہوتا لیکن ہر غدر کا کرنے والا فاجر اور کافر ہی اور ہر غدر کرنے والے کے لیے ایک علم ہوگا جس سے
وہ روز قیامت کو پہچانا جائیگا اور جو شاہ صاحب سے اس جگہ پر اُنکے حاشیہ سے حکایت کی گئی ہی کہ اُنھون نے ایک صورت
جواز امامت مفضول کی باوجود فاضل ہونے کے اسطرح لکھی ہی کہ شیخ الرئیس نے الٰہیات شفا مین کہا ہی کہ جو دونون مین سے علم مین کم ہی
وہ اُسکا التزام کرے کہ جو بڑا صاحب عقل ہی اُسکا امور دینی کی حفاظت مین شریک ہو اور جو بہت صاحب عقل ہی وہ صاحب
علم سے قوت علمی حاصل کرے اور اُسی کی طرف رجوع امور دینی مین کیا کرے جیسا کہ عمر ابن الخطاب اور علی ابن ابیطالب نے کیا انتہیٰ
تو یہ استناد بھی یقینی اُس شخص کے کلام کی طرف ہی جو اہل دین کے نزدیک حجت نہین ہی اور ایک نیا لفافہ قامت امامت پر پہنایا ہی
کیونکہ جب امامت جاہل کی اور جو علم مین مرجوح اور کم ہی جائز ہوئی اور وہ معصوم نہوا تو وہ کب اعتقاد و اتباع عالم کا اور جو اُس سے
علم مین افضل ہی کرے گا اگرچہ بعض مقام پر جہان اُسکی غرض نفسانی مخالفت کو محرک نہو متابعت بھی کرجائے لیکن بمفاد
ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ شوق حکومت و ولولہ انتظام سلطنت کی مہلت دیتا ہی کہ ہر حال مین اعلم کی طرف رجوع کرے
اور ہمیشہ اُسکی متابعت کرتا رہے اور اپنے تئین نفس امارہ کی ہوا و ہوس سے محفوظ رکھے اور اسی جہت سے جو جو مخالفات
اُسوقت خاص مین ظاہر ہوئین وہ مشہور اور کتب مین مسطور ہین اور امام زمان کے ساتھ یہ گمان کرنا کہ وہ سیاست مدنی کے
امور کو نہ سمجھے تھے اور نہ جانتے تھے یہ بھی زعم باطل ہی اور ایسے اشخاص کی باتین ہین جو جاہل ہین اور حقیقت مین مرتبہ امیر المومنین
علی بن ابیطالبؑ کو نہین جانتے کہ وہ جناب معصوم اور عالم اُن علوم کے ہین جو حق تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزمان کو تعلیم فرمائے تھے
اور وصی حقیقی آنحضرت کی اُمت کے واسطے اور وارث جمیع علوم انبیا کے اور جاننے والے جملہ مصالح امور دنیا و آخرت کے
اور ہر امر کے لیے پیغمبر خدا نے اُنکو تعلیم بوجہ تکمیل فرمائی تھی اور خدا اور رسول نے اُنھین عقل اکمل و اکمل افراد جانکر ریاست اس اُمت کی
تفویض فرمائی تھی اور یہ جو دشمن آنحضرت کے کہتے ہین کہ چونکہ زمانہ خلافت مین اُن جناب کی لڑائیان اور فتنہ ہاے کثیر
برپا ہوے جو اورون کے وقت تسلط مین نہین ہوے اور اسے استدلال اس امر پر کرتے ہین کہ آنحضرت کی تدبیر ریاست

اب بھی یہ بات یا محض دشمنی اور اخفاے حقیقت امر سے ہے یا بے علمی اور قلت تدبیر سے ہے ورالا حقیقت یہ ہے کہ اسکا سبب
وہ تاسین باطل تھی جو زمانہ ہاے گذشتہ مین سب کے دلون مین مرکز ہو رہی تھی کہ اُسنے اب اپنا اثر دکھایا ہے کے لیے تو
بنی امیہ کو جو دشمن خانگی خاص آنحضرت کے تھے ملک امارت سپرد کی گئی تھی تاکہ ہر وقت اعلان کلمہ دین اور اجراے
حق وہ اپنے غدر و فجر سے مقابلہ کرین اور ہرگز حق کو رونق نہونے پاے اور زمین پر وہ پیشتر سے متمکن ہو رہے ہین اور جسقدر اشرار
خلق ہین وہ اُنکے معین و مددگار ہو رہے ہین پس اس صورت مین جسقدر اُس تھوڑے سے زمانے مین بھی آنحضرت نے
اپنے حسن تدبیر سے اُس فساد سابق کا جو راسخ تھا تدارک فرمایا وہ انھین جناب کا کام تھا دوسرے شخص سے یہ کبھی ہو سکتا
وہ سیاست و انتظام ریاست جو موافق شرع نہو سہل ہے جیسا کہ ہم بھی مشاہدہ کرتے ہین اور ہوا اور سیاست موافق شریعت کے
دشوار ہے جو اہل نفاق کو کبھی مرغوب و پسند نہین ہوتا اور وہی اشخاص ہمیشہ زیادہ ہوتے ہین اور انھین سے مفاسد پیدا
ہوتے ہین جیسا کہ ہوا اور جب کثرت دشمنون کی اور رخنہ اندازان جنگجو کی ہو تو سواے حرب و پیکار کے کیا علاج ہے جیسا کہ
جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے مین بھی کثرت سے حروب واقع ہوے اور ہمنے اپنے زمانے مین بھی حکام
انگلشیہ کو جو سرآمد عقلا اور اعرف قوانین سیاست و انتظام ریاست ہین دیکھا کہ جب ہندوستان مین رعایا نے نافرمانی
و غدر کو اختیار کیا اور جابجا مقابلہ سلطان پر آمادہ ہوے تو اُس وقت جابجا حکام سرکاری کو سوا لڑنے کے چارہ نہ تھا
اور کس کثرت سے جنگ و پیکار واقع ہوئی ہے کہ شمار اُسکا دشوار ہے پھر اگر بمقابل غادرین لڑنا سوء تدبیر ہے تو کیا بھاگ جانا
حسن تدبیر ہے اور اگر وہ برا ہوتا تو پیغمبر خدا اُسے کیون اختیار فرماتے اور یہ عقلا جنکا ہمنے مشاہدہ کیا کیون اُس تدبیر کے کاربند ہوتے
اور علاوہ اسکے کافی ہے آنحضرت کی خوش تدبیری کے ثبوت کو امر ریاست مین وہ قول ابن ابی الحدید کا جسے جناب سید سند نے
حدیقہ مین نقل فرمایا ہے کہ اُسنے کہا ہے اعلم ان من لم یعرف حقیقۃ فضل امیر المومنین ع زعموا ان عمر کان اسوس منہ وان کان ھو اعلم الخ اب
اسکے بعد پھر اسکے خلاف کہنا بے خردی ہے فقط ذکر اور جو شاہ صاحب نے کہا ہے کہ پانچوان عقیدہ اہلسنت کا یہ ہے کہ امام کو
لازم نہین ہے کہ عند اللہ جمیع زمانہ سے افضل ہو الخ یہ بات بھی عجیب ہے اور جیسا کہ وہ خلاف عقل و نقل کے ہے ویسا ہی جمع تصریحات
کہ حضرات ائمہ اہلسنت سے واقع ہوئی ہین اُنکے مخالف ہے چنانچہ شمہ اُنکا لکھا جاتا ہے جناب سیدنا علی اللہ مقامہ نے حدیقہ کی
جلد امامت مین کتاب شمع الیقین سے قول بعض فاضل کو نقل فرمایا ہے کہ انھون نے لکھا ہے کہ جناب ابی بکر نے وجوب فضیلت کا
امام کے اعتراف کیا ہے اور سب صحابہ اور کافہ مسلمین بھی اس مین اُنکے ساتھ متفق تھے کیونکہ انھون نے برسر منبر فرمایا کہ اقیلونی
اقیلونی فلست بخیرکم وعلی فیکم یعنی مجھے خلافت سے معزول کرو کیا وجود ہونے علی ابن ابیطالب ع کے مین تمسے اچھا نہین ہون
اور اس قول مین کسی نے معارضہ اُنسے نہین کیا اور یہ کلام صریحاً دو امرون پر دلالت کرتا ہے ایک یہ کہ علی ابن ابیطالب ع بہتر اُنسے تھے
دوسرے یہ کہ امام کے افضل ہونے کا اعتراف ہے والا انکی عزل کی درخواست اُنکے بہتر ہونے کے باعث سے نامربوط تھی بلکہ یہ
کہہ سکتے ہین کہ یہ کلام جو واقع ہوا اور صحابہ مین سے سب نے اتفاق کیا کسی نے معارضہ نہین کیا تو گویا ان دو باتون پر

اجماع کیا ایک امام کے افضل ہونے پر ثابت ہے دوسرے یہ کہ علی ابن ابیطالب انسے واقع مین بلکہ جملہ اہل اسلام سے
افضل تھے اور اس اجماع کی صورت بعد اسکے ہی جیسے حضرات اہلسنت کہتے ہین کہ روز سقیفہ جب خلیفہ اول نے فرمایا کہ
تمھارے واسطے ایک امام ضرور ہی اور صحابہ نے انکے ساتھ اتفاق کیا ہین تو یہ اتفاق اجماع ہی نصب امام کے وجوب پر
اب محل غور ہی کہ اجماع ثانی کی صورت کسقدر اجماع اول سے زیادہ اتم ہی کیونکہ اجماع اول مین اُسی وقت کسقدر بحث و تکرار
ہوئی تھی اور اس اجماع مین تو کسی نے کوئی حرف نہین کہا ورالاوہ بھی مذکور ہوتا اور امام بخاری نے کتاب الصلواۃ مین کہا ہی
باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ اور اگرچہ اس جگہ انکی مراد امامت نماز جماعت کی ہی لیکن عام جو امام ہی وہی جماعت کا بھی
امام ہوگا پس اُسکا اہل علم و فضل سے ہونا زیادہ تر سزاوار ہوگا کیونکہ اُس سے زیادتی اور بزرگی امامت جماعت سے بہت
زیادہ ہی پس وہ اولی اسلیے ہوگا کہ افضل ہو اور ابوالحسن اشعری سے قول وجوب فضیلت کا امام کی نقل کیا ہی ساتھ اس
بات کے کہ تقبیح عقلی نہین ہی بنابر اسکے کہ جب امام افضل ہوگا تو وہ اس سے قریب تر ہوگا کہ سب خلق اُسکی مطیع و منقاد ہون
اور سب کی رائین اُسکی متابعت کے لیے مجتمع ہونگی کیونکہ امامت خلافت پیغمبر کی ہی پس واجب ہی کہ اسکے لیے وہ شخص
طلب کیا جاے جسکی طرف سب کی رغبت ہو قیاس کرنے کی اوپر نبوت کے انقطہ محصل اُسکا ہی جو شرح مقاصد مین ہی اب
نہین معلوم کہ شاہ صاحب نے علی الاطلاق اہلسنت کا یہ اعتقاد کیونکر فرمایا گیا انکے نزدیک امام حضرات اشاعرہ جنکا قول
مذکور ہوا حضرات اہلسنت سے خارج ہین علاوہ اسکے انکے بزرگ پدر عالیمقدار شاہ ولی اللہ صاحب نے رسالہ تفضیل الشیخین مین
خود فرمایا ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جب تک اعتقاد افضل ہونے کا مبلغ قرآن و سنت اور مبین معانی دونون شخصون کا نہ کرے گا
طبیعت اور دل شرائع کے لینے پر جمع نہین ہو سکتے اور یہی فاضل جلال الدین سیوطی سے حکایت کی گئی ہی کہ جمیع احادیث مین
انھون نے کہا ہی روی البیہقی عن عمر بن الخطاب انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان افضل عباد اللہ
منزلۃ یوم القیمۃ امام عادل یعنی بیہقی نے جناب عمر بن الخطاب سے روایت کی ہی کہ فرمایا انھون نے کہ افضل بندگان خدا
مین قیامت کے روز امام عادل ہوگا اور عدالت جناب شاہ صاحب کے بھی نزدیک امامت کی شرائط سے ہی اور بموجب
اس حدیث کے کہ امام عادل افضل ہی پس چاہیے کہ فضیلت بھی شرائط امامت سے ہو کیونکہ لازم کا لازم لازم ہوتا ہی اور جب
یہ ہوا تو اب وہ قول انکا کہ امام کو لازم نہین ہی کہ عند اللہ اپنے اہل زمانہ سے افضل ہو بالیقین باطل ہوگا اور اسی لیے شارح
مقاصد نے کہا ہی کہ معظم اہلسنت اور اکثر فرقے اسی طرف گئے ہین کہ امامت کے واسطے وہی شخص متعین ہو جو اہل زمانہ سے اپنے
افضل ہو اور قاضی بیضاوی نے کہا ہی کہ اچھا نہین ہی کہ افضل کو حکم دیا جاے کہ تو مفضول کی اطاعت کر اور علم خلافت مین
شرط ہی بلکہ عمدہ اُسمین وہی ہی انتہی محصل کلامہما اور ان تصریحات کے بعد پھر ایسی عمدہ شرط سے جو شخص انکار کرے وہ مکابر
قرار دیا جائیگا اور عقلا کے نزدیک کلام اُسکا لائق سُننے کے نہوگا دوسری شرط عصمت ہی ضروری کہ امام جو خلق کا
پیشوا ہی وہ علم و ورع افضل اور جامع علم و عمل اور محفوظ گناہ و خطا و خلل سے ہو جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کتاب کشف الحق مین فرمایا ہی

دوسری شرط امام کی عصمت ہے

جسکا حاصل یہ ہے کہ مذہب امامیہ یہ ہے کہ ائمہ مثل انبیا کے ہین معصوم ہوتے ہین جملہ قباحتون سے اور سب فواحش سے
اور سن طفولیت سے آخر زمان وفات تک اُنسے عمداً اور سہواً کسی طرح معصیت صادر نہین ہوتی کیونکہ شرع کے وہ حافظ ہین
اور شریعت اُنسے قائم رہتی ہے اور اُنکا حال حفاظت شرع مین نبی کی طرح حال ہے اور اسواسطے کہ حاجت امام کی طرف اسلیے ہوتی ہے کہ
وہ انصاف کرے ظالم و مظلوم کے بارے مین اور فساد کو رفع کرے اور مادہ کو فتنون کے کاٹے اور امام ایک لطف ہے جو
صاحب قہر کو انکی تعدی سے منع کرتا ہے اور خلق کو فعل طاعات پر اور محرمات سے اجتناب پر برانگیختہ کرتا ہے اور حدود و احکام
کو قائم کرتا ہے اور فساق سے مواخذہ کرتا ہے اور جو تعزیر کے مستحق ہین انہین تعزیر دیتا ہے پس اگر اسپر گناہ کرنا جائز ہو اور معصیت اُس سے
صادر ہو تو یہ فائدے جاتے رہین اور وہ اور امام کا محتاج ہو انتہی محصل کلامہ اور جناب آخوند صاحب نے حق الیقین مین
فرمایا ہے کہ ہمارے علما کا اجماع اسپر منعقد ہوا ہے کہ امام بھی مثل پیغمبر کے اول عمر سے آخر عمر تک جملہ گناہان کبیرہ و صغیرہ سے معصوم ہے اور
احادیث متواترہ اس مضمون پر وارد ہوئی ہین بالجملہ اس مطلب پر کئی وجہ سے استدلال کیا ہے اول یہ کہ امام امین ہے خدا کا
خلق پر انکے امور دنیا و دین کے واسطے پس جبکہ وہ خود احکام الٰہی مین خیانت کرے تو پھر کب امامت کے قابل ہوگا بلکہ لائق
ملامت ہوگا موافق حق تعالیٰ کے ارشاد کے جو قرآن مین فرماتا ہے اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم و انتم تتلون
الکتاب افلا تعقلون یعنی آیا حکم کرتے ہو خلق کو نیکی کرنے کے لیے اور فراموش کرتے ہو اپنے نفسون کو ساتھ اِس بات کے کہ
کتاب خدا کو پڑھتے ہو آیا عقل نہین رکھتے ہو اور اسکی قباحت نہین سمجھتے ہو اور پھر فرمایا ہے کہ اے گروہ مومنان کس لیے کہتے ہو اس چیز کو
جسے نہین کرتے خدا بہت دشمن رکھتا ہے کہ وہ چیز کہو جسے خود نہ کرو اور یہ بات بہت ظاہر ہے کہ جو ایسی ملامتون کا مستحق ہوگا وہ
پیغمبری اور امامت کے قابل نہوگا دوسری یہ کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی طرف خطاب فرمایا انی جاعلک للناس
اماما یعنی مین تجھے امام خلق کا کرونگا مفسر تفسیر کبیر نے کہا ہے کہ یہ آیہ دلالت کرتا ہے آنحضرت کی عصمت پر گناہون سے بسبب
اسکے کہ امام وہی ہے کہ جسکا اقتدا کیا جاوے پس اگر اس سے گناہ کوئی صادر ہو تو اس خصوص مین اُسکا اقتدا ہمپر واجب ہوگا کیونکہ اگر
اُسکی اطاعت واجب ہو تو محال لازم آئیگا کیونکہ معصیت ممنوع ہے اور اس جہت سے کہ امام کا فعل ہے اُسپر عمل کرنا واجب
ہوگا اور امر و نہی کا اجتماع محال ہے انتہی محصل کلامہ اور یہ دلیل عقلی عام ہے کہ ہر امام مین جاری اور تمام ہے پس مطلقاً امام کی
عصمت واجب ہوئی تیسری یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے یہ خطاب فرمایا کہ تجھے امام کرونگا خلق کے لیے
تو حضرت ابراہیم بہت خوش ہوے اور اپنی اولاد کے لیے بھی اس مرتبہ کے عطا ہونے کو حق تعالیٰ سے درخواست کی
جواب مین اُسکے ارشاد ہوا کہ لا ینال عہدی الظالمین یعنی عہد امامت میرا ظالمون کو نہین پہونچتا اور کوئی شبہ نہین ہے
کہ ہر صاحب معصیت اپنے نفس پر ستمگار ہے اور جسوقت وقات عمر سے اپنی گناہ کرے گا اُسوقت اُسپر صادق آئیگا کہ عہد امامت
اُسے نہین پہونچ سکتا پوشیدہ نہ رہے کہ مفسر تفسیر کبیر نے اُسی کتاب مین کہا ہے کہ شیعہ اس آیت سے امامت شیخین مین قدح
کرنے کو تین وجہ سے حجت لاتے ہین پہلی یہ کہ وہ دونون صاحب ابتدا مین کافر تھے اور کافر ظالم ہے پس انپر اس حالت مین

وجہ اول

وجہ دوم

وجہ سوم

یہ صادق آتا ہو کہ وہ عہد امامت تک نہین پہونچ سکتے اور جیساکہ وقت کفر مین امام نہو سکتے تھے اسی طرح کسی وقت مین
لیاقت امامت کی نہین رکھتے دوسری یہ کہ وہ دونون گنہگار تھے اسلیے کہ باتفاق اہل اسلام وہ معصوم نہ تھے اور نیز
یہ کہ مشرک تھے اور شرک ظلم ہو جیساکہ حق تعالی فرماتا ہو ان الشرک لظلم عظیم اور ظالم عہد امامت کو نہین پہونچ سکتا
جیساکہ آیہ صاف دلالت کرتا ہو اوپر اور ظالم عام ہو کہ فی الحال ظالم ہو یا زمان ماضی مین ظالم ہوا ہو اور پھر اسکے جواب مین
مفسر مذکور نے کہا ہو کہ کفر سے توبہ کرنے والا کافر نہین ہو اور اسی لیے اگر کوئی قسم کھاے کہ مین کافر پر سلام نہ کرونگا اور
وہ نومسلم پر سلام کرے تو اسے کوئی حانث یعنی خلاف کرنے والا اپنی قسم کا نہ کہیگا انتہی محصل کلامہ لیکن صاحب عقل پر
مخفی نہ رہیگا کہ اس جواب مین فاضل مذکور نے طرز اجمال کیا ہو مگر اس سے کچھ فائدہ حاصل نہین ہو سکتا کیونکہ اس آیت مین
صاف دلالت ظاہر ہو اس بات پر کہ ظلم متقدم امامت کے عہد تک پہونچنے سے مانع ہو اور علت اپنے معلول سے مقدم
ہوتی ہو اور رہا شبہ لا ینال صیغہ استقبال کا ہو پس جو شخص کہ اسپر ظالم صادق آئیگا وہ مرتبہ امامت تک پہونچنے سے محروم ہوگا
اور اس خصوص مین کافر کے مسلم پر صادق آنے کو اور نہ آنے کو کیا دخل ہو اور اسی طرح نومسلم پر کافر صادق آے یا نہ آے
ہمارا مطلب حاصل ہو ساتھ اس بات کے کہ کافر کے مسلم پر صادق نہ آنے سے جو مانع ہو وہ مانع شرعی ہو لغوی نہین ہو اور
جب مانع خاص ہوا تو عام نہوگا جناب اخوند صاحب نے کتاب الحجت مین بحار کی جو فرمایا ہو حاصل اسکا یہ ہو کہ اگر کہین کہ
مشتق کے صادق آنے مین ایک جماعت کے نزدیک مبدی کا باقی رہنا شرط ہو پھر کسطرح ہو سکتا ہو کہ استدلال شیعون کی
درخوست ہوگی تو ہم کہینگے کہ کوئی شبہ اِس مین نہین ہو کہ ظالم آیہ کریمہ مین محتمل معنی ماضی کا ہو نہ حال کا کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے
سوال نہین کیا تھا مگر اپنی ذریت کے لیے جو اُنکے بعد پیدا ہونے والی تھی پس حق تعالی نے جو جواب مین فرمایا اُسکا
مطلب اِسکے سوا نہین ہو کہ نہ پہونچے گا عہد میرا اُنکو جسپر آیندہ ظالم صادق آئیگا پس بعد اسکے کہ حق تعالی حضرت ابراہیم سے
یہ خطاب فرما چکا اب جسپر یہ صادق آے کہ وہ ظالم ہو اور اس سے گناہ صادر ہوا ہو وہ جس زمانے مین زمانہاے مستقبل سے
کہ ہو اُسکے واسطے یہ حکم مشتمل ہو کہ اُس سے یہ عہد امامت نہ پہونچے گا اگر کہین کہ مراد آیت مین یہ ہو کہ جو عہد امامت مین اپنے
ظلم کرے وہ شخص امامت کو ظلم کی حالت مین نہین پا سکتا نہ بعد رفع ہو جانے ظلم کے یہی جگہ سے ہو کہ امام فخر رازی نے
جو کہا ہو اسکا محصل یہ ہو کہ یہی طرح قول اسکے نظائر مین ہو آیا نہین دیکھتا تو خدا کے قول کی طرف ولا ترکنوا الی الذین ظلموا
یعنی نہ رجوع کرو تم ان لوگون کی طرف جو ظلم کرتے ہین پس تحقیق کہ حق تعالی نے رجوع کرنے سے جنکی طرف نہی فرمائی
تو اسی وقت مین کہ جب وہ ظلم کرتے ہین اور قول خدا کا ما علی المحسنین من سبیل یعنی نیکو کارون پر راہ نہین ہو اسکے معنی
یہ ہین کہ جب تک وہ نیکی کرنے پر قائم ہین اور حکم عقل بھی اسی کے موافق ہو کیونکہ مانع کا موجود ہونا مانع ہو پس جبکہ مانع جاتا رہے
تو ممنوع یقینی موجود ہوگا تو اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ جو تمنے کہا یہ قید ظلم کی حالت کی آیت مین نہین ہو پھر جب خدا نے
نہین مقید فرمایا تو قید کہان سے پیدا ہوئی مولانا ے طبرسی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہو اور محصل اسکا یہ ہو کہ اگر کہا جاے کہ نفی

نہیں کی گئی ہے آیت میں عہد امامت تک پہونچنے سے ظالم کو مگر اسکے ظلم کی حالت میں پس جبکہ اُسنے ظالم ہونے کے بعد
توبہ کی تو صحیح ہوگا یہ کہ وہ عہد امامت تک پہونچے پس جواب اسکا یہ ہے کہ ظالم اگرچہ توبہ کرے لیکن اس سے نہیں نکل سکتا کہ
آیت اسی ظلم کرنے کی حالت میں شامل ہوئی تھی پس جبکہ نفی کی گئی آیت میں اس بات سے کہ عہد امامت اسے پہونچے
تو حکم کیا گیا اُسپر اس امر سے کہ وہ نہ پہونچے گا امامت تک اور ایک آیت مطلق ہے کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے پس چاہیے
کہ سب وقتوں پر محمول ہو پس عہد امامت تک ظالم نہیں پہونچ سکتا اگرچہ ظلم کے بعد توبہ بھی کرے انتہی محصل کلامہ
اور بوندی ہے اس سے وہ بات جو قاضی بیضاوی نے بعد اس آیت کے اپنی تفسیر میں کہا ہے جسکا محصل یہ ہے کہ یہ خطاب حق تعالیٰ کا
بسبب قبول کرنے التماس ابراہیم کے اور تنبیہ فرمانے کے اس امر پر کہ کبھی انکی ذریت سے ظالمین بھی ہونگے اور وہ عہد
امامت کو نہ پہونچینگے اسلیے کہ امامت خدا کی طرف سے امانت اور عہد ہے اور ظالم اسکی صلاحیت نہیں رکھتا اور اس
مرتبہ کو نہ پہونچینگے مگر جو متقی اور ابرار انمین سے ہونگے اور اس آیت میں دلیل ہے پیغمبروں کے معصوم ہونے پر گناہان کبیرہ سے
قبل مبعوث ہونے کے اور یہ کہ فاسق امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا انتہی محصل کلامہ علاوہ اسکے امام فخر رازی نے
کہا ہے کہ علاوہ اسکے ہمنے بیان کیا ہے کہ مراد امامت سے نبوت ہے پس جس شخص نے کہ چشم زدن بھی کفر کیا ہوگا وہ نبی ہونے کے
قابل نہیں ہے انتہی کلامہ اب اس بیان سے خود بخوبی واضح ہوتا ہے کہ ظالم ہونے کا متحقق ہونا کسی وقت میں کیوں نہو
نبوت میں قدح کرتا ہے نہ یہ کہ وہ مشروط ہے ساتھ وجود ظلم کے ایک حال میں سوا دوسرے حال کے اور جب یہ نبوت میں
ثابت ہوا تو چاہیے کہ امامت میں بھی اسی طرح ہو کیونکہ ایک کو دوسرے پر دو ہوائین نہیں ہومین اور تحقیق مقام یہ ہے کہ منع
کرنے والے کا منع کرنا کبھی مشروط ہوتا ہے ساتھ اسکے کہ وہ فی الحال موجود ہو اور یہ اُسوقت میں اور اس مقام پر ہوتا ہے کہ جب
وہ بسبب مضادت یا بحیثیت امتناع اجتماع مانع ہو اور اس صورت میں جسوقت کہ مانع موجود ہوگا اس حالت میں
وجود ممنوع کو مانع ہوگا اور ممنوع کا پایا جانا محال ہوگا مطلقاً مثلاً نور و ظلمت ہیں کہ آپس میں مضادت ہے پس جب تک کہ نیر
آفتاب ہے افق حسی سے اوپر ہے اور اسکا نور موجود ہے تو عالم کو تیرہ و تار ہونے سے مانع ہوتا ہے اور جبکہ وہ افق سے نیچے اترا
اور روشنی اسکی جاتی رہی تو ضرور نہیں ہے کہ اب بھی عالم کو تیرہ ہونے دے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مانع کا پایا جانا اگرچہ
فی الجملہ کیوں نہو سبب انتفاے ممنوع کا ہوتا ہے پس مطلق وجود اسکا کافی ہوتا ہے نہ مترتب ہونے کے لیے ممنوع کے ہر وقت
میں اور اسکی مثال اسطرح سے سمجھنا چاہیے کہ مورث کا مار ڈالنا انتفاے ارث کا سبب ہے اگرچہ توریث کے وقت قاتل
نہو یا زنا کرنا عقوبت کا سبب ہے اگرچہ عقوبت کے وقت ہر زانی زانی نہو کتاب الحجت میں جناب مولانا صاحب نے
فرمایا ہے فان قلت تعلیق الحکم بالوصف مشعر بالعلیة قلت العلیة لا تدل علی المقارنة اذ لیس مفاد الحکم الا ان عدم
نیل العهد انما هو للاتصاف بالظلم فی احد الازمنة المستقبلة بالنسبة الی صدور الحکم فتامل انتهی اور اس جگہ پر
کہہ سکتے ہیں کہ محتمل ہے کہ ظلم مثل علت معدہ کے عہد امامت تک نہ پہونچنے کا سبب یکسر ہو اور جب یہ ہو تو پھر کہان سے یہ

ہوسکتا ہی کہ ظلم کا مستحق ہونا فقط حال وجود مین اپنے نیل امامت سے مانع ہی جیسا کہ امام رازی نے گمان کیا ہی مطلق
ظلم کا پایا جانا حالانکہ آیت مین نہ کوئی توقیت ہی نہ تقیید ہی بلکہ مطلق ہی اور مطلق ہونا اسکا ایک حجت واضح ہی جیسا کہ علماے
شیعہ کہتے ہین اور علماے حضرات اہلسنت بھی اُسے بہ نسبت نبوت کے پسند فرماتے ہین گو امامت مین قبل امام ہونے کے اور
بعد امام ہونے کے بھی ظلم وجور کا صادر ہونا امامت مین قادح نہین جانتے اور انھین روا رکھتے ہین اور یہ کہ بیان ہوچکا
کہ امام ہونے سے پیشتر کفر و شرک کو جو کیسی عظیم ظلم ہین قادح امامت مین نہین جانتے والا ظاہر ہی کہ خلیفہ اول و ثانی ہین
یہ دونون اگرچہ مسلمان و امام ہونے کے تھے لیکن کچھ مضرت اُنسے امامت مین انکی نہ ظاہر کی گئی اور بالفرض [illegible]
انھین خلیفہ بنایا اور اب تک انھین قدح نہین کیا جاتا بلکہ جو اس جہت سے قدح کرتے ہین انھین جواب دیے جاتے ہین اور کیسی کیسی
تاویلین کی جاتی ہین اور جب یہ ظلم عظیم قادح نہ ہوا تو اور ظلمون کا کیا ذکر ہی اور لیکن بعد امام ہونے کے بھی فسق کو نہین کہتے
کہ امامت کے لیے مضر ہی پس اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکی تصریح انکے علمانے کی ہی جیسا کہ فاضل نسفی نے عقائد اہلسنت مین صاف
لکھا ہی کہ امام فسق کے باعث سے معزول نہین ہوتا اور شارح نے اُسکے فسق کی تصریح کی ہی کہ الخروج عن طاعة الله تعالی
والجور شارح نے کہا ہی کہ یعنی امام معزول نہین ہوسکتا بسبب ظلم کرنے کے بندگان خدا پر انتہی اب اس سے صاف
ظاہر ہی کہ ظلم وجور کچھ قادح امامت مین نہین ہی اور کیونکر ہو جبکہ عصمت شرط نہو گی تو پھر ظلم وجور سے کیا اندیشہ ہی لیکن یہ بھی
دیکھنے کے لائق ہی کہ حق تعالی نے جو قرآن مین فرمایا ہی وہ یہ ہی کہ عہد امامت ظالمون کو نہین پہونچتا پھر اسکے ساتھ ظلم و
جور کا ائمہ سے صادر ہونا کیونکر روا ہوگا اور اگر ایک دو روز کے واسطے نیل امامت کے وقت کے لیے رفع ظلم کو شرط کیا
تو اس سے کیا حاصل ہوسکتا ہی پوشیدہ نہ رہے کہ فاضل نسفی نے مدارک مین کہا ہی کہ معتزلہ کہتے ہین کہ یہ آیہ اس بات پر دلالت
کرتا ہی کہ فاسق صلاحیت امامت کی نہین رکھتا کیونکہ امام اسلیے ہی کہ وہ سب کو ظلم کرنے سے باز رکھے پس جبکہ وہ شخص جو
اپنے نفس پر ظالم ہو اس عہدۂ جلیلہ پر منصوب ہوگا تو اسکا ایسا حال ہوگا جیسا کہ کوئی شخص گرگ کو حفاظت گوسفندان کے لیے
مقرر کرے اور بعد اسکے جواب مین کہا ہی کہ مین کہتا ہون کہ مراد اس آیت مین ظالم سے کافر ہی کہ وہ ظالم مطلق ہی انتہی محصل
کلامہ لیکن یہ طرفہ بات ہی کیونکہ اس کہنے سے جو حضرات اہلسنت نے عصمت کے عوض امام مین عدالت کو شرط کیا تھا
وہ بھی گئی اور تعجب ہی کہ فاضل مذکور نے وہ فرق جو مطلق ظالم مین جو ظاہر آیت ہی اور ظالم مطلق مین تھے نہ پہچانا اور وہ عموم
جسے فاضل سیوطی نے تفسیر مین لا ینال عہدی الظالمین کی بذریعہ اپنی سندون کے ذکر کیا ہی کہ اسکا حاصل یہ ہی کہ طاعت
نہین ہی مگر معروف مین اور معصیت خالق مین مخلوق کی طاعت نہین چاہیے اس سے چشم پوشی کر کے بے سبب آیت کے
عموم کو کافر کے ساتھ مخصص کیا اور ظالمین و فساق کو مطاع اور واجب الاتباع جانا ہی لیے علامہ حلی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ
اهل السنة ذهبوا الی امامة العصاة والفساق حتی قال الزمخشری وهو من افضل علمائهم لا کالدوانیقی المتلصص
یشیر به الی المنصور لیکن جو امام رازی نے کہا ہی کہ مراد امامت سے اس آیت مین نبوت ہی اسکا جواب یہ ہی کہ جیسا تمنے جانا ہی امامت کے

دو معنی ہین ایک خاص ہی اور ایک عام ہی کیونکہ امامت ریاست عامہ ہی جملہ امور دین و دنیا مین پس اگر وہ بالاستقلال
ہوگی تو بدون نبوت کے متحقق نہین ہو سکتی اور اگر یہ نیابت پیغمبر ہوگی تو بدون خلافت حقہ نہو سکے گی اور کبھی یہ غیر کے
ساتھ خاص ہو جاتی ہی اور سوقت مین نیابت کی قید اس تعریف مین زیادہ کر دیتے ہین اور اس مقام پر مراد یہی عام
معنی ہین پس یہ امامت نبوت سے عام من وجہ ہوگی اور یہ تصریح کلام مین فریقین کے علماؤن کے واقع ہی کیونکہ ہمارے
علماؤن کے کلام مین اسکا واقع ہونا تعریف امامت مین پہلے مذکور ہو چکا ہی اور کلام علماے اہلسنت مین بھی اسی طرح ہی
جیسا کہ حسن ابن عبد الرزاق نے شمع الیقین مین کہا ہی کہ اہلسنت کبھی کہتے ہین کہ مراد عہد سے اس آیت مین نبوت ہی نہ امامت
اور مین کہتا ہون کہ لفظ آیت صریح امامت ہی جو بمعنی ریاست کے اور پیشواے خلق کے ہی جو نبوت سے اعم ہی اور تخصیص
دلیل کی محتاج ہی انتہی محصل کلامہ اور خود امام رازی نے تحقیق لفظ امام مین کہا ہی کہ وہ نام ہی اس شخص کا جسکے ساتھ
سب اہتمام کرین یعنی اقتدا کرین اور فاضل سیوطی نے تفسیر درمنثور مین کہا ہی کہ اخرج عبد بن حمید عن ابن عباس انی
جاعلک للناس اماما تقتدی بدینک وھدیک وسنتک واخرج ابن جریر عن الربیع فی قولہ انی جاعلک للناس
اماما یؤتم بہ ویقتدی قال ابراھیم ومن ذریتی فاجعل من یؤتم بہ ویقتدی بہ وعن ابن عباس فابی ان یفعل ثم
قال لا ینال عہدی الظالمین وعن مجاھد قال لا اجعل اماما ظالما یقتدی بہ انتہی ملتقطا اور ان سب روایتون سے نفیاً واثباتاً معنی دین کی
پیشوائی کے مستفاد ہوتے ہین اعم اس سے کہ یہ پیشوائی من حیث النبوت ہو یا من حیث الخلافت اور امامت ہو جو
بمعنی اخص ہی اور لائق تعجب یہ ہی کہ صاحب مواقف نے کہا ہی کہ الامامۃ ریاسۃ عامۃ فی الدین والدنیا ونقض بالنبوۃ
والاولی ان یقال ھی خلافۃ الرسول الخ یعنی امامت ریاست عامہ ہی دین و دنیا کے امور مین اور اسپر نقض وارد کیا جاتا ہی
نبوت کے ساتھ اور اولی یہ ہی کہ کہا جاے کہ امامت وہی خلافت ہی رسول کی انتہی محصل کلامہ لیکن یہ انکے سمجھنے کے
قابل تھا کہ یہ تعریف اس امامت کی ہی جو بمعنی عام نبوت و امامت دونون کو شامل ہی اور جب یہ ہوا تو نقض کہان وارد ہو سکتا ہی
اور جب معنی امامت کے عام ہوے تو بمفاد آیہ کریمہ مذکورہ امامت مطلقاً ظالم کو نہ پہونچے گی اسی لیے خود امام رازی نے
مسئلہ خامسہ مین کہا ہی کہ جمہور فقہا اور متکلمین کہتے ہین کہ عقد امامت کا فاسق کے واسطے جائز نہین ہی اور حجت لاے ہین
اس آیت سے ساتھ اس بات کے کہ مراد عہد سے اس آیت مین امامت ہی تاکہ خدا کا جواب مطابق حضرت ابراہیم کے سوال کے ہو
پس جب ہوا کہ مراد اس عہد سے وہی امامت ہو پس گویا یہ آیت اسطرح ہوگی کہ حق تعالی نے فرمایا لا ینال الامامۃ
الظالمین اذ کل عاص فانہ ظالم لنفسہ فکانت الآیۃ دالۃ علی ما قلناہ انتہی پھر فاضل مذکور نے کہا ہی کہ اگر کہا جاے کہ ظاہر آیت کا
یہ ہی کہ ظلم ظاہراً اور باطناً منتفی ہو پس عصمت لازم آیگی تو ہم کہینگے کہ شیعہ البتہ اس آیت سے عصمت کے اشتراط پر حجت
لاے ہین لیکن ہم کہتے ہین کہ مقتضی آیت کا ایسا ہی ہی لیکن ہمنے اُسے ترک کیا ہی اور چھوڑ دیا ہی باعتبار باطن آیہ کے پس عدالت
ظاہرہ معتبرہ باقی رہ جائیگی انتہی محصل کلامہ اب یہ بات البتہ لائق انصاف ہی کہ پہلے تو شیعون کے جواب مین خود کہا کہ

مراد امامت سے نبوت ہی پھر تھوڑے فاصلہ کے بعد آپ ہی اور جمہور حضرات اہلسنت کی طرف سے فاسق کے لیے تجویز ہونے کو عقد امامت کے اسی آیت سے دلیل لاے پھر کیسی بات ہی کہ محققین علما خود تو استدلال کے وقت اس آیت سے معنی عام امامت کے مراد لیتے ہین اور جب شیعہ اُس سے احتجاج کرین تو دست وگریبان ہوتے ہین اور آیت کے معنی بدلتے ہین چوتھی یہ کہ اخونا صاحب نے فرمایا ہی کہ عمدہ فائدہ امام کے نصب مین یہ ہی کہ ناموس شریعت کا حفظ کرے اور شریعت کا حافظ ہو اور جب اسپر خطا وگناہ کرنا جائز ہوا تو چاہیے کہ اب دوسرا امام اُسے منع کرے اور جو خطا کہ اُس سے صادر ہوئی ہو اُسے ظاہر کرے اور اس صورت مین سب کا امام وہ دوسرا ہوگا نہ پہلا پانچوین یہ کہ اُمت پر واجب ہی کہ منکر سے نہی کرین پھر اگر امام کے ساتھ جو منکر عمل مین لاتا ہی اس واجب کو عمل مین لائین یعنی اُس سے بھی نہی کرین تو یہ امر خلاف اطاعت اور رعایت امام کے ہوگا اور اگر اُس سے نہی نہ کرین تو اپنے واجب کو ترک کرینگے اور اگر یہ کہین کہ اطاعت امام کی اُسی واجب ہی جو حرام نہین ہی پس چاہیے کہ اُنکے لیے ایک دوسرا امام ہو جس سے حلال وحرام کو لین اور سیکھین پس اس صورت مین دو امام کے محتاج ہونگے پس اب یا تسلسل لازم آئیگا یا منتہی ہوگا امام معصوم کی طرف فقط پوشیدہ نرہے کہ شاہ صاحب نے بھی ان دونون وجہون کو دو طرح شیعون کی طرف سے نقل کیا ہی ایک یہ کہ امام اگر معصوم نہوگا تو تسلسل لازم آئیگا کیونکہ نصب امام جو واجب ہوا اور اُسکی طرف محتاج ہوے تو اسی لیے کہ اُمت پر جائز ہی کہ علم وعمل مین خطا کرین پھر اگر امام پر بھی خطا کرنا جائز ہو تو جیسا کہ اُمت بسبب جواز خطا کے امام کی طرف محتاج تھی اسی طرح یہ امام دوسرے امام کی طرف محتاج ہوگا اور اسی طرح بلانہایت یہ سلسلہ چلا جائیگا اور اسکے بعد جواب مین اسکے کہا ہی کہ ہم یہ تسلیم نہین کرتے کہ نصب امام کی طرف محوج خطا کا جائز ہونا اُمت پر ہی بلکہ احکام کے نافذ کرانے کو اور مفاسد کے دفع کرنے کو اور بیضہ اسلام کی حفاظت کو محتاج طرف نصب امام کے ہوے اور ان غرضون کے حاصل کرنے کو عصمت ضرور نہین ہی اجتہاد وعدالت کفایت کرتے ہین اور جبکہ یہ اور اُسکے مقاد پر در صورت واقع ہونے خطا کے اجتہاد مین کوئی مواخذہ نہوا تو اب خطا کا جائز ہونا اور نہ جائز ہونا برابر ہوگا اور ہم تسلیم نہین کرتے کہ یہ امام معصوم کی طرف منتہی ہوگا بلکہ وہ منتہی ہوگا طرف نبی کے جسکی عصمت اتفاقی ہی لیکن یہ بھی کلیہ منقوض ہوتا ہی مجتہد سے جو معصوم نہین ہی بالاجماع اور جب معصوم نہوا تو خطا اُسپر جائز ہوگی پس جو امامیہ اُسکا جواب دینگے وہی جواب ہمارا بہ نسبت امام کے ہوگا انتہی محصل کلامہ اب یہ بات دیکھنے کے قابل ہی کہ خطا کا اُمت پر جائز ہونا از جملہ اُن علتون کے ہی جس سے امام کی طرف محتاج ہوتے ہین لیکن اور بھی غایات وثمرات امامت پر مترتب ہوتے ہین پس بعضی غائیتون کے ثابت کرنے سے یہ نہین لازم آتا کہ جو اُسکے سوا ہین وہ لاشی اور منفی ہو جائین اور پیشتر مذکور ہوچکا ہی کہ خود شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ جبکہ دین مین پیشوائی جمیع اُمور کی ہو تو خلافت حقہ یہی ہی اور جو کہ جملہ اُمور دین مین پیشوا ہوگا یقیناً اُسپر خطا جائز نہوگی بلکہ اگر اُس سے خطا صادر ہو تو وہ دوسرے کا تابع ہوگا اور جب دوسرے کا تابع ہوا تو موتم ہوگا نہ امام اور قریب اسی مضمون کے امام رازی نے تفسیر کریمہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول

واولی الامر منکم میں جو کہا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ بتحقیق کہ خدا نے اولی الامر کی اطاعت کرنے کو یقینی حکم فرمایا ہے پس واجب ہے کہ
وہ خطا سے معصوم ہو اور کہا ہے کہ اگر یہ نہو تو بتقدیر انکی خطا پر اقدام کرنیکے یہ لازم آئیگا کہ حق تعالیٰ نے اس خطا کی متابعت کرنے کو
حکم فرمایا اور خطا بسبب خطا ہونے کے منہی عنہ ہے پس یہ بات منتہی ہوتی ہے طرف اس بات کے کہ فعل واحد میں باعتبار
واحد اجتماع امر و نہی کا ہو اور یہ محال ہے انتہی محصل کلامہ اور اس تصریح سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مطاع واجب الاتباع کو
معصوم و مامون خطا سے ہونا ضرور ہے گو فاضل مذکور نے اولی الامر کو اجماع پر حمل کیا ہے اور اس حمل کرنے کا بھی حال آئندہ
انشاء اللہ واضح ہوگا لیکن تصریح مذکور کے بعد یہ جو اور علماء حضرات اہلسنت خطا کو تجویز فرماتے ہیں تو البتہ محل استغراب ہے حالانکہ
خطا اس مقام پر معصیت کو شامل ہے اور معصیت کا صادر ہونا زجر و توبیخ کا باعث ہے بلکہ کبھی موجب تادیب و تعزیر کا ہوتا ہے
اور جب یہ ہوا تو محکوم ہوگا نہ حاکم اور مورد منہیات کا ہوگا نہ کہ آمر اور ناہی علی الاطلاق ہو اور ایسے شخص سے جمیع احکام شرعیہ
کی تنفیذ متصور نہیں ہو سکتی بلکہ جب عصمت نہوئی تو جس حکم کو کہ اپنی خواہش کے موافق دیکھے گا نافذ کریگا اور جسے اپنے
مطلب کے خلاف جانے گا اسکے نفاذ سے باز رہے گا اور عدالت مثل عصمت کے نہیں ہے کہ ان امور سے مانع ہو اور
ساتھ اسکے یہ بھی جائز ہے کہ ریاست کے بعد عدالت زائل ہو جائے اور عقیدہ تو حضرات اہلسنت کا جیسا کہ فاضل نسفی نے
لکھا ہے یہ ہے کہ امام بسبب فسق کے اور طاعت خدا سے خارج ہونے کی راہ سے معزول نہیں ہوتا اور اسی طرح بندگان
خدا پر ظلم و جور کرنے سے کوئی نقص امامت میں نہیں آتا اور شارح نے اس حکم کی تعلیل میں کہا ہے کہ سبب اسکا یہ ہے کہ فسق و جور
ائمہ و امراء سے بعد خلفاء راشدین کے ظاہر ہوا اور سلف میں جو اہل اسلام تھے وہ انکے مطیع و منقاد رہے اور جب عصمت
شرط امام کی نہوئی تو ابتدائے امامت میں عدالت کا اعتبار کیونکر کافی ہو جائیگا اور اسکے ساتھ اگر اسکا معزول کرنا
لازم ہوا اور تابعین ازالہ ریاست سے اسکی عاجز ہوئے تو پھر اس صورت میں امامت کا فائدہ کہاں باقی رہے گا
اور وہ مفاسد کو کیا دفع کریگا بلکہ بہت سے مفاسد دین خدا میں خود اسکی ذات سے پیدا ہو جائینگے جیسا کہ مشاہد ہے
اور اہل جور کی سیرت اسپر شاہد ہے ولیکن اجتہاد جسے شاہ صاحب نے کہا ہے اسکی حقیقت یہ ہے کہ وہ اجتہاد جسکے حضرات
اہلسنت قائل ہیں کہ اکثر اسکی بنا قیاس اور استحسان پر ہے اور حضرات حنفیہ اور حنابلہ اسکے ساتھ قائل ہوئے ہیں پس یہ
اجتہاد شیعوں کا مقبول نہیں ہے بلکہ وہ ایسے قیاس کو کہتے ہیں کہ برا ہے اور اول من قاس ابلیس کی تقلید ہے اور استحسان کو
جسکے حضرات اہلسنت باوصف انکار کرنے کے استحسان و استقباح عقلی سے قائل ہوئے ہیں شیعہ صاحب بدعت
اور تشریع جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو اسے اختیار کرے وہ قول امام شافعی کا مصداق ہے جیسا کہ ابن حاجب نے
مختصر الاصول میں بطور حکایت کہا ہے من استحسن فقد شرع اور اسکے شارح نے کہا ہے کہ یعنی من اثبت حکما بانہ
مستحسن عندہ من غیر دلیل من قبل الشارع فهو شارع ذلک الحکم لانہ من الشارع وهو کفر او کبیرة پس ایسے
اجتہادات قبول کرنے کے لائق نہیں اور نہ انکی خطا ایسی ہے کہ اس سے خطا نہونے کے مرتبہ میں جانا جائے بلکہ وہ اپنی

اصل سے جائز نہین اور ناروا ہین کو حضرات اہلسنت کبھی اسکے لیے بھی تعمیم کرتے ہین یہان تک کہ کہتے ہین کہ پیغمبر کے
لیے بھی اجتہاد کرنا جائز ہی بلکہ اُسے واقع جانتے ہین اور جملہ صحابیون سے ہر کس و ناکس کے واسطے ایسے اجتہاد کو روا رکھتے ہین
اور کبھی تخصیص فقہاے اربعہ کے ساتھ کرتے ہین اور انکے بعد اجتہاد کی راہ کو بند کرتے ہین کیونکہ یہ قیاس اجتہاد بدی اور
حقیقت مین امام حق سے روگردانی کرنے کے لیے ہر وقت مین اسے اختیار کیا ہی بلکہ معارضہ امام کے لیے ایسا سن بنائی ہی
اور شیعہ ہمیشہ اس سے انکار کرتے ہین جیسا کہ شیخ ابو جعفر طوسی رہ نے پہلے جو حضرات اہلسنت شیعون پر طعن کرتے ہین اُسے
نقل فرمایا ہی اور محصل اسکا یہ ہی کہ جو شخص قیاس و اجتہاد کی نفی کرتا ہی اُسکے واسطے اور کوئی راہ نہین ہی کہ جس سے زیادتی
مسائل مین حاصل کرے اور اسی طرح تفریع اصول پر نہین کر سکتا کیونکہ اکثر اسکا دونون فریقون سے ماخوذ و فقط بعد اسکے
اُنکے جواب مین جو شیخ الطائفہ نے فرمایا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ یہ قول جو حضرات اہلسنت سے واقع ہوا ہی اسکا سبب یہ ہی کہ
وہ ہمارے مذہب کو نہین جانتے اور ہمارے اصول مین تامل نہین کرتے اور اگر ہمارے اخبار اور حال فقہا کو جانتے
تو جانتے کہ جو کچھ ہمارے علما نے مسائل ذکر کیے ہین وہ ہمارے اخبار مین موجود ہین اور منصوص علیہ ہمارے اُن ائمہ سے ہین
کہ جنکا قول حجت ہونے مین قائم مقام قول پیغمبر کے ہی خواہ خصوصا یا عموما یا بطور تصریح یا از قسم تلویح اور لیکن جو کچھ کہ
اُنھون نے مسائل و فروع اپنی کتابون مین بڑھاے ہین پس کوئی فرع ایسی نہین ہی مگر یہ کہ اُس سے ہمارے اصول مین
مدخل ہی اور ہمارے مذہب کے موافق اُنکا اخراج ہوا ہی نہ بر وجہ قیاس بلکہ ایسے طریقہ پر وہ نکالے گئے ہین کہ وہ موجب علم کا
ہوتے ہین اور عمل کرنا اُسپر واجب ہوتا ہی اور اصول پر بنا رکھکر اُسکی طرف جانا جائز ہوتا ہی اور برات ذمہ وغیرہ اُس سے
حاصل ہوتی ہی انتہی محصل کلامہ رحمہ اللہ پس وہ اجتہاد جو مبنی اصول فاسدہ پر ہو خود خطا ہی اور جو اُس مین خطا واقع ہو وہ خطا
در خطا ہی اور خدا کے مواخذات کا سبب ہی اور بحمد اللہ کہ شیعہ بسبب اسکے کہ ائمہ دین کی طرف رجوع کرتے ہین ایسے اجتہاد سے
تبرا و محفوظ ہین اور جو اجتہاد کہ شیعون کے نزدیک مقبول ہی وہ بعثت انبیا اور نصب اوصیا سے مغنی نہین ہی کیونکہ سمعی
تکلیفات جب تک کہ اُسے شارع نہ بیان فرماے اور جو حافظ شریعت اور مجملات و مشکلات کا مبین ہی نہ کہے معلوم نہین ہو سکتے
اور مکلف پر واجب ہی کہ تکلیف کے وقت مکلفین کو ان احکام دین سے اطلاع دے اور اگر راے پر خلق کی رکھا جاے تو بمفاد
ولو اتبع الحق اھواءھم الخ ایک فساد عظیم پیدا ہو بلکہ ہر واقعہ مین حق تعالی نے ایک حکم معین فرمایا ہی یہان تک کہ اگر
جلد بدن کی چھل جاے تو اسکے لیے بھی ارش مقرر ہی اور ان سب احکام کو پیغمبر خدا نے اپنے وصی کو سپرد فرمایا ہی تاکہ امت
وقت حاجت انکی طرف بمفاد فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون رجوع لائین اور حجت خدا کی تمام ہو اور اسی
وجہ خاص کے لیے شارع نے معرفت امام کی فرض و واجب فرمائی ہی بہ نسبت ہر شخص کے اور یہ فرض ظاہرا اتفاقی ہی و تعیین کا
کیونکہ شیعہ تو اُسے بالاتفاق واجب جانتے ہین لیکن عقائد نسفی مین بھی منقول ہی کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ
جاھلیۃ اور حق تعالی کبھی روے زمین کو اپنی حجت سے خالی نہین رکھتا اور یہ امر بہت ظریف معلوم ہوتا ہی کہ نصب امام

وجب ہونے کو خلق پر حجت اس کلام سے لایا جائے کہ الامۃ قد جعلوا اھم المھمات بعد وفات النبی نصب الامام
حتی قدموہ علی الدفن تو خدا اور رسول کے لیے یہ سمجھا جائے کہ وہ اس اہم مہمات سے غافل تھے اور کونسا صاحب عقل اس امر کو تجویز
کر سکتا ہے کہ حکیم علی الاطلاق اور جناب سرور کائنات کہ کیسے عطوف بہ نسبت اپنی امت کے تھے وہ اس اہم مہمات کو ترک
فرمائیں اور امت کو مہمل اور معطل چھوڑ دیں اور جب خدا کی طرف سے پیغمبر کا مبعوث فرمانا اور امام کا منصوب کرنا ہوا
تو بمفاد علینا القاء الاصول وعلیکم التفریع ضرور ہے کہ پیغمبر و امام اصول و کلیات کو رعایا پر القا فرمائینگے تاکہ جزئیات احکام کا
استنباط اُنسے بذریعہ اجتہاد و بذل وسع کے اُنپر واجب و لازم ہو نہ یہ کہ بمجرد استحسان اور اپنی خواہش نفسانی و قیاس کے دین خدا
میں تشریعات پیدا کریں اور ہر کس و ناکس کے بارے میں اجتہاد کے مدعی ہو کر محاربات بیجا کریں اور امام زمان پر خروج کریں
بالجملہ جو اجتہاد کہ شرع میں مقبول ہو وہ یہ ہے کہ پیغمبر و امام کے کلام کے سمجھنے میں بذل وسع کریں اور احکام کا استنباط ادلہ
عقلیہ و شرعیہ سے کریں جبکہ مستنبط استنباط کی لیاقت رکھتا ہو نہ یہ کہ مجتہد ادراک میں خود مستقل ہو اور یہ اجتہاد جسکے معنی
بیان ہوئے یہ امام سے بے نیاز نہیں کرتا اور ایسے اجتہاد میں ضرور ہے کہ حق تعالیٰ اتمام حجت و اعلام محجہ شرعیہ کے لیے
اس مجتہد کو ایسے تمکین حق سے عطا فرمائے کہ جسمیں خطا کا شائبہ نہو فانہ لا تکلیف الا بعد البیان ولیکن جبکہ اوقات ضرورت
و اضطرار میں حرج کے برطرف ہونے کو خصوصاً زمان غیبت امام علیہ السلام میں اہل حق کے واسطے جو مقصر نہیں ہیں احکام
ظاہریہ پر عمل کرنا بمفاد لا حرج فی الدین و المیسور لا یسقط بالمعسور جو مجوز ہے اس سے اصل نصب امام کا واجب ہونا کہ جسکی فروع سے
یہ استنباط احکام کا ہو ساقط نہیں ہو سکتا اور جبکہ حق تعالیٰ کو منظور یہ ہے کہ بندوں کی جہالت اور خطائیں دفع ہوں اور
وہ نجات پائیں اور علم کے طلب کرنے میں اور یقین کے حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور اس تقدیر میں اگر کوئی
خطا اُنسے بمقتضائے بشریت کے صادر ہو اور خداوند عالم بکمال رحمت و رافت سے اپنی اُس خطا کا مواخذہ نہ فرمائے
اور عفو کرے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خود رفع خطا کی راہ کے کھولنے میں اور اعلام ہدایت کے نصب فرمانے میں
کوتاہی فرماوے اور بندوں کو باطل پر برانگیختہ کرے اور ہر قسم کی خطا کو روا رکھے کجا اجتہاد جزئیات مسائل میں اور انکی
استنباط کرنے میں دلائل سے اور کجا وہ اجتہاد جو درباب خلافت عہد خلفائے ثلٰثہ میں ہوا اور وہ اجتہاد جسکے ذریعہ سے
جنگ و جدال عترت و آل نبی سے واقع ہوا اور کسی نے اُنمیں کوئی دقیقہ مخالفت و عداوت کا نہ چھوڑا پر ظاہر ہے کہ
یہ اجتہاد نص قطعی کے مقابل میں ہوا اور معلومات یقینی میں خطا واقع ہوئی اور جو اجتہاد کہ برخلاف اصول شرعیہ کے ہووے
ہرگز جائز نہیں ہو سکتا پس ہر قسم کو خطا کی انکی دوسری قسم پر قیاس کرنا نہیں چاہیے اگر دنیا کا کارخانہ محض ایسے اجتہاد پر ہو
تو بندوں کے امور کی خرابی اور فساد کا سبب ہوگا نہ دفع فساد کا اب غور کرکے کہنا چاہیے کہ اگر امام زمان کا پانوں
بیچ میں نہو اور خلیفہ کا اجتہاد اور رعایا کا اجتہاد آپسمیں مختلف ہو تو اسوقت میں خلیفہ اپنے توابع کا تابع ہوگا یا توابع تابع خلیفہ
ہونگے یا ہر شخص اپنے اجتہاد پر عامل ہوگا بر تقدیر اول ریاست عامہ خلیفہ کے لیے باقی رہیگی اور بر تقدیر ثانی دوسرا مجتہد

باوصف جاننے اِس امر کے کہ خلیفہ خطا پر ہو اگر اُسکے قول پر عمل کرے تو اُسنے دیدہ و دانستہ خطا پر عمل کیا اور یہ ایسی
بات ہو کہ عقل اُسے محال جانتی ہو اور کبھی جو عدول سے ہین اُسے قبول نہ کرینگے اور اگر سب اپنے اپنے اجتہاد پر
عمل کرین تو بنیان ریاست مضمحل ہوگی اور اساس اطاعت مستاصل ہو جائیگی اور ظہر الفساد فی البر والبحر
صادق آئیگا اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہو کہ جبکہ مجتہد پر اور اُسکے مقلد پر ہر گاہ اجتہاد مین اُسنے خطا کی ہو تو کچھ مواخذہ
نہین ہوتا تو اب خطا کا جائز ہونا اور نہ جائز ہونا دونون برابر ہونگے انتہی یہ بھی عجب بات ہو کیونکہ حجت خدا پر
مطلقًا خطا ناجائز ہو جیسا کہ اُسے ہم پیشتر ثابت کر آئے ہین اگرچہ حضرات اہلسنت پیغمبر خدا پر بھی خطا کو جائز سمجھین اور
جنکی عصمت ثابت نہین اُنھین صاحبان عصمت پر خلافت مین مقدم کرین اور نص صریح قرآنی افمن یہدی الی
الحق ان یتبع امن لا یہدی الا ان یہدی سے اغماض عین فرمائین اور اسی طرح رعایا کے واسطے بعض انواع خطا کی معفو ہو
نہ ہر قسم کی خطا اور جب یہ ہوا تو حاجت نصب امام کے لیے خطاے محذور کے رفع کرنے کو ثابت ہوگی اور
یہ خطا ایسی نہین ہو کہ اُسے یہ کہ سکین کہ اُسکا جواز اور عدم جواز دونون برابر ہین اور جبکہ نظم نظام عالم کے لیے شر قلیل کا
ظاہر ہونا بمقابل خیر کثیر کے حکیم خبیر سے جائز ہو تو صلاح کثیر کے پہلو مین تھوڑی خطا کا بھی معفو ہونا ہو سکتا ہو
نہ یہ کہ جتنی خطائین ہین وہ سب معفو ہون یہان تک کہ امام کی بھی خطا معفو ہو اور یہ بہت ظاہر بات ہو اور جو
شاہ صاحب نے فرمایا ہو کہ سلمنا لیکن نہین تسلیم کرتے ہم کہ تسلسل لازم آئیگا بلکہ منتہی ہوگا طرف نبی کے جو بالاتفاق
معصوم ہو فقط یہ بات بھی لائق غور ہو کیونکہ شیعون کے نزدیک تو پیغمبرون کی عصمت گناہ و خطا سے مسلم ہو لیکن
اہلسنت کا یہ دعوی فرمانا زبانی ہو جیسا کہ کتاب نبوت مین اسکا بیان ہو چکا ہو کہ وہ حضرات معصیت کے صادر ہونے کو
پیغمبرون سے مطلقًا محذور نہین جانتے اور مختار ان حضرات کا یہ ہو کہ پیغمبر خدا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ کہ جنکے لیے
حق تعالی فرماتا ہو وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی اجتہاد کے ذریعہ سے عبادت کرتے تھے جیسا کہ ابن حاجب نے
کتاب مختصر الاصول مین لکھا ہو کہ المختار انہ صلعم کان متعبدا بالاجتہاد اور جب یہ ہوا تو وہ حضرت بھی المجتہد یخطی ویصیب
کا مصداق ہو چکے اور یہ مسئلہ بھی اُدھر کا ہو کہ پیغمبر کی تنبیہ خطا پر واجب ہو چنانچہ ابن حاجب نے کہا ہو المختار انہ لا یقر
علی خطاء فی اجتہاد شارح نے اسکی تعلیل مین کہا ہو کہ بناء علی ان النبی لہ الاجتہاد فہل یجوز علیہ الخطاء فیہ فبہ خلاف
وعلی تقدیر جوازہ فاذا وقع ہل یقر علیہ او ینبہ علی الخطاء المختار انہ لا یقر لنا انہ لو امتنع علیہ الخطاء لکان لمانع لانہ
ممکن بلذاتہ والاصل عدم المانع پس جبکہ صدور خطا کا پیغمبر خدا پر جو افضل بشر ہین جائز ہوا اور انھین تنبیہ اور آگاہ کرنا
اُسپر واجب ہوا تو اب خلفا اور ائمہ جو انکے نائب ہین اُنکا کیا حال ہوگا اور اس صورت مین انتہا سلسلہ کی معصوم
عن الخطا کی طرف حضرات اہلسنت کو کیونکر میسر ہوگی اور جب ایک حافظ شریعت جو معصوم ہو خداے حی قیوم
کی طرف سے بندون کے بیچ مین نہوگا تو شریعت کے احکام کو اجتہادات بیجا جنکا بیان اوپر ہو چکا ہو اور سہو و نسیان

اور امامت کی خطائین بلکہ پیشوایان امامت کی خطائین تھوڑے زمانے مین محو و منسی کر دینگے اور کوئی ان احکام کا
نام بھی یاد نہ رکھیگا پھر اسکے بعد کسیکی طرف یہ منتہی ہوگا بلکہ منتہی ہوتا ہی یہ طرف پروردگار کے جو سبکا منتہی ہی
اور اُسی نے قصد فرمایا ہی کہ انبیا اور اوصیائے معصومین اُنکے دنیا مین علم ہدایت ہون اور سب خلق کو انکی ہدایت
کرین اور ضلالت سے بچائین اور نجات دین خلق کو اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ مسلمنا لیکن یہ منقوض
ہوتا ہی ساتھ مجتہد جامع شروط کے جیساکہ امامیہ کے نزدیک وہ زمان غیبت امام مین نائب امام ہی حالانکہ معصوم
نہین ہی پس خطا اُسپر جائز ہی اب جو شیعہ اُسکا جواب دین وہی ہمارا جواب ہوگا انتہی اُسکا جواب یہ ہی کہ ہمنے
پیشتر ہی کہا ہی کہ زمان غیبت کی خرابی اور خطا کا شیعون کی وبال اُنہین کے ذمہ ہی جو مقصر ہین اور مانع ظہور
امام زمان ہین جیساکہ زمان مہاجرت پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ مین جسقدر خرابیان دین مین اور خطائین
اہل اسلام سے جو واقع ہوتی تھین اُنکا وبال کفار مکہ کی گردن پر تھا جو ہجرت کا حضرت کی باعث ہوئے تھے
خدا پر اُسکا الزام نہین عائد ہو سکتا کیونکہ اُسنے رفع خطا پر امام معصوم کو نصب فرماکر بندون کو تمکین عطا فرمائی
اور تاکید و تہدید اُسکے پہچاننے کے لیے فرمائی بقول نبی من لم یعرف امام زمانہ مات میتہ جاهلیہ اور شیعہ تو مجبور و
معذور ہین علاوہ اسکے جو ہمسری اس جواب مین شاہ صاحب نے شیعون سے فرمائی ہی بھلا حضرات اہلسنت کی
سنتون پر اور اصول پر اُنکے یہ جواب کیونکر راست آئیگا جو شاہ صاحب اُسے دینگے لائق تعجب یہ امر ہی کہ صاحب
عقائد اور اُنکے شارح نے نصب امام کے خلق پر واجب ہونے مین جو کہا ہی اُسکا حاصل یہ ہی کہ ناچار ہی آدمیون کے لیے
ایک امام کے ہونے سے کہ جسکے باعث سے تنفیذ احکام وغیرہ قائم ہو یہان تک کہ لکھا ہی کہ پھر اگر کوئی اعتراض کرے کہ انتظام
ریاست کے لیے کیون نہ اکتفا کیا ساتھ ایسے شخص کے جو صاحب شوکت ہو کہ ریاست عامہ رکھتا ہو اور امامت کے
شرائط اُسمین موجود ہون تو ہم کہینگے کہ اگرچہ بعض نظام دنیا کے حاصل ہونگے لیکن دین کے امور مین خلل ضرور واقع
ہوگا اور مقصود واہم اور عمدہ عظمی دین کے امور ہین پھر اگر کہا جاوے کہ مدت خلافت کی تو تیس برس ہی بس وہ
زمانہ جو خلفاے راشدین کے بعد ہوا وہ تو خالی امام سے ہوگا اور جب یہ ہوا تو چاہیے کہ سب امت گنہگار ہو اور سبکا
مرنا موافق حدیث مشہور من لم یعرف امام زمانہ میتہ جاهلیہ موت کفر پر ہو تو ہم کہینگے کہ مراد خلافت سے
خلافت کاملہ ہی اور اگر تسلیم بھی کرین اسے تو مراد یہ ہوگی کہ دور خلافت گذر جائیگا نہ دور امامت بنا بر اس بات کے
کہ امام اعم ہی لیکن یہ اصطلاح قوم مین نہین پائی گئی بلکہ شیعہ خلافت کو اعم جانتے ہین لیکن بعد خلفاے عباسیہ کے
امر دشوار ہی مگر امام کو چاہیے کہ ظاہر ہو نہ مخفی اور نہ منتظر جیساکہ شیعہ اعتقاد رکھتے ہین کیونکہ در صورت اختفا اغراض
مطلوبہ ہاتھ سے جاتی رہتی ہین اور دشمنون سے خوف نہین چاہتا کہ کلیت پوشیدگی اختیار کرین اور نام کے سوا اُسکے
کچھ نہ معلوم ہو بلکہ انتہائے امر یہ ہی کہ دعوی امامت کو پوشیدہ کرین جیساکہ امام غائب منتظر کے آباے ظاہر نہ کرتے تھے کہ

سب مین ظاہر تھے اور امامت کا دعوی نہ کرتے تھے انتہی محصل کلامہ اب یہ بات ظاہر ہو کہ حاصل اس جواب کا
تفصیل مذکور کے یہ ہو کہ خلافت کی تعمیم کی ہی خلافت کاملہ اور خلافت ناقصہ سے یا امامت کی تعمیم ہی امامت و خلافت سے
اور یہ کہ انقراض دور خلافت کاملہ اور خلافت مطلقہ اور دور امامت کے انقراض کو نہین چاہتا بلکہ ہو سکتا ہی کہ ایسے خلیفہ کا
وجود جو ناقص الخلافت ہو یا ایسے امام کا وجود جو خلیفہ نہو ہر زمانے مین متحقق ہو اور اسکی معرفت امت پر واجب ہو اور
اس کلام کا فساد قطع نظر اس سے کہ اصطلاح قوم سے مخالفت اسکی ظاہر ہی ہر عاقل پر پوشیدہ نہین رہ سکتا
کیونکہ پہلے امامت مین ریاست عامہ دین و دنیا کی معتبر کی بلکہ انتظام امور دین کو عمدہ غرض امامت کی قرار دیا بعد اسکے
ہر بادشاہ جابر کو اور حاکم قاہر کو جسے اقامت دین سے کچھ بہرہ نہو امام شمار کیا اور اسکی معرفت کو واجب سمجھا
نہین معلوم ہوتا کہ ایسے رئیس کے پہچاننے سے جو مثل یزید کے ہو یہ پہچاننا کہ اسکے دین مین جو ہے نہ پہچانتا ہو کیا
فساد پیدا کریگا کہ اسکی موت موت کفر ہوگی جب وہ خود بیدین ہو تو اسکے جانے اور نہ جاننے سے دیندار کو کیا نفع
عائد ہو سکتا ہی بلکہ ایسے شخص کو حاکم دین جاننا البتہ سبب دین کی بربادی کا ہوگا حاشا کبھی یہ بات لائق قبول
کرنے کے نہین ہی اور اگر ایسا ہی ہو تو امام و رئیس وقت کو سب پہچانتے ہین اسکی معرفت کے واجب کرنے مین
کیا فائدہ ہی ہان واجب کرانا معرفت کا درست نہین آتا مگر خاص معرفت امام معصوم مین جو حق تعالی کی طرف سے
منصوب ہو اور یہ اسلئے کہ حق تعالی اسے منصوب فرمائے اور اسکے لیے اعلام فرمائے اسکی معرفت میسر ہو سکے اور
اسکی معرفت کا ثمرہ اتباع حق ہو اور حفاظت خطا سے اور محفوظی فساد قول و عمل سے ہو اور یہ بات بہت ظاہر ہی
کالنور علی شاہق الطور اور اگر چشم انصاف و حق بین ہو تو مجبوری ہی فقط مگر جبکہ امام زمان ظاہر نہون تو انکی موجودگی اگرچہ
بطور غیبت ہو جیسا کہ اب اسوقت ہی لیکن معرفت انکی اسطرح کہ امام عصر وہ حضرت ہین جنھین حق تعالی نے مصالح
چشم ناظرین سے پوشیدہ فرمایا ہی اس پہچاننے والے کو اس سے بالضرور باز رکھتی ہی کہ ہر کس و ناکس کی طرف
رجوع کرے اور مسلک گمرہی اور خطا کا سالک ہو جائے اور علاوہ اسکے جیسا آفتاب سے جو ابر کے اندر ان کو پوشیدہ
ہو اسکی روشنی سے سب خلق فائدہ اٹھاتی ہی گو اسے کوئی دیکھتا نہین اسیطرح امام زمان جو موجود و غائب ہون انکی
برکات سے سب کو فائدہ پہونچتا ہی مگر جو چشم بصیرت اور اعتقاد حق رکھتے ہین وہ سمجھتے ہین اور اقرار کرتے ہین کہ یہ فائدے
انکی برکت وجود سے ہین حاصل ہوئے ہین اور جنکا یہ حال نہین ہی وہ اس سے انکار کرتے ہین اور اسکا حال ویسا ہی
کہ جیسا اہل حق ہر نعمت کو خدا کی طرف سے جانتے ہین اور ہر نعمت پر شکر الہی بجالاتے ہین اور منکرین الہ کسی نعمت پر
خدا کا شکر نہین کرتے اور کبھی یہ نہین سمجھتے کہ خدا کی طرف سے ہی اور اسکا تجربہ بخوبی شیعون کے حال کے دیکھنے سے
ہو سکتا ہی کہ اس زمان غیبت مین بھی نہ وہ اور کسی کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہین نہ کسی کو ولی کہتے ہین نہ کسی کی بات جو
مخالف اصول کے ہو اسے سنتے ہین اور جسقدر منافع انھین پہونچتے ہین انھین برکات وجود ذی جود صاحب العصر علیہ السلام سے جانتے ہین

اور اسی معرفت سے انکی موت موت کفر نہین ہی پس نفع وجود امام زمان سے باطناً کوئی شخص محروم نہین رہ سکتا ہی
انتفاع نفع ظاہر کا امام سے پس اسکا سبب تو تقصیر خلق ہی و الا غیبت کا ہے کو رہے اور جو مصنف کتاب مسطور نے
کہا ہی کہ انتہاے امر یہ تہا کہ دعوی امامت کو پوشیدہ کرتے جیسا کہ آباے امام غائب منتظر نے کیا تہا کہ سب مین
رہتے تہے الخ اسکے جواب مین یہ کہنا چاہیے کہ خدا و رسول سے شرم کی جگہ ہی کہ جب تک گیارہ امام جو پیشوایان
خلق ظاہر تہے ہر وقت انکی کسنے اطاعت کی اور کون تہا کہ اُنسے سوا شیعون کے گردن رکہی کہ اب کلام ظہور و غیبت
مین آنحضرت کے کیا جاتا ہی خدا نے حجت کو اپنی سب طرح تمام کیا لیکن اہل دنیا ہمیشہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے
روگردانی کرتے رہے اور اعراض روز بروز بڑہتا رہا اور عمر و زید کی اطاعت روٹی کہانے کو اور اہل جور اور دشمنان
آل کی مددگاری و نصرت کرتے رہے اور جور و جفا اہلبیت پر اسقدر حد کو پہونچا کہ نوبت غیبت و اختفا کی آئی اب
اپنا الزام امام عصر پر عائد کیا جاتا ہی کیا خوب بات ہی کہ اپنے مقام پر نہ خدا سے شرم نہ بندگان خدا سے جو جاننے والے ہین
حیا کرتے ہین اور امام کی غیبت سے انکار کرتے ہین حالانکہ ایک مصالح پوشیدگی سے امتحان و ابتلا بہی ہی کہ
اس حال مین دیکہنا چاہیے کہ خلق کیا کرتی ہی آیا اعتقاد سے دست بردار ہوتے ہین اسوقت مین یا بمفاد یومنون
بالغیب اور موافق حدیث صادق من لم یعرف امام زمانه میتة جاهلیة آنحضرت کے ساتہ ایمان اور اعتقاد لاتے ہین
اور اسی جگہ سے ہی کہ جو شیعہ تفسیر کریمہ یومنون بالغیب مین مراد جناب امام مہدی منتظر کو لیتے ہین اور فخر رازی نے
اسکے جواب مین کہا ہی کہ مطلق کی تخصیص بدون دلیل کے باطل ہی فقط اور یہ جواب بہی واقع مین ایسا ہی کہ جس سے
شیعون کا قول ثابت ہوتا ہی کیونکہ صاف معناً آنحضرت کے اس عموم مین داخل ہونے کی تسلیم ہی اور اسقدر
عاقل شخص کے لیے کافی ہی اور جنہون نے کہ تفسیر یومنون بالغیب کی امام منتظر علیہ السلام کے ساتہ کی اسکی وجہ ظاہر یہ ہوگی
کہ وہ جناب مدلول آیت کے فرد کامل ہین اور مطلق طرف فرد کامل کے پہرتا ہی اسمین کوئی مضائقہ نہین ہی اور
بیان کامل اسکا انشاءاللہ اپنے مقام پر ہوگا اور متعلق اس مقام کے جو شاہ صاحب نے کہا ہی اُسکا محصل یہ ہی کہ شیعہ
کہتے ہین کہ امام شریعت کا حافظ ہی اگر اُس سے خطا کا صادر ہونا جائز ہو تو پہر شریعت کا حفظ کیونکر کریگا اور پہر ہم
اسکے جواب مین کہتے ہین کہ ہم اس بات کو شیعون کی تسلیم نہین کرتے کہ امام حافظ شریعت ہی بلکہ امام مروج احکام
شرعیہ کا ہی اور اوامر و نواہی کا نفاذ کراتا ہی اور شریعت کا حفظ وابستہ وجود علما کے ساتہ ہی انتہی محصل کلامہ اور جواب
اسکا ظاہر ہی کیونکہ امام دین و دنیا مین بسبب اسکے کہ پیغمبر خدا کا نائب ہی رئیس عام ہی تو حفظ شریعت یقینی اُسکے
ساتہ متعلق ہوگی اور ہر زمانے مین امام علی الاطلاق بمفاد اس حدیث متفق علیہ کے جسے ابن حجر نے روایت کی ہی کہ
پیغمبر خدا نے فرمایا فی کل خلف من امتی عدول من اهل بیتی الخ دین کا حافظ ہوتا ہی اور احکام کی ترویج اور امر و نہی کی
شرائع اسلام سے تنفیذ یہی کے نتائج و ثمرات سے ہی اور علماے حق بمفاد حدیث ثقلین جو کتاب اللہ کے متمسک و

خوشہ چین و مقتبس انوار ائمہ طاہرین کے ہین نہ خود حافظ مستقل اور کیونکر ہو سکتا ہی کہ علما علی الاطلاق حافظ دین ہون
حالانکہ اُنپر خطا جائز ہی اور جسپر صدور خطا جائز ہو وہ شریعت کا حافظ کلیا کسطرح ہو سکتا ہی پس جو اشکال کہ انتفاے
عصمت مین امام سے لازم آتی تھی وہی حفاظت شریعت مین علما کے لازم آئیگی اور اُنکے اس مطلب کے لیے استدلال
کرنا قول خدا تعالی سے والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شہداء کوئی وجہ ظاہر
مقبول طبع ہو نہین رکھتا کیونکہ اُس آیت مین مراد استحفاظ سے یہ ہی کہ حق تعالی نے حکم فرمایا تھا انھین کہ کتاب خدا کی
حفاظت کرین تضییع اور تحریف سے جیسا کہ فاضل بیضاوی نے اسکی تصریح کی ہی اور استحفاظ کے مطلوب ہونے سے
اسکا متحقق ہونا لازم نہین کیونکہ جتنی شرعی تکلیفین ہین وہ مراد اور مطلوب خدا کی ہین کہ بندون سے وہ صادر ہون
لیکن بہت کم ہی کہ کسی سے وہ عمل مین آئین پس ضرور ہی کہ ایک معصوم خطا سے ہو کہ وہ شریعت کا حفظ کرے والا
انتظام شریعت مین خلل واقع ہوگا اور حلال و حرام کا امر فاسد ہو جائیگا پس ایسے احبار و رہبان کے واسطے جنھون نے
حرام خدا کو حلال کیا اور کتب ہاے الہی مین تحریفات کی تحقق حفظ شریعت کا دعوا کرنا بھی انصاف سے بعید ہی
دیکھو قرآن مین کہ خداوند علیم صادق اُن احبار و رہبان کی شان مین فرماتا ہی واتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا
من دون اللہ اور فاضل بیضاوی نے اسکی تفسیر مین کہا ہی کہ بان اطاعوهم فی تحریم ما احل اللہ وتحلیل ما حرم اللہ اور جب
یہ ہوا تو اب استدلال وہ کیونکر صحیح ہوگا دوسرے یہ کہ استحفاظ جزئی ہر ایک سے ہو سکتا ہی ولیکن استحفاظ کلی معصوم کے
سوا کس سے ہو سکتا ہی اور اس جگہ تو محل کلام یہ معنی ہین نہ پہلے معنی اور یہ معنی آیہ کریمہ سے کہان مستفاد ہوتے ہین اور
نہوے تو استدلال یقینی ناتمام ہوگی اور یہی طرح جو انھون نے استدلال آیت کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم
تدرسون سے کی ہی وہ بھی ناتمام ہی کیونکہ اس سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ تعلیم و تدریس سے کتاب خدا کے تقرب خدا کی
تحصیل انھون نے کی تھی لیکن حفظ جمیع احکام کا لازم نہین آتا پس استدلال تمام نہین ہی اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ
چونکہ زمان فترت امام مین شیعون کے نزدیک بھی حفظ شریعت کا ساتھ وجود علما کے ہی اسی طرح زمان غیبت امام مین
بلکہ زمان حضور مین بھی اُنکے ہونا چاہیے فقط یہ بھی کلام مربوط نہین ہی کیونکہ مجتہد جامع الشرائط کے جو نیابت زمان
غیبت امام مین ہی اُسے نیابت امام پر جو پیغمبر کے واسطے ہی قیاس کرنا نہین چاہیے کیونکہ امام رئیس عام ہی بسبب اس
نیابت کے اور مجتہد رئیس خاص ہی اور کلام ریاست عامہ مین ہی نہ خاصہ مین پھر کیونکر اسکا قیاس اُسپر ہو سکیگا اور یقینی
علما کا حفظ عام نہین ہو سکتا بلکہ خاص ہی اور مجملات کا بیان کرنا اور متشابہات کا حل کرنا اور شرائط و احکام کی تفصیل
جسے پیغمبر نے امام پاس امانت سپرد فرمایا ہی امام کا کام ہی اور کوئی اُسے نہین کر سکتا زمان غیبت مین جسقدر احکام و
آثار ائمہ معصومین علیہم السلام سے علما تک پہونچے ہین اُسکا حفظ کرنا عالم کے ساتھ تعلق رکھتا ہی اور اُسکا بھی حفظ کلی انسے
متصور نہین ہی کیونکہ سہو و خطا بمنزلہ طبیعت ثانیہ کے انسان کے لیے ہی اور کسقدر احادیث و اخبار سوانح روزگار سے ضائع

ہوے ہین اور جسقدر کہ باقی ہین وہ کافی نہین ہوسکتے جملہ احکام کے لیے اور غیر معصوم علوم کے احاطہ پر متمکن نہین ہوسکتا بایں اسباب وموانع حفظ کرنا بطور عام نہین ہوسکتا اور جسقدر حفظ علماسے ممکن ہی وہ حفظ امام سے بے نیاز نہین کرسکتا لیکن جب امام غائب ہون تو حاجت اِس حفظ خاص کی طرف بہت ہوتی ہی اِسی لیے بعض اخبار مین وارد ہوا ہی کہ اگر زمان غیبت مین علما نہوتے تو سب گمراہ ہوجاتے کیونکہ جب آدمی قاصر ومقصر اطاعت ائمہ نہین ہوے اور بسبب اسکے امام زمان علیہ السلام حاضر وناظر نہوے تو جو مقصر نہین ہین انکے لیے تو علما کا حفظ جزئی بمفاد المیسور لا یسقط بالمعسور جسقدر کہ ہو مستحسن ہوگا نہ جملہ احکام کا حفظ اور جو علامہ حلی علیہ الرحمہ کی طرف اِس قول کی نسبت کرتے ہین بحوالہ نقل کشکول ہے تو برتقدیر تسلیم صحت نقل جب بھی وہ محمول اِسی حفظ جزئی پر ہوگا جو ہمنے کہا ہی وحفظ پر جملہ احکام کے کیونکہ وہ غیر معصوم سے نہین ہوسکتا اور لفظ فترت جس معنی پر حضرات اہلسنت اپنے گمان مین کہتے ہین یعنی وہ زمانہ جسمین کوئی حجت خدائی وپیغمبرون کے زمانے کے بیچ مین نہو یہ معتقد شیعہ کے خلاف ہی کیونکہ وہ ہر زمانے مین زمین خدا کو حجت خدا سے خالی نہین جانتے چاہے وہ ظاہر ومشہور ہو یا غائب ومستور ہو پس موافق علماے شیعہ کے فترت اُسی زمانے کا نام ہوگا جو زمانہ فتنہ وغیبت امام کا ہوگا اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ سلمنا لکن امام حافظ شریعت کا کتاب وسنت واجماع کی راہ سے ہوگا نہ بالذات اپنے نفس کی راہ سے اور ان تینون چیزون مین خطا نہین جارہی فقط یہ قول بھی دیکھنے کے قابل ہی کیونکہ کتاب وسنت تو عین شریعت ہی نہ حافظ شریعت اور اگرچہ کتاب وسنت احکام شریعت پر محتوی ہین بلکہ کوئی تر وخشک بمفاد کریمہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین نہین ہی کہ کتاب خدا اور سنت سید الانبیا مین نہو لیکن اسکا علم عام نہین ہی کہ ہر امام جان لے بلکہ وہ مخصوص ہی اُسی امام کے ساتھ جو مورد کریمہ ومن عندہ علم الکتاب کا ہو اور جو مصداق ہو علمنی رسول اللہ الف باب یفتح من کل باب منھا الف باب کا ہی یا جسے اُسنے اِس علم کو بحکم خدا سپرد فرمایا ہو اور حفظ اِس علم کا تحریف وتصحیف وتغیر وتبدیل سے اور اُس تاویل سے جو غیر معنی مراد سے ہو اور مخالط ہوجانے سے صحیح کے سقیم کے ساتھ اور مختلط ہونے سے موضوع کے مقطوع بہ کے ساتھ منصب امام کا ہی نہ دوسرے شخص کا اور ہر مسئلہ مین اجماع کا میسر ہونا کہان ہوسکتا ہی اور کس کے اختیار مین ہی کہ اجماع کو پیدا کرلے اور اُسکے واسطے سے شریعت کا حفظ کرے علاوہ اسکے جو اجماع کہ شیعون کے نزدیک مقبول ہی وہ بدون وجود معصوم ہو نہین سکتا اور جو اجماع کہ حضرات اہلسنت کا مقصود ہی وہ شیعون کے نزدیک باطل ہی اور عنقریب انشاءاللہ اُسکی حقیقت واضح ہوگی ساتھ اسکے اگر انکا اجماع حق کے ساتھ کاشف ہو اور خطا سے بچانے والا ہو تو لازم آتا ہی کہ یزید پلید بھی خلیفہ برحق ہو کیونکہ نسبت خلفاے اربعہ کے یزید کے ساتھ بیعت کرنے پر اتفاق آدمیون کا بلاشبہ اتم واکمل ہوا تھا حالانکہ اُسکی بداعمالی اس مرتبہ کو پہونچی ہی کہ اکثر علما حضرات اہلسنت سے بھی اُس سے بیزار ہین پھر اِس صورت مین خطا کا واقع ہونا اجماع مین جو یزید کے ساتھ بیعت کرنے مین ہوا محل انکار نہین ہوسکتا اور

شاہ صاحب نے کہا ہی کہ جو کچھ ان تینون امرون کے سوا ہی وہ مجتہدات سے ہی جو صلب شریعت مین داخل نہین ہین
فقط لیکن واضح ہو کہ ایسے اجتہادات نہین حضرات اہلسنت عمل مین لاتے ہین اُس سے ہمیشہ شیعہ اعراض و انکار
کرتے ہین اور کبھی قبول نہین کرتے چنانچہ منہاج الکرامہ مین علامہ حلی علیہ الرحمہ سے منقول ہی کہ شیعہ ائمہ علیہم السلام کو
مثل پیغمبرون کے گناہ و خطا سے محفوظ و مبرا جانتے ہین اور احکام فروعیہ کو ائمہ معصومین علیہم السلام سے لیتے ہین
اور انہون نے اپنے جد بزرگوار سے اخذ کیا ہی اور آنحضرت نے خداوند جلیل سے بذریعہ وحی جبرئیل اخذ فرمایا ہی
اور ہر طبقہ مین علمانے حفظ مین روایات حضرات ائمہ علیہم السلام کے بواسطہ ثقات روات کے کیا کوششین
کی ہین اور کبھی رائے اور اجتہاد کی طرف علما التفات نہین کرتے اور قیاس و استحسان پر عمل کرنا حرام جانتے ہین
انتہی ماحصل کلامہ پس واقع مین یہ ہی کہ یہ مجتہدات بقضی اصل شریعت مین داخل نہین بلکہ شیعہ اُسے بدعت مین داخل
جانتے ہین اور شاہ صاحب نے کہا ہی کہ مسلّما لیکن یہ شبہہ اُس مجتہد سے منقوض ہوتا ہی کہ وہ بھی زمان غیبت مین
حافظ ہو پھر چاہیے کہ وہ معصوم ہو اور یہ بالاجماع باطل ہی فقط اور اسکا جواب یہ ہی کہ خداوند عالم کے ذمہ مین
واجب ہی کہ امام کو منصوب فرماوے اور اپنے بندون کے لیے تمکین فرماے کہ وہ اُن احکام کو جو خطا و اوہام سے
خالی ہین لے سکین اور کسی وقت حق تعالی زمین کو اپنی حجت سے خالی نہین رکھتا خواہ لوگ اسکی اطاعت کرین اور
اُس سے فیضیاب ہون یا نافرمانی اسکی کرین اور مقصر اور محروم فیض امام سے ہو کر رہین اور ایسے حال مین بمفاد
المیسور لا یسقط بالمعسور جسقدر کہ علما کی سعی سے احکام شرع نصوص نبی اور اخبار ائمہ اطہار اور ادلہ شرعیہ سے
مستنبط ہو سکتے ہین وہ معتبر ہونگے نہ بدون اُسکے پس یہ قیاس قیاس مع الفارق ہوگا اور کیونکر ہو سکتا ہی کہ حفظ
جزئی کا قیاس حفظ کلی پر ایسے نمط مین کیا جاے ساتھ اس بات کے کہ مقیس علیہ بہت قوی ہی اور اسکا درجہ بہت
بلند ہی اور مقیس ایک فرع اور شاخ ہی اُسکی شاخون سے اور ایک شعبہ ہی اُسکے شعبہ ہاے کثیرہ سے اور بعد اسکے
شاہ صاحب نے جو کہا ہی اُسکا محصل یہ ہی کہ ان تینون شبہون کے ساتھ معارضہ بھی کیا ہی اس طرح کہ اگر امام معصوم کا
ہونا خطا سے امن کے لیے ضرور ہوتا تو چاہیے کہ ہر اقلیم مین بلکہ ہر شہر مین ایسے شخص کا ہونا ضرور ہوتا کیونکہ
ایک شخص معصوم کا ہونا تمام دنیا مین خطا سے امن کا مستلزم نہین ہو سکتا کیونکہ مکلفین مشارق و مغارب مین
پراگندہ ہین اور ہر ایک اپنی حاجتون مین گرفتار ہی سب کا امام پاس حاضر ہونا محالات عادت سے ہی اور اگر
امام ہر شہر مین ایک نائب اپنی طرف سے نصب کرے تو چونکہ عصمت کا حکم مفقود ہی تو خطا کا صادر ہونا اُس
نائب پر جائز ہوگا اور بسبب بُعد مسافت کے امام اُس خطا پر مطلع نہو سکیگا خصوصا حوادث یومیہ اور وقائع غیر قادہ مین
کہ جب تک خطا کا تدارک کیا جائیگا جو کام کہ ہوتا ہی وہ ہو جائیگا خصوصا غیبت کبری مین اور بر تقدیریکہ مطلع
بھی ہو تو اُس خطا پر تنبیہ نہین کر سکتا مگر کسی پیغامبر کے ذریعہ سے یا خط کے وسیلے سے اور پیغامبر کے لیے عصمت لازم

نہین پس وہ خطا سے معصوم نہوگا اور خطوط مین جعل و تلبیس بہت جاری ہی اور خطا کا احتمال موجود ہی اور ساتھ اسکے
نائب کے لیے مراد امام کا عبارت سے خط کے یا عبارت پیغام سے سمجھنا جب تک کہ جو قواعد رائے اور
قیاس کے ہین انھین عمل مین نہ لاے ممکن نہین ہو سکتا اور یہ سب خطا کا مظنہ ہی اور جب ایسا ہوا تو خطا سے امین
کسی طرح حاصل نہین ہو سکتا مگر جبکہ ہر مقام پر معمورات زمین سے ایک ایک معصوم منصوب ہو فقط انتہی محصل
کلامہ اور حقیقت یہ ہی کہ اس کلام مین بھی جابجا گنجایش سخن کی کئی وجہ سے ہی پہلی یہ کہ امام کا بسبب بُعد مسافت کے اپنے
نائب خاص کی خطا پر نہ مطلع ہونا موافق شیعون کے اصول کے درست نہین آتا کیونکہ شیعہ اپنے ائمہ کو ماکان
ومایکون کا عالم جانتے ہین اگرچہ بعض معانی کی راہ سے ہو اور حدیث سلونی قبل ان تفقدونی اور سلونی
عما دون العرش الخ کہ متفق علیہ فریقین ہی اسپر شاہد ہی دوسری یہ کہ موافق اصول حضرات اہلسنت کے بھی ائمہ
علیہم السلام کا مغیبات پر مطلع ہونا مقام انکار و استعجاب کا نہین ہی جیسا بعض علما نے کہا ہی کہ ہر گاہ صوفیہ کو جو
اکثر اسکا ادعا کرتے ہین کہ ہم امیر المومنین کے تابعین سے ہین بعد مسافت مطلع ہونے سے مانع نہین ہوتا جیسا کہ
انکی حکایتین انکے خواص و عوام کی زبان پر مشہور اور انکی کتابون مین مثل تذکرۃ الاولیا اور نفحات اور مرآت الاسرار
وغیرہ مین مسطور ہین اور وہ اسکی گواہی دیتے ہین پھر امام کو بعد مسافت کیونکر مانع ہوگا اس امر سے کہ وہ اپنے اتباع کے
احوال سے آگاہ ہوتا رہے علاوہ اسکے جو حکایتین علماے اہل طریقین کی جنھون نے بذریعہ تصفیہ نفس اطلاع مغیبات پر
حاصل کی مشہور ہین اور اس سے کوئی انکار نہین کرتا پھر کیونکر ہو سکتا ہی کہ امام معصوم عالم ماکان ومایکون جو خدا
کی طرف سے منصوب حفظ شریعت کے واسطے ہو وہ اپنے اتباع کے ان احوال سے جنھین حفظ شریعت مین
دخل ہی مطلع نہو اور اسکے لیے بُعد مسافت مانع ہو اپنے حال علم کو امام منصوب من اللہ کے علم پر قیاس کرنا نہین چاہیے
بلکہ تقصیر یہی ہی کہ انھین مثل اپنے جانین اور جو انھون نے فرمایا ہی کہ امام اس نائب کی خطا پر تنبیہ نہ کر سکے گا مگر بھیجنے
کسی رسول کے یا کتابت کے الخ یہ حصر نہین معلوم ہوتا کہ عقلی ہی یا استقرائی بالجملہ عقلی نہونا اسکا تو یقینی ہی کیونکہ
تعریف حصر عقلی کی اسپر صادق نہین آسکتی اب رہا استقرائی پس اسکا انتفا بھی ظاہر ہی کیونکہ تنبیہ خطا اسی مین منحصر
نہین ہی کہ پیغامبر یا کتاب ہی پہونچے بلکہ اسطرح بھی ہوتی ہی کہ پہلے کو معزول کرے اور دوسرے کو منصوب کرے
اور جب یہ فرد بھی تنبیہ کی ہوئی تو استقرا اب وہ کہان صحیح ہوگا اور جو کہا ہی کہ خطوط مین جعل و تلبیس جاری ہی اور
احتمال خطا موجود ہی فقط اسکی بنا پر تو یہ لازم آتا ہی کہ پیغمبر خدا کے نامے جو کسری و قیصر کے واسطے لکھے گئے تھے وہ
اتمام حجت نہون اور قیامت کے دن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ اس ہدایت اور اتمام حجت پر ملزم ہون اور
اگر یہ اعتقاد کیا جاے تو پناہ بخدا تیسری یہ کہ نقض واقع مین یا مبنی اسپر ہی کہ شیعون کا مطلب نہین سمجھے یا تجاہل
کرتے ہین اس سے جو بیان مقصود ہی کیونکہ خطا کی افراد سب یکسان نہین ہین اور اگر ہر خطا کا رفع کرنا لازم ہو تو ہر مقام پر

ایک معصوم کے منصوب فرمانے سے بھی یہ برطرف ہوگا سوا اسکے کہ سب کو حق تعالی عصمت عطا فرماے
خواہ وہ لائق فیضان عصمت ہون یا نہون اور ہمنے قبل اسکے اشارہ کر دیا ہی کہ خطا کی دو قسمین ہین مخدور ہی اور
غیر مخدور ہی اور حق تعالی پر خطاے مخدور کا رفع فرمانا واجب ہی نہ خطاے غیر مخدور کا اور اس کلام مفصل کو ہمارے
موید ہوتا ہی کلام صدق نظام نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ رفع القلم عن الناسی وعن الصبی حتی یبلغ وعن المجنون
حتی یفیق اور ایسا ہی حال ہی اس خطا کا جو پیغمبر کے زمانے مین یا امام منصوب من اللہ کے عہد مین بے اسکے کہ
خاطی تقصیر کرے واقع ہو پس خدا پر ضرور ہی کہ امام کو نصب فرماے اور احکام کے جاننے اور سیکھنے کے واسطے
اپنے بندون کے تمکین فرماے اور خاطیون کو انکی خطا پر تنبیہ فرماے اور آگاہ کرے اول امور سے جو انکے تنہا عقل و
فہم کے ذریعہ سے نہین معلوم ہو سکتے اور چونکہ حق تعالی نے انسان کی خلقت کو بسبب مجتمع ہونے اسمین
قوتہاے شہوانیہ کے ایسا پیدا فرمایا ہی جس سے ملائکہ نے یہ ایراد وارد کیا تھا ویسفکون الدماء ونحن نسبح بحمدک
ونقدس لک لیکن بسبب مصالح پوشیدہ وظاہر بعین مصداق انی اعلم ما لا تعلمون کا فرمایا بالجملہ مطلق خطا کا
رفع ہونا انسان سے من حیث ہو انسان مستحیل عادی تھا اور انکی آزمایش اور امتحان منظور نظر تھی پس بقدر امکان
موافق مقتضاے نظام کے ساتھ علم احکام کے انہین میدان امتحان مین لایا اور دین کی ہدایت کرنے والون کو
بھیجکر انکی اصلاح حال مین کوشش فرمائی تاکہ جو ہلاک ہو وہ بعد حجت کے تمام کرنے کے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے
وہ بھی حجت کے ساتھ زندہ رہے اور کسی کو کچھ کہنے کی جگہ نہ رہے پھر اس صورت مین اگر ہر قسم کی خطا جائز ہوتی
تو حاجت پیغمبرون کے مبعوث فرمانے کی کیا ہوتی اور اگر ہر قسم کی خطا مخدور ہوتی تو سب بندے ہلاک ہو جاتے
اور جب یہ ہوا تو جو خطا کہ پیغمبر خدا کے زمانے مین اسکا رفع مطلوب تھا وہی خطا ائمہ ہدی علیہم السلام کے بھی
زمانے مین لائق رفع ہی اور جیسا کہ پیغمبرون کے زمانے مین بھی ہر قطر اور ہر مقام پر نبی معصوم خداے قیوم
کی طرف سے موجود نہ تھے اسی طرح ائمہ کے بھی زمانے مین ہر جگہ ضرورت امام معصوم کے موجود ہونے کی نہین ہی
بلکہ جب حق تعالی علم ہدایت کو اپنے ایک مقام پر نصب فرما چکا تو اب خلق پر ضرور ہی کہ امام کی طرف بمفاد فاسئلوا
اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور موافق اطلبوا العلم ولو بالصین رجوع کرین اور حاضر ہو کر علم احکام حاصل کرین
اور اکثر اثناے تحصیل مین یا بعد حاصل کرنے فراغت وسع کی تحصیل علوم دین مین کتاب اللہ اور آثار انبیا اور
ائمہ معصومین کی کوئی خطا واقع ہو جاے تو وہ خطا بمفاد ما حجب اللہ عن العباد فہو موضوع عنہم معفو اور
مرفوع القلم ہوگی اور زمان غیبت معصوم مین چونکہ سبب غیبت و پوشیدگی کا مقصر ہین تو جو مقصر نہین ہین
انکا معذور ہونا تو بہت ظاہر ہی اور ایسے وقت مین انسے خطا کا جائز ہونا اسکا باعث نہین ہو سکتا کہ مطلق
خطا کی تجویز کی جاے اور بندون کی مصلحتون کا اور انکی حکمتون کا مہمل چھوڑنا اور انکو جہل و خطا پر رکھنے مین

اصرار کرنا ہرگز خدائے حکیم پر جائز اور ممکن نہیں ہو بلکہ اُسنے اپنے بندون کو خلق فرمایا ہی اسطرح کہ وہ متحمل امر ونہی کے ہین
اور انہیں مہمل نہیں چھوڑا تکلیف انہیں اختیاری دی ہو اور نہی انہیں بذریعہ تخویف وتحذیر کے فرمائی ہی پھر جب
حق تعالی نے انسان کو مکلف فرمایا تو احکام کا بتانا بھی اُسی پر لازم ہوگا اور اُنکا جہالت پر قائم رکھنا اُسنے جائز نہیں رکھا
اور کسی زمانے کو اُسنے اپنی حجت سے خالی نہیں چھوڑا اور ہمیشہ دفع فرمانے مین جہالت وبغاوت کے بندون سے
اُسنے کوشش فرمائی فتذکر چھٹی وجہ آیت وافی ہدایہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ہی امامیہ سب
یہ کہتے ہین کہ اولی الامر سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام ہین اور یہ آیہ انکی عصمت پر دلالت کرتا ہی کیونکہ حق تعالی نے
انکی اطاعت کے واسطے مطلقاً یقینی حکم فرمایا ہو اور وہ انہین کی نسبت رہتا آتا ہی جو گناہ وخطا سے مثل خدا کے اور
رسول خدا کے محفوظ ہون کتاب علل مین ہو لاطاعۃ لمن عصی اللہ انما الطاعۃ للہ ولرسولہ والولاۃ انما امر اللہ
بطاعۃ الرسول لانہ معصوم مطہر لا یامر بمعصیۃ وانما امر بطاعۃ اولی الامر لانہم معصومون مطہرون
لا یامرون بمعصیۃ اور تفسیر صافی مین حضرت صادق ؑ سے منقول ہو کہ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ آیہ علی ابن ابیطالب اور حسنین
علیہم السلام کی شان مین نازل ہوا احاضرین صحبت نے عرض کیا کہ اہل خلاف کہتے ہین کہ اگر ایسا ہوتا تو کیا وجہ تھی
کہ حضرات اہلبیت کے نام آیہ مین مندرج بتصریح نہوے حضرت نے فرمایا کہ اُنسے کہو کہ قرآن مین نماز کا حکم نازل ہو
لیکن تین رکعت اور چار رکعت کی تصریح کیون نہ واقع ہوئی یہان تک کہ پیغمبر خدا نے انکی تفسیر فرمائی اسی طرح زکوۃ کا
حکم نازل ہوا اور یہ نہ فرمایا کہ ہر چالیس درم سے ایک درم دیوین یہان تک کہ پیغمبر خدا نے اسکی تفسیر فرمائی اسی طرح
حج کے بارے مین بھی ہوا اور اسی طرح آیہ اولی الامر نازل ہوا پس رسول خدا نے اُسے ظاہر فرمایا علی ابن ابیطالب کے
بارے مین اپنے ارشاد صدق بنیاد من کنت مولاہ فعلی مولاہ الخ لیکن بڑے تعجب کی بات ہو کہ امام رازی سا فاضل
باوجود اسکے کہ یہ اعتراف کیا کہ یہ آیہ اولی الامر کی عصمت پر دلالت کرتا ہی لیکن بعد اسکے پھر اسکو اجماع کی حجت ہونے پر
دلیل لاے اور اولی الامر سے اجماع یعنی اہل حل اور عقد کو مراد لیا جیسا کہ اوپر بھی اسکا اشارہ ہوچکا ہو اور اب پھر قولہ
رازی کا محصل لکھتا ہون کہ انھون نے کہا ہو کہ دلیل اس مطلب پر وہ ہی کہ حق تعالی نے اولی الامر کی طاعہ کو بسبیل جزم
وقطع حکم فرمایا اور ناچاری ہی اس سے کہ مراد اولی الامر سے وہ ہی جو خطا سے معصوم ہو والا بر تقدیر انکی خطا پر اقدام کرنیکے
لازم آیگا کہ حق تعالی نے اُس خطا کی متابعت کے واسطے امر فرمایا ہو اور خطا منہی عنہ ہی پس چاہیے کہ امر ونہی فعل واحد
مین جمع ہوا اور وہ محال ہی پس آیہ سے ثابت ہوا کہ اولی الامر واجب الطاعت ہی اور جبکہ مطاع اور واجب الاتباع ہوا تو
یقینی معصوم ہوگا پس ضرور ہی کہ آیہ مین اولی الامر سے جو معصوم ہین وہی مراد ہون اور جب اسقدر تمہید ہوچکی تو کہتا ہون
مین کہ یہ معصوم مجموع امت ہی یا بعض امت جائز نہیں ہی کہ بعض امت سے معصوم ہو کیونکہ طاعت کا واجب ہونا متحقق
نہیں ہوتا مگر بعد اسکے کہ مطاع کو پہچانین اور اس تک پہونچنا اور اُس سے استفادہ علم کا ممکن ہو نحن نعلم بالضرورۃ انا

فی زماننا ھذا عاجزون عن استفادۃ الدین والعلم منھم اور جب یہ نہوا تو اولی الامر سے مراد نہو گا مگر اہل حل و عقد
انتہی محصل کلامہ اور صاحب بصارت پر پوشیدہ نہو گا کہ تفسیر میں عجب شگرف ہی کہ مطلقاً الفاظ آیت سے جسے
ربط نہیں ہی اسی لیے بعض علماے شیعہ نے کہا ہی کہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں بیان تک توثیق کہا کہ یہ آیت عصمت
اور عدم جواز خطا پر اولی الامر کی دلالت کرتا ہی لیکن بعد اسکے جو دیکھا انہون نے کہ اس اعتراف سے امامت خلفا کی
باطل ہو جائیگی اسلیے بعد اسکے برعایت حمایت مذہب کہا کہ مراد اولی الامر سے معصوم اجماع ہی اور اس تاویل کا
رکیک ہونا بہت ظاہر ہی کیونکہ اولی الامر سے اجماع کا مراد لینا ایسا ہی جیسا آسمان کہیں اور ریسمان اس سے مراد
لین اور یہ بات ذوق سلیم پر محاورہ کی راہ سے ظاہر ہی محتاج بیان نہیں ہی علاوہ اسکے اولی الامر سے اجماع کا مراد
لینا یہ مضمون بھی نیا ہی جسے فریقین کے مفسرین میں سے کسی نے نہیں کہا پس یہ ارادہ خود خلاف اجماع ہوا اسی
جہت سے خود مفسر مذکور نے ان تمہیدون کے بعد خود اپنے اوپر ایراد کیا ہی کہ جو تو نے مراد لی ہی وہ خلاف اجماع ہی
بسبب اسکے کہ مفسرین کے اقوال چند چیزون ہی میں منحصر ہیں ایک یہ کہ خلفاے راشدین مراد ہون دوسرے یہ کہ اس سے مراد امرا اور
بادشاہان دنیا عموماً ہون تیسرے یہ کہ علما اور مفتیان شرع متین مراد ہون چوتھے یہ کہ ائمہ معصومین علیہم السلام مراد ہون جیسا کہ رافضی
کہتے ہین اور تیسرا قول سب سے خارج ہی پس بسبب مخالفت اجماع کے چاہیے کہ باطل ہو جواب اسکے کہا ہی کہ قول میرا تیسرے
قول سے باہر نہیں ہی کیونکہ ہر زمانے میں اہل حل و عقد اس زمانے کے علما ہوا کرتے ہین پس باطل نہو گا فقط اور
حقیقت یہ ہی کہ یہ خود جواب بھی اچھا نہیں دیا کیونکہ اولی الامر سے علما کا ارادہ کرنا یہ تفسیر جداگانہ ہی اور اجماع اہل حل و عقد کو اولی الامر سے
مراد لینا یہ دوسری تفسیر ہی کیونکہ پہلے میں انکا اتفاق شرط نہیں ہی اور دوسرے میں شرط ہی پس اس صورت میں
اجماع کو مراد لینا اقوال اہل حل و عقد سے خارج اور تفسیر اپنی راے سے ہوگی جسپر کوئی دلیل و شاہد نہیں ہی اور
جب یہ ہوا تو جو رنگسازی انکی تمہید میں ہوئی تھی وہ بیکار ہو گئی اور شکر خدا کا مقام یہ ہی کہ جو مقدمہ کہ تمہید میں انہی
امام رازی نے ذکر کیا ہی کہ وہ انکا اعتراف و تصدیق ہی اور شیعون کا بھی مسلم ہی یعنی اولی الامر کا معصوم ہونا اس سے
خود جملہ اقوال حضرات اہلسنت کو اپنے قول کے سوا باطل کیا کیونکہ نہ خلفاے ثلثہ معصوم تھے نہ امرا معصوم نہ علما
اور اہل فتوا معصوم تھے اب اتفاق فریقین ہو گیا و ہو نعم الوفاق باقی رہا ارادہ کرنا ارباب حل و عقد کا اولی الامر سے
جو خود امام رازی کا قول ہی تو وہ بھی سب اپنی ذات میں بالاتفاق معصوم نہیں ہین والا ہر ایک کا قول انمین سے
حجت ہوتا اور حالانکہ یہ احتمال باطل ہی پھر اس صورت میں انکی اطاعت اسی حال میں ضرور ہوگی جبکہ وہ سب
ایک قول پر اجماع کرین نہ اس حال میں کہ جب جدا ہون والا مجتمع ہونا ارادہ متنافیہ کا لازم آئیگا اور وہ محال ہی
اور یہ بات کہ حال اجماع میں اطاعت کی جاے اور حال افتراق میں اطاعت نہ کی جاے یہ منافی ہی کیونکہ آیہ بہت مطلق ہی
کوئی قید نہیں ہی اور جب سب امت مطاع نہوئی تو اب مراد نہو گا اتباع سے مگر بعض امت کا اتباع بلکہ اہل حل

وعقد بھی تو بعض امت ہین اور انکی تبعیت بھی بحال اجتماع مفید ہو پھر اطلاق کہان ہو سکتا ہی بلکہ واقع مین آیہ کا
اطلاق اسی صورت مین درست آتا ہی جبکہ ائمہ معصومین علیہم السلام کو مراد آیہ سمجھے جائین اور جو اس احتمال صحیح کے ابطال مین
انھون نے کہا ہی کہ اس صورت مین انکی طاعت مشروط انکی معرفت کے ساتھ ہوگی اور مشروط ہوگی ساتھ قدرت کے
اور پہونچنے کے ان تک ورنہ تکلیف مالا یطاق ہوگی اور حالانکہ ظاہر آیت کا اطلاق چاہتا ہی یہ بھی عجیب و غریب
مضمون ہی کیونکہ جو انھون نے اطلاق آیت کا اقرار کیا ہی وہ انکے قول سے منافی ہی کیونکہ وہ اتباع اہل حل وعقد کا
جبکہ وہ مجتمع ہون لازم اور واجب جانتے ہین نہ ہر حال مین اور یہ تقیید منافی اطلاق کو بالضرور ہی لیکن اگر کوئی اس جگہ
یہ کہے کہ اولی الامر مین لفظ اولی جمع ہی اور مضاف ہی طرف امر کے اور اضافت جمع کی عموم و استغراق کے واسطے
مفید ہوتی ہی پھر اجتماع تو مفہوم لفظ مین داخل ہی قید خارجی نہین ہی تو ہم اسکے جواب مین کہینگے کہ اس بیان کی انتہا
یہ ہی کہ مراد مجموع اولی الامر کا ہو لیکن مجموع اہل حل وعقد پر اولی الامر کا مجموع صادق آتا ہو اگرچہ وہ افتراق و اختلاف کرتے
حکم مین اور جب یہ ہوا تو قید اجتماع کے حکم مین نص سے خارج ہوگی اور اسکے مضاف ہونے پر دلیل قائم نہین ہی پس
آیت کے اطلاق کی تخصیص بمقابل اسکے جو انھون نے کہا ہی جائز ہوگی بلکہ جو تخصیص کہ انکے قول پر لازم آتی ہی وہ زیادہ تر
اس تخصیص سے افحش ہوگی جیسا امامیہ کے قول پر انھون نے اس بیان سے لازم کرنا چاہا ہی کیونکہ اجماع ہر حکم مین معدوم
اور قلیل ہی اور جو امام رازی نے معرفت اور قدرت وصول کا اشتراط کیا ہی پھر یہ تو ایسی بات ہی کہ ہر قول مین درکار ہی
اور ہر حکم کے لوازمات سے ہی کہ حکم کو پہچانین موضوع حکم کو جانین اور تبعیت اہل حل وعقد کی بھی تو بدون انکے پہچاننے
اور انکی باتون کے جاننے کے نہین ہو سکتی بلکہ مجموع کا پہچاننا اور سب کے قول کا جاننا تو بہت دشوار ہی بخلاف
بعض افراد کے اور وہ کون شخص ہی جو تمام اہل حل وعقد کو پہچانتا ہی اور ہر ایک کو ان سے پہنچ سکتا ہی اور وہ کسقدر تمام
عالم مین منتشر ہین اور ہر ایک پاس انکی تحقیق حال و حکم کو جاننا کیسا دشوار ہی پھر ان شروط کو پایہ اعتبار سے ساقط کرنا
انھین کے پاؤن مین تیشہ مارنا ہی اور اگر بعض مسائل مین اطلاع حاصل ہو جاے تو جملہ مسائل مین تو کسی طرح اطلاع حاصل
نہین ہو سکتی علاوہ اسکے اہل حل وعقد کے مجموع سے کیا مراد ہی جمیع ازمنہ کے اہل حل وعقد کا مجموع یا ہر زمانے کے
اہل حل وعقد کا مجموع مراد ہی بر تقدیر اول حال سابقین ولاحقین پر اطلاع کے حاصل ہونے کا امتناع بدیہی ہی
اور جب یہ ہوا تو انکی متابعت بھی ممتنع ہوگی اور بر تقدیر ثانی تخصیص زمانے کے ساتھ یہی لازم آئیگی باوجود اسکے
کہ لفظ عام ہی پس وہ بھی اطلاق آیت کی تخصیص ہوگی اور چونکہ اجماع سابقین کا لاحقین پر حجت ہی پھر تخصیص متابعت
کی ہر زمانے والون کی اپنے زمانے کی اولی الامر کے ساتھ بیجا ہوگی اور جو انھون نے کہا ہی کہ ایک اطاعت ہی جو پیغمبر اور
اولی الامر کی طرف اسکا استناد ہوا ہی فقط پیغمبر کی بہ نسبت اسکا اطلاق اور غیر پیغمبر کی بہ نسبت اسکا اشتراط ممتنع ہوگا کیونکہ
جب ایک لفظ ہوا تو ایک لفظ مطلق بھی ہو اور وہی مشروط بھی ہو یہ نہین ہو سکتا یہ بہت امر غریب ہی اور کیا پیغمبر کا پہچاننا

اور ان تک پہونچنا شرط نہین ہی کہ آیت کو اُنکی نسبت مطلق قرار دیتے ہین اور معصوم کے پہچانتے ہین اُسے شرط
جانتے ہین حقیقت یہ ہی کہ ایسی بات کا ایسے شخص سے صادر ہونا بہت بعید ہی اگر کوئی شخص اِس مقام پر کہے کہ
پیغمبر کا پہچاننا بسبب اُنکی نشانیون اور دلالتون کے بمنزلہ بدیہیات کے ہی جو محتاج فکر و نظر کی نہین ہی تو ہم
جواب دینگے کہ یہی حال ائمہ معصومین علیہم السلام کا ہی پس اگر جسطرح کفار آفتاب رسالت کو نہ پہچانتے تھے اُسی طرح
طبقہ اسلام سے بھی جو مقصرین اور منکرین عصمت ہین وہ بدر امامت کو کہ ہر زمانے مین بمفاد من لم یعرف امام زمانہ
مات میتة جاهلیة موجود ہی نہ پہچانین اور محروم رہین تو بنیان مرصوص امامت مین اُس سے کیا فساد راہ پا سکتا ہی
اور جو امام رازی نے کہا ہی کہ لفظ اولی الامر جمع ہی اور شیعون کے نزدیک ہر زمانے مین ایک سے زیادہ عدد
امام کا نہین ہوتا پھر مفرد پر جمع کا حمل کرنا خلاف ظاہر ہوگا جواب اُسکا یہ ہی کہ یہ اطلاق بہت شائع ہی اور قرآن مین
موجود ہی حق تعالی فرماتا ہی ان ابراهیم کان امة قانتا اور سوا اسکے نظائر اسکے بہت ہین لیکن چونکہ اطیعوا کا خطاب ہر جگہ
طرف کافہ انام کے تا روز قیامت ہی اور وہ سب مامور و مکلف اتباع جملہ ائمہ علیہم السلام کے ہین پس بلا تکلف
جمع کے معنی مراد ہونگے اور جمع کے صیغہ مین کچھ مشکل نہین ہی اور امام رازی نے کہا ہی کہ حق تعالی نے قرآن مین بعد
اِسکے فرمایا ہی کہ فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والی الرسول پس اگر اولی الامر سے مراد امام ہوتی جیسا کہ شیعہ
کہتے ہین تو چاہیے کہ اِس آیت مین فردوہ الی الامام بھی ہوتا اور جب یہان ایسا نہوا تو معلوم ہوا کہ جو شیعہ اولی الامر سے
امام معصوم مراد لیتے ہین وہ صحیح نہین ہی فقط اور اُسکا جواب یہ ہی کہ پہلے ہم یہ نہین تسلیم کرتے کہ اِس آیت مین اولی الامر کا
ذکر نہ تھا بلکہ بموجب روایات اہلبیت علیہم السلام کے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اِس مقام پر لفظ اولی الامر نازل ہوا تھا اور جو کچھ
کہ قرآن سے ناقص کیا گیا اُنہین سے یہ بھی تھا جیسا کہ تفسیر صافی مین تفسیر عیاشی اور کافی سے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے
منقول ہی کہ اُن حضرت نے اسطرح آیت تلاوت فرمایا ہی فان خفتم تنازعا فی امر فردوہ الی اللہ والی الرسول والی
اولی الامر منکم اور بعد اِس تلاوت کے فرمایا کہ یہ آیہ اِسطرح نازل ہوا تھا اور علی ابن ابراہیم قمی نے حضرت صادق
علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ فرمایا نازل یہ آیہ اِسطرح ہوا تھا فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والی الرسول
والی اولی الامر منکم اور اِن روایات سے حضرات اہلسنت بھی اپنی روایات کثیرہ کے موافق جو وقوع نقصان پر
قرآن سے دلالت کرتی ہین انکار نہین کر سکتے دوسرے یہ کہ بر فرض تسلیم اِس امر کے کہ اِس آیت مین ذکر اولی الامر کا نہ
تھا ہم کہینگے کہ یہان اعادہ ذکر کا جو نہین فرمایا اُسکے دو سبب ہین ایک اِسلیے کہ قصد اختصار کا فرمایا دوسرے اِسواسطے
کہ یہین اِشعار اِسکا ہو کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی طاعت پیغمبر کی طاعت مین داخل ہی خصوصا بعد ذکر فرمانے اولی الامر کے
ایک لفظ مین اپنے منقول سے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کیونکہ حق تعالی نے فعل واحد کے اسناد فرمایا
طرف رسول اور اولی الامر کے اِس اشعار لطیف کے لیے کہ اُنکی طاعت اور رسول کی طاعت ایک ہی اور ایسی بات ہی کہ

کہ مولوی حسین نے کتاب دراسات النجات مین جہان فضل اہلبیت کو لکھا ہے وہان یہ نص کی ہے اور خلاصہ انکی عبارت کا
یہ ہے کہ اطاعت اہلبیت کی بعینہ اطاعت خدا و رسول خدا کی ہے اور جدائی انسے جدائی خدا و رسول خدا سے ہے اور
کما اخرج الحاکم فی مستدرکہ عن ابی ذر من اطاعنی فقد اطاع اللہ عز وجل ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن اطاع
علیا فقد اطاعنی ومن عصی علیا فقد عصانی اب اس صورت مین کچھ نفع اہلسنت کی اس حال سے اور کوئی مضرت
شیعون کے لیے نہین ہے کیونکہ جب پیغمبر کے ذکر کے ساتھ متصل انسے اولی الامر کا ذکر صدر آیت مین واقع ہو چکا
تو اب اسکے بعد آیت مین نہ ذکر کرنا سوا اس معنی کے اور کوئی محمل نہین رکھتا کہ بسبب زیادہ امر کے واضح ہونے کے
حاجت مکرر ذکر کرنے کی نہ تھی اور یہ بات کہ سننے والے باوصف اسکے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نص
فرما چکے پھر بھی تھوڑے سے زمانے مین بھول جائینگے وقت نزول آیہ ظاہر ہوے تھے پس اصل منوب عنہ کے
ذکر پر اسکے جو اولی الامر تھا اقتصار فرمایا تا تکرار لازم نہ آئے اور اسی جگہ سے ہے کہ بغیر تنبیہ غافلین کے لیے اسکے بعد
فرمایا ہے ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم تا کہ کسی کو شبہ نہ رہے کہ اطاعت رسول کی
اور نائب رسول کی جو اولی الامر یعنی معصوم ہے ایک ہی ہے تفسیر صافی مین کتاب احتجاج سے منقول ہے کہ جناب امام حسین
علیہ السلام نے اپنے بعض خطبون مین فرمایا کہ فان طاعتنا مفروضۃ اذ کانت بطاعۃ اللہ ورسولہ مقرونۃ قال اللہ
عز وجل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والی الرسول ولو ردوہ الی
الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم حاصل معنی اسکے یہ ہین ہماری اطاعت کرو
کیونکہ تحقیق کہ ہماری اطاعت و فرمانبرداری سب پر واجب ہے اسلیے کہ وہ طاعت خدا اور طاعت رسول خدا سے
قرین و مربوط ہے یعنی ہماری فرمانبرداری خدا اور رسول کی فرمانبرداری ہے خدا فرماتا ہے کہ اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت
کرو رسول خدا کی اور جو اولی الامر ہین تم مین سے یعنی نائب رسول و معصوم ہین انکی اطاعت کرو پس اگر تمھارے آپس مین
کچھ نزاع واقع ہو تو چاہیے اسے خدا و رسول خدا کی طرف رد کرو یعنی اسمین حکم خدا کا اور رسول و نائب رسول کا
حاصل کرو اور اگر رد کرتے وہ اس نزاع کو رسول اور اولی الامر کی طرف تو ہر آئینہ جانتے اسکے حکم کو کہ وہ شخص جو
استنباط حکم کرتے ہین یعنی اولی الامر سے کتاب جوامع مین جناب امام محمد باقر سے منقول ہے کہ مراد اس سے ائمہ
معصومین ہین اور عیاشی نے جناب امام رضا سے نقل کیا ہے کہ تفسیر مین اسکی آنحضرت نے فرمایا کہ یعنی آل محمد وہم الذین
یستنبطون من القرآن ویعرفون الحلال والحرام وہم حجۃ اللہ علی خلقہ پھر اگر اس جگہ پر کوئی یہ کہے کہ جہان تنازع و اختلاف نہو
وہان اولی الامر کا قرآن مین ذکر فرمانا اور جہان مقام تنازع کا اور اختلاف کا ہو وہان اولی الامر کے ذکر کو ترک فرمانا اسی
بات کا قرینہ ہے جیسے امام رازی نے کہا ہے کہ اولی الامر سے مراد اہل حل و عقد ہین کہ وہ مصداق اجماع کے ہین پس
اس صورت مین حاصل کلام یہ ہوگا کہ خدا کی اور رسول خدا کی اور اہل حل و عقد کی اطاعت کرو جہان اتفاق حاصل

ہوجاتے ہیں اور اگر اُن میں کوئی نزاع و خلاف واقع ہو تو اب چارہ اسکے سوا نہو گا کہ خدا اور رسول کی طرف رجوع کی جائے
کیونکہ اب اجماع نہوگا تو ہم اسکے جواب میں کہینگے کہ اطاعت خدا و رسول کی مادۂ اجماع اور اختلاف کے ساتھ اختصاص
نہیں رکھتی تو چاہیے کہ اولی الامر کی بھی اطاعت ایسی ہی ہو اور اگر اولی الامر کی اطاعت حال اجماع و اجماع کے ساتھ
مقید ہو اور خدا و رسول کی اطاعت مطلق ہو تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ لفظ واحد میں اطلاق و اشتراط کا ارادہ جمع ہوا اور یہ
محذور ہے جیسا کہ اس بات کا اقرار و اعتراف خود امام رازی کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا اور اسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور حق تعالیٰ
کا قول فان تنازعتم حقیقت میں محمول اس بات پر ہے کہ اطاعت خدا و رسول و صاحبان امر کی تمپر لازم و واجب ہے یعنی
جب کوئی نزاع تمہیں درپیش ہو تو اسکے لیے رجوع کرو اور اس امر کو رفع کرو خدا کی طرف یا رسول کی طرف اگر انکا عہد ہو
یا انکے نائب خاص کی طرف پس پہلا حکم اطاعت مطلقہ کے بیان میں ہے اور یہ حکم اسلیے ہے کہ جو منازعات آپس میں واقع
ہوتے ہیں انکے رفع فرمانے کو ارشاد فرمایا اور اسے کچھ تعلق مسائل اجماعیہ و اختلافیہ کے ساتھ نہیں ہے اور جو اہل حل و
عقد کہ معصوم نہیں ہیں مثل سب آدمیوں کے وہ بھی آپس میں شریک ہیں اور جو مفسر تفسیر کبیر نے اس آیت کو اجماع پر تنزیل
کیا ہے وہ اس قسم سے ہے جیسے کوئی منہی عنہ کے ساتھ تفسیر کرے کیونکہ نہ دلیل عقلی اسپر قائم ہے نہ دلیل سمعی بلکہ اولی الامر سے
اجماع مراد لینا از قبیل چیستان ہے واللہ منزہ عن ذلک بلکہ انھوں نے خود اس تفسیر میں اپنے اختصاص کا اور مخالفت جملہ
مفسرین قرآن کا اس ارادے کے ساتھ اقرار کیا ہے پھر ایسی بات بالضرور فاسد ہوگی اور قرآن کو اپنے دل سے تفسیر کرنا چاہے
جیسا کہ خلیفہ اول حضرات اہلسنت نے بھی فرمایا ہے کہ ای سماء تظلنی ام ای ارض تقلنی ان قلت فی القرآن برایی اور جب یہ امر
ثابت ہے تو پھر ایسی تفسیر پر جرأت اور جسارت خدا کی طرف افترا کرنا ہے اور وہ یقینی گناہ کبیرہ ہے جس سے اجتناب ضرور ہے
وجہ ساتویں یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین جناب اخوند صاحب نے کتاب
حق الیقین میں اسکی تفسیر جو قریب باستدلال اس آیت سے ہے اس طرح کی ہے کہ اے وہ گروہ جو ایمان لائے ہو ڈرو خدا سے اور
رہو ساتھ سچ کہنے والوں کے ہر امر میں خصوصاً دعوی ایمان میں ساتھ گفتار و رفتار کے اور ظاہر ہے کہ مراد ساتھ ہونے سے
انکی متابعت گفتار و کردار میں نہ یہ کہ بدن سے اور ہاتھ پاؤں سے انکے ساتھ رہو کیونکہ یہ امر بیکار اور محال ہے اور امامت کے
معنی یہی ہیں اور چونکہ قرآن مجید کے خطابات عام ہیں تمام امت کو اور ہر زمانے کو شامل ہیں اور یہ امر باتفاق امت ثابت ہے
اسلیے چاہیے کہ ہر زمانے میں ایک صادق موجود ہو کہ امت اسکی ہمراہی اختیار کرے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ فی الجملہ صادق اس سے
مراد نہیں ہے والا لازم آتا ہے اس سے کہ جو کوئی ایک بات بھی سچ کہے اسکی متابعت بھی واجب ہو اور یہ امر بھی باتفاق امت
باطل ہے پس چاہیے کہ مراد صادق سے وہ ہو کہ جو جملہ اقوال و افعال میں اپنے صادق ہو اور معصوم وہی ہے پھر اس سے
ثابت ہوا کہ معصوم ہر زمانے میں موجود ہے اور اسکی متابعت امت پر واجب ہے اور بالاتفاق سوا پیغمبر خدا اور بارہ اماموں کے
اور کوئی طبقہ اسلام میں معصوم نہیں ہے پس اس سے شیعوں کے مذہب کی حقیت اور انکے اماموں کی عصمت بخوبی ثابت ہوئی

وجہ ہفتم بیان وجوب عصمت میں

اور اس استدلال کے لیے زیادہ معین وہ روایت ہی جسے فاضل سیوطی نے تفسیر درمنثور مین اور ثعلبی نے اپنی تفسیر مشہور مین
ابن عباس سے نقل کیا ہی کہ مراد صادقین سے علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہین اور ابراہیم بن محمد الثقفی اور خرگوشی نے کتاب
شرف النبی مین اصمعی سے بسند اپنے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ فرمایا صادقون سے ہم ہین کہ عترت
پیغمبر خدا کی ہین اور حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ ہم صادق آل محمد ہین اور تفصیل زیادہ اسکی ادلہ امامت امام انام
علی ابن ابیطالب علیہ السلام مین مذکور ہو گی انشاء اللہ تعالی آٹھوین وجہ وہ آیہ کریمہ ہی جو حق تعالی فرماتا ہی ولا ترکنوا
الی الذین ظلموا فتمسکم النار یعنی رجوع نہ کرو انکی طرف جنہون نے ظلم کیا ہی پس پہونچیگی تمکو آگ عذاب خدا کی اور
جب ظالمون کی طرف رجوع کرنا ممتنع ہوا تو انکے امر و نہی کی اطاعت بطریق اولی ممتنع ہو گی اور امام اور خلیفہ رسول
نہین ہو سکتا مگر وہ شخص کہ جسکے امر و نہی کی اطاعت مطلقا تمام امت پر واجب ہو اور وہ نہین ہی مگر معصوم پس ظالم امام
نہوگا لیکن جو کچھ کہ امام فخر رازی نے کہا ہی کہ مراد اس آیت سے نہی انکی ہی کہ ظالمون کی طرف رجوع نہ کرو جبکہ وہ اپنے
ظلم پر قائم ہون اور استدلال اس سے کیا ہی کہ یہ معنی ایسے ہین کہ جیسا قول خدا کا ہی جہان فرمایا ہی ما علی المحسنین من
سبیل کے یہ معنی ہین کہ جب تک وہ احسان پر قائم ہین فقط تو انکا جواب یہ ہی کہ مفاد آیت کا اعم ہی اور جب یہ ہوا تو وقت
ظلم کے تقیہ ایک حیلہ کا اپنے دل سے بڑھاتا ہوگا اور قرآن کا اپنی رائے سے تفسیر کرتا ہوگا اور یہ منہی عنہ ہی اور سوا اسکے
یہ بھی کہنے کا مقام ہی کہ جو شخص کہ ظالم ہوا اگرچہ فی الجملہ ظالم ہو تو رجوع کرنا اسکی طاعت کی طرف مطلقا جیسا کہ امام مطاع
کی شان ہی دو وجہ سے نہین ہو سکتا ایک یہ کہ جب وہ خود ظلم کرنے والا ہوا تو اطمینان اسکی طرف سے کہان حاصل ہو سکتا ہی
پس جب تک کہ خارج سے اسکے قول و فعل کی صحت ثابت نہو تو اسپر اعتماد اور اسکی متابعت نہین ہو سکتی کیونکہ رکون کے
معنی واقع مین وثوق و سکون کے ہین جیسا کہ کتاب مجمع البحرین مین اس آیت کی تفسیر مین کہا ہی ای لا تطمئنوا
الیہم و تسکنوا الی قولہم اور جبکہ کہ قول و فعل محل وثوق و اعتماد کا نہوگا وہ یقینی اسکے لائق نہین ہو سکتا کہ امام ہو کیونکہ امامت
ریاست عام دین و دنیا کی ہی پھر کیونکر ہو سکے کہ ایسا شخص امام بنایا جاے دوسری وجہ یہ ہی کہ امام علی الاطلاق سب
خلق کا مطاع ہی اور اسکی اطاعت بھی علی الاطلاق سب پر واجب ہی اور ظالم اگرچہ بعض اوقات مین کیون نہ ظالم ہو
مگر امام نہین ہو سکتا کیونکہ یہ جاے خود ثابت ہی کہ سلب جزئی ایجاب کلی کے منافی ہی فتدبر نوین وجہ وہ کریمہ ہی
جو حق تعالی نے فرمایا ہی و اذ قالت ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ قالوا اتجعل فیہا من یفسد فیہا و
یسفک الدماء و نحن نسبح بحمدک و نقدس لک قال انی اعلم ما لا تعلمون حاصل معنی اسکے یہ ہین کہ جسوقت فرمایا خدا نے فرشتون سے
کہ مین پیدا کرنے والا ہون زمین مین خلیفہ کو تو انہون نے عرض کیا کہ آیا پیدا کریگا تو ہمین ایسے شخص کو جو فساد برپا کرے
اور خون ناحق زمین پر گراے اور ہم تسبیح کرتے ہین تیری حمد و ثنا کے ساتھ اور تقدیس کرتے ہین تیرے واسطے ارشاد
فرمایا اسکے جواب مین کہ مین بہتر جانتا ہون اس امر کو جسے تم نہین جانتے فاضل بیضاوی نے اسکی تفسیر مین کہا ہی

حاصل اسکا یہ ہے کہ معنی آیہ کے یہ ہین کہ فرشتون نے عرض کیا کہ آیا خلیفہ گردانیگا تو گنہگارون کو حالانکہ ہم معصوم ہین
اور اس امر خلافت زمین کے سزاوار ہین اور مقصود انکا یہ تھا کہ ترجیح کی وجہ کو دریافت کرین ساتھ اس توقع کے جو ملائکہ
معصوم ہین گو خاص استخلاف مین تھے نہ یہ کہ از راہ عجب و تفاخر یا بنی آدم پر بطور غیبت کے کرین کیونکہ انکا مرتبہ اس سے بہت
بلند ہے کہ ایسا گمان انکی طرف کیا جاے کیونکہ حق تعالی نے انکی شان مین فرمایا ہے کہ بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول
وہم بامرہ یعملون انتہی المحصل کلامہ بالجملہ اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلافت مین عصمت کا اشتراط بکلام ملائکہ بھی ثابت
ہوتا ہے اور اسی جہت سے انھون نے استغراب کیا تھا اور حق تعالی نے حضرت آدم کے افضل ہونے کو ملائکہ پر باعتراف
فاضل بیضاوی جو انھون نے کہا ہے کہ بتحقیق کہ آدم فرشتون سے افضل ہین اسلیے کہ آدم فرشتون سے اعلم ہین اثبات فرمایا اور جبکہ
حضرت آدم موافق نص قرآن کے اور بشہادت فاضل مذکور ملائکہ معصومین سے افضل ہوے تو ضرور ہے کہ معصوم بھی
ہون کیونکہ افضل اسی کو کہتے ہین کہ جو مفضول کے جملہ فضائل کا بھی جامع ہو اور کچھ فضیلت اس سے زیادہ بھی رکھتا ہو اور
اسمین کوئی شبہ نہین ہے کہ منجملہ فرشتون کے فضائل کے عصمت کی بھی فضیلت تھی پس اگر آدم علیہ السلام معصوم نہوتے تو
کیونکر انسے افضل ہوتے پھر اسے کسقدر عصمت کو خلافت کی شرط ہونا ظاہر ہوتا ہے اور اگر ایسا نہوتا تو حق تعالی کو کیونکر لازم ہوتا
کہ حضرت آدم کی تفضیل فرماتا بلکہ یہی قدر کافی تھا کہ جواب مین فرشتون کے فرماتا کہ جو تم سمجھے ہو اسطرح عصمت خلافت کی شرط
نہین ہے لیکن یہ نہین جواب ملائکہ مین فرمایا بلکہ انھین جو انکا اعتقاد تھا کہ عصمت شرط ہے امامت مین اور گنہگار کو خلافت کا خلعت
سزاوار نہین ہے اسی پر مقرر رکھا اور ایسا ہی امامیہ کا بھی معتقد ہے اور مصنف رسالہ تفضیل الشیخین نے بھی تصریح فرمائی ہے
کہ معصوم افضل ہے اور جناب رسالتمآب کا ارشاد علی مع الحق دلالت کرتا ہے اسپر کہ وہ حضرت معصوم تھے اور اتفاق منتہی
ہوتا ہے طرف اجماع مرکب کے اشتراط عصمت کے لیے واسطے خلافت کے فتدبر دسوین وجہ آیہ تطہیر ہے جو حق تعالی نے
فرمایا ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا اس آیت کے نازل ہونے کو جملہ مفسرین
قرآن اور ناقلان آثار اور راویان اخبار متفق اس امر پر ہین کہ اہلبیت اطہار علیہم السلام کی شان مین نازل ہوا ہے منجملہ انکی
کتاب مفتاح النجاح مین مسلم سے کہ انسنے ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ اول
روز تشریف لاے اسطرح کہ دوش مبارک پر حضرت کے ایک سیاہ ردا سیاہ بالون کی پڑی ہوئی تھی بعد اسکے
امام حسن آگئے اور انھین اپنی ردا کے اندر داخل فرمایا بعد اسکے جناب امام حسین آے انھین بھی اسی ردا مین داخل فرمایا بعد
اسکے جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا آئین انھین بھی ردا مین داخل فرمایا بعد اسکے علی ابن ابیطالب آے انھین بھی ردا مین داخل
فرمایا بعد اسکے فرمایا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا اور مین دروازے پر بیٹھی تھی اور حجرے کے
اندر پیغمبر خدا اور علی ابن ابیطالب اور سیدہ اور حسن و حسین تھے پس انھین اپنی رداے مبارک اڑھائی اور فرمایا اللھم ھولاء
اھلبیتی وخاصتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا بعد اسکے مین نے عرض کیا پیغمبر خدا سے کہ مین بھی انھین مین سے ہون

فرمایا انک الی خیر انت من ازواج رسول اللہ اور عمر ابن ابی سلمہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت پیغمبر خدا پر نازل ہوئی پس جناب
سیدہ اور حسنین علیہما السلام کو طلب فرمایا اور حسنین پر ردا اُڑھائی اور علی ابن ابیطالب آنحضرت کے سر کے پیچھے بیٹھے تھے
ردا انپر بعد اسکے فرمایا اللہم ہولاء اہلبیتی فاذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا قالت ام سلمہ وانا معہم
یا رسول اللہ قال انت علی مکانک وانت علی خیر بالجملہ اس آیت کی تقریب دلالت عصمت و طہارت پر حضرات ائمہ کی ہر صاحب عقل پر
ظاہر ہے کیونکہ حق تعالی نے انسے رجس و عصیان کے دور کرنے کا اہتمام تمام اس آیت مین فرمایا ہے جیسا کہ علامہ حلی
علیہ الرحمہ نے کتاب منہاج الکرامہ مین کہا ہے کہ اسکا حاصل یہ ہے کہ اس آیت مین دلالت عصمت پر تاکید کے ساتھ ہے بلفظ انما
اور لام کی خبر پر داخل فرمانے سے جو لیذہب مین ہے اور بسبب اسکے کہ خطاب مین اختصاص ہے جو حق تعالی نے اہلبیت
کا لفظ فرمایا ہے اور بعد اسکے تکرار اس مضمون کی ویطہرکم تطہیرا سے فرمائی ہے تو یہ مراد الہی اور دعوت جناب رسالت پناہی
یقینی واقع ہوئی فانہ لا راد لما ارادہ ولا راد لدعوۃ النبی ونعزم اب اس مقام پر جو شبہات حضرات اہلسنت سے
ہوئے ہین انکا ذکر اور جواب انشاء اللہ بعد اسکے ذکر کا فضائل حضرات مین مقام آئیگا تو کہا جائیگا منتظر رہو اس مقام پر
بحث اس سے کہ مطلق امامت مین عصمت مشروط ہے اور یہ آیہ عصمت پر ائمہ علیہم السلام کی دلالت کرتا ہے اسلیے ذکر
کیا گیا تذنیب بحمد اللہ کہ عصمت کا اشتراط امامت کے ساتھ ہے بادلۂ عقل ونقل از روے کتاب وسنت ثابت کیا
کہ جیسے صاحب عقل اور ذہن صائب کو کسی طرح محل خدشہ باقی نہین رہتا لیکن چونکہ یہ موافق شیعون کے ہے اور حضرات
اہلسنت اسکے ابطال مین بہت کچھ کوشش فرماتے ہین یہان تک کہ بعض استدلال نقلی ایسے ذکر کرتے ہین کہ اگر
شیعہ کم مایہ سنین تو مجبور ہو اور وہ واقع مین مثل از تلمیع نہین ہے اسلیے ذکر اسکا مع جواب ضرور ہے تاکوئی مغالطہ مین
نہ واقع ہو جاے سابق مین یہ بیان ہو چکا ہے کہ شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے امامت مین اشتراط عصمت کو
جو شیعون کا معتقد ہے مخالف کتاب اللہ وقول عترت جانا ہے جیسا کہ کتاب اللہ سے انہون نے احتجاج اس آیہ سے کیا ہے
جو حق تعالی نے فرمایا ہے ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا کیونکہ طالوت امام مفترض الطاعۃ بہ نصب خدا نہ تھا اور
بالاجماع معصوم نہ تھا بلکہ آخر مین انسے حضرت داود کے ساتھ ایسا معاملہ کیا کہ انکی عدالت مین بھی قدح کرتا ہے چہ جاے
عصمت اور اسکا جواب مفصل لکھا گیا ہے پھر مجملا بحسب مقام کہا جاتا ہے کہ یہ استدلال بناے فاسد علی الفاسد ہے کیونکہ
نص آیت مین ملک کا طالوت کو دینا ثابت ہوتا ہے یہ نہین معلوم ہوتا کہ اسے امامت بھی خدا نے عطا فرمائی تھی اور ملک و امامت
مین فرق ہے عصمت شرط امامت ہے نہ شرط سلطنت پھر اپنی طرف سے طالوت کو امام بنانا اور اسکے معصوم نہ ہونے سے
اشتراط عصمت کی نفی پر دلیل لانا ایک تلمیع ہے کہ اس سے جنہین بصیرت نہین ہے وہ دیکھکر خوش ہونگے دوسرے یہ کہ یہ
کلام شاہ صاحب کا دو مقدمون پر مبنی ہے ایک یہ کہ طالوت امام مفترض الطاعۃ ہو دوسرے یہ کہ معصوم نہو اور یہ
دونون مقدمے مقدوح ہین لیکن پہلا مقدمہ پس اسمین قدح یہ ہے کہ جو امر مسلم قرآن سے ہے وہ یہ ہے کہ طالوت بادشاہ تھا اور امام نہ

اسکا ممنوع ہی اور آیہ کریمہ سے امامت اُسکی ہرگز ثابت نہین ہوتی اور جب یہ ہوا تو دعوی بلا بینہ ہوگا جو لائق سماعت
نہین ہی اور مفسرین فریقین کے اقوال جو اسکے جواب مین پہلے ذکر ہو چکے ہین وہ اسکے خلاف پر دلالت کرتے ہین و
دوسرے مقدمہ کی بھی صحت محل مناقشہ مین ہی اور جو اجماع کی سند شاہ صاحب لاے ہین وہ بھی غیر مسموع ہی جیسا
کہ بعض افاضل نے اسکے جواب مین کہا ہی کہ شیعون کا اس اجماع مین داخل ہونا کذب محض ہی کیونکہ مولنا محمد باقر مجلسی
کتاب حیات القلوب مین بعد ذکر کرنے تفسیر کے اُن آیتون کے جو قصہ طالوت پر مشتمل ہین لکھا ہی کہ جان تو کہ اکثر مفسرین
اور مورخین حضرات اہلسنت نے کفر و خطا کی نسبت طالوت کی طرف دی ہی اور کہا ہی کہ اُسنے جالوت کے مارنے کے
بعد داؤد کے ساتھ دشمنی شروع کی اور انحضرت کے مارنے کا ارادہ کیا تھا اور بہت سے مورخین شیعہ کی نسبت طالوت
کی طرف کرتے ہین اور شیعون کی احادیث سے یہ امر ظاہر نہین ہوتا بلکہ ظاہر آیت کا اور اکثر روایات کا یہ ہی کہ وہ اچھا تھا
اور بعضے خطبون سے کہ وہ مشہور نہین ہین نقل کیا ہی کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ مین اس امت کا طالوت ہون اور جان تو
کہ یہ آیات دلیل ہین اسپر کہ حضرت امیر المومنین احق ہین ساتھ خلافت و امامت کے اورون سے کیونکہ ان آیات سے صراحت
یہ امر معلوم ہوتا ہی کہ بادشاہی اور ریاست خدائی مین شجاعت و علم زیادہ تر معتبر ہی اور باتفاق امت حضرت امیر المومنین
سب صحابہ سے زیادہ بہادر اور عالم تھے اور کسی کو اسمین خلاف نہین ہی پس وہ حضرت خلافت کے واسطے احق ہونگے
بہ نسبت اُنکے جو لڑائیون سے بھاگ گئے اور اکثر قضایا مین اقرار اپنی لاعلمی کا کرکے انحضرت کی طرف رجوع لاے انتہی ملخص
کلامہ اور علاوہ اسکے کہ شیعہ طالوت کو برا نہین کہتے طالوت کے معصوم ہونے پر حضرات اہلسنت کب دعوی اجماع
کر سکتے ہین اور اسپر انکا اجماع کب صحیح ہو سکتا ہی کیونکہ بعض اہلسنت جب طالوت کے پیغمبر ہونے کے معتقد ہوئے
جیسا کہ امام فخر رازی نے تفسیر کبیر مین کہا ہی تو پھر نبوت بدون عصمت تو انکے یہان بھی نہین ہی پس صورت مین لا محالہ
معصوم ہونے کا اقرار طالوت کے متعین کرنا ہوگا جیسا اور انبیا کی بہ نسبت حال ہی اور یہ لفظ مفسر تفسیر کبیر ہی ومن الناس
من قال کان طالوت نبیا لان الله اظهر المعجزة علی یده وکل من کان کذلک کان نبیا ولا یقال ان هذا کان من باب
کرامة الاولیاء لان الفرق بین الکرامة والمعجزة ان الکرامة لا یکون علی سبیل التحدی وهذا کان علی سبیل التحدی فهو
ان لا یکون من جنس الکرامات انتهی اور جب یہ ہوا تو اب اجماع کا دعوی کیسا اور کیونکر صحیح ہو سکتا ہی بلکہ علماے شیعہ مین کوئی
اسکا قائل نہین معلوم ہوتا کہ طالوت معصوم تھا خود مجلسی علیہ الرحمہ کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ طالوت اچھا تھا معصوم ہونا
نہین ثابت ہوتا اور جناب امیر علیہ السلام کا جو کلام نقل کیا ہی اس سے بھی بعد فرض کرنے صحت روایت کے پھر بھی
طالوت کی عصمت اُسسے لازم نہین آتی منتہاے امر یہ ہی کہ حضرت کے کلام سے مشابہت بعض صفات مین اُسکی مثل ریاست
و انصاف کے ظاہر ہوتی ہی کیونکہ تشبیہ مین جو بہت مشہور صفت ہوئی ہین مشارکت مشبہ بہ سے کافی ہوتی ہی نہ جمیع صفات
مین جیسا کہ سخی کو حاتم کہتے ہین اور شاہ صاحب نے عدم اشتراط عصمت پر خلافت کے لیے استدلال کتاب تمہید سے کیا ہی

اس کریمہ سے جو حق تعالی فرماتا ہی قصۂ آدم علیہ السلام مین کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ اور صورت استدلال اس سے انکی یہ ہی کہ
موافق اس آیت کے حضرت آدم نبی ہونے سے پہلے امام اور خلیفہ زمین کے تھے اور باجماع اہلسنت انسے گناہ
صادر ہوا اور خدا کا قول بھی فعصی آدم ربہ فغوی بنا بر انکے قول کے اسپر شاہد ہی اور یہ قصہ زمان امامت و خلافت مین ہوا ہی
نہ زمان نبوت مین بدلیل قول حق تعالی ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وھدی انتہی ملخص کلامہ اور جواب انکا یہ ہی کہ یہ
بات شاہ صاحب سے تو بہت ہی غریب سرزد ہوئی کیونکہ امامت جو بمعنی ریاست عامہ کے یہ نیابت پیغمبر مراد ہی یہ
حضرت آدم کے لیے جو ابو الانبیا ہین کس پیغمبر کی قرار دینگے اور حضرت آدم کو نبوت سے پہلے کس پیغمبر کا خلیفہ بنائینگے
جو استدلال انکی اس آیت سے سننے کے قابل ہو اس آیت مین تو خلافت موعودہ سے مراد خدا کی نیابت اپنی رسالت ہی
نہ نیابت کسی پیغمبر کی یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ مین زمین مین ایک حجت اور نائب اپنی طرف سے مقرر کرونگا جیسا کہ
ملا محسن علیہ الرحمہ نے تفسیر صافی مین لکھا ہی وفی روایۃ خلیفۃ یکون حجۃ فی ارضی علی خلقی انتہی اور فاضل بیضاوی نے
بھی کہا ہی لفظ عبارت انکا یہ ہی والخلیفۃ من یخلف غیرہ وینوب منابہ التاء فیہ للمبالغۃ والمراد بہ آدم علیہ السلام
لانہ کان خلیفۃ اللہ فی ارضہ وکذلک کل نبی استخلفھم فی عمارۃ الارض وسیاسۃ الناس
وتکمیل نفوسھم وتنفیذ امرہ فیھم لا لحاجۃ بہ تعالی الی من ینوبہ بل لقصور المستخلف علیہ عن قبول
فیضہ وتلقی امرہ بغیر وسط اور جب یہ تصریح واقع ہو چکی تو اب خلافت موعودہ سے رسالت کیون نہین مراد لیتے جو نائب
رسول قرار دیتے ہین جسمین استحالہ لازم آتا ہی لکونہ علیہ السلام ابا الانبیاء اور جو حق تعالی نے فرمایا ہی ثم اجتبہ ربہ
یہ دلالت اسپر کرتا ہی کہ اجتبا بعد ترک اولی کے واقع ہوا نہ اسپر کہ بعد خلافت و امامت کے اجتبا ہوا بلکہ ترک اولی جسے
معصیت کے ساتھ تعبیر کرتے ہین بہشت مین واقع ہوا تھا اور زمین پر نازل ہونا کہ وہی وقت استخلاف ہی اسکے بعد ہی
اور جب یہ ہی تو خلافت کے وقت مین امر منافی کا واقع ہونا کیونکر ثابت ہوتا ہی اور جو دعوی شاہ صاحب نے اس
استدلال مین اس امر پر کیا ہی کہ جناب آدم سے گناہ کے صادر ہونے پر اجماع ہی یہ بھی صحیح نہین کیونکہ اگر اس دعوے مین
اجماع سے اجماع مسلمانون کا مراد ہی تو کیونکر ہو سکتا ہی حالانکہ فرقہ امامیہ اس مخالف ہین پھر ایک فرقۂ اسلام کی مخالفت کے
ساتھ اجماع اہل اسلام کیونکر صحیح ہوگا اور اگر مراد اس اجماع سے حضرات اہلسنت کا اجماع مراد ہی تو بھی محل کلام ہی کیونکہ
انکے سر آمد فضلا مین سے فاضل بیضاوی نے اپنی تفسیر مین کہا ہی وتمسک الحشویۃ بھذہ القصۃ علی عصمۃ الانبیاء
والجواب من وجوہ الاول انہ لم یکن نبیا حینئذ والمدعی مطالب بالبیان والثانی ان النھی للتنزیہ وانما سمی
ظالما وخاسر الانہ ظلم نفسہ وخسر حظہ بترک الاولی واما اسناد الغی والعصیان الیہ فسیاتی
الجواب عنہ فی موضعہ وانما امر بالتوبۃ تلافیا لما فات عنہ وجری علیہ ما جری معاتبۃ لہ علی ترک الاولی والثالث انہ فعل
ما فعلہ ناسیا لقولہ تعالی فنسی ولم نجد لہ عزما ولکنہ عوتب بترک التحفظ عن اسباب النسیان اور اس تصریح کے بعد پھر حضرات اہلسنت کے بھی

اجماع کا دعویٰ بیجا ہی کیونکہ فاضل مذکور نے بہت صاف کہا ہی کہ سعد و ترک ولی سے معاتب ہوے تھے اور
نہی تنزیہی تھی نہ تحریمی ہان فرقہ حشویہ کا البتہ مجمع علیہ ہوگا پھر یہ حجت اُنکے واسطے ہی جو خود حشویہ سے ہون نہ دوسرون پر
یہ حال اُنکے اُس استدلال کا ہی جو کتاب اللہ سے کی تھی اور کلام عترت سے جو اُنکی استدلال ہی وہ یہ ہی کہ نہج البلاغہ سے
اُنھون نے جناب امیر علیہ السلام کے قول کو نقل کیا ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ لا بد للناس من امیر برّ او فاجر الخ
اور بنا بر اسکے کہا کہ اشتراط عصمت خلافت مین نہین چاہیے اور اسکا جواب یہ ہی کہ یہان شاہ صاحب نے ابن ابی الحدید
معتزلی کا اتباع اس استدلال مین روایت نہج البلاغہ سے کیا ہی اور حقیقت مین یا معنی کلام بلاغت نظام کے اور
اسکے مقام ورود کو نہین سمجھے یا تجاہل فرما کر دیکھنے والون کے لیے اُسے رنگ دیا ہی کیونکہ یہ کلام حضرت نے خوارج کے
رد کلام مین فرمایا ہی کیونکہ وہ امارت مطلقہ کی جو امامت خاص مبحوث عنہا سے عام ہی نفی کرتے تھے اور کہتے تھے
کہ امیر کی کچھ ضرورت نہین ہی اسلیے چونکہ استقامت اُمور کی بدون ایک حاکم و امیر کے عادت کی راہ نہین ہو سکتی اسلیے فرمایا تھا
کہ انسان کے لیے ایک امیر ضرور ہی لیکن حضرات محرفین کلام نے اُسے اپنی جگہ سے بدلا اور امامت مصطلحہ کی طرف کھینچا
اور یہ امر خود کلام ابن ابی الحدید سے ظاہر ہوتا ہی کیونکہ اُسنے اسکی شرح مین کہا ہی کہ یہ نص صریح ہی آنحضرت سے اس بات پر کہ
امامت واجب ہی اور اسکے بعد کہا ہی کہ سب متکلمین کہتے ہین کہ امامت واجب ہی مگر ابو بکر اصم سے جو ہمارے قدیم اصحابون سے
ہین یہ منقول ہی کہ وہ واجب نہین جبکہ امت آپس مین بانصاف معاملہ کرے اور ایک دوسرے پر ظلم نہ کرے اور بعضے تاویل
کرتے ہین کہ یہ قول اسکا نظیر ہی تعلیق محال کے بہ محال کیونکہ عادت اسکی جاری نہین ہوئی کہ کبھی بے رئیس کے استقامت
اُمور کی بہم پہونچی پس وہ بھی قایل وجوب امامت کے بحسب عادت خلق ہونگے اور یہ تاویل بعید ہی لیکن کیفیت وجوب
مین خلاف کیا ہی پس بصریین ہمارے مشائخ سے امامت کے واجب ہونے کی دلیل شرع کو جانتے ہین اور بغداد والے
مشائخ اور ابو عثمان جاحظ عقل کو کہتے ہین اور امامیہ کا بھی یہی قول ہی مگر ہمارے اصحاب وجوب امامت کو مکلفین کے ساتھ
متعلق کرتے ہین یعنی امت پر واجب ہی کہ ایک امام کو نصب کرین اور امامیہ لطف کی دلیل سے نصب امام کو خدا پر واجب
جانتے ہین اور ظاہر کلام کا جناب امیر علیہ السلام کے مقتضا وہی ہی جو ہمارے اصحاب نے کہا ہی آیا نہین دیکھتا تو کہ
تعیین آنحضرت کے مصالح دنیا سے تعلق رکھتے ہین انتہی ملخص کلام ابن ابی الحدید اب ارباب انصاف کو چاہیے کہ
کلام جناب امام انام کے سیاق و سباق مین غور کرنا ضرور ہی تاکہ سمجھین کہ حضرت کی مراد کیا تھی اور ابن ابی الحدید اور شاہ صاحب
نے اُسکو کس طرف پھیرا ہی جاننا چاہیے کہ اُن دونون صاحبون نے لفظ امیر کو جو کلام مین جناب امیر علیہ السلام کے واقع ہی
امام مفترض الطاعت کی طرف جسکا نصب خدا پر از راہ لطف و عنایت بحال بندگان باعتقاد امامیہ واجب ہی اور بھی
حضرات اہلسنت کے نزدیک اسکا نصب خلائق پر واجب ہی حمل کیا ہی اور اسی جہت سے اشتراط عصمت پر ایراد کیا ہی
حالانکہ یہ اُنکی تفریعات بوجوہ عدیدہ از قبیل بناے فاسد علی الفاسد ہی اول یہ کہ اگر ہر بر و فاجر امام ہو سکے تو نہ عصمت

شرط ہوگی نہ عدالت وایمان اور اسکا اہل اسلام وایمان سے کوئی قائل نہین ہوا اور اگر واقع مین جناب امیر کی مراد بھی
ہوتی جو ابن ابی الحدید نے کہا ہی تو کیونکر ہوسکتا تھا کہ پھر وہ حضرت خود ہی دوسری جگہ اپنے کلام مین یہ فرماتے
لا سواء امام الہدی وامام الردی وولی النبی وعدو النبی ولقد قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
انی لا اخاف علی امتی مومنا ولا مشرکا اما المومن فیمنعہ اللہ بایمانہ واما المشرک فیقمعہ اللہ بشرکہ ولکنی اخاف منافق
الجنان عالم اللسان یقول ما تعرفون ویفعل ما تنکرون یعنی برابر نہین ہی وہ امام جو ہدایت کرنے والا ہی اور وہ امام جو ہلاکت مین ڈالنے والا ہی
اور وہ جو پیغمبر کا دوست ہی اور وہ جو پیغمبر کا دشمن ہی اور بار بار تحقیق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی مین نہین
ڈرتا اپنی امت پر نہ کسی مومن سے نہ کسی مشرک سے لیکن مومن پس خدا تعالی ببرکت ایمان اسے گناہ سے باز رکھے گا
اور لیکن مشرک پس بسبب شرک کے اسکے سر کو توڑیگا ولیکن مین ڈرتا ہون تمپر اس شخص سے کہ اسکے دل مین نفاق ہو
اور زبان اسکی علم کے ساتھ گویا ہو کہتا ہی وہ مثل اسکے جو تم کہتے ہو اور کرتا ہی وہ اس چیز کو کہ تم اسے شرع سے نہین پہچانتے
انتہی محصل کلامہ الشریف پس اب بتامل دیکھنا چاہیے کہ آیا ایسے امام کا نصب کرنا خدا پر یا خلق خدا پر واجب
ہوگا یا نہین کسی صاحب عقل کی عقل اسے تجویز نہ کرے گی کہ خداوند عالم ایسے امام کے نصب کرنے کو جو سب کو
ہلاکت مین ڈالے جائز رکھے گا چہ جائے اسکے کہ اسے اپنے اوپر واجب فرمائے دوسرے یہ کہ اگر ہر بر وفاجر امام
مفترض الطاعۃ ہوسکتا تو جو آنحضرت نے عثمان بن عفان کو نصیحت کے وقت انکو مستحقون پر ظلم کرنے سے خطاب
فرمایا کاہے کو فرماتے اور اگر معاذ اللہ یہ ارشاد حضرت کا بجا نہوتا تو خلیفہ ثالث اسکی تردید ضرور کرتے اور وہ تردید بھی
ضرور مذکور ہوتی کیونکہ یہ خطبہ تاریخ طبری مین موجود ہی اور ابن ابی الحدید نے اس خطبہ کی شرح کی ذیل مین کہا ہی کہ وقد ذکر
ابو جعفر محمد ابن جریر الطبری فی التاریخ الکبیر ہذا الکلام اور عبارت خطبہ کی یہ ہی کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا
ان افضل عباد اللہ عند اللہ امام عادل ہُدی وہَدی فاقام سنۃ معلومۃ وامات بدعۃ مجہولۃ وان السنن نیرۃ لہا
اعلام وان البدع لظاہرۃ لہا اعلام وان شر الناس عند اللہ امام جائر ضل وضل بہ فامات سنۃ ماخوذۃ واحیی بدعۃ
متروکۃ وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یقول یوتی یوم القیمۃ بالامام الجائر ولیس معہ نصیر ولا عاذر فیلقی
فی نار جہنم فیدور فیہا کما تدور الرحی ثم یرتبک فی قعرہا اب بعد ملاحظہ اس خطبہ بلاغت مشحون کے کسطرح حضرات اہلسنت کو
پہونچتا ہی کہ پھر حضرت کے کلام مین جو لفظ امیر واقع ہوا ہی اس سے مراد امام مفترض الطاعۃ لیکر امامت بر وفاجر کو
صحیح رکھین والا دو خلیفہ کی مخالفت لازم آئیگی ایک مخالفت قول جناب امیر کی جیسا کہ ظاہر ہی کہ آنحضرت نے
امام فاجر کو شر الناس کہکر تعبیر فرمایا ہی دوسرے خلیفہ ثالث کی کیونکہ بعد اس خطاب کے انکا سکوت کرنا اور اسکا جواب
نہ دینا یہ بھی ناظر ہی اس قول کے صحیح ہونے کا والا کون شخص اپنی تشنیع کو دفع کرنا نہین جانتا لیکن جب وہ ایسی تشنیع صحیح ہو
کہ لائق دفع نہو تو اسوقت سکوت کرتا ہی اور جب مراد ایسے امام سے امام مفترض الطاعۃ نہوئی کہ جو مصطلح ہی تو یہ قسم امام

اب معنی امام مین مستعمل ہو گا کہ وہ ہماری بحث کا موضوع نہین ہے اور بر تقدیر اول کفار و فجار و منافقین کی امامت بھی
سلک امامت مین منسلک ہو گی جو موافق شیعون کے خدا پر اور موافق حضرات اہلسنت کے بندون پر واجب ہے اور
اسکا فساد ظاہر و واضح ہے کیونکہ شیعہ تو امامت مین عصمت کو شرط جانتے ہین تو انکے دل مین یہ توہم کبھی نہ آئیگا اور حضرات
اہلسنت کے بھی جو شخص کہ با انصاف ہین اُنسے بھی اسکی توقع نہین ہے کہ ایسے امر شنیع کو قبول کرین کیونکہ انکے
یہان بھی اکثر علما نے تصریح کی ہے کہ عدالت امام کے لیے ضروری ہے پھر وہ فاجر ہونے کے ساتھ کیونکر جمع ہو گی لیکن
اس جہ مین کہنے والے کو یہ پہونچتا ہے کہ وہ کہے کہ جناب امیرؑ کے پہلے کلام سے اور دوسرے کلام سے اسقدر معلوم
ہوتا ہے کہ دونون قسمین امام کی برابر نہین ہین بلکہ امام عادل کا مرتبہ خدا کے نزدیک اعلیٰ ہے اور امام جابر کا ادنیٰ ہے اور اس سے
یہ لازم نہین آتا کہ امامت و ریاست برو فاجر کی اصل سے باطل ہو اور اُسکا نصب کرنا جائز نہو اور اسکے جواب مین ہم
کہہ سکتے ہین کہ یہ کلام اگرچہ آنحضرت سے جو حسن و قبح عقلی سے انکار کرتے ہین عجب نہین کہ صادر ہو لیکن اکثر حضرات
اہلسنت بھی اسے پسند نہ فرمائینگے والا ایمان و عدالت کو شرط امامت کی نہ کہتے اور جب یہ دونون شرط ہوئین تو
پھر اصل مین فاجر کی امامت کیونکر صحیح ہو گی اور بر تقدیر ثانی امام کے معنی ایسے مقام پر ائمہ ہدیٰ اور ائمہ نار سے عام ہونگے جیسا کہ
حق تعالیٰ فرماتا ہے وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا اور فرماتا ہے وجعلنا منهم ائمة يدعون الى النار اور وہ امام موضوع
بحث امامت سے خارج ہو گا بلکہ موافق روایت بحار الانوار کے جو جناب امیرؑ سے ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ الائمة من
قريش ابرارها ائمة ابرارها وفجارها ائمة فجارها ثم تلا هذه الاية وجعلنا منهم ائمه يدعون الى النار ويوم القيمه هم
لا ينصرون ہرگز فجار ابرار کے ائمہ نہونگے اور مفسر تفسیر کبیر نے کہا ہے کہ وقد يسمى بذلك من يؤتم به فى الباطل قال الله
تعالى وجعلناهم ائمة يدعون الى النار الا ان اسم الامام لا يتناوله على الاطلاق بل لا يستعمل فيه الا مقيدا فانه لم
ذكر ائمة الضلال قيد بقوله يدعون الى النار كما ان اسم الاله لا يتناول الا المعبود بالحق فاما المعبود بالباطل فانما يطلق عليه
اسم الاله مع القيد قال الله تعالى فما اغنت عنهم الهتهم وقال تعالى فانظر الى الهك الذى ظلت عليه عاكفا انتهى کلامه
اب لائق غور ہے کہ ایسے امام باطل کا نصب کرنا جو معبودات باطلہ کی نظیر ہو بلکہ مفاد اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا
من دون الله و منطوق من اطاع رجلا فقد عبده کی افراد سے آلہ باطلہ کے ہو خدا پر یا خلق خدا پر واجب ہو سکتا ہے
حاشا و کلا کبھی یہ مضمون ذہن سلیم والے کو مقبول نہو گا اور جب یہ نہوا تو یہ معنی عام جو ان اقسام کو شامل ہین اس جگہ
موضوع بحث امامت کے نہین ہو سکتے چہ جائیکہ اسکے کہ ایسے لفظ جو لفظ امام حقیقی کے ساتھ اشتراک لفظی بھی نہین رکھتا اسکا
حمل کرنا جناب امیر علیہ السلام کے کلام مین امام مصطلح کے اوپر جو مبحوث عنہ اس بحث کا ہے ساتھ اسکے تعمیم کی برو فاجر کے
دونون سے رنگ اور تمویہ کے سوا اور کچھ نہین ہے اور بہت تعجب کی بات ہے کہ ابن ابی الحدید نے ایسے کلام کو حضرت کے
وجوب نصب امام مطلق کے لیے جو شامل ہے برو فاجر کو نص کہا اور مطلب جو واضح اس سے تھا اُسے نہ سمجھے اور فاعل

دہلوی نے بھی اسے عدم اشتراط عصمت پر استدلال کیا فاعتبروا یا اولی الابصار این الثریا من الثری تیسرے یہ کہ
جب موافق فریقین کے یہ معلوم ہو چکا کہ لفظ امیر کا حمل کرنا جو کلام جناب امیر انام مین واقع ہوا ہو امام مفترض الطاعت
پر صحیح نہیں ہی تو اب جو مراد اس سے آنحضرت کی ہی اسے بگوش دل سنتا اور سمجھنا چاہیے اور وہ یہ ہی کہ یہ کلام حضرت نے
رد قول خوارج مین فرمایا تھا کہ جب وہ باراده باطل کہتے تھے کہ لا حکم الا لله اور دلیل اسپر خود وہ ہی جو عنوان مین
اس کلام کے نہج البلاغت مین مسطور ہی اور لفظ اسکا یہ ہی ومن کلام له علیه السلام فی معنی الخوارج لما سمع علیه
السلام قولهم لا حکم الا لله یہ سنکر فرمایا کلمة حق یراد بها باطل انه لا حکم الا لله ولکن هؤلاء یقولون لا امرة یعنی قول انکا لا حکم الا لله
سچ ہی اور نفس الامر مین حکم خدا تعالی کا سچ ہی لیکن خوارج اسکے معنی نہیں سمجھے اور اس سے معنی باطل پر حمل کرکے گمان
یہ کرتے ہین کہ کسی رئیس کی متابعت ہمین درکار نہین اور کسی کا امیر ہونا ہمارے واسطے نہین چاہیے پس حضرت نے
انکی رد مین فرمایا کہ انه لا بد للناس من امیر بر او فاجر یعنی چونکہ انسان مدنی الطبع ہی اور امور اسکے تمام نہین ہوتے جبتک
کہ بنی نوع اسکے مشارک نہون اور اجتماع و مشارکت فساد و افساد کی طرف منجر ہوتا ہی اور سبب اسکا ہوتا ہی کہ انسان
ہلاک ہون اور نفوس ضائع ہون اور اموال برباد ہون اور حرث و نسل خراب و تباہ و ہلاک ہو پس جبلی انسان کی
یہ ہی کہ بدون رئیس کے کہ وہ خواہ اچھا ہو یا برا ہو بسر نہین کر سکتے اور انکا انکار مطلق امارت سے امر بدیہی کا انکار ہی
اور یہی سبب تھا کہ اس انکار زبانی کے بعد پھر خوارج نے عبد اللہ بن وہب کو اپنا امیر بنایا اور بدون امیر کے انکا بھی امر
منتظم نہو سکا جیسا کہ اسکی بھی گواہی اور تصدیق ابن ابی الحدید کے قول سے نکلتی ہی جو اسنے کہا ہی انهم کانوا فی بدء امرهم
یقولون ویذهبون الی انه لا حاجة الی الامامة ثم رجعوا عن ذلک القول لما امروا عبد الله بن وهب الراسبی لیکن صاحب
عقل پر پوشیدہ نہ رہے کہ اس قول مین بھی ابن ابی الحدید نے لفظ امامت کو مجمل ذکر کیا ہی تاکہ ظاہر بینون کو اس وہم مین
ڈالدین کہ یہ کلام اسی امامت مین ہی جو مبحوث عنہا ہی اور جو رنگ رنگا ہی انھون نے اور اوپر اسکا ذکر ہو چکا ہی وہ پورا اترے
لیکن حقیقت بین کی نظر مین خصوصًا بعد اس توضیح کے جو ہم بتفصیله کر آئے ہین کب اس خلط و خبط پر توجہ ہوتی ہی اور
کہان وہ امامت خاص اور کہان یہ امارت عام برابر ہو سکتی ہی این هذا من ذاک اور جو حضرت نے بنظر تعیش انسان
فرمایا وہ بہت امر واضح اور سچا ہی کیونکہ سیاست ضروری کے لیے تعیش مین طرف امیر کے احتیاج ہی اور وہ اسپر
موقوف نہین ہی کہ صاحب شریعت ہی رئیس ہو بلکہ اطراف عمارت کے رہنے والے جہان احکام شریعت نہین پہونچے
وہ بھی تعیش بہ سیاست کرتے ہین اور ہم اپنے زمانے مین دیکھتے ہین کہ مدار ریاست کا اکثر سلطنتون کے قوانین عقلیہ پر ہی
اور وہی باعث تعیش کا خلق کے ہی اور احکام شریعت غرا مطلقًا معطل ہین اور مسائل دینی کو کچھ رواج نہین بلکہ
مضمحل ہین اور پھر کوئی خلل انتظام دنیا مین اس سے واقع نہین ہوتا پھر کیونکر نہ کہین کہ ضرور وہی تعیش انسانی کو
جو حضرت نے فرمایا تھا کہ کوئی رئیس یا امیر ضرور ہی اور مصداق اسکے ہی وہ حدیث جو بحار الانوار مین بسند انکے ابو بصیر سے ہی

کہ انھون نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ فرمایا حضرت نے کہ ان الدنیا لایکون الا وفیہا
امامان بر و فاجر فالبر الذی قال اللہ تعالی وجعلناهم ائمة یهدون بامرنا واما الفاجر فهو الذی قال اللہ عز وجل
وجعلناهم ائمة یدعون الی النار وفی روایة عنه قال لا یصلح الا امام عادل او امام فاجر لئلا یبیتن اهل البیت بصحا فی البیت
اور اس سے بھی بہت اچھی طرح واضح اور ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے تعیش مین بہت ضروری بات ہے کہ کوئی رئیس یا امیر ہو
اور ابطال قول خوارج سے اثبات امامت خاص کا جو نیابت پیغمبر ہے دین و دنیا کے امور کے واسطے ہر بر و فاجر کے لیے
لازم نہین آتی جیسا کہ ابن ابی الحدید اور شاہ صاحب نے بطور مکابرہ گمان کیا ہے کیونکہ جب مراد جناب امیر علیہ السلام کے
کلام کی بیان معلوم ہو چکی یہ ہے کہ انسان کے لیے تعیش دنیا مین چارہ نہین ہے اس سے کہ ایک امیر ہو خواہ وہ نیک ہو یا بد ہو
اور عصمت شرط نہین ہے مگر غرض صلاح معاش و معاد عباد کے لیے جو عبارت رستگاری دنیا و آخرت سے ہے نہ فقط صلاح
محض معاش جسطرح کہ ہو پھر کیونکر نفی عصمت کی لازم آئیگی اور ایسا ہی ہو تو عدالت کا شرط کرنا کہ جسکے اکثر حضرات
اہلسنت قائل ہوے ہین اور خود شاہ صاحب نے بھی انکی تصریح کی ہے جیسا کہ اس سے پہلے مذکور ہوا وہ بھی درہم و
برہم ہو جائیگا اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اشتراط عدالت بھی زبانی ہے بلکہ جیسا کہ امام جماعت کے لیے مشہور ہے صلوا
خلف کل بر و فاجر اسی طرح واقع مین خلافت اور امامت کے لیے بھی عدالت شرط نہین جیسا کہ تصریح فاضل رشید ابن
ابی الحدید اور شاہ صاحب کے بیان سے معلوم ہوا اور یہ بزرگوار جو نصب امام کے واجب ہونے کے قائل ہین انمین
کچھ شرط نہین بلکہ عام ہے اس سے کہ بر ہو یا فاجر ہو اور اس صورت مین جو علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کشف الحق مین فرمایا
قالوا بامامة الفساق والسراق کالدوانیقی والمتلصصة وہ حقیقت مین سچ ہے اور فضل بن روزبہان نے جو اسکے جواب مین انکار
کیا ہے وہ بے اصل ہے اور اب شیعون کے مقابل مین جو ایمان و عدالت کو امامت مین شرط کرتے ہین یہ بیکار ہے بلکہ کھل کر
اگر اسی بات کا فتویٰ دیا جاے کہ ہر فاسق و فاجر کی اطاعت کرو جیسا کہ کلام فاضل نسفی سے مستفاد ہوتا ہے کہ اتباع
خلفاے جور کا جائز ہے تو اپنی حقیقت پر رہیگا اور اس صورت مین جو مشقت تاویلات کے دفع مطاعن مین خلفا کے
اٹھتی ہے انکی بھی حاجت نہوگی بلکہ جو شروط کہ امام مین اعتبار کرتے ہین یہ سب بیکار ہونگے کیونکہ خود ابن ابی الحدید نے کہا ہے
کہ جناب امیر علیہ السلام کی تعلیلین سب مصالح دنیا سے متعلق ہین پھر اس صورت مین امامت عبارت ریاست سے جو دین و
دنیا کے لیے عام ہو نہوگی بلکہ امور دینیہ کو بنا بر اس اعتقاد کے امامت مین دخل دینا نہ چاہیے اور جو بادشاہ اور حاکم ہو
وہ امام ہوگا اگرچہ جور کرنے والا بلکہ کافر و جابر کیون نہو چوتھے یہ کہ شارح عقائد نے قول ماتن کی ذیل مین والمسلمون
لابد لهم من امام یقوم بتنفیذ احکامهم واقامة حدودهم وسد ثغورهم وتجهیز جیوشهم واخذ صدقاتهم وقهر المتغلبة
والمتلصصة وقطاع الطریق واقامة الجمع والاعیاد وقطع المنازعات الواقعة بین العباد الخ کہا ہے کہ اگر یہ کہا جاے کہ کیونکر جائز نہین ہوتا کہ اسکے واسطے
ہر مقام پر ایک ذی شوکت کے اوپر اکتفا کی جاے پھر اس وقت مین یہ گمان سے لازم آئیگا کہ نصب امام کا اور مراد لیتا ہون

مین اُس سے وہ شخص کہ جسکے واسطے ریاست عامہ ہو واجب ہو تو جواب اِن ہم کہینگے کہ علت تکمیل یہ ہی کہ ہو دی ہوتا ہی
طرف منازعات و مخاصمات کے جو منتہی ہوتے ہین طرف اختلال امور دین و دنیا کے جیسا کہ ہمارے زمانے مین شاہد ہی
پھر اگر یہ کہا جاوے کہ تم کیون اکتفا نہین کرتے ایسے صاحب شوکت کے ساتھ کہ جو ریاست عامہ رکھتا ہو عام اِس سے کہ امام ہو
یا غیر امام ہو کہ اِس صورت مین ریاست کا انتظام حاصل ہو جائیگا جیسا کہ ترکون کے عہد مین ہی تو ہم کہینگے کہ ہان بعض نظام
کہ امور دنیا کا نظام ہی حاصل ہوگا لیکن امور دین کے مختل ہو جائینگے اور مقصود اور اہم اور عمدہ عظمی وہی امور ہین انتہی محصل
کلامہ اب اِس کلام سے چند امر مستفاد ہوتے ہین پہلے یہ کہ امام نہین ہی مگر رئیس عام اور امیر اور رئیس خاص کہ اسکی امارت
بعض امور کے ساتھ مخصوص ہو ایسے امام نہین کہہ سکتے اور جناب امیر علیہ السلام کے کلام مین لا بد للناس من امیر بر او فاجر
رئیس عام و خاص امیر سے عام ہی دوسرے یہ کہ امور دنیا کا انتظام امام جامع الشرائط کے سوا اور حکام سے جنکی امارت اور
ریاست عام ہو ہو سکتا ہی لیکن وہ حکام منصب امامت سے فائز نہین ہو سکتے پھر اِس صورت مین امیر امام سے عام ہوگا
تیسرے یہ کہ امور دین کی اصلاح اغراض نصب امام مین عمدہ ہی اور جب یہ ہوا تو فساق و فجار کے منصوب ہونے سے
امامت کا فائدہ کیا حاصل ہوگا پھر اگر امامت مین ریاست دینی ملحوظ ہی تو کسی طرح ہر بر و فاجر رئیس نہین ہو سکتا اور اگر
امور دین سے قطع نظر کرین تو پھر انتظام امور دین کو بے فائدہ اہم اور عمدہ عظمی کہتے ہین اور اِن سب باتون سے بخوبی
ظاہر ہوتا ہی کہ سیاق کلام جناب امام علیہ السلام کا محض بیان ضرورت عقلیہ کا وجود امیر سے تعیش خلق کے لیے ہی
عام اِس سے ہی کہ وہ امام ہو یا متغلب ہو کہ بقہر و غلبہ غالب آگیا ہو اور وہ اچھا ہو یا بدکار ہو نہ بیان اِس امام کے حال کا
جسکا نصب خدا پر یا خلق خدا پر واجب ہو اور جب یہ ثابت ہوا تو کسی طرح اِس کلام سے عصمت امام کی نفی لازم نہین آئی
اور یہ بات بہت ظاہر ہی اگر چشم بصیرت نہو تو لاچاری ہی فقط پانچوین یہ کہ بر تقدیر تسلیم کرنے اِس امر کے کہ لفظ امیر
مطلوب خصم پر دلالت کرتا ہی اسکو ظاہر معنی سے صرف کرنا لازم ہوگا کیونکہ بر فرض محال اگر کلام آنحضرت کا امامت
مبحوث عنہا کے واجب ہونے کے لیے جاری ہو تو چونکہ اسکا ظاہر مذاہب اسلامیہ کے مخالف ہی بسبب عام ہونے فاجر کے
کافر سے جیسا کہ اسپر قول جناب باری کا ان الفجار لفی جحیم اور فاجر الکفار اُولئک ہم دلالت کرتا ہی پھر اس صورت مین وہ
دونون قولون پر ماول ہوگا اور اسکی صلاحیت نہ رکھے گا کہ اُسمین احتجاج اُس سے ایک دوسرے پر کر سکے اور جب یہ ہوا
تو احتجاج اُس سے بیکار ہوے اور پھر عصمت امامت کی شرط بدستور سابق باقی رہے فتذکر اسی طرح عصمت کی نفی کے لیے
اُنھون نے استدلال کیا ہی ایک روایت سے کہ جناب امیر نے فرمایا لا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست
بفوق ان اخطی اور اِس روایت کو کتاب کافی کی طرف منسوب کیا ہی اور حاصل اُنکے استدلال کا یہ ہی کہ جب آنحضرت نے
خود فرمایا کہ مین مامون خطا سے نہین تو اب اشتراط عصمت کا امامت مین کیونکر ہو سکتا ہی کیونکہ معصوم خطا سے
مامون ہوتا ہی اور جب اقرار عدم امن کا خطا سے ہوا تو عدم عصمت کا اقرار ہو چکا اور جواب اسکا پہلے بر فرض تسلیم صحت

روایت یہ ہی کہ چونکہ یہ خبر واحد ہی اور ادلہ عقلیہ و نقلیہ کو معارض ہی اسلیے یا یہ تقیہ پر محمول ہونے سے طرح ہو گی یا
تاویلات مرضیہ کے ساتھ ماول ہو گی اور ایسے اخبار احاد پر اصول کی بنا نہیں ہو سکتی اور اسکے علاوہ یہ قول جی انحضرت کا
لست امن ان اخطی عدم عصمت پر جناب کی دلالت نہیں کرتا کیونکہ اس سے مراد یہ ہی کہ بلحاظ بشریت خطا کا
احتمال ہی لیکن صدور اسکا بسبب عصمت کے ممتنع ہی اور دوسری وجہ اسکے جواب کی یہ ہی کہ کتاب مستطاب نہج البلاغہ
کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوا کہ سید رضی علیہ الرحمہ نے خطبہ صفین میں کہ وہ خطبہ برا ہی جناب سے جو نقل
کیا ہی اسمین یہ عبارت اسطرح واقع ہی فلا تکفوا عن مقال بحق او مشورۃ بعدل فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطی ولا امن ذلک من
فعلی الا ان یکفی اللہ من نفسی ما ھو املک بہ منی فانما انا وانتم عبید مملوکون لرب لا رب غیرہ انتہا اور جب اس سے معلوم ہوا
کہ جسقدر قول انحضرت کا شاہ صاحب نے بحوالہ روایت کافی کلینی نقل کیا ہی وہ ناتمام ہی اور استثنا اسمین کو نہیں ہی
اور فی الواقع قول تمام استثنا کے ساتھ ہی لقولہ الا ان یکفی اللہ تو اب اس قول سے استدلال نفی عصمت پر کسی طرح لازم
نہیں اسکتی بلکہ اسکا مفاد نظیر ہو گا حضرت یوسف کے اسی مفاد کلام سے جسے حق تعالی نے نقل فرمایا ہی کہ انہوں نے
وما ابری نفسی لامارۃ بالسوء الا مارحم ربی اور مثل مفاد کلام جناب سید الانبیا علیہ وآلہ صلوات تہجد کے ہو گا جو اس
کریمہ نقل کلام یوسفی کی تلاوت کے بعد فرمایا تھا ہو گا اور وہ یہ ہی ولا انا الا ان یدارکنی اللہ برحمتہ اور یہ بات پر ظاہر ہی
کہ پیغمبر و امام باوجود اسکے کہ وہ بھی مصداق قول انما انا بشر مثلکم کے ہیں لیکن پھر اسکے ساتھ انہیں خدا کے لطف کے
ذریعہ سے عصمت حاصل ہوئی جیسا کہ مبحث لطف میں اسکی تصریح و توضیح بخوبی ہو چکی ہی اور اسی لیے ابن میثم نے کہا ہی
و فی قولہ الا ان یکفی اللہ من نفسی اسناد العصمۃ الی اللہ انتہی ملخصا پھر اب اسے استدلال نفی عصمت پر استدلال لانے والے کی
خطا ہی اور گویا شاہ صاحب کا اس قول کو بدون نقل استثنا ذکر کرنا اسی لیے ہو گا کہ ناہاری استدلال تمام بن جاے
اور نابلدان سر منزل التحقیق اسے قبول کر لیں لیکن اگر اسے بھی خیال فرماتے کہ اہل فحص و بحث جب مطلع ہو نگے اور تمام
کلام کو دیکھینگے اور اس سے سب کو اگاہ کرینگے تو یہ ملمع کھل جائیگا اور جب حق واضح ہو گا تو اس استدلال سے کیا فائدہ
ہو گا بلکہ موروث وہن کا ہو گا تو کبھی اسے استدلال نہ فرماتے اور اب جبکہ یہ کہ جو تاویل ہم نے کی تھی اسکی تقویت ظاہر ہو گئی
اور ثابت ہوا کہ وہ احتمال مجرد نہیں ہی بلکہ شواہد مقال سے موید ہی چوتھے یہ بھی ممکن ہی کہ یہ کلام انحضرت سے بمقام
تقیہ بطرز توریہ و ابہام صادر ہوا ہو یا بطور الزام دشمنان یا موافق انکے ساتھ مماشات فرمانیکے یہ کلام صادر ہوا ہو
جیسا کہ مفسرین نے تفسیر کریمہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر مین کہا ہی کیونکہ ظاہر اسکا بھی ایسا ہی ہی کیونکہ
گناہ کا بخشنا اسی وقت مین ہوتا ہی کہ جب گناہ ہوا ہو اور عصمت کے ساتھ صدور معصیت ممکن نہیں پھر کسطرح حق تعالی نے
یہ فرمایا پس تاویل اسکی بھی یہی ہی کہ چونکہ زعم کفار مین وہ حضرت گنہگار تھے اسلیے حق تعالی نے یہ فرمایا اور تقدیر کلام کی
حضرت کی اسوقت مین یہ ہو گی لست کما تزعمون یعنی تمہارے زعم میں مین ایسا نہیں ہون کہ جو مامون صدور خطا سے نہو اور یہ

کلام ایک تمہید ہوگی اسلیے کہ جو جو تمہاری رائین اور بدگمانیان میری طرف سے ہین مین انسے خبردار ہون اور
گویا یہ کہکر انکے اسرار مکتومہ اور استار مکنونہ کا افشا فرماتا ہی پانچوین یہ ہی کہ ابن ابی الحدید نے اس قول کی شرح مین لکھا ہی
ہذا اعتراف منہ علیہ السلام بعدم العصمة فاما ان یکون الکلام علی ظاہرہ او یکون قالہ علی سبیل ہضم النفس کما قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ ولا انا الا ان یتدارکنی اللہ برحمتہ یعنی یہ کلام آنحضرت کا یا محمول ظاہر پر ہی اور اس اعتراف فرمانا عصمت کے نہونے کے
ساتھ معلوم ہوتا ہی یا جو کچھ کہ فرمایا ہی یہ بطور فروتنی اور از راہ تواضع ہی جیسا کہ پیغمبر خدا نے بھی فرمایا ہی ولا انا الا ان
یتدارکنی اللہ برحمتہ یعنی جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ مین اپنے نفس کو بری نہین کرسکتا بتحقیق کہ نفس بشری
برائی کرانے کے ساتھ حکم کرتا ہی الا ما رحم ربی اسی طرح مین بھی اپنے نفس کو نہین بچا سکتا مگر یہ کہ حق تعالی میرا تدارک
اور حفظ خطا سے فرمائے بسبب اپنی رحمت کے انتہی محصل کلامہ اور حقیقت یہ ہی کہ پہلا احتمال جسے ابن ابی الحدید نے محمول
ظاہر پر کرکے اعتراف ساتھ عدم عصمت کے قرار دیا ہی وہ بہت ضعیف ہی اور اس اعتراف کا ظاہر ہونا ممنوع ہی کیونکہ
بنظر سیاق وسباق کی قرینون کے احتمال ثانی پر ظاہر بلکہ متعین ہی کیونکہ اسی کلام کے پہلے اسی خطبے مین یہ بھی واقع ہی کہ
فرمایا ان من اسخف حالات الولاة عند صالح الناس ان یظن بہم حب الفخر ویوضع امرہم علی الکبر یعنی سخیف ترین حالات حکام ووالیان سے
اچھے آدمیون کے نزدیک یہ امر ہی کہ گمان کیا جائے کہ وہ فخر وافتخار پسند ہین اور اپنے امور مین رعایا پر بزرگی چاہتے ہون
اور ان سے مساوات نہ رکھتے ہون اور فرمایا ہی فلا تثنوا علی بجمیل ثناء اور فرمایا ہی فلا تکلمونی بما تکلم بہ الجبابرة ولا تظنوا بی استثقالا
فی حق قیل لی ولا التماس اعظام لنفسی اور سب کے آخر مین فرمایا ہی فانما انا وانتم عبید مملوکون اور جو شخص کہ ان فقرون کو دیکھیگا اور
سمجھیگا اسپر چھپا نہین رہ سکتا کہ یہ کلام امام انام علیہ السلام کا مقام تواضع اور رفع تعلی وتکبر مین صادر ہوا ہی پس لا محالہ
فروتنی پر محمول ہوگا اور اسی لیے ابن میثم نے اسی احتمال پر اس قول کی تاویل مین اقتصار کرکے کہا ہی وقولہ فانی لست فی
قولہ منی من قبیل التواضع الباعث لہم علی الانبساط معہ بقول الحق لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جو تمنے کہا ہم اسے قبول کرتے ہین
مگر ان سب احتمالون کے موافق استشارہ صحابیون سے عبث ہوگا اور عصمت کے باعث سے امام کو اس سے حاجت
کیونکر باقی رہیگی تو انکے جواب مین ہم کہینگے کہ استشارہ ایسا فعل ہی کہ وہ بمفاد وشاورہم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ
ثابت ہی اگرچہ بنابر تعبد کے کیونکر نہو اور اگرچہ ہمین ہر امر کی علت معلوم نہین تو یہ معلوم ہو بنابر تعبد اتباع اسکا چاہیے
سوا اسکے کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ استشارے کے ذریعہ سے اشخاص کی رایون کا انکشاف اور انکے سرائر پر اطلاع اور انکے
جو دل مین ہی اسپر بصیرت حاصل ہوتی ہی اور جو اس سے منفعتین ہین اور جیسا توابع کا حال اسسے معلوم ہوتا ہی وہ اہل بصیرت پر
پوشیدہ نہین ہی اور شاہ صاحب نے کہا ہی کہ شیعون کو یہ نہین پہونچتا کہ جو حضرت امیر نے حکم مشورہ کا فرمایا اسی مشورہ پر
امور دنیا کے حمل کرین اور از قبیل انتم اعلم بامور دنیاکم سمجھین کیونکہ جناب امیر نے دو لفظ فرمائے ہین ایک مقالة بحق
دوسرے مشورہ بعدل اگر مشورہ کو جو لفظ آخر مین ہی اس معنی پر حمل کرینگے تو دوسری لفظ کو کہان لیجائینگے فقط اور اسکے

جواب مین ہم کہ سکتے ہین کہ یہ بہی شاہ صاحب کے سکھانے سے نہین آیا بلکہ کوئی شیعہ یہ اعتقاد نہین رکھتا کہ
رعایا امام سے زیادہ جانتے ہین جب ہمنے امام مین عصمت کو شرط جانا اور بعد نبی کے سب سے افضل ہونے کا
اعتقاد کیا تو ہم کسی طرح یہ گمان بہی نہین کر سکتے جو امام کو مثل دیگر رعایا کے جانتے ہین یہ انہین کا منصب ہوگا کہ
پیغمبر کے لیے بہی کہ افضل بشر ہین اور کلام انکا ان ہو الا وحی یوحی کا مصداق ہی پہر بہی ایسے امر کی نسبت انکی طرف جایز رکھتے ہین
پہر انکے اوصیا کے واسطے کیون نہ کہینگے کہ رعیت انسے اعلم ہین اور شیعہ تو انبیا اور انکے اوصیا جو ائمہ ہوے ہین انہین تمام
امور دین و دنیا مین رئیس و پیشوا سمجہتے ہین اور انکے قول کو بری از خطا جانتے ہین پہر کسطرح ایسی بات کہینگے بلکہ انکے نزدیک
یہ کلام بر فرض صحت محمول اسپر ہوگا کہ انکو سب کا حال باطن دریافت کیا جاے بطور اختبار فرمایا ہوگا اور بالفرض اگر
شیعہ ایسی بات کہین بہی تو لفظ حق کو امر و نہی سے عام لینگے کیونکہ لفظ حق امر و نہی پر دلالت نہین کرتا کیونکہ حق کے
معنی واقع اور نفس الامر سے مطابق ہونے کے ہین جیسا کہ منطق کی کتابون مین اسکی تصریح موجود ہی الصدق مطابقۃ الخبر
مع الواقع والحق مطابقۃ مع الخبر اور جب یہ ہوا تو قباحت لازم آئیگی اسی طرح شاہ صاحب نے امامت سے عصمت کی
نفی کرنے کو استدلال کیا ہی کہ صاحب کتاب فصول وغیرہ امامیہ روایت ابی مخنف سے کرتے ہین انہ قال کان الحسین
بن علی یبدی الکراہۃ عما کان من اخیہ الحسن من صلح معاویۃ ویقول لو جز انفی کان احب الی مما فعلہ اخی یعنی سید الشہدا کراہت
ظاہر کرتے ہین اس صلح سے کہ جو امام حسن نے معاویہ کے ساتھ فرمائی تہی اور فرماتے تہے کہ اگر میری ناک قطع کی جاتی تو
وہ میرے آگے اس سے محبوب تہا کہ جو فعل میرے بہائی سے واقع ہوا یعنی صلح کرنا اور جبکہ وہ معصومون سے ایک
دوسرے کا تخطیہ کرے تو دو معصومون سے ایک کی خطا ثابت ہوگی کیونکہ اجتماع دو نقیضون کا محال ہی اور بہی صحیفہ
کاملہ مین کہ حضرت سجاد سے بطرق صحیحہ امامیہ کے نزدیک مروی ہی ثابت ہوتا ہی کہ انہین آنحضرت کا یہ کلام موجود ہی
قد ملک الشیطان عنانی فی سوء الظن وضعف الیقین وانی اشکو سوء مجاورتہ وطاعۃ نفسی لہ اور ظاہر ہی کہ یہ کلام دونون تقدیرون مین
یعنی خواہ صادق ہو یا کاذب ہو عصمت کے منافی ہی انتہی ملخص کلامہ اور جواب امر اول کا پہلے یہ ہی کہ وہ روایت جو ابی مخنف سے
منقول بحوالہ صاحب فصول ہی اسکی حقیقت یہ ہی کہ صاحب فصول مہمہ شیعہ مذہب نہین ہی بلکہ مالکی مذہب ہی امامیہ نہین ہی
دوسرے یہ کہ اخبار احاد جب اصول اعتقاد کے منافی ہون تو وہ لائق احتجاج نہین ہو سکتے بلکہ انہین طرح کرنا ضرور ہوتا ہی
کہ نہ وہ موجب علم کے نہ موجب عمل کے ہو سکتے ہین جیسا کہ جناب سید مرتضی علم الہدی نے فرمایا ہی اور عصمت شرط
امامت کے موافق ادلہ عقلیہ و نقلیہ و معتقدات ضروری فرقہ شیعہ سے ہی پہر اسکے مقابل مین اس خبر سے کیونکر استدلال
جائز ہوا اور بر تقدیر تنزل وہ بہی ماول ہوگی اسطرح کہ زبان عرب مین بلکہ ہر زبان مین مبالغات بہت شائع ہین پہر
جسطرح آیات تشبیہ کی تاویل کرتے ہین اور کہتے ہین کہ معصیت سے مراد ترک اولی ہی اسی طرح کراہت کی بہی تاویل
کرینگے اس کراہت طبع سے جو بہ نسبت صلح کے تہی کیونکہ یقینی صلح اگرچہ کسی ضرورت دینی کے لیے ہو کہ حق تعالی نے اس

پسند فرمایا ہو لیکن اہانت ظاہری سے خالی نہین ہوتی اور کبھی مومنین پر امور شرعیہ کہ جنکی طرف حاجت شرعی
داعی ہو دشوار ہوتے ہین جیسا کہ حدیبیہ کے مصالحہ مین ہوا اور ظہور اسلام مین اکثر ایسے امور پیش آتے تھے اور جب
اسطرح ہوا تو کوئی قباحت نہین ہی اور کلمہ لو جرم انفی ایسے مقامون پر ان مجازات سے ہی کہ جو شائع ہین اکثر وقت مقابلہ
امر موہن کے کہتے ہین کہ ایسی بات کے یا ایسی ذلت کے ہونے سے تو ناک کا کٹنا یا مر جانا بہتر تھا اور یہ فرمانا حضرت کا
کہ احب الی سے یہ صاف دلالت کرتا ہی اوپر کہ وہ صلح اور اسکی جو اہانت ہی وہ محبوب تھی مبغوض نہین تھی جیسا کہ صیغہ
التفضیل کا قضیہ اسپر شاہد ہی اور اب محل طعن نہین ہو سکتا اور یہ باعث ظاہر ہی کیونکہ امور شرعیہ جو مشتمل او پر راحت اور
عزت و شوکت اسلام کے ہون وہ اہل ایمان کے نزدیک محبوب زیادہ ہوتے ہین ان امور سے کہ جو اسکے مخالف ہون
اگرچہ اُنمین مصلحتین اور ضرورتین ایسی ہون کہ جو اُنہین اچھا کرنے والی ہین پھر اسمین تخطیہ پر دلالت نہین ہی جیسا کہ شاہ صاحب نے
کہا ہی کہ یہ قول ایک معصوم کے تخطیہ کرنے پر دوسرے معصوم کے قول پر دلالت کرتا ہی اور سوا اسکے ممکن ہی یہ اظہار کراہت بھی
اُس جہت سے اور اُسوقت تک ہوا ہو کہ جب تک حضرت کو اسکے مصالح کا علم نہ تھا جیسا کہ علماے شیعہ نے روایت
کی ہی کہ جب امام حسن علیہ السلام کی صلح معویہ کے ساتھ منعقد ہوئی تو جناب سید الشہدا حضرت امام حسن کے پاس بہت ناخوش
خیمہ کے اندر گئے اور مسرور و فرحناک باہر تشریف لاے اور سبب اسکا یہ تھا کہ جب امام حسن علیہ السلام نے اس صلح کی مصلحت سے
سید الشہدا کو آگاہ فرمایا تو حضرت خوش ہوگئے اور جو کراہت اس سے دل مین حضرت کے تھی وہ زائل ہوگئی اور جب
اسطرح ہوا ہو تو کیونکر یہ لائق استدلال ہو سکتا ہی فتدبر لیکن جو مناجات سجادیہ کی فقرے سے استدلال کیا ہی اسکا جواب بھی
بوجوہ ہی پہلی یہ کہ حق تعالی نے جناب پیغمبر خدا کے حق مین فرمایا ہی لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر اور فرمایا ہی
واستغفر لذنبک پھر اس مقام پر اگر شاہ صاحب کے مقابلہ مین کہے کہ بر تقدیر صادق ہونے اس کلام کے کہ اسکے
کہنے والے کی ساحت کبریائی مین جھوٹ کہنے کی مجال نہین ہی پیغمبر کی عصمت نبوت کے بعد بھی جیسا کہ حضرات
اہلسنت کے نزدیک مصطلح ہی باقی نہین رہتی اور العیاذ باللہ بر تقدیر کاذب ہونے اسکے جناب باریتعالی کا صدق
اُنکے ہاتھ سے جاتا ہی پھر اب جو وہ حضرات اسکا جواب دینگے وہی جواب ہماری طرف سے اس اعتراض کا شاہ
صاحب کے ہوگا دوسری یہ کہ یہ فقرہ اُس دعا مین ہی کہ جو نماز شب کی تعقیب مین ہی اور توکل کامل کے حاصل ہونے کی
دشواری کے بیان مین واقع ہی صدور معصیت سے کچھ اُسے تعلق نہین ہی کیونکہ وہ حضرت مقام خشوع اور شمار نعمتہاے
متوالیہ مین جناب اقدس الہی کے پہلے احوال خلقت کا اپنی بیان کر کے بعد اسکے بمقام اظہار عبودیت اسطرح پایہ عرض
بادشاہ حقیقی مین پہونچاتے ہین حتی لما احتجت الی رزقک ولم استغن عن غیاث فضلک جعلت لی قوتا معلوما من فضل
طعام وشراب اجریتہ لامتک التی اسکنتنی جوفہا واودعتنی قرارہا یعنی جب بعد اسکے کہ نفخ روح جسد مین ہو چکا اور نفس بدن سے متعلق
ہو چکا تو روزی کا مین تیری محتاج ہوا اور اُسوقت تیرے فضل کی فریادرسی سے مین بے نیاز تھا اُسوقت تو نے ایک

قدر معین روزی سے میری اُس آب و طعام کے باقی ماندہ زائد سے عنایت فرمائے جیسے اُس لونڈی کے بدن مین
آپ نے جاری فرمایا تھا کہ جسکے پیٹ مین مجھے جگہ دی تھی ولو تکلنی یا رب فی تلک الحالات الی حولی او تضطرنی الی قوتی
لکان الحول عنی معتزلا و لکانت القوۃ منی لعیدۃ یعنی اگر ہر وقت اے پروردگار میرے تو مجھے حوالہ کرتا میری قوت و طاقت کے
تو ہر آئینہ میری قوت و طاقت مجھسے دوری کرجاتی اور کنارہ کشی کرتی فغذوتنی بفضلک غذاء البر اللطیف تفعل
ذلک بی تطولا علی الی غایتی ھذہ لا اعدم برک ولا یبطئ بی حسن صنیعک ولا تتاکد مع ذلک ثقتی فاتفرغ لما ھو احظی
لی عندک قد ملک الشیطان عنانی فی سوء الظن و ضعف الیقین یعنی پھر بعد اسکے غذا دی تو نے مجھے ایسی
غذا کہ جو صاحب لطف و نیکوکار کسی کو غذا دیتا ہی اور اس عنایت کو تو میرے لیے از روے احسان و کرم عمل مین لاتا تھا
یہان تک کہ مین اس عمر تک پہونچا اور کبھی تیرا احسان مجھسے معدوم نہین ہوا اور کبھی تیرے حسن سلوک مین تاخیر نے راہ
نہین پائی اور باانہمہ کہ مین جانتا ہون کہ ہمیشہ تیرے احسانات پے در پے ابتداے خلقت سے کہ رحم مادر مین ہوے
اب تک متحقق ہوے تو کل میرا روزی کے پہونچنے سے قوی نہین ہوتا یہان تک کہ تحصیل کے لیے مین اسکی فارغ
ہوجاؤن جسکا مرتبہ تیرے نزدیک عبادت و طاعت سے زیادہ ہے تحقیق کہ شیطان میری عنان کا مالک ہوا ہی اس
بات مین کہ بدگمانی اور عدم اطمینان کامل روزی رسانی مین اور ضعف یقین اور ایقان حصول روزی کی طرف کھینچتا ہی فقط
اور ظاہر ہی کہ سوء ظن سے مراد عدم اطمینان کامل ہی اور ضعف یقین سے مراد ضعف توکل ہی نہ سوا اسکے اور یہ اضافی امر ہی
کہ کسی کی بہ نسبت زیادہ اور کسی کی بہ نسبت کم ہوتا ہی اور مدارج یقین پر ترقی کرنا شارع کا مطلوب ہی جیسا کہ اُسپر
حضرت ابراہیم کا قول دلالت کرتا ہی جو خطاب اولا تومن مین عرض کیا تھا لکن لیطمئن قلبی اور شیطان مدارج
ایمان کا خار راہ ہی اور نفوس بشری اُسکی طرف بالطبع مائل ہین پھر یہ کوئی معصیت نہین ہی فانا اشکو سوء مجاورتہ
لی و طاعۃ نفسی لہ واستعصمک من ملکتہ و اتضرع الیک فی ان تسھل الی رزقی سبیلا یعنی پس مین شکایت کرتا ہون
تیری درگاہ مین بدی مجاورت شیطان سے اور اطاعت کرنے سے میرے نفس کی اُسکے واسطے اور تجھسے حفظ و
عصمت کو طلب کرتا ہون وسوسہ شیطان سے اور زاری کرتا ہون تیری درگاہ مین اس بارے مین کہ آسانی کرے تو میری
روزی مین اُس راہ کی جس سے بسہولت مجھ تک پہونچے اور شیخ بہاؤالدین علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ مقصود اس کلام سے
یہ ہی کہ سزاوار یہ تھا کہ اعتماد و توکل میرا تیرے اوپر روزی رسانی مین اور مہمات کی کفایت مین موکد ہوتا کہ اکثر اوقات
کو اپنی تحصیل روزی کی سعی مین صرف نہ کرتا بلکہ فارغ رہتا اور مشغول ہوتا تیری عبادت کے ساتھ اور قطع اُمید کرتا بنی نوع
تیری طرف اور تیرے دروازے کو لازم پکڑتا یعنی محراب عبادت سے جدا نہوتا اور دیکھنے والون پر ظاہر ہی کہ یہ سیاق
نہین ہی مگر بیان کرنا اس امر کا کہ بسبب اشغال بشریہ کے تری طاعت جیسا کہ تیری عظمت و نعمت کے لائق ہی وہ
فراغ بالی کے ساتھ مجھسے وقوع مین نہین آتی اور توکل کا مرتبہ پایہ کمال تک نہین پہونچتا اور اسکا سبب وساوس شیطانی ہین

کہ خاص روزی کے بارے مین آدمی کو درجہ طمانینت و اطمینان کامل تک نہین چھوڑتے بلکہ وہ وساوس اسکے دل کو
قلق مین اور نفوس بشریہ کو کہ خواہشون کی طرف میل رکھتا ہی اضطراب مین ڈالتے ہین اور یہ وساوس اگرچہ مراتب عالیہ
توکل کے ہین اُنسے منافرت رکھتے ہین لیکن جب تک کہ آدمی اپنے پروردگار کا شکوہ زبان پر نہ لاے وہ محسوب معصیت و
گناہ مین نہین ہو سکتے اور اگر فقط وساوس اور خطرات قلبیہ بھی عصمت مین قدح کرین تو اُس کریمہ کے خصوص مین جو
حق تعالیٰ فرماتا ہی وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته فینسخ الله ما یلقی الشیطان
ثم یحکم الله آیاته والله علیم حکیم لیجعل ما یلقی الشیطان فتنة للذین فی قلوبهم مرض الآیة کیا کہینگے آیا حضرات اہلسنت کے دل اُسپر راضی ہونگے
کہ جو روایت مشہورہ اُنکے اکثر تفسیرون مین کتاب النبوت مین اسی کتاب کے بمقام تنزیہ الانبیا حاشیہ مین مذکور ہوئی
اُسی کی تصدیق فرماینگے اور کس بد امر کی اسناد جناب سید کائنات کی طرف تجویز کرینگے یا مثل مفسر تفسیر کبیر اُسکی تکذیب
کر کے مراد اُس سے تمناے قلبی لینگے قال الامام الرازی اما اذا فسرناها بتمنی القلب والخاطر فالمعنی ان النبی متی تمنی بعض
ما یتمناه من الامور وسوس الشیطان الیه بالباطل یدعوه الی ما لا ینبغی ثم ان الله ینسخ ذلک ویبطله ویهدیه الی
ترک الالتفات الی وسوسته پھر اس صورت مین اصل وسوسہ تو کسی طرح منتفی نہین ہوتا اور جب یہ نسبت پیغمبرون کے
وساوس کا القا مجوز ہوا تو اسی طرح یہ نسبت اُنکے اوصیا کے بھی اُسکی تجویز مین کوئی غرابت نہین ہی لیکن جیسا خدا
عاصم نبی کے لیے ہی ویسا ہی اُنکے اوصیا اُن کو بھی بچاتا ہی اور اسی لیے آنحضرت نے بعد اُسکے حق تعالیٰ سے طلب
عصمت کی تھی لیکن اسکے بعد اگر کوئی شخص کہے کہ سوء ظن اور ضعف یقین بہ نسبت پروردگار کے خود عصمت کے منافی ہی
تو ہم کہینگے کہ تمنے جانا کہ مراد ہماری سوء ظن سے نہونا کمال اطمینان کا ہی اور اسی طرح مراد ضعف یقین سے ضعف توکل ہی
اور کبھی وسوسہ کو بھی بسبب مبالغہ کے ظن اور گمان نام رکھ دیتے ہین اور یہ جو معنی ہمنے بیان کیے اُس سے کوئی منافات
عصمت کے ساتھ نہین ہی جیسا کہ حضرت یونس کے قول مین ہی فظن ان لن نقدر علیه فاضل بیضاوی نے تفسیر مین
اُسکے کہا ہی لن نضیق علیه الی قوله او خطرة شیطانیة سبقت الی وهمه فسمیت ظنا للمبالغة الی غیر ذلک پس اب موافق اس بیان کے
سوء ظن حسن ظن کے ساتھ مبادل ہو گیا اب چاہیے کہ یہ حضرات اسمین تامل فرماین اور انبیا اور اوصیا کی طرف اُنکے
وہ گمان فطین تو تہمین نہ کرین جو اُنپر جائز نہین آیا یہ قرآن مین نہین سنا گیا کہ حق تعالیٰ حضرت یوسف کے بارے مین فرماتا ہی
لنصرف عنه السوء والفحشاء انه من عبادنا المخلصین پس جبکہ حق تعالیٰ اپنے بندگان خاص سے برائی و گناہ کو دور کرتا ہی تو
شیطان کی کیا طاقت ہی کہ اُنپر مسلط ہو سکے اور اسکا اعتراف تو خود شیطان نے بھی کیا ہی جیسا کہ حق تعالیٰ اُسسے نقل
فرماتا ہی فبعزتک لاغوینهم اجمعین الا عبادک منهم المخلصین پھر محل تعجب یہ ہی کہ اگر ائمہ معصومین علیہم السلام اُنکے نزدیک
معصوم ہون تو بندگان مخلصین جناب رب العالمین سے تو یقینی ہونگے کیونکہ بعض اُنکے بشہادت جناب سید المرسلین
منصوص بامامت ہین کما ورد فی الاحادیث بلکہ سب اُنکے منصوص الامامت ہین کما یدل علیه الاخبار اور اُنکے حسن سیرت

واحوال مین کسی نے کوئی عمل خلاف علم و خلاص کے نقل نہین کیا پھر نیز العیاذ باللہ شیطان کا مسلط کرنا کسیکے نزدیک مجوز ہو سکتا ہی بلکہ یہ تو شیطان نے بھی نہین کہا کہ ایسے بندون پر بھی مسلط ہونگا فقط تیسری وجہ یہ ہی کہ اس صورت مین کہ یہ کلام اور جو اسکے مثل کلمات ادعیہ و مناجات مین ظاہر اسی معنی مین ہون جو شاہ صاحب سمجھے ہین جب بھی تو تعجب کا مقام نہین ہی کیونکہ جب کلام خدا مین بہ نسبت پیغمبرون کے اُنکے قصون مین ایسے کلمات جو مشعر عصیان و نافرمانی کے ہون وارد ہوے ہین پھر اگر ایسے مضمون خصوصًا مقام خضوع و خشوع مین امام علیہ السلام کے بھی کلمات مین وارد ہون تو تعجب کی کیا جگہ ہو بلکہ یہ بھی لائق تاویل کے اُنھین معانی کے ساتھ ہونگے جو متشابہات قرآنی مین انبیا سے گناہ کے صادر ہونے کے باب مین خلاف ظاہر کی طرف کیجاتی ہی اور علماے فریقین اُسے کرتے ہین دیکھو صاحب مواقف اور شارح مواقف نے جو کہا ہی اُسکا محصل یہ ہی کہ حجت لایا ہی مخالف جو اسکا قائل ہی کہ معصیت کا صادر ہونا پیغمبرون سے بعد نبوت بھی جائز ہی قصص انبیا سے کہ جو اُنسے زمان نبوت مین معصیت کے صادر ہونے کے موہم ہین اور جواب اسکا بر سبیل اجمال یہ ہی کہ جو چیز کہ منقول بخبر احاد ہو اُسکا رد کرنا واجب ہی کیونکہ خطا کی نسبت راویون کی طرف کرنا اس سے سہل و آسان ہی کہ معاصی کی نسبت پیغمبرانکی طرف کیجاے اور جو نقل کہ درجہ تواتر کو پہونچ گئی جب تک کہ اُسکے واسطے کوئی دوسرا محمل ہم پائین اُسے اسی محمل پر حمل کرینگے اور اُس سے اُسکے ظاہر سے بر ماہیت معصیت کی دلیلون کے پھرینگے اور جب چارہ کار مفقود ہو جائیگا اور تاویل کا دروازہ بند ہو جائیگا تو کہینگے ہم کہ نبوت سے پہلے معصیت ہوئی ہوگی یا ترک اولی یا اُس صغیرہ کے ساتھ کہ سہو کی راہ سے صادر ہوے ہین تاویل کرینگے اور ہم ان امور کی نفی نہین کرتے اور ان محامل کی منافی نہین ہی تعبیر کرنا ساتھ گناہ کے یا استغفار کے یا اعتراف کرنا نفس پر ستم کرنے سے کیونکہ ہو سکتا ہی یہ اقرار و اعتراف اس جہت سے ہو کہ اُنکے نزدیک یہ بھی عظیم تھا جیسا کہ کہتے ہین کہ حسنات الابرار سیئات المقربین یا یہ کہ ہضم نفس کی راہ سے ہو اور اعتراف و استغفار اُسپر بسبیل تضرع و ابتہال ہو تا کہ حق تعالی بخشے اور اُسکے مواخذہ سے درگذرے اور کہا ہی کہ من جوز الصغائر عمدًا فله زیادۃ فسحۃ انتہی ملخصًا بالجملہ اگرچہ ان فاضلون کے بھی کلام مین اس مرحلہ کے طی کرنے مین اچھا برا کلام مخلوط ہی لیکن اس نقل سے غرض یہ تھی کہ اس سے ظاہر کیجیے کہ جب حضرات اہلسنت کہ جو عصمت حقیقی مطلقہ کے قائل نہین لیکن ایسے مقامات مین وہ بھی طرح طرح کی تاویل پر اعتماد کرتے ہین اور خلاف ظاہر کو مراد لیتے ہین تو اگر شیعہ جو عصمت مطلقہ کے قائل ہین موافق اُنکے ادلہ کے بمفاد خذ ما صفی و دع ما کدر ازین جملہ تاویلات صافیہ اور معانی کافیہ سے ائمہ دین کے کلام مین جہان ایسے مضامین واقع ہون تو اُسے ہضم نفس یا خشوع و خضوع کرنے سے ماول کرین تو کیا استبعاد کا مقام ہوگا کیونکہ تاویل کرنا ایسے مقامات پر جاری اور شائع اور فریقین مین مسلم ہی پھر ان ضوابط کو امثال عبارات صحیفہ کاملہ مین بھی ہاتھ سے نہ دیا جاے اور نفی عصمت پر اُس سے حجت نہ لایا جاے والا بنیان عصمت انبیا

علیہم السلام مین بھی بظاہر کلام ملک علام سے نقض و اختلال لازم آئیگا اور جو شاہ صاحب نے کہا کہ یہ کلام امام
امام علیہ السلام کا برتقدیر صدق کذب عصمت کے منافی ہوگا پھر اگر فرقہ حشویہ بھی حضرات اہلسنت سے کہین کہ اقوال
قول حضرت یونس کا جو مچھلی کے پیٹ مین انھون نے کہا تھا لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین کہ اسمین تصریح و عتراف
ظلم ہے یہ بھی درصورت صدق و کذب منافی عصمت ہے اسکا کیا جواب ہوگا چوتھی وجہ یہ ہے کہ وہ فقرات جو دعائے
صحیفہ کاملہ سے کہ زبور آل محمد ہے نقل کیے ہین شاہ صاحب نے اور ہمنے اسکے جواب دیے اُس سے زیادہ ابہام صدور
معصیت مین اور فقرے ایسے دعائین ہین کہ وہ بہت جولانگاہ اوہام عوام کا لا انعام ہین لیکن بڑے تعجب کی جگہ ہے
کہ اُسے شاہ صاحب نے تمسک استدلال مین نہ فرمایا اور اعراض کیا شاید آیندہ کوئی صاحب اُدھر متوجہ ہوں اور
اسی طرح استدلال اُس سے نفی عصمت پر کرین اسلیے بطور دفع دخل آیندہ راقم انھین بھی نقل کرکے شبہات واوہام آیندہ کو
بکلک انشاء اللہ باطل و مضمحل کرتا ہے کہ تا جسے ہدایت پانا ہے وہ ہدایت پاوے اور دلیل و تنبیہ انشاء اللہ تمام ہوا اور اب وہ
وقت ہے کہ مین اپنے شبدیز قلم کی باگ کو اِس وادی کی طرف پھیرتا ہون جان تو کہ اسی دعا مین واقع ہے ولست
اتوسل الیک بفضل نافلۃ مع کثیر ما اغفلت من وظائف فروضک وتعدیت من مقامات حدودک الی حرمات انتہکتہا
وکبائر ذنوب اجترحتہا کانت عافیتک لی من فضائحہا سترا کہ ظاہر معنی اسکے یہ ہین کہ نہین ہون مین کہ وسیلہ ڈھونڈھون
تیری طرف بزرگی و فضیلت نافلہ کے ساتھ باوجود زیادہ ہونے اُس چیز کے جو مین غافل ہوا ہون شرائط سے تیرے
فریضون کی اور گذر گیا ہون مین تیری حدود کے مقامون سے طرف اُن حرمتون کے کہ مبالغہ کیا ہے مین نے اُنکے
کرنے مین اور اُن گناہان بزرگ کی طرف کہ جنھین مین نے کیا ہے اور تیرا عافیت کا دینا مجھے اُنکی رسوائیون سے میرا پردہ
تھا فقط اور پھر اسکے بعد اسی دعا مین فرماتے ہین وقد استحوذ علی عدوک الذی استنظرک لغوایتی فانظرتہ واستمہلک
الی یوم الدین لاضلالی فامہلتہ فاوقعنی وقد ہربت الیک من صغائر ذنوب موبقۃ وکبائر اعمال مردیۃ حتی اذا قارفت
معصیتک واستوجبت بسوء سعیی سخطتک فتل عنی عذار غدرہ وتلقانی بکلمۃ کفرہ وتولی البراءۃ منی وادبر مولیا عنی فاصحرنی لغضبک
فریدا واخرجنی الی فناء نقمتک طریدا لا شفیع یشفع لی الیک ولا خفیر یؤمننی علیک ولا حصن یحجبنی عنک ولا ملاذ الجأ الیہ منک فہذا مقام
العائذ بک ومحل المعترف لک جسکے ظاہر معنی یہ ہین کہ بہ تحقیق مستولی ہوا ہے مجھپر وہ دشمن تیرا کہ جسنے تجھسے مہلت
طلب کی میرے گمراہ کرنے کو اور تو نے اُسے مہلت دی اور اُسنے تجھسے مہلت طلب کی کہ روز قیامت تک مجھے
گمراہ کرے اور تو نے اُسکی عرض کو قبول فرماکر اُسے مہلت دی پس اُسنے مجھے مہلکہ مین گرایا اور بہ تحقیق کہ مین تیری طرف
بھاگا ہون اُن چھوٹے گناہون سے اپنے جو ہلاک کرنے والے ہین اور اُن اعمال بزرگ سے اپنے جو ہلاک کرنے والے ہین
یہان تک کہ جب عمل مین لایا مین تیری معصیت کو اور سزاوار ہوا مین بسبب اپنی سعی بد کے تیرے غضب کا تو اُسنے اپنے
حیلہ کی باگ کو میری طرف سے پھیرا اور اپنے کلمہ کفر کے ساتھ میرے آگے آیا اور میری طرف سے اُسنے منھ پھیرا اور

مجھسے بیزاری کرنا چاہی اور اپنی پیٹھ دکھا کر مجھسے پھر گیا پس مجھے تیرے صحراے غضب مین اکیلا لیگیا اور نکالا مجھے
اُسنے تری ساحت انتقام کی طرف جن حالون کہ مین تیرا راندہ درگاہ تھا اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا تھا جو میری
شفاعت کرے تیرے سامنے اور نہ کوئی بچانے والا تھا کہ مجھے تجھسے بچاتا اور نہ کوئی ایسی جگہ مضبوط محکم تھی کہ تیری
دار وگیر سے تجھے مانع ہوتی اور نہ کوئی جاے پناہ تھی کہ وہان تیرے غضب سے پناہ لیتا پس یہ مقام اُس شخص کا ہی
جو تیری طرف پناہ لیجاے اور مقام اُسکا ہی جو اپنے گناہون کا مقر ہی فقط یہ معنی ظاہر تھے جو مذکور ہوے اور دکھاو ہم
صدور معصیت کو ہونا نظر ظاہر بینان کم فہم مین ظاہر ہی لیکن لطافت اِن فقرات کی اور حسن بیان اور ادب دربار الٰہی
اور طریقہ دعا و مسئلت تعلیم اور اظہار خشوع و خضوع کا جو اِنمین ہی وہ عاقل خبیر پر پوشیدہ نہین ہو سکتا کیونکہ
ہر فقرے سے اُسکے خوشبو معرفت الٰہی کی اور مراقبہ خداشناسی کی اور ہر جملہ سے اُسکے فوائح مکاشفہ الٰہی اور خداترسی کے
کیسے قوی مشام جان تک پہونچتے ہین کہ صاحب دل پر اُسکا اثر تام ہوتا ہی اور مین گمان نہین کر سکتا کہ فریقین کے منصفون سے
کوئی اِن الفاظ کی نسبت آنحضرت کی طرف اُنکے ظاہری معنون پر حمل کر کے کرے کیونکہ اُن جناب کے مدارج معرفت
اور معارج طاعت قطع نظر کرکے مرتبہ عصمت سے اعلیٰ و ارفع اِس سے ہین کہ کوئی ایسا گمان بد کرے کہ حقیقت مین معاذ اللہ
ایسے گناہ کہ جو شنیعہ اور موبقہ ہین اور ادنی شخص احاد عدول سے اُنکا مرتکب نہین ہوتا آل رسول اُسکے مرتکب ہوے اگر
حضرات اہلسنت اہلبیت کو جانشین پیغمبر نہ جانین اور نہ کہین تو جب بھی مورد آیہ تطہیر کا موافق قول رب قدیر انما یرید
اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا پاک اور بری ارتکاب معاصی و رجس سے تو جانینگے جیسےکہ
مصنف صواعق محرقہ نے کلمہ حق کہا ہی کہ اگر گناہان صغیرہ و کبیرہ و موبقہ ایسے مثل سائر ناس کے سرزد ہون تو پھر اثر
اذہاب رجس کا اور تطہیر کا جسکا خدا نے وعدہ کیا ہی کیا باقی رہ جائیگا اور اسی لیے حضرات اہلسنت بھی اہلبیت
علیہم السلام کو مقدسین عدول سے اور پیشوایان عارفان محول اسے سمجھتے ہین جیساکہ خود شاہ صاحب نے بھی تحفہ مین
لکھا ہی کہ جاننا چاہیے کہ امامت اہلسنت کے نزدیک دین مین پیشوائی کے بھی معنی پر بولی جاتی ہی اور اسی معنی سے امام
اعظم اور امام شافعی کو فقہ مین کہ پیشوا تھے اور امام غزالی اور امام رازی کو کہ عقائد و کلام مین اور نافع اور عاصم کو کہ
قرات مین پیشوا تھے امام کہتے ہین اور ائمہ اطہار جملہ اِن فنون مین پیشوا تھے اِنھین علی الاطلاق امام جانتے ہین نہ امامت
بمعنی خلافت کے کیونکہ خلافت مین اُنکے نزدیک زمین مین تصرف کرنا باوصف استحقاق و غلبہ کے شرط ہی انتہیٰ ملخصاً
اور مصنف صواعق محرقہ نے اُسی کتاب مین کہا ہی وزین العابدین ہذا ہو الذی خلف اباہ علما و زہدا و عبادۃ وکان
اذا توضأ للصلوٰۃ اصفر لونہ فقیل لہ فی ذلک فقال الا تدرون بین یدی من اقف وحکی انہ کان یصلی
فی الیوم واللیلۃ الف رکعۃ یعنی یہ زین العابدین وہ ہی کہ اپنے والد بزرگوار کی جگہ تھے علم مین اور زہد مین اور عبادت مین اور
جسوقت کہ وضو کرتے تھے تو آنحضرت کے منہ کی جلد کا رنگ زرد ہو جاتا تھا پس وجہ اُسکی جو اُنسے پوچھی گئی تو فرمایا کہ آیا نہین

جانتے کہ کسکے سامنے چاہتا ہون کہ کھڑا ہون اور روایت کی گئی ہی کہ وہ حضرت شب و روز مین ہزار رکعت نماز کی بجالاتے تھے اور اسکے بعد کراہتین اور حضرت کے جو مقامات تھے انھین ذکر کیا ہی پھر اب آیا جائز رکھتے ہین کہ ایسا دین کا پیشوا دن رات گناہان صغیرہ و کبیرہ مین مشغول و منہمک رہے حاشا ثم حاشا عن ذلک پھر حضرات اہلسنت بھی جو آنحضرت کی عصمت کے قائل نہین ہین یقینی ان الفاظ و عبارات کو انکی حقیقت پر محمول نہ کرینگے اور شیعون کا تو کچھ ذکر بھی نہین ہی کیونکہ انکی ضروریات دین سے یہ امر ہی کہ آنحضرت کو معصوم جانتے ہین اور انکی امامت کا علی الحقیقت اعتقاد رکھتے ہین پھر ان سے کب ہو سکتا ہی کہ ایسا شبہہ بھی کرین اور جب یہ عبارتین حقیقت پر محمول نہو مین تو یقینی اور معانی صحیحہ پر محمول ہونگی اور وہ یہ ہی کہ خالق کی بزرگی و عظمت انکی نظر مین ہر وقت جلوہ گر تھی اور اپنے تئین طاعت مین اسکی بزرگی شان کے لائق مقصر جانتے تھے جیساکہ مواقف مین تاویل کریمہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر مین کہا ہی انہ ترک الاولی اور اسکے شارح نے کہا ہی وتسمیۃ بالذنب استعظام لصدورہ عنہ اور اسی جگہ سے ہی جو کہتے ہین کہ حسنات الابرار سیئات المقربین یہان تک کہ بعض علماے حضرات اہلسنت نے شرح بخاری مین کہا ہی کہ حاصل اسکا یہ ہی کہ یہ آیہ مقام ترقی مین نازل ہوا ہی پس جسقدر کہ وہ حضرت مدارج معرفت عظمت الہی مین ترقی ایک حال سے طرف دوسرے حال کے فرماتے تھے تو جاس حال کے پہلے اس سے مرتبہ معرفت کا کم تھا اسے جب خاطر مین لاتے تھے تو اُسے گناہ جانتے تھے اور اس سے استغفار فرماتے تھے جیساکہ کہا گیا ہی حسنات الابرار سیئات المقربین فقط کیونکہ اگر مانند اُن اعمال صحیحہ کے جو سائر ناس کے نیکوکارون سے سرزد ہوتے ہین کہ وہ مثل ابدان بلا ارواح کے بدون حضور قلب کے یا تعلقات بشریہ کے تعلق کے ساتھ یا وساوس و خطرات شیطانیہ کے ساتھ عمل کرتے ہین کوئی عمل آنحضرت سے وقوع مین آتا تھا تو اُسے گناہ کبیرہ سے بدتر جانتے تھے اور جب کوئی غفلت اور قصور اپنی طاعت مین بہ نسبت اسکے جو عظمت الہی کے لائق ہی دیکھتے تھے تو تضرع و زاری اور اقرار گناہ گاری کے ساتھ مناجات جناب باری مین اس عمل کا تلافی اور تدارک فرماتے تھے نہ اور کچھ پس جو کچھ کہ برعایت مقتضاے مقام اور حال کے فرماتا ہی وہ سب راست اور درست ہی اور عین مقتضاے معرفت و بلاغت ہی لیکن اگر اُسے کوئی بمقتضاے لازمہ قصور معرفت اُسے درصورت صدق منافی عصمت جانین تو محل مجبوری ہی لیکن وہ قابل التفات و قبول نظر علماے فحول مین نہوگا اور جیساکہ زبور آل محمد کے کلام کے دیکھنے کے وقت اُن صاحبون نے ایسی غلط استدلال کی اور مراد حقیقی کو جو خلاف حقیقت ظاہر ہی نہ سمجھے اسی طرح دور نہین ہی کہ جب زبور داؤد پیغمبر علیہ السلام کو اور انکی مناجات کو دیکھینگے تو اسکے صدق و کذب کی صورتون پر کیا کہینگے بعض فقرات زبور داؤد علیہ السلام سے جو مزبور سابع و ثلثین سے منقول ہین یہ ہین کہ یارب لاتبلینی بغضبک ولا تودبنی بسخطک فان سہامک تنشبت فی واشتدت یدک علی لیس بجسدی شفاء امام غضبک ولا لعظامی سلامۃ لاجل خطایای لان آثامی علت راسی ومثل الحمل الثقیل ثقلت

علی نفسی فوددت جرعاتی من اجل جهلی شقیت والخیبة الی الدهر شقیت یومی کله کئیبا لان نفسی مملوۃ هوانا و بی
جسدی شفیا شقیت وتضعفت جدا صرخت من تنهد قلبی شهواتی کلها امامک ومن تنهدی سین مین بوا رحمنی یا الله بعظم رحمتک
ومثل کثرۃ رافتک تمحو ذنبی وتغسلنی کثیرا من اثمی وتطهرنی من خطیئتی لانی عارف اثمی وخطیئتی امامی فی کل حین پس اس کلام مین توبہت
تصریح ہی گناہ وخطا کی اور اب یہان بھی چاہیے انھین کہ العیاذ باللہ داود پیغمبر علیہ السلام کو یا کاذب کہین یا صادق و
فاسق جانین خصوصا بنظر اسکے کہ حق تعالی نے بھی انکے حق مین قرآن مجید مین تصریح فرمائی ہی کہ فاستغفر ربه وخر راکعا
واناب اور بسبب ظاہر توبہ و استغفار نہین ہوتی مگر تلافی گناہان کے لیے اور اس تقدیر پر جو حضرات اہلسنت کی
روایتون مین آیا ہی روی ان بصرہ وقع علی امرأۃ فعشقها وسعی حتی تزوجها وانه ارسل اوریا الی الجهاد مرارا
وامران یتقدم حتی قتل فتزوجها کہ العیاذ باللہ آنحضرت کی آنکھ عورت پر پڑ گئی پس اسکے عاشق ہو گئے اور اسکے لیے کوشش کی
یہان تک کہ اسے اپنی زوجہ بنایا یہ کہ آنحضرت نے اوریا کو جہاد کے لیے مکرر بھیجا اور حکم کیا کہ پیشی جنگ مین کرے
یہان تک کہ وہ مارا گیا پس اسکی زوجہ کو اپنی زوجہ بنایا فقط تو بنا بر اسکے عجب نہین کہ اسکا اذعان و اعتقاد کرین کہ
جو کچھ زبور مین ہی وہ اپنے ظاہر معنی پر محمول ہی اور اسی طرح جو قرآن مین ہی وہ موافق معنی ظاہری کے سچ ہی لیکن یہ منافی
اسکے ہو گا جو فاضل بیضاوی نے کہا ہی وما قیل انه ارسل اوریا الی الجهاد الی قوله افتراء ولذلک قال علی علیه السلام
من حدث بحدیث داود علی ما یرویه القصاص جلدته مائة وستین اور اسکا معتقد مستحق اسکا ہو گا کہ جو تہمت زنا کرنے کی حد ہی اور
وہ ایک سو ساٹھ تازیانہ ہی پھر اس حد کے مقابلہ پر تو کوئی راسخ اس اعتقاد پر ظاہر نہین کر سکتا اور لامحالہ چارہ اس سے
ہو گا کہ جو کچھ قرآن مین اور زبور مین وارد ہی اس سے سوا ظاہر کے اور معانی صحیحہ پر جیسا کہ ہمنے وہ معنی بیان کیے ہین حمل
کرین اور جب یہ زبور و قرآن مین مقبول ہو گا تو یہی طرح زبور آل محمد مین کرنا ہو گا اور عصمت نبی و امام کی باقی رہیگی
پانچوین وجہ یہ ہی کہ جو فقرے شاہ صاحب نے مناجات سجادیہ سے نقل کیے یا ہمنے ذکر کیے حقیقت مین تعلیم
سائر ناس کے لیے تھی اپنا بیان حقیقت امر ہی جیسا کہ سید علی خان بلاغت نے شرح صحیفہ مین بعض دعاؤن کی ذیل مین
کہا ہی کہ خلاصہ اسکا یہ ہی کہ ممکن ہی کہ اسے حمل کرین اوپر کہ تادیب کو آدمیون کی اور انکی تعلیم کو یہ کہا ہو تا کہ وہ جانین کہ خداوند عالم
کے سامنے کسطرح اقرار اور اعتراف تقصیر و ذنوب کا کرنا چاہیے اور کیونکر استغفار و توبہ ان گناہون سے کرین پھر اس
صورت مین اگر ظاہر معنی پر بھی رکھا جاوے تو کیا قباحت ہی کیونکہ جنکی تعلیم کے لیے فرمایا ہی وہ جب اسے کہینگے تو مطابق
واقع ہو گا سائر ناس سے کون شخص ہی کہ اسکے لیے عصمت ہی چھٹی وجہ یہ ہی کہ گناہون کی اسناد اپنی طرف اس جہت سے
فرمائی ہون کہ رعایا کے قصور و خطا کی نسبت پیشوا کی طرف ہو سکتی ہی اسواسطے کہ کبھی رعایا کا فعل بطور مجاز منسوب رئیس کی طرف
ہوتا ہی جیسا کہ مواقف اور اسکی شرح مین ہی جہان کہ تاویل کی ہی کریمہ لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبک وما تاخر اور واستغفر لذنبک
او ولقد تاب الله علی النبی کی چنانچہ جو کہا ہی یہان پر اسکا ترجمہ لفظی یہ ہی کہ پیغمبر خدا کی طرف انکی قوم کے گناہ منسوب ہوے

اسلیے کہ رئیس قوم کی طرف کبھی نسبت کی جاتی ہی اُس امر کی جو اُنکے بعض اتباع سے واقع ہوا ہو پس معنی اُنکے یہ ہونگے
کہ تا بخشے خدا تیرے واسطے وہ گناہ جو تیری اُمت سے پہلے ہوے اور جو بعد ہونگے اور استغفار کر اپنی اُمت کے واسطے
اور خدا توبہ قبول فرمائیگا اُمت نبی پر اور اُنکے اتباع پر انتہی اور ظاہر ہو کہ یہ تاویل بر تقدیر حذف کرنے مضاف کے اُن
آیتوں مین صحیح ہوتی ہی کہ وہ لفظ اُمت ہی پس شارح مواقف کا محصل کلام یہ ہی کہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ نسبت کیا جاتا ہی
گناہ ایک قوم کا جو تابع ہی اُنکے رئیس و متبوع کی طرف پس اِن آیتون کے معنی یہ ہونگے کہ تا کہ بخشے تیرے واسطے خدا
تیری اُمت کے گناہاں گذشتہ و آیندہ کو اور استغفار کر اپنی اُمت کے لیے اور بہ تحقیق کہ خدا تعالی نے توبہ کو تیری اُمت کی
قبول فرمایا پس جیسا کہ اُن آیتون مین مجاز بالحذف کو اختیار کیا اِسی طرح عبارت زبور آل محمد مین بھی ممکن ہی کہ مجاز فی النسبۃ
اور اسناد فعل کی طرف غیر اُسکے کہ جسکا فعل ہی اختیار کی جاے بلکہ مجاز فی النسبۃ ابلغ ہی اور دونون جگہ یعنی آیات قرانی اور
عبارات مناجات صحیفہ کاملہ مین علاقہ مجاز کا ایک طرح پر ہی اور اِس مطلب کی تفصیل شرح صحیفہ کاملہ مین سید علی خان
بلاغت کی اِسطرح ہی کہ انبیا اور ائمہ اپنی اُمت اور رعایا کی زبان سے کلام کرتے تھے پس اُنکا اعتراف گناہون کے ساتھ
اور رعایا کے گناہون کا اعتراف ہوگا اور اُنکا استغفار اپنی اُمت کے واسطے ہی نہ اپنے لیے لان کل راع مسئول عن رعیتہ اور
اِسکی کچھ بات نہین ہی کہ اُمت اور رعایا کے گناہون کو جو اُنھون نے اپنے نفوس مقدسہ کی طرف منسوب کیا تو اِس جہت سے
کہ علاقہ اتصال اور اختصاص و ارتباط جیسی جو پیغمبرن مین اور ائمہ مین اُنکی اُمت اور رعیت کے ساتھ حاصل ہی اور یہ بہت قوی اسباب
اتصال سے ہی آیا یہ نہین دیکھتے کہ جب کسی قوم سے کوئی تقصیر یا بیہودگی سرزد ہوتی ہی تو اُس قوم کا رئیس اُٹھ کھڑا ہوتا ہی
عذر خواہی کے واسطے اور اُنکے قصور کو اپنی طرف نسبت دیتا ہی اور وجہ استعمال مین معروف ہی ساتوین وجہ یہ ہی کہ محدث
بخاری نے اپنے صحیح مین بسند اپنی ام المومنین حضرت عایشہ سے نقل کیا ہی کہ ان النبی صلی اللہ علیہ والہ کان یقول اللھم
انی اعوذ بک من الکسل والھرم والمغرم والماثم اللھم انی اعوذ بک من النار وفتنۃ النار وفتنۃ القبر وعذاب القبر و
من شر فتنۃ الغنی ومن شر فتنۃ الفقر ومن شر فتنۃ المسیح الدجال اللھم اغسل خطایای بماء الثلج والبرد ونق قلبی من
الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وباعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اور قریب انہین فقرون کے چند اور فقرونکے
کہ وہ استفاضہ کی حد کو نقل پہونچی ہی آنحضرت سے نقل کیا ہی پس جیسا کہ کسل و ہرم آنحضرت پر جائز نہوا اور اُس سے استعاذہ
فرمایا مغرم اور ماثم اور عذاب نار اور عذاب قبر بھی اِسی طرح بہ نسبت اُن جناب کے متصور ہو سکتا ہی کہ اُس سے استعاذہ فرمایا
یا اُنکی تجویز نہین ہوسکتی بر تقدیر ثانی یعنی جب اِسکی تجویز بہ نسبت اُن جناب کے نہو سکی تو استعاذہ بے محل ہوگا مگر یہ کہ مراد
اُس سے خداے عصمت کی طلب ہو اور عصمت ایک لطف ہی الطاف الہی سے اُسی وقت یہ صحیح ہوگا پس ایسی تاویل
کلام امام مین بھی جاری ہوسکتی ہی اور بر تقدیر اول یعنی جب مغرم و ماثم اور عذاب نار اور عذاب قبر بہ نسبت آنحضرت کے بھی
متصور ہو تو عصمت مین مخل ہوگا اور اِسی طرح خطاؤن کی نسبت بھی جو معاصی سے عام ہین اور اُس سے اپنی ذات اقدس

کی طرف فرمایا ہو اگر بسبیل حقیقت ہو جب بھی عصمت کی منافی ہوگا کیونکہ تنقیہ دل کا اور اسکا دھونا گناہ و خطاءت
دلالت اسپر کرتا ہی کہ اس سے پہلے خطا ہو چکی ہی خصوصًا بنظر اس قول کے جو اسی دعا مین فرمایا ہی کہ کما ینقی الثوب الابیض
من الدنس کیونکہ جامہ چرک آلود کو بعد اسکے کہ میلا ہو لے دھوتے ہین اور یہ بات عصمت کو منافی ہوگا اگر اس سے ظاہر اسکی
مراد لین جیسا کہ کلام امام علیہ السلام کو ظاہر پر محمول کر کے ایسے استدلال نفی عصمت پر امام کے لاے بالجملہ بیان
اگر چرک گناہ کے دھونے سے مراد حقیقی لینگے تو جو کہا ہی وہ لازم آئیگا یا یہ کہینگے کہ مراد دور کرنا ونس خطا کا اسکے وقوع سے
عام ہی جیسا کہ محاورات عرب کے اسپر شاہد ہین اور شیعہ بھی تفسیر آیہ تطہیر مین اذہاب رجس سے جو حق تعالی نے فرمایا ہی
یہی معنی لکھتے ہین تو اب ہم سے اس معنی مین اتفاق کرینگے دھو نعم الوفاق پھر اس صورت مین چاہیے کہ جو شبہات دور
اذکار ائمہ اطہار کے بارے مین کہتے ہین اور کرتے ہین اس سے دست بردار ہون کہ بعد اسکے اسکا محل باقی نہ رہا یا آیا
استعاذہ کو اور اسناد خطا کو اپنی طرف جو فرمایا ہی بنظر بامکان و وقوع اسکے بحسب بشریت قطع نظر کرکے الطاف علیہ
یا اور معانی پر اگر چہ بالمجاز کیون نہ ہو حمل کرینگے پھر اسی طرح ہر کلام کو معنی صحیح پر خواہ وہ حقیقی ہو یا مجازی ہو حمل کر سکتے ہین
اور حاصل یہ ہی کہ محاورات عرب مین اور قرآن و سنت مین یہ امر شائع ہی کہ جب کلام مین صارف پایا جاے و قرینے
قائم ہون تو اسوقت مجازات پر حمل کرتے ہین اور جو ظاہر ہو وہ مراد نہین لیتے لیکن نہ ہر مقام پر اعتماد معنی حقیقی پر لائق ہی
اور اسی طرح نہ ہر مقام پر تاویل کی جگہ ہی پس اگر تمسک اس فقرہ مناجات سجادیہ سے ملک الشیطان عیانی نے سوء الظن و
ضعف الیقین کہ از قبیل وما ارسلنا من قبلک من رسول الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ ہی
اسلیے ہی کہ جو شیعہ طعن کرتے ہین خلیفہ اول کے کلام پر جو انھون نے برسر منبر فرمایا تھا ان الشیطانا یعتریبنی اسکا دربردہ جواب دیجیے
تو یہ خیال خام ہی اور قیاس مع الفارق ہی کیونکہ پہلے غیر معصوم کے کلام کو کلام معصوم پر قیاس کرنا نہین چاہیے کیونکہ کلام
معصوم مین تاویل کرنا ضرور ہی نہ کلام غیر معصوم مین پھر اسپر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہی اور اگر کہین کہ عدالت بھی محوج طرف
تاویل کے ہی کیونکہ عادل کی طرف بھی یقین نہین ہو سکتا کہ مرتکب معاصی و کبائر کا ہوا ہو تو ہم اسکے جواب مین کہینگے
کہ اول عدالت مطلق گناہ کی رافع نہین ہی اسطرح کہ اسکے ساتھ اتیان معصیت ممتنع ہو جیسا کہ عصمت کے ساتھ ہی علاوہ
اسکے پھر جنکی نسبت شیعہ اس قول سے انکے طاعن ہین انکا حال تو یہ ہی کہ عدالت کیسی ایمان مین اختلاف ہو رہا ہی پھر تاویل
وہان محتاج الیہ کیونکر ہو گی دوسرے یہ کہ درگاہ جناب باری مین خشوع کرنے کے مقام پر کہ وہ جگہ اسی کی ہی کہ تضرع و
زاری اور ابتہال و بیقراری اور رجوع و انابت مناجات مین جناب قاضی الحاجات کی طرف کرے اور شر شیطان سے
کہ دشمن انسان ہی عصمت خواہ ہووے اور روزی اپنی رزاق حقیقی سے مانگے پھر اس جگہ کلام مناسب مقام کا کہنا
اسمین اور اس باب مین کہ غلبہ شیطان کا اقرار پیش ہووے سائز ناس کرے اور اسکے ذریعہ سے رئیس اپنے اتباع کی طرف
رجوع لاوے کہ اسکے امور کو دیکھتے اور درست کرتے رہین جو کچھ کمی اور بیخبری سے واقع ہو جاے اسے رست و درست کرین

اور خبردار کرتے رہین آسمان و زمین کا فرق ہی بھلا کہان اعتراف قصور و خطا کے ساتھ خدا کے سامنے بلحاظ بزرگی و عظمت معبود حقیقی کے اور قاصر و ناقص ہونے طاعت عباد کے عارفون کی نظر مین یہ سب کے آگے بجا و مستحسن ہی بلکہ اگر اُسمین تھوڑا بھی اہمال کرین تو بہت مستہجن اور بیجا ہو جاے پھر اگر یہ خضوع و خشوع اور عبادت کرنا قصور کے ساتھ جو لائق تعریف و مدح کے ہی اور جملہ انبیا اور اوصیا اور خدا شناسون نے کیا ہی بلکہ خدا شناسی کا ہنر ہی کسی نابلد مسالک معرفت اور دور افتادہ منازل طریقت کی نظر ناقص مین عیب معلوم ہو تو اُس سے کوئی نقصان اُس عارف معروف کے واسطے جو جلاے مدارج معرفت کا صدر نشین ہی عائد نہین ہو سکتا اگر خفاش دن کو نہ دیکھے تو روشنی آفتاب کے واسطے ضرر نہین پہونچ سکتا اور کہان رجوع کرتا اپنی امثال بلکہ اپنی رعایا کی طرف کہ کثر اُنکے ارباب خطا و خطل اور اصحاب اغلاط اپنے قول و عمل مین تھے اسلیے کہ ہماری بدی کو دفع کرتے رہین اور جو ہم سے بُرائیان سرزد ہوتی ہین اور ہون اُنکی اصلاح کے درپے رہین حقیقت مین ایسا شخص مصداق امن لا یہدی الا ان یہدی کا ہوگا اگر کہین کہ یہ سب تواضع اور فروتنی کی راہ سے تھا نہ عدم معرفت کی راہ سے تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ تاویل اُسوقت معتبر ہو سکتی ہی کہ جب کسی شخص کا کمال علم و معرفت ثابت ہو چکا ہو اور یہان یہ نہین ہی کیونکہ وہ روایت جس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ الفاظ قرآنی کے بھی معنی مثل کلالۃ و ابا کے نہ جانتے تھے اور اسکا خود اعتراف کیا اُس سے صاف ظاہر ہی کہ علم و معرفت بھی ایسی نہ تھی کہ جسکے سبب سے وہ تاویل ضرور ہو اور حقیقت ظاہر پر حمل نہ کیا جاے آٹھوین وجہ یہ ہی کہ سید علی خان مدنی نے شرح صحیفہ کاملہ مین بعض دعاؤن کی ذیل مین جو مشتمل اوپر مضمون اعتراف گناہ کے ہین کہا ہی انہ محمول علی التواضع والاعتراف بالعبودیۃ وان البشر فی مظنۃ التقصیر اور اس اجمال کی تفصیل کہہ سکتے ہین کہ چونکہ انسان ہر وقت لحاظ بشری کی راہ سے مظنہ تقصیر مین واقع ہی اور اسکی طبیعت کی میل اور نفس کی بات اور تحریک عمل کرنے کو اُس جہت سے کہ قوے غضبیہ اور شہوانیہ کہ جبہ ترکیب انسانی کی بنا واقع ہوئی ہی باعث ان اشیون کا ہی جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کلام سے معلوم ہوتا ہی ان النفس لامارۃ بالسوء پس اسوجہ سے ہر فرد بشر معصیت کے صادر ہونے سے مقام خوف و خطر مین ہی اس سبب سے اگر امر غیر واقع کو بمجاز ممکن الوقوع یا قریب الوقوع واقع قرار دیکر مجاہدہ نفس کی راہ سے کہ جہاد اکبر ہی توبہ و انابت کے ساتھ اسکے دفع کرنے مین کوشش کرین اور گناہ مین واقع ہونے سے اگر خدا کی طرف سے اعتصام نہو اندیشہ ناک ہو کر اپنی تقصیر نفس کا اعتراف کرین تو تعجب کا مقام نہین ہی بلکہ بعضون نے کہا ہی کہ یہ اعتراف کرنا اعتراف تقدیری ہی اور اُسکے معنی یہ ہین کہ اگر مجھسے کوئی گناہ ان گناہون سے صادر ہوا ہو تو خداوندا تو مجھے بخشدے اور یہ جملہ شرطیہ ہی اور منطق مین یہ امر مقرر ہوا ہی کہ قضیہ شرطیہ کے صادق آنے سے یہ لازم نہین آتا کہ ہر واحد اسکی دونون خبرون سے بھی صادق آئے تاکہ خصم کو ہمارے اُس سے استدلال ہو سکے ورنہ استدلال صحیح ہو فتدبر نوین وجہ وہ ہی کہ جو شیخ علی نے کتاب کشف الغمہ مین افادہ فرمایا ہی اور حاصل اسکا یہ ہی کہ انبیا اور ائمہ علیہم السلام اکثر اوقات یاد خدا مین مستغرق رہتے ہین

اور دل اُنکے ملاء اعلیٰ کے ساتھ متعلق رہتے ہین اور وہ ہمیشہ مراقبہ عظمت الٰہی مین بسر کرتے ہین جیسا کہ فرمایا ہی کہ خدا کی
عبادت اسطرح کر کہ گویا تو اُسے دیکھتا ہی کیونکہ اگر تو اُسے نہین دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہی پس یہ عزیز گوار ہمیشہ اُسکی طرف متوجہ
رہتے ہین پس جسوقت کہ بضرورت بشری اشغال بشریہ کی طرف از قسم ماکل و مشارب و مناکح وغیرہ جو چیزین کہ اُنکا
عمل مین لانا مباح ہی متوجہ ہوتے ہین اور بسبب اسکے اُس رتبہ عالیہ و منزل رفیعہ سے اپنے تئین مرتبہ انحطاط مین کہ
وہ افعال مستحبہ مین پاتے ہین تو اُسے خطا جانتے ہین اور اسکی مثال یہ ہی کہ اگر اہل دنیا سے کسی کا غلام ایسے مقام مین
کہ جہان اُسکا آقا اُسے دیکھتا ہی اور اُسکی آواز سنتا ہی اور وہان بیٹھکر کھانے اور پینے مین اور اپنی زوجہ کے ساتھ کلام و مقاربت
کرنے مین مشغول ہو اگرچہ وہ کھانا پانی اور زوجہ اُسکی آقا کی دی ہوئی ہی لیکن جب بھی عقلا کی نظر مین یہ فعل اُسکا ملامت کرنے کے
قابل ہوگا اور وہ کہینگے کہ یہ بندہ اپنے آقا و سید کی خدمت مین گستاخ اور مقصر ہی حالانکہ نہ یہ بندہ بندہ حقیقی ہی یعنی مخلوق
آقا کا ہی اور نہ وہ آقا بذریعہ خلق و ایجاد مالک رقبہ اُسکا ہوا ہی پھر کیا حال ہوگا اُسکا جو بندہ حقیقی اپنے تئین جانتا ہی اور
سید کو اپنے سید السادات و مالک کو اپنے مالک الملاک جانتا اور پہچانتا ہی کیونکر وہ ایسے افعال کے کرنے سے باوجود اُس
علم کے کہ لا یخفی علیہ خافیہ اپنے نفس کو خاطی نہ جانین اور استغفار نہ کرے اور اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا ہی معصوم نے
اپنے قول مین انہ لیران علی قلبی وانی لاستغفر اللہ بالنہار سبعین مرۃ اور فرمایا ہی حسنات الابرار سیئات المقربین دسوین وجہ
یہ ہی کہ سید علی خان مدنی نے شرح مصابیح سے قاضی ناصر الدین بیضاوی سے نقل کیا ہی کہ فاضل مذکور نے قول جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کی شرح مین کہا ہی اور وہ قول آنحضرت کا یہ ہی انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی الیوم مائۃ مرۃ
اور خلاصہ شارح مذکور کے کلام کا یہ ہی کہ غین ایک لغت ہی غیم مین معنی ابر کے و غان علیٰ کذ محاورہ عرب مین بولتے ہین
اسکے معنی یہ ہین کہ ڈھانپ لیا یا چھپا لیا ابو عبیدہ کہتا ہی کہ معنی حدیث کے یہ ہین کہ میرا دل لباس غفلت کو پہن لیتا ہی
اور بدرستیکہ اصمعی سے منقول ہی کہ کسی نے اُس سے اِس حدیث کے معنی پوچھے اُسنے سائل سے کہا کہ کسکے دل سے سوال
مجھسے کرتا ہی اُسنے کہا کہ پیغمبر خدا کے دل کا حال پوچھتا ہون اُسنے کہا کہ اگر اُنکے غیر کے دل کا حال پوچھتا تو مین اُسے بیان
کرتا قاضی نے کہا ہی بیان اصمعی کی تعریف مین للہ در الاصمعی فی انتہاجہ منہج الادب و اجلالہ القلب الذی جعلہ اللہ موقع وحیہ
و منزل تنزیلہ بعد اسکے کہا ہی کہ ہرگاہ پیغمبر خدا کا دل سب سے زیادہ کامل تھا از روے صفا کے اور بہت وافر تھا از روے
روشنی و ضیا کے اور سب سے زیادہ مستغرق تھا عرفان و خداشناسی مین اور ساتھ اسکے مامور تھی تبلیغ رسالت و تشریع
ملت کے ساتھ اور خود حضرت سے معشر نہ تھے باین اسباب حضرت کو چارہ نہ تھا کہ رخص و عشرت اور
حظوظ نفس کی طرف بھی متوجہ ہون اور اُس مرتبہ عالیہ سے اِس درجہ سافلہ کی طرف اُترین اور اسکے ساتھ احکام بشریہ کے
ساتھ بھی حضرت ممتحن تھے پھر جب اِن امرون سے کسی چیز کو عمل مین لاتے تھے تو کدورت حضرت کے قلب کی طرف
بہت جلد پہونچتی تھی بسبب اسکے کہ قلب حضرت کا رقیق تھا اور بہت نورانی تھا اور جو چیز کہ بہت رقیق اور نورانی

ہوگی اُس مین کدورتون کا اثبات ظاہر ہو جاتا ہو پس جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کسی چیز کا اُس سے اثر حساس فرماتے تھے تو اُسے اپنے نفس پر گناہ شمار کرتے تھے اور اُس سے استغفار فرماتے تھے انتہی ملخص کلامہ اور کتاب التوضیح مین شرح صحیح بخاری کے باب استغفار نبی صلعم مین لکھا ہو سببہ اشتغالہ بالنظر فی مصالح الامۃ مع عظم مقامہ ولاشک ان اولی العبادۃ الاجتہاد فی العبادۃ الانبیاء لما جاءھم من معرفۃ فھم دائمون فی شکرہ معترفون لہ بالتقصیر ھلک عشرہ کاملہ اور یہ امر بہت ظاہر ہو کہ پیغمبر خدا اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام علوم و معارف الٰہی کے معدن ہین اور اہلبیت علیہم السلام کو پیغمبر خدا کے ساتھ مراقبہ اور عظمت الٰہی مین پیروی اور تاسّی تھی اسلیے کہ وہ سب بزرگوار فروع اُس شجرہ طیبہ کے تھے اب انکی طرف بے باکی اور بے ادبی کرنا جیسا کہ واقع ہوئی بسبب اُس اعتراض و استدلال کے جو نفی عصمت کے لیے خلافت مین فقرہ مناجات سجادیہ سے کی گئی ہی بات نہین ہو کیونکہ اِین بڑی جسارت عصمت ائمہ کی قدح مین ہوئی اور یہ جسارت دیکھنے کے لائق ہو کہ کہان سے کہان پہونچی فقرہ دعاے شریف سے بے اسکے کہ اُسکے مطلب عالی کو سمجھین تمسک کرنا سہل جانکر قدم میدان اساءت ادب مین نہ رکھنا چاہیے والا واقع مین ایسا معترض پیغمبر کو کسطرح منہ دکھا سکتا ہی ابن شہر آشوب نے مناقب آل ابیطالب مین روایت کی ہو کہ بعض اہل بصرہ کے صاحبان بلاغت سے جو بہت کامل اِس فن مین تھا جب اُسنے یہ ذکر سنا کہ صحیفہ کاملہ کی عبارت بہت بلیغ ہو اور مشتمل اوپر مضامین عالیہ کے ہی تو از روے استخفاف کے اُسنے کہا کہ خذوا عنی حتی املی علیکم مثلھا بعد اسکے ہاتھ مین قلم لیا اور سر جھکا کر فکر مین گیا سر اُٹھانے کی نوبت نہ آئی کہ مر گیا بالجملہ واقعی یہ بات ہو کہ یہ دعا مین کلام مخلوق سے فائق اور کلام خالق سے کم مرتبہ بلاغت مین واقع ہین اور جو شخص کہ فن بلاغت سے بہرہ وافی اور حظ کافی رکھتا ہو وہی اُسکی قدر و منزلت کو پہچان سکتا ہی اور اُنکے ساتھ تعرض کرنا ایسا ہی ہو کہ جیسا اپنے عدم علم کے اور قصور کے باعث سے کفار کلام الٰہی سے تعرض کرتے تھے سید علی خان بلاغت نے جو اُسکی مدح مین لکھا ہو چند فقرے اُسکے مناسب مقام ہا نقل کیے جاتے ہین ان ھذہ الصحیفۃ الکاملۃ علیھا مسحۃ من العلم الالٰہی وفیھا عبقۃ من الکلام النبوی کیف لا وھی قبس من نور مشکوٰۃ من الرسالۃ ونفحۃ من شمیم ریاض الامامۃ حتی قال بعض العارفین انھا تجری مجری التنزیلات السماویۃ وتسیر مسیر الصحف اللوحیۃ والعرشیۃ لما اشتملت علیہ من انوار حقایق المعرفۃ وثمار حدائق الحکمۃ اور بھی لکھا ہو واما بلاغۃ بیانھا وبراعۃ تبیانھا فعندھا تسجد سحرۃ الکلام وتذعن بالعجز مدارۃ الاعلام وتعترف بان النبوۃ غیر الکھانۃ ولا یستوی الحق والباطل فی المکانۃ ومن حام حول سمائھا بغاسق فکرہ الواقب رمی من رجوم الخذلان بشہاب ثاقب پس اب دیکھنا چاہیے کہ ایسے کلام کی نسبت یہ کب جائز ہو کہ کہا جاے کہ یہ کلام بر تقدیر صدق کذب منافی عصمت کے ہی اور اسقدر نہ سمجھا جاے کہ کذب کو آنحضرت کے ساحت کلام مین در آنے کی مجال نہین ہو اور صدق کلام معصوم اُسی معنی مین جو معترض اپنے زعم مین سمجھے منحصر نہین ہو کیونکہ معانی صحیحہ اُسکے لیے بہت ہین کہ دشمنون نے بھی اُنکے اُسکا اعتراف کیا ہو جیسا کہ ہمنے اُسے بالیضاح

بیان کیا اسلیے کہ الفضل ما شہدت بہ الاعدا اور ان تقاریر مین کلام جناب امام انام علیہ السلام کا حلیہ صدق و راستی سے آراستہ ہی اور منافات عصمت کا ثمین کہین شائبہ بھی نہین ہی اور یہ بات بہت ظاہر ہی لیکن چشم انصاف و بصیرت ضرور ہی ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور فثبت المرام وانا احمد اللہ علی توفیق الکلام واتمامہ بالادلہ علی الوجہ التام والصلوۃ علی رسولہ خیر الانام وعلی اوصیائہ المعصومین البررۃ الکرام تیسری شرط شرائط امامت اور نیابت جناب ختم المرسلین سے نزدیک فرقہ شیعہ کے یہ ہی کہ امام نسب کی راہ سے ہاشمی ہو اور اسکا علم بخوبی دیکھنے سے اُن نصوص کے حاصل و کامل ہوتا ہی جو بخصوص امامت مین ہر ایک امام کے ائمہ کرام سے وارد ہوئی ہین اور آئندہ انشاء اللہ وہ سب اپنے مقام پر مذکور ہونگی لیکن حضرات اہلسنت ان تینون شرطون سے جو معتقد اور ضروری فرقہ شیعہ کے نزدیک ہین کسی ایک شرط کے بھی قائل نہین ہوتے یعنی اُنکے نزدیک امام کا رعیت سے اپنی افضل ہونا اور معصوم گناہ و صدور خطا سے ہونا اور ہاشمی ہونا کچھ ضرور نہین ہی کیونکہ جنھین وہ خلفا قرار دیتے ہین اُنمین سے کوئی تیمی ہی کوئی عدوی ہی کوئی اموی ہی بالجملہ سوا جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے بطور اُنکے ترتیب خلافت کے اور کوئی ہاشمی نہین ہی اسی طرح باوصف اسکے کہ اقرار و اعتقاد اسکا رکھتے ہین کہ خلفا معصوم نہ تھے جیسا کہ صواعق محرقہ وغیرہ مین اسکی تصریح موجود ہی مگر اپنا مقتدا جانتے ہین اور اگرچہ خلفائے ثلثہ کا مفضول ہونا ظاہر ہی اور امام مین افضلیت کو شرط نہین گردانتے لیکن ایک طائفہ اُنکے اُن تینون صاحبون کو وصی برحق سے افضل جانتے ہین اور ایک جماعت اگرچہ ان حضرات کے مفضول ہونے کا اعتراف کرتے ہین لیکن حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب پر مقدم رکھتے ہین اور اشتراط عصمت کی نفی پر حجت کیا خوب لاتے ہین کہ ابی بکر معصوم نہ تھے اور دیکھنے والے کو معلوم ہو گا کہ یہ مصادرہ سے خالی نہین ہی جناب سید سند نے حاشیہ مین افادہ فرمایا ہی کہ شارح عقائد نے عدم عصمت سے خلیفہ اول کی عصمت کا عدم علم تعبیر کیا ہی اور ملا کمال محشی نے لکھا ہی کہ قول اسکا یعنی شارح کے کلام مین عصمت کے ساتھ وارد ہوا ہی وہ کنایہ ہی عدم عصمت سے ولیکن بپاس اس امر کے کہ سوء ادب لازم نہ آئے شارح نے تصریح اسکی نہین کی اور اُنکے لیے عصمت کا نہونا ثابت ہی اس جہت سے کہ انھون نے زانی کو آگ سے جلا دیا باوصف اسکے کہ وہ یہ کہتا رہا کہ مین مسلمان ہون اور دست چپ چور کا کاٹ ڈالا حالانکہ وہ خلاف شرع ہی اور خلاف شرع کے حکم کرنا گناہ ہی پھر اس سے معلوم ہوا کہ وہ معصوم نہ تھے ولیکن ایسی باتین امامت و عدالت کے منافی نہین ہوتین انتہی محصل کلامہ اب لائق انصاف منصفین کے امر ہی کہ جو حکم خدا نے نازل نہین فرمایا قرآن مین اسکے ساتھ حکم کرنا اس سے اُس امام پر جو حافظ شریعت اور مبین احکام ملک علام ہو جائز رکھا اور اس حکمرانی کو منافی امامت نہ جاننا کیسی بات ہی واقع مین تو یہ ہی کہ ایسی باتین انھین سے سرزد ہوتی ہین جو جہل پسند ہون والا عالم اور حق پسند کبھی خلاف حق کو اختیار و پسند نہ کرے گا جناب اخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ یہ تین صفتین متکلمین امامیہ نے ذکر کرکے کہا ہی کہ چاہیے جو اوصاف پیغمبر مین مذکور ہوے وہ سب امام مین ہون

تیسری شرط امامت

ساتھ اِس بات کے کہ امام کے نسب مین شبہ نہو اور باپ اُنکے دنی اور مان اُنکی غیر عفیفہ نہون اور جو عیوب کہ موجب تنفر
خلق کا ہوتے ہین اُس سے بھی مبرا ہون جیسا کہ خورہ ہو اور مبیسی ہو اور کوری ہو اور گنگ ہونا ہو اور درشت خو ہونا اور
کج خلق ہونا اور بخیل ہونا اور دنائت نفس کے اور دنائت صنعت کے مثلاً جولاہی اور حجامی یا وہ افعال جو ضعف عقل پر
دلالت کرتے ہین اور مثل اُنکے سب سے بری اور پاک ہو اور سلطان المحققین خواجہ نصیر الدین رحمہ اللہ سے کہ انھون نے
بعض رسائل مین اپنے فرمایا ہو جیسا کہ جناب سید سند نے نقل فرمایا ہو کہ امامت مین آٹھ شرطین معتبر ہین پہلی امام کا
معصوم ہونا گناہان کبیرہ و صغیرہ سے اِس معنی کے ساتھ جو مذکور ہو چکے دوسری یہ کہ امام عالم ہو ہر اُس چیز سے
جسکی طرف امام ہونے مین محتاج ہو علوم دینی اور دنیوی سے مثل احکام شرعیہ کے اور سیاسات مدنیہ اور آداب جسکے
اور دفع کرنا دشمنان دین کا اور اُنکے شبہون کا رفع کرنا کیونکہ امامت کی غرض بدون اُسکے حاصل اور تمام نہین ہوتی
تیسری شجاعت ہو تاکہ بسبب دلاوری کے جو فتنے برپا ہون اُنھین دفع کرے اور اہل باطل کو گرائے اور مضمحل کرے
اور دین حق کو غالب کرائے والا اگر خود امام جو سرگروہ ہو معرکہ سے بھاگ جائیگا تو دین خدا کو ضرر عظیم پہونچے گا
بخلاف اُسکے کہ رعایا سے بعض بعض بھاگ جائین کہ اِس صورت مین بہت ضرر دین خدا کو عارض نہوگا چوتھی یہ
کہ جملہ صفات کمال مین مثل شجاعت و سخاوت و مروت و کرم و علم کے اور جو کہ صفات کمال ہین اُنمین سب
رعیت سے زیادہ کامل ہو والا تفضیل مفضول لازم آئیگی اور وہ عقلاً قبیح اور بدیہی پانچوین یہ کہ جو عیوب کہ تنفر
خلق کا سبب ہوتے ہین اُنسے پاک ہو خواہ یہ عیوب خلقی ہون مثل خورہ و مبیسی کے یا متعلق باخلاق ہون جیسا کہ حرص و
بخل و کج خلقی ہو یا جبلی نسب مین ہو مثل دنائت نسب کے جیسا ولد الزنا ہونا ہو یا یہ کہ نسب اُسکا یا اُسکے آبا و اجداد کا متہم ہو
کیونکہ تہمت نسب بھی عیب ہی خواہ یہ عیوب فروع مین ہون جیسا کہ صنعتہائے پست ہین یا افعال رکیکہ ہین کیونکہ
یہ سب امور لطف کے منافی ہین چھٹی یہ کہ حق تعالی کے نزدیک اُسکا قرب و منزلت سب سے زیادہ ہو اور عبادت اور
زہد و طاعت اُسکی سب سے بڑھی ہوئی ہو ساتوین یہ کہ اُس سے معجزے ایسے ظاہر ہون کہ اور سب اُنمین عاجز ہون یہان تک
کہ ضرورت کے وقت پر وہ اُسکے امام برحق ہونے پر دلیل ہون آٹھوین یہ کہ امامت اُسکی عام ہو اور سب اُنمین امامت کا
انحصار ہو سکے زمانے مین دوسرا امام نہو والا رعیت مین فساد کا موجب ہوگا اور اِس مدعا کا اثبات اجماع و احادیث
متواترہ سے اولی ہو اور شمع الیقین مین حسن بن رزاق نے لکھا ہو کہ اکثر حضرات اہلسنت نزدیک امام مین آٹھ شرطین معتبر جانی ہین
پہلی اجتہاد اصول و فروع دین مین دوسری امور حرب مین واقفیت تیسری شجاعت چوتھی عدالت پانچوین
کمال عقل چھٹی آزاد ہونا ساتوین مرد ہونا آٹھوین بالغ ہونا اسلیے کہ عقل عورتون کی اور بچون کی ناقص ہوتی ہی
انتہی اور جواب اُسکا یہ ہو کہ جو انھون نے پہلے اجتہاد کو شرط امامت جانا ہو پس اُسکی تحقیق تفصیل کے ساتھ پہلی فصل مین
اِس کتاب کی مذکور ہوئی اور یہ بیان ہو چکا کہ دو معنی سے اجتہاد کا استعمال ہوتا ہو ایک استنباط کرنا احکام کا کلام الہی

اور حدیث جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ سے اور یہ معنی حق ہی لیکن یہ مقصود مصطلح حضرات اہلسنت کا نہین ہی اور
اگر مقصود ہو بھی تو فضلیت مین داخل ہوگا جو ہمنے کہا ہی دوسرے اجتہاد کا استعمال بمعنی اختراع احکام مین ہوتا ہی
جو اپنی خواہش کے موافق کیا ہو اور یہ بدعت وضلالت ہی اور کسی کو جائز نہین ہی پھر کیونکر امامت کی شرط ہو سکتا ہی
اور بر تقدیر اسکے کہ اسکی صحت کو تسلیم کرین تو پھر وہ بھی افضلیت مین داخل ہو جائیگا اور دوسری اور تیسری اور
پانچوین شرط افضلیت مین داخل ہین اور چوتھی شرط عصمت مین داخل ہی اور بالغ ہونا امام مین ضرور نہین ہی جیسا کہ نبی
ہونے مین ضرور نہین والا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سن کودکی مین مبعوث و پیغمبر نہوتے اور چھٹی اور ساتوین شرط
البتہ مسلم ہی بسبب ان نصوص کے جو امامت حضرت امیر المومنین اور انکی اولاد طاہرین کے امام ہونے مین وارد ہوئی ہین
اور انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ مذکور ہونگی حالانکہ بعض وجوہ سے آزاد ہونا اور مرد ہونا بھی افضل ہونے مین داخل ہین کیونکہ اگر یہ
نہو تو نقص ہوا اور ناقص افضل نہین ہو سکتا اور اس سے معلوم ہوا کہ تحقیق علماے شیعہ کی اس اشتراط مین بھی بہت ابلغ
و اکمل ہی والحمد للہ علی ذلک کلہ باطنا و ظاہرا تتمہ کلام اس مقام پر یہ ہی کہ جب یہ خوب ثابت ہوا کہ امام کو چاہیے کہ
معصوم ہو تو یہ بھی ضرور ہی کہ خدا اور رسول اور امام سابق کی طرف سے لاحق کے واسطے نص ظاہر ہوئی ہو یا اسکی تصدیق
ہوئی امامت کے واسطے اسکے ہاتھ پر حق تعالیٰ نے معجزہ ظاہر فرمایا ہو اور اثبات امامت کا طریقہ شیعون کے نزدیک
انہین دو چیزون مین منحصر ہی اور چونکہ حضرات اہلسنت نے امام کا نصب کرنا خلق پر واجب کیا ہی اور عصمت کو
شرط نہین گردانا اسلیے وہ نص سابق کے لاحق کے لیے بھی قائل نہین ہوے جیسا کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے
لکھا ہی کہ اسکا خلاصہ یہ ہی کہ چوتھا عقیدہ یہ ہی کہ امام کو لازم نہین ہی کہ خدا کی طرف سے منصوص ہو کیونکہ اسکا نصب کرنا
مکلفین کے ذمہ پر واجب ہی کہ جب وقت حاجت ہو اسوقت وہ موافق مصلحت وقت کسی ایک شخص کو اپنی جماعت
اہل اسلام سے رئیس بنالین پس اسکی تعیین مفوض انکے صوابدید کی ہوگی تاکہ اسکی اطاعت مین قصور نہ کرین اور جو شکل
شہو کہ اپنے بنائے ہوے کو گرانا نہین چاہیے اسکا سب لحاظ رکھین الخ انتہی خلاصۃ کلامہ گر ناظرین حقیقت پر
بخوبی واضح ہوگا کہ یہ امر بھی بہت لائق تعجب ہی کہ خلق کی صوابدید کو امر امامت مین خالق کی صوابدید پر ترجیح دیتے ہین
اور اگر خدا کی جانب سے منصوص ہو تو کہتے ہین کہ مثل جملہ احکام شرعیہ کے اسکے نصب کرنے مین بھی مساہلت اور
مداہنت واقع ہوگی اور جو اغراض کہ امام کے نصب کرنے مین منظور ہین وہ ضائع ہونگی حالانکہ امام کا نصب کرنا
خلق پر بھی بر تقدیر فرض صحت اس دعوے کے ایک حکم احکام الٰہی سے ہوگا خصوصا جب رعایت ان شروط کی
کیجاے جو امام مین معتبر ہین پس بنا بر انکے قول کے یہ لازم آتا ہی کہ خلق ایسے امام کے نصب کرنے مین جو معصوم اور منصوص
من اللہ و من الرسول و من الامام السابق ہو مساہلہ کرینگے بلکہ ہمیشہ ایسا ہی کرتے آے ہین اور اگر یہ نہوتا تو حقیقت مین مردمان
بے حقیقت و بدبخت دل اور فاجرہ و جابرہ ظالم مثل معاویہ اور یزید کے خلافت کی نوبت باوصف موجود ہونے آل رسول کے

جو لائق امامت تھے کیونکر آتی اور یہان تک تو ہوا کہ شارح وقائع نے لکھا ہی کہ ولا یحد الامام حد الشرب لانہ نائب
عن اللہ یعنی اگر امام شراب پی جاے تو جو شراب پینے والے کے لیے خدا نے حد مقرر فرمائی ہی وہ امام پر جاری
نہ کی جائیگی اسلیے کہ وہ خدا کی طرف سے نائب ہی خلق پر پھر اس سے ظاہر ہی کہ کیسے کیسے امام ہوے ہین اور کسقدر
انکی رعایت مخالفت شرع مین جائز رکھی گئی ہی مولنا احمد اردبیلی علیہ الرحمہ نے اس عبارت شارح وقائع کا ترجمہ جو
فرمایا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ یعنی جو حد کہ شرع مین شارب الخمر کے لیے مقرر ہوئی ہی وہ اُس امام کے لیے کہ جسنے شراب
تجرع فرمایا ہو اجرا نہین ہو سکتی اس جہت سے کہ وہ نائب ہی خدا کی طرف سے پس یہ گستاخی اسکی نسبت جائز ہوگی
انتہی محصل کلامہ اسکنہ اللہ بحبوحۃ جنانہ سبحان اللہ کیا اچھی بنیاد رکھی گئی اور کیسے ظلم و بیداد کی بنا برپا کی گئی کہ
اُس ظلم و بیداد کے وہ ثمرے حاصل ہوے جیسے شارح عقائد نے بھی اعتراف الحق بہ اپنی زبان سے کہہ دیا کہ انتشر الجور
من الائمۃ والامراء بعد الخلفا اور حقیقت مین یہ ہی کہ یہ اعتراف انتشار ظلم و جور کا تو اعتراف حضرات اہلسنت کا ہی
اور شیعہ تو انتشار جور و ظلم کو نبی کے بعد سے علی ما ہو الحق کہتے ہین کہ خلق مین شائع ہوا حتی ال الامر الی ما آل و
جری علی اہل البیت والال ماجری من ہلاک النسل والاستیصال اور پر ظاہر ہی کہ یہ سب ثمرہ ہی صوابدید خلق
اور اختیار بندگان کا تھا والا کیا ممکن تھا کہ امام معصوم و منصوص من اللہ سے یہ مفاسد واقع ہوتے جناب مولنا
احمد اردبیلی نے حضرت امام ہمام موسی ابن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہی کہ اُن جناب نے تفسیر مین اس
آیہ وافی ہدایہ کے ومن اضل ممن اتبع ہواہ بغیر ہدی من اللہ فرمایا ہی کہ مراد اس سے یہ ہی کہ کوئی زیادہ گمراہ اُس سے نہین ہی کہ
بمجرد اپنی خواہش کے بے اسکے کہ خدا اور رسول نے فرمایا ہو کسی کو خواہ بذریعہ بیعت کے یا اور کسی طریقہ سے خدا کا
خلیفہ اور جانشین جانے انتہت الروایہ اور اتباع والتزام اس قول کا کہ اپنے بناے ہوے کو بگاڑنا نہ چاہیے البتہ
دربارہ تخریب آل رسول ہوا کیونکہ خلیفہ ثانی نے بنی امیہ اور آل سفیان کو باوصف اسکے کہ وہ لائق اسکے نہ تھے کہ
اہل اسلام پر حاکم کیے جائین لیکن روز بروز انکو ایسی قوت دی کہ مالک رقاب ہوے یہان تک کہ رفتہ رفتہ معاویہ
بن ابی سفیان کا اسقدر امر حکومت مین استحکام ہوا کہ اُس امام زمان سے جسے پیغمبر نے فرمایا تھا کہ حربک حربی کیسے کیسے
مقابلے اور محاربے کیے کہ ہزارہا مسلمانون کی ہلاکت کی نوبت پہونچی اور آخر کو موافق ایک جماعت کے حضرات
اہلسنت سے وہ بھی خلیفہ ہوا اور اسکا بیٹا بھی یزید موافق اپنے باپ کی نص کے اور باجماع اہل حل و عقد خلیفہ ہوا
اور انھون نے جو جو ظلم و جور و فسق کہ چاہا عمل مین لاے اور پرانی عداوتین جو ایام جاہلیت کی دل مین تھین اُنھین
اپنے سینہ پر کینہ سے نکالا لیکن اس فسق و جور کا ظاہر ہونا منصب امامت سے اُنکے معزول کرنے کا باعث اسی مقولہ
کی رعایت سے نہوا والا اور مقام پر تو ہم دیکھتے ہین کہ اسکی پابندی نہین ہوئی کیونکہ خلیفہ ثالث حضرات اہلسنت کو
مہاجرین و انصار نے اپنے اختیار سے خلیفہ بنایا تھا اور نصب کیا تھا لیکن آخر مین پھر انکی اطاعت مین قاصر ہوے اور

اپنے بنائے ہوئے کو ایسا گرایا کہ کیسی ذلت و خواری سے انھین مارا اور تین روز تک انھین دفن نہونے دیا اور جب تین روز کے بعد حکیم بن حزام نے انکے دفن کرنے کا ارادہ کیا تو پتھر انکے جنازے پر مارے اور بھی طلحہ و زبیر نے حضرت امیر المومنین سے بیعت کی اور پھر آنحضرت کی اطاعت سے قصور کیا یہان تک کہ آنحضرت سے لڑنے کو اٹھے اور نوبت ہزارہا مومنین کی ہلاکت کی پہونچی اور بھی اہل مدینہ نے پہلے اپنے اختیار سے یزید ابن معاویہ کو خلیفہ بنایا اور اُس سے بیعت کی اور پھر اسکی اطاعت سے قصور کیا اور اسکی بیعت کو توڑا مگر عبد اللہ بن عمر کہ وہ اسکی بیعت پر ثابت قدم رہے اور سب کو یزید کی بیعت کے توڑنے سے منع کرتے تھے اور روز قیامت سے ڈراتے تھے پھر اس صورت مین اب وہ قول کہ اپنے بنائے کو گرانا چاہیے کہان ہر جگہ صادق آسکتا ہی اسکے علاوہ جو شاہ صاحب نے فرمایا وہ بطلان اجماع کو بھی مستلزم ہوتا ہی اور وہ باطل ہی اور جب یہ ہوا تو وہ مقولات بھی چاہیے کہ باطل ہون کیونکہ یہ طریقہ اثبات امامت کا کہ نص رسول اور امام سابق ہو حضرات اہلسنت کے بھی نزدیک مقبول ہی جیسا کہ صاحب مواقف نے کہا ہی انہا تثبت بالنص من الرسول والامام السابق بالاجماع اس صورت مین لائق تامل یہ امر ہی کہ اب جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ اگر امام خدا کی طرف سے منصوص ہو مثل سائر احکام شرعیہ کے تو سکی ہی نصب مین مداہنت و مساہلت واقع ہوگی اور جو اغراض کہ امام کے نصب کرنے سے منظور ہین وہ ضائع ہونگے اور یہی طرح جو پہلے انھون نے فرمایا ہی کہ اگر ہم بتامل دیکھین تو معلوم کر سکتے ہین کہ امام کا خدا کی طرف سے منصوب ہونا بہت سے مفاسد کا متضمن ہی کیونکہ عالم کی رائین مختلف ہوتی ہین الخ ماذکرہ یہ سب آیا منافی اور معارض اس مسئلہ اجماعیہ کے ہی یا نہین اب صاف کہین کہ خدا اور رسول اور امام سابق کی نص جب اغراض امامت کے منافی ہی اور ضیاع مصالح امت کا باعث ہی اور مفاسد کثیرہ کو متضمن ہی تو پھر کیا وجہ ہی کہ حضرات اہلسنت نے باتفاق اہل حل و عقد نص رسول اور نص امام سابق کو مقبول رکھا اور جو نکتہ سنجی شاہ صاحب نے ظاہر فرمائی وہ ان سب حضرات کی خاطر مین نہ گذری اور کسی کا فہم اس دقیقہ تک پہونچا حقیقت مین تو یہ ہی کہ اگر غور کیا جاے تو معلوم ہوتا ہی کہ یہ بات کہان سے کہان تک پہونچتی ہی آیا شمعون الصفا کا وصی ہونا اور جناب ہارون کا خلیفہ ہونا حضرت موسی ابن عمران کے لیے منصوص تھا اور اس سے قطع نظر کرکے دیکھیے کہ اگر نص بیکار ہی تو خلیفہ اول نے جو خلیفہ ثانی کے لیے نص کی تھی وہ کیون بیکار نہوئی شاملہ اسکے جواب مین اُدھر سے یہ کہا جاے کہ چونکہ حضرات اہلسنت افعال خدا کو معلل باغراض و مصالح نہین جانتے اسلیے عجب نہین کہ نص خدا کو متضمن مفاسد کثیرہ جانین اور نص خلیفہ اول کو متضمن مصالح کا سمجھین لیکن اسکے بنا پر بھی دلیل عقلی انکی برہم ہو جائیگی کیونکہ اتباع نص کا تفویض اختیار امت کے غیر ہی اور جب معلوم ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ حضرات اہلسنت کے نزدیک امامت کا ثبوت انھین دو طریق مین منحصر نہین ہی جیسے اثبات امامت مین شیعہ منحصر جانتے ہین اور ہمنے اُس سے ذکر کیا ہی بلکہ وہ باجماع اہل حل و عقد بھی امامت کا اثبات کرتے ہین اور جہان کہین اثبات امامت مین اپنے

خلفا کے بعد دیکھتے ہین تو اس سے بھی زیادہ توسیع و مساہلہ کے کاربند ہوتے ہین جیسا کہ صاحب مواقف نے کہا ہی کہ
واذا ثبت حصول الامامة بالاختیار والبیعة فاعلم ان ذلک الحصول لا یفتقر الی الاجماع اذ لم یقم علیه دلیل من العقل
والسمع بل الواحد والاثنان من اهل الحل والعقد کاف فی ثبوت الامامة ووجوب اتباع الامام علی اهل الاسلام انتہی اب یہ امر بہت غور کے
لائق ہی کہ خدا اور رسول کا نصب فرمانا امام کو مستلزم مفاسد کا کہا جاے اور ایک شخص کی بیعت کرنے سے امام کا منصوب
ہونا معتبر ہو جاے یہ خوب بات ہی کہ خدا اور رسول کے نصب فرماے ہوے ہین تو کہتے ہین کہ اختلاف آرا ے مردم کا مانع ہی
اور اسی لیے حکم خدا اور رسول کو ساقط کیا اور اس اسقاط حکم مین متمسک اسی بات کے ہوے کہ اگر نصب امام خدا کی طرف سے
ہو تو چونکہ اختلاف آرا ہی اس سے مفاسد پیدا ہونگے اور تعمیل حکم کی نہو گی لیکن جو امام کہ ایک شخص کی بیعت کرنے کے ذریعہ سے
منصوب ہو جاے انکی امامت کے لیے اس اختلاف آرا کے قضیہ کو مانع نہین جانتے اور ایسے امام کی اطاعت و
فرمان برداری کو جو بمجرد ایک دو شخص کی بیعت سے ہو تمام خلق کی گردن پر واجب کہتے ہین یہان اسکا ڈر نہین ہی کہ
آدمیون کی اختلاف آرا سے کیسے فتنے برپا ہونگے اور اگر اس جگہ پر بھی کچھ تو ان فتنون کا اندیشہ ہوتا تو یہ کسطرح ہو سکتا تھا
کہ تنہا خلیفہ ثانی کی بیعت کرنے سے دفعۃً کہ خود انھین کے قول سے جنھون نے بیعت پہلے فرمائی تھی مصداق کانت
بیعة ابی بکر فلتة وقی الله شرها فمن عاد الی مثله فاقتلوه کا تھا اکتفا کرکے انکی اطاعت و فرمان برداری کو سب
خلق کی گردن پر واجب کرتے اور مضبوط ضابطہ اور سنت جاریہ بطرز مصادرہ علی المطلوب قرار دیتے انکے لیے جو قیامت تک
ہونے والے تھے جیسا کہ کہا گیا ہی کہ ان الصحابة مع صلابتهم فی الدین اکتفوا فی عقد الامامة ببیعة الواحد والاثنین
کعقد عمر لابی بکر وعقد عبد الرحمن بن عوف لعثمان ولم یشترطوا فی عقدها اجماع من فی المدینة من اهل الحل
والعقد فضلا عن اجماع الامة من علماء امصار الاسلام ومجتهد جمیع اقطارها ولم ینکر علیهم احد لیکن بڑے
تعجب کی بات ہی کہ اس فعل کا اتباع کیا اور اس سے ضابطہ بنایا اور اسکے متمسک ہوے لیکن خلیفہ ثانی کا جو قول اور
ضابطہ اسکے لیے مقرر فرمایا ہوا تھا فمن عاد الی مثله فاقتلوه اس سے بالکل چشم پوشی کی یہ اطاعت بھی عجب ہی کہ
فعل خلیفہ کی اطاعت اور قول انکا متروک اور واجب الطاعت نہین بالجملہ یہ حال ہی اختیار مردم کا جسپر نصب امام کی
بنا رکھی ہی فاعتبروا یا اولی الالباب آٹھوین انارہ یہ ہی کہ اہلسنت منصب بزرگ امامت کو فروع احکام سے قرار
دیتے ہین اصول اعتقاد سے نہین جانتے جیسا کہ کتاب مواقف مین اور اسکی شرح مین انکی تصریح اسطرح واقع ہی مباحثہ
لیست من اصول الدیانات والعقائد خلافا للشیعة بل هی عندنا من الفروع المتعلقة بافعال المکلفین
جناب مولانا احمد اردبیلی نے فرمایا ہی کہ دوسرا تعجب یہ ہی بہت سے علما حضرات اہلسنت سے مثل شارح مواقف کے
امامت کے مسئلہ کو فروع دین سے جانتے ہین اور کہتے ہین کہ ہمین بحث کرنا اس سے واجب نہین ہی ہمین تقلید کافی ہی
اور خدا اور رسول کی نص فرمانے کو اسمین دخل نہین ہی اور ایک جماعت انمین سے مثل قاضی بیضاوی کے کہ انھون نے

کتاب منہاج مین اور اُسکی جو شرح کرنے والے ہین وہ اِس بات پر ہین کہ یہ مسئلہ اعظم مسائل اصول دین سے ہی اور اُسکے
مخالف کو کافر اور مبتدع سمجھتے ہین اور ایک شخص نے علماے حنفیہ سے اپنی کتاب مین جو باسم فصول مشہور ہی کہا ہی کہ
جو شخص کہ امامت ابی بکر کا قائل نہو وہ کافر ہی بلکہ ایک جماعت اُنمین سے اُس شخص کے قتل کی درپے ہوتی ہی جو خلیفہ اول کی
امامت کا نہ قائل ہو یا یہ کہے کہ پیغمبر خدا کے بعد علی ابن ابیطالب بلا فاصلہ امام ہین تو اُسکے قتل کے مرتکب ہوتے ہین اور
بمجرد اِسکے کہ ایک فرع کو نجانے کافر یا قتل کے لائق نہین ہوتا اور وہ حدیث جسکو حمیدی نے کتاب جمع بین الصحیحین مین
نقل کیا ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہی کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ بھی اِسپر دلالت کرتی ہی اور ایمان زبان کی
تمام قرآن سے تفسیر کرنا جیسا کہ بعض حضرات اہلسنت نے کہا ہی یا بعض قرآن سے تفسیر کرنا مثل فاتحہ یا سورے کے
اِس جہت سے کہ نماز مین اُسکا پڑھنا واجب ہی محض ہاتھ پاؤنکا گم کرنا ہی انتہی ملخص کلامہ رحمہ اللہ اور واقع مین یہ ہی کہ
یہ کلام مجمل ہی اور حقیقت مین یہ ہی کہ امامت کا اصول دین سے ہونا عقل و نقل دونون سے بہت مبرہن اور واضح ہی
کیونکہ عقلاً یہ امر بخوبی ثابت ہی کہ علوم دینیہ بھی دو قسم ہین ایک وہ کہ مقصود اُنسے نفس علم ہی دوسرے وہ کہ جنسے مقصود اُسپر
عمل کرنا ہی پہلا حکمت نظری اور اصول دین ہین مثل خدا اور رسول کے پہچاننے کے اور اُنکے ساتھ ایمان لانے کے اور دوسری
قسم حکمت عملی اور فروع دین ہین جیسا کہ مثلاً پہچاننا اِس بات کا کہ روزہ کیونکر رکھتے ہین اور نماز کیونکر پڑھتے ہین
اور زکوٰۃ کسطرح دیتے ہین کیونکہ غرض قسم اول ہین علم و معرفت سے نفس تصدیق اور اذعان و اعتقاد ہی اگرچہ عمل کرنا
اُسپر بواسطہ یا بوسائط متفرع اور پیدا ہوتا ہی اور قسم ثانی کے جاننے کی غرض یہ ہی کہ اُسپر عمل کرے فقط اُسکا علم حاصل کرنا
مقصود بالذات نہین ہی بلکہ وہ علم ذریعہ اور وسیلہ عمل کا ہوتا ہی اور جو شخص کہ پہلی قسم مین مقصر ہوگا وہ درجۂ ایمان و اسلام سے
باہر ہو جائیگا اور جو دوسری قسم مین مقصر اور اُس سے جاہل ہوگا وہ اگر معذور نہو تو گنہگار ہوگا نہ یہ کہ ایمان سے خارج
ہو مگر یہ کہ وہ ضروریات دین و ایمان سے ہو کہ اِس صورت مین اُسکا حکم بھی حکم قسم اول کا ہوگا اور لوازم کے ایک ہونے سے
اتحاد ملزومات پر دلیل نہین لاسکتے کیونکہ جائز ہی کہ لازم عام ہو اور جبکہ فرق اصول و فروع مین بیان ہو چکا تو جاننا چاہیے
کہ اگرچہ حضرات اہلسنت بسبب اِسکے کہ نصب امام کو خلق پر واجب جانتے ہین اور یہ تکلیف نہین ہی مگر تکلیف عملی تو اِس
جہت سے اُسے مسائل فروع سے شمار کر سکتے ہین جیسا کہ شارح مواقف نے کہا ہی کہ ہی عندنا من الفروع المتعلقۃ
بافعال المکلفین لیکن یہ بھی گمان باطل ہی اور از قبیل بناے فاسد علی الفاسد ہی کیونکہ ہمنے بہت تفصیل کے ساتھ
اُسے ثابت کیا جس سے بخوبی معلوم ہو چکا کہ امام کا نصب کرنا خدا پر واجب ہی جیسا کہ انبیا کا مبعوث فرمانا واجب ہی
اور بندون کو کچھ اُسمین مداخلت نہین ہی پس اِس صورت مین تکلیف شرعی فرعی اُسکے ساتھ متعلق نہوگی اور مقصود اُنکی
معرفت سے یہ ہی کہ اُنکی امامت کے ساتھ اذعان و اعتقاد کرین اور نہ پہچاننا اُس امام کا موت جاہلیت کے ساتھ محکوم ہی
جیسا کہ معارف اصولیہ کی شان ہی اور منجملہ ادلۂ نقلیہ کے نص صریح وہ حدیث متفق علیہ ہی جو پیغمبر خدا نے فرمایا ہی من مات

ولم یعرف امام زمانہ مات میتة جاهلیة کیونکہ اگر امامت فروع سے ہوتی تو اُسکی معرفت کا مقصر گنہگار ہوتا نہ یہ کہ
ایمان سے خارج ہو جاتا اور یہ بھی نہین کہہ سکتے کہ انکار کرنے سے فروع ضروریہ مین بھی موت علی الجاہلیۃ متصور ہے
پس موت علی الجاہلیۃ سے یہ لازم نہین آتا کہ امام کی معرفت اصول دین سے ہو کیونکہ پہلے ہم یہ کہتے ہین کہ انکار کرنا
ضروری فرعی سے مستلزم اسکا ہے کہ اس منکر نے ما جاء به النبی سے انکار کیا اور اسکا انکار نبوت کے انکار کو اور نبی کی تصدیق
نہ کرنے کا مستلزم ہے اور یہی جاہلیت ہے پس ایسے امور مین بسبب عدم تصدیق کے کفر ہوتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی
تصدیق کرنا اصول ایمان سے ہے اور ما جاء به النبی یہ فروع ایمان سے ہے اسی طرح نہ پہچاننا امام کا کہ معنی کی راہ سے
اسکی تصدیق نہ کرنا ہے یہ ایمان مین مخل ہے اور اسکی شناخت و معرفت عین ایمان ہے پس یہ بالضرور اصول دین سے ہوگا
نہ فروع دین سے اور اسکا قیاس ضروری پر نہین ہو سکتا کیونکہ جو بے واسطہ مستلزم کفر ہو اور جو بواسطہ مستلزم کفر ہو
اسمین فرق ہے اور یہ بات بہت ظاہر ہے کہ اسمین پوشیدگی نہین ہے اور دوسری تقریر تفہیم سے قریب یہ ہے کہ اول مقدمہ
کتاب مین ہم علوم ضروریہ کو منحصر تین علمون مین کر آئے ہین ایک خود شناسی دوسرے خداشناسی تیسرے فرمان
خداشناسی اور اصول دین مین انہین شناختون کا جاننا اور بیان ہوتا ہے کیونکہ توحید و عدل علم خداشناسی مین داخل ہین
اور نبوت و امامت اصل فرمان خداشناسی مین ہے اسلیے کہ فرمان خدا کو شرع سے پہچان سکتے ہین اور شرع کا جاننا
محتاج ہے اسکا جو شرع کو لایا اور جو اسکے بعد اسکا حافظ اور مبین ہے اور لانے والا نبی ہے اور حافظ و مبین امام ہے اور معاد
داخل علم خودشناسی مین ہے اور جب اس سے معلوم ہو چکا کہ معرفت امام اصول سے ہے تو اب فرع سے کسطرح اسے گردان سکتے ہین
مگر یہ کہ امام سے مراد وہ امام لین جو حافظ و مبین شرع نہو اور کچھ امور شرعیہ سے اُسے تعلق نہو بلکہ امور دنیا مین بطور متغلبین
متصرف ہو یا امام البتہ نہ محتاج نص کا ہوگا نہ امور شرعیہ مین محتاج الیہ ہوگا اور چونکہ اکثر ائمہ حضرات اہلسنت کے
ایسے ہی تھے اسلیے وہ معرفت امام کو اصول دین سے نہین جانتے ہین لیکن واقع مین بحث امام سے اور معرفت امام کا
اعتقاد حاصل کرنا اصول دین سے ہے اور انہین علوم ضروریہ سے ہے جسے حکما حکمت الٰہی اور اہل شرع معرفت کہتے ہین نہ
غیر اسکے اور تیسری تقریر تفہیم کو اہل علم کے یہ ہے کہ جو امور یقینی ضروری فرعی ہین اُنکی معرفت کی دو قسمین ہین ایک یہ کہ انہین
اس حیثیت سے جانین کہ وہ ایک حکم احکام الٰہی سے ہے تاکہ اُس سے انکار نہ کرے مثلاً یہ جاننا کہ نماز پنجگانہ واجب ہے
اور اسکے واجب ہونے کا جو منکر ہو اُسنے ضروری سے انکار کیا اور وہ کافر ہے دوسرے اسکا پہچاننا اسلیے کہ اسپر عمل کرے
اور ہر ایک صورت ان دونون سے ایک قسم علم کی ہے جو متعلق بعملیات ہے اور ضابطہ اصول سے باہر ہے لیکن پہلی قسم کو اسکے
یقینی ہونے کی راہ سے کبھی اصول دین مین شمار کرتے ہین لیکن یہ معنی لفظ اصول کے دوسرے ہین اور امام منصوب کا
پہچاننا جو خدا کی طرف سے ہو از جملہ علم عملی نہین ہے پس امام کے نہ پہچاننے سے جو موت بحال کفر ہوئی ایس راہ سے
نہین ہے کہ انکار ضروری عملی کا کیا بلکہ اس راہ سے ہے کہ انکار ایک اصل سے از جملہ اصول علمی کیا اور نص سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے

کیونکہ اگر نصب امام باختیار خلق ہوتا تو خلق اپنے بنائے ہوئے کو خود ہی پہچانتی تاکید و تہدید کی حاجت کیا ہوتی
اور اگر نہ پہچانتی یا انکار ایک شخص خاص کی امامت سے کرتی تو چونکہ مسئلہ ضروری یہ نہ تھا اسلیے ہرگز موت جاہلیت
لازم نہ آتی حاصل یہ ہو کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ امام کو چاہیے کہ خدا کی طرف سے منصوب ہو اور دلیل عقلی او رنقلی اسپر
قائم ہو چکی تو اب امامت اصول دین سے و ایمان سے ہوگی نہ فروع دین و ایمان سے کہ جو فعال بندگان سے تعلق
رکھتی ہو مصنف کتاب شمع الیقین نے کہا ہو کہ معتزلہ نصب امام کے وجب ہونے کو امت پر اس حجت کے ساتھ تمسک
ہوتے ہین کہ امام کا نصب کرنا مشتمل دفع ضرر پر ہو جو مظنون ہو اور دفع کرنا ضرر مظنون کا وجب ہو عقلاً پس امام کا نصب
کرنا وجب ہو اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ وہی دلیل ہو جو پہلے اشاعرہ سے منقول ہوئی تھی کہ امین عقلا کے مقام اجماع کہا تھا
اور اسکا جواب بھی ضمن مین اسکے مذکور ہو چکا ہو اور مجمل اسکا جواب یہ ہو کہ دفع ضرر کا وجب ہونا مسلم ہو عقلاً لیکن جو اسکا
فاعل ہو اسپر نہ دوسرے پر پس اس ضرر کا دفع کرنا اور امام کا نصب کرنا اگر امت کا فعل ثابت ہو جائے تو امت پر وجب
ہوگا اور یہ عین محل نزاع ہو اور اس دلیل کا دور پر مبنی ہونا صریحاً ثابت ہو اور بگر بنا بر اس بات کے کہ امام کا منصوب فرمانا
خدا پر وجب ہی جیسا کہ وہی حق ہو اور شیعون کا مذہب ہی تو پھر جو اس کام کے مباشر ہوئے انھون نے خدائی مین تصرف کیا
اور جو کام حق تعالی کا تھا اسے غصب کیا اور پھر اس صورت مین وہ تجاوز کرنے والے مرتبہ عبودیت سے اور مستحق عذاب
ہونگے ورغرض اس بیان سے یہ ہی کہ بنا بر اس مذہب کے تنہا غصب کرنا امامت ہی کا لازم نہین آتا بلکہ رتبہ ربوبیت بھی
مغصوب ہوتا ہو اعاذنا اللہ عنہ بالجملہ جبکہ خدا کی طرف سے ثابت ہوا کہ امامت نبوت کی نظیر ہو اور دونون کی طرف ایک
طرح کی حاجت ہو اور ایمان و اسلام بے اسکے تمام نہین ہو سکتا اور جو شخص کہ امام زمان کو نہ پہچانے اور مر جائے وہ کافر ہو جیسا کہ
اس بارے مین جو دلیلین ذکر کی گئین اسنے بخوبی یہ امر ظاہر ہو تو ثابت ہوا کہ امامت کا مسئلہ مسائل اعتقادیہ یقینیہ سے ہو اور از
جملہ ارکان اور اصول دین کے ہو نہ مسائل ظنیہ اور فروع سے ہو جیسا کہ حضرات اہلسنت اسکا اعتقاد فرماتے ہین اور یہ بات بھی
بہت غرائب افعال سے انحضرت کے ہو کہ باوجود اسکے کہ یہ اعتراف کرتے ہین کہ حاجت طرف نبی اور امام کے ایک ہی اور جو
امام کو نہ جانتا ہو اس سے جاہل ہو وہ اسلام سے خارج ہو پھر بھی نبوت کو اصول سے جانتے ہین اور امامت کو فروع مین داخل
کرتے ہین واضح ہو کہ جب یہ امر جانا گیا کہ اصول دین مسائل علمیہ ہین اور فروع دین مسائل عملیہ ہین تو یہ چاہیے کہ دین کا منکر بمفاد
قول خداوند عالم ان الدین عند اللہ الاسلام دائرہ اسلام سے خارج ہو اور اس ضابطہ کا مقتضی یہ تھا کہ طبقہ اسلام مین جو
مخالف مذہب شیعہ ہون وہ اہل اسلام کے شمار مین نہون جیسا کہ ایک جماعت نے علماء سے مثل سید مرتضی علم الہدی اور سید
حیدر اور شیخ یوسف بحرانی نے کہا ہو کہ منکر امامت کا کافر ہو لیکن مذہب مشہور اس بارے مین جیسا کہ جناب سیار شارح
حدیقہ مین فرمایا ہی یہ ہو کہ ظاہر شرع مین اسلام کے احکام انپر جاری ہوتے ہین اگرچہ معنی اسکے خلاف ہو جیسا کہ صدر اسلام
مین بھی منافقین پر اسلام کا حکم جاری تھا گو باطن مین نہو اور یہ حکم تعبدی ہو اور نصوص اسپر ہماری طرف کے دلالت کرتے ہین

جیساکہ حدیث مین ہو الاسلام یحقن بہ الدم ویستحل بہ الفروج والایمان یکتسب بہ الجنان پس انجام مین حال انکا جو کچھ
کہ ہو وہ ہو لیکن دنیا مین حکم اسلام اُنپر جاری ہوگا اور دو نہین ہو کہ ملت اس امر مین کلمہ طیبہ شہادتین کا احترام ہو پس جیساکہ اہل
کتاب بت پرستون پر باعتبار اسکے کہ وہ توحید کا اور انبیاے سابقہ کی نبوت کا اعتراف کرتے ہین ظاہر مین شرف رکھتے ہین
اسی طرح وہ حضرات بھی بسبب اسکے کہ توحید کے معترف ہین اور اقرار ہمارے نبی کی نبوت کا کرتے ہین ظاہر الاسلام ہونگے
لیکن یہ حصہ اسلام دنیوی سے آئین موافق ادلہ سمعیہ کے حاصل ہوگا نہ اسلام آخرت سے جیساکہ روایت ابی یعفور اسپر دلالت
کرتی ہو جو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہو کہ آنحضرت نے تفسیر آیت اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات
الی النور مین فرمایا یعنی ظلمات الذنوب الی نور التوبۃ والمغفرۃ بولایتھم کل امام عادل من اللہ عز وجل وقال والذین
کفروا اولیاؤھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات انما عنی بھذا انھم کانوا علی نور الاسلام فلما ان تولوا کل امام
جائر لیس من اللہ عز وجل خرجوا بولایتھم من نور الاسلام الی ظلمات الکفر فاوجب اللہ لھم النار مع الکفار
اور عیاشی نے اس روایت مین نقل اس سے زیادہ کی ہو کہ بعد قولہ الی الظلمات قال قلت الیس اللہ عنی بھذا الکفار
حین قال والذین کفروا قال فقال وای نور للکافر وھو کافر فاخرج منہ الی الظلمات انما عنی بھذا الی آخر الحدیث
لیکن اگر یہان کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ بعض اصول دین کا منکر کافر ہو تو چاہیے کہ یہ سب کافر ہون پھر کسطرح حکم اسلام جاری
ہوسکتا ہو تو اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ یہ حکم اصول ضروریہ اسلام کا ہی کہ اسکا منکر کافر ہی ولیکن اصول ایمانیہ پس اس سے انکار کرنا
باعث اسکا ہو کہ وہ منکر تشیع اور ایمان کے حلقہ سے نکل جائیگا نہ دائرہ اسلام سے اور چونکہ آنحضرات کے دل مین شبہات نے
جگہ پکڑی ہو تو بہ نسبت انکے امامت کا مسئلہ ضروری باقی نہین رہا ہان صدر اول مین جنھون نے نص غدیر سے جحد و انکار
کیا تھا انکی بہ نسبت یہ عذر ہو نہین سکتا اگرچہ انکے ساتھ بھی ظاہر مین خواہ تقیہ کی راہ سے یا اور کسی ضرورت سے معاملہ
مسلمانون کا عمل مین آیا ہو اور حضرات اہلسنت مین بھی مذہب مشہور انکے قاعدے کے موافق یہ ہو کہ اہل قبلہ کی تکفیر
نکرنی چاہیے لیکن ایک جماعت انمین بھی اسکے قائل ہوے ہین کہ جو مخالف ہو اسکی تکفیر کرتے ہین بلکہ ایک جماعت انمین
درپی قتل ہوتے ہین اس شخص کے جو خلیفہ اول کی امامت سے انکار کرے جیساکہ اوپر مذکور ہوا مگر از بسکہ وہ حضرات مسئلہ
امامت کو فروع سے جانتے ہین اور فروع ضروریہ سے بھی نہین ہو پس انکا یہ حکم کرنا تکفیر کے ساتھ انکے قاعدے اور ضابطے کے
موافق نہین ہو بلکہ محض عناد و عداوت سے کہنا چاہیے انارۂ نوین ان صفات و خصائص کے بیان مین ہی کہ جو امام مین
ہونی چاہییں جناب آخوند صاحب نے کتاب حق الیقین مین لکھا ہی کہ میسر امقصد بیان مین صفات و خصائص امام کے وجو
احادیث معتبرہ سے ظاہر ہوتے ہین اور وہ ہماری احادیث مین بہت ہین اور کتاب حیات القلوب مین مذکور ہین اور بعض انکے
اس رسالہ مین بھی یہان ذکر کرتا ہون کلینی نے بسند معتبر جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ امام کی دس علامتین ہین
پاکیزہ و ناف بریدہ اور ختنہ کیے ہوے پیدا ہوتے ہین اور جب بطن کے پیٹ سے زمین پر آتے ہین تو اپنے ہاتھون کو زمین پر

رکھتے ہیں اور آواز اقرار شہادتین کے ساتھ بلند کرتے ہیں اور محتلم نہیں ہوتے یا خباثت کی جنابت انہیں نہیں پہونچتی اور
ظاہرا تعجب نہیں ہے کہ اس احتمال سے مراد اخوند صاحب کی یہ ہو کہ وہ بزرگ محتاج غسل کے نہیں ہوتے بسبب اسکے کہ
انہیں انزال نہیں ہوتا اگرچہ کبھی از قبیل احتلام سوتے میں دیکھیں اس طرح پر کہ مشابہ احتلام سے ہو کیونکہ انکے خواب از قبیل اضغاث احلام
نہیں ہوتے بلکہ وہ صاحب تفضل و انعام ہیں پھر اخوند صاحب نے فرمایا ہے کہ آنکھیں انکی سوتی ہیں لیکن دل انکے خوابیدہ نہیں ہوتے
بلکہ بیدار رہتے ہیں یعنی جو کچھ کہ انکے حال خواب میں واقع ہوتا ہے اس سے جانتے ہیں اور جمائی اور انگڑائی نہیں لیتے در پشت سر سے
اپنے وہ اسی طرح دیکھتے ہیں کہ جیسا اپنے منہ کے سامنے کی چیز کو دیکھتے ہیں راقم رسالہ کہتا ہے کہ تعجب نہیں ہے کہ اس جگہ کسی کو یہ توہم ہو
کہ اس روایت سے رویت کا تحقق بلا اشتراط استفادہ ہوتا ہے کیونکہ از جملہ شرائط رویت مقابلہ ہے اور انتفائے حاجب ہے اور پشت سر سے
دیکھتے میں یہ دونوں امر مفقود ہیں اور تحقق ایسی روایت کا جو بعض شروط کے تخلف کے ساتھ ہو وہ اسکے منافی ہوگا جو ہمنے مبحث
امتناع رویت آلہ میں کہا ہے بسبب اسکے کہ انہیں بھی اجتماع شرائط رویت کا نہیں ہو سکتا جیسا کہ معتقد امامیہ کا ہے اسی لیے
خصوصا وہ حضرات کہ مدعی رویت آلہ ہیں وہ زیادہ تر اس سے حجت ہمپر لانے کا ارادہ کرینگے لہذا دفع دخل اسکا واجب و
ضرور جانکر ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں یہاں پر مراد رویت سے معنی حقیقی نہیں ہیں بلکہ یہاں پر رویت بمعنی ادراک و معرفت ہے
یعنی جیسا کہ مبصرات کو سامنے سے دیکھتے ہیں اسی طرح انکا علم و معرفت انہیں بذریعہ علم و باطن کے پشت سر کی طرف سے بھی
حاصل ہوتا ہے کیونکہ علم باطنی حقیقی کہ بذریعہ روح قدس و صفا و نورانیت باطن ہے محتاج آلات ظاہرہ کا مثل چشم و گوش کے
اپنے ادراک میں نہیں ہے اور یہ امر لائق تعجب نہیں ہے کیونکہ جب ریاضات سے بذریعہ ریاضت مرتبہ اشراق کو پہونچیں اور منازل بعیدہ کے
حوادث و وقائع کو جانیں تو جو کہ امام منصوب من اللہ اور معلم با علام علام حقیقی ہو اسکے ادراک میں محل عجب کا نہیں ہے کیونکہ
خلقت ائمہ علیہم السلام کی اور انبیا کی مثل ہمارے نہیں ہے بلکہ بعض ارواح انمیں زیادہ ہیں خصوصا روح القدس کہ جس سے
عرش سے فرش تک کا علم انہیں حاصل ہوتا ہے اور ہر ایک امر کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور یہ مضمون احادیث خاصہ سے بخوبی
واضح ہوتا ہے جیسا کہ کتاب عوالم میں بصائر الدرجات سے بذریعہ جابر جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ جابر کہتے ہیں کہ سئلته
عن علم العالم فقال یا جابر ان فی الانبیاء والاولیاء خمسة ارواح روح القدس وروح الایمان وروح الحیوة وروح القوة وروح
الشهوة فبروح القدس یا جابر عرفوا ما تحت العرش الی ما تحت الثری ثم قال یا جابر ان هذه الاربعة ارواح یصیبها
الحدثان الا ان روح القدس لا یلهو ولا یلعب اور اسی کتاب میں مفضل بن عمر سے منقول ہے قال قلت لابی عبد اللہ
سئلته عن علم الامام بما فی اقطار الارض وهو فی بیته مرخی علیه ستره فقال یا مفضل ان الله تبارك وتعالی جعل فی النبی
خمسة ارواح روح الحیوة فیه دب ودرج وروح القوة فیه نهض وجاهد وروح الشهوة فیه اکل وشرب واتی النساء من الحلال
وروح الایمان فیه امر وعدل وروح القدس فیه حمل النبوة فاذا قبض النبی انتقل روح القدس فصار فی الامام وروح القدس
لا ینام ولا یغفل ولا یلهو ولا یسهو والاربعة الارواح تنام وتلهو وتغفل وتسهو وروح القدس ثابت یری به ما فی شرق الارض

ودفرہا وبرہا وبحرہا قلت جعلت فداک یتناول الامام ما ببغداد بیدہ قال نعم
وما دون العرش اب بخوبی واضح ہوتا ہے کہ انکا علم ومعرفت اشیاے قریبہ وبعیدہ کے محتاج آلات حسیہ کے نہیں ہے
والا ما تحت العرش سے الی ما تحت الثریٰ کو آنکھ سے کیونکر ادراک کر سکتے بلکہ انہین بذریعہ روح القدس علم ہر چیز کا حاصل ہوتا ہے
پس یہ رویت حقیقی نہین ہے بلکہ مبصرات کا جو علم حاصل ہوا اسکا نام رویت رکھا اور اگر معنی حقیقی یعنی اصلی اسکی مراد لیے جائین جب
بھی وہ مبنی ہوگا اس امر پر کہ شعاع بصر انکا منعکس ہوتا ہے جیساکہ آئندہ دیکھنے کے وقت آدمی اُن چیزون کو جو پس پشت واقع مین
دیکھتا ہے اور مقابلہ جو رویت مین شرط ہے وہ عام ہے اس سے کہ حقیقی ہو یا جو اسکے معنی مین ہو پس اس تقدیر مین جو کہ حکم مقابلہ میں ہے
متحقق ہوگا اور اسمین کچھ نقص نہین ہے یا یہ ہو کہ حق تعالی نے وہ قوت باصرہ جسے سب کے حدقہ چشم مین ودیعت فرمایا ہے
اُس سے اپنی اشیاے مقابل کو دیکھتے ہین اُس قوت کو انکی موخر راس مین بھی مودع فرمایا ہو کہ جس سے ادراک فرماتے ہون
اب اس تاویل مین دو امر البتہ ہین ایک یہ کہ انعکاس نظر کا جسم صیقلی سے ہوتا ہے پھر غیر صیقلی سے کسطرح منعکس ہوسکتی ہے اور جب
یہ ہوا تو عموما ہر چیز کو جو پس پشت واقع ہو کیونکر دیکھ سکتے ہین اور روایت سے عموم نکلتا ہے اور دوسرے یہ کہ قوت باصرہ کا
اثر حدقہ چشم سے ظاہر ہوتا ہے جہان حدقہ نہین ہان سے کیونکر دیکھا جاے لیکن یہ دونون امر منظر قدرت خدا کے ممکن ہین
کیونکہ حکما رویت کو منحصر خروج شعاع مین نہین جانتے بلکہ ایک طائفہ اسکا قائل ہے کہ خطوط شعاعی حدقہ سے نکل کر مبصر
پر پڑتے ہین اور جسقدر اُس سے احاطہ کرتے ہین وہ محسوس ومرئی ہوتا ہے اور دوسرا طائفہ یہ کہتا ہے کہ جب مبصر مقابل آنکھ کے ہوتا ہے
تو اُسکی صورت رطوبت جلیدیہ مین منطبع ہوتی ہے یعنی چھپ جاتی ہے اور قوت باصرہ اس صورت منطبقہ کا ادراک کرتی ہے اور اولہ
اس طائفہ کے بظاہر قوی ہین پھر اس صورت مین جسم صیقلی اور انعکاس کی کیا ضرورت ہے بلکہ جو مقابل منہ کے ہے اسکا انطباع
رطوبت جلیدیہ مین جیسا ہوتا ہے ہوگا اور جو مقابل اس قوت کے ہو جسے خدا نے موخر راس مین ودیعت فرمایا ہے تو ممکن ہے
کہ جسے وہ قوت یہان پیدا فرمائی ہو وہ یہان اُنکی جلد مین جو رطوبات ہین انہین ایسی صفا و نورانیت وخصوصیت بخشے کہ جس سے
انطباع صورت ممکن ہو اور بعد انطباع صورت ادراک اسی قوت سے ہوگا جو حدقہ مین بھی مدرک ہے اور یہان بھی وہی
مدرک ہے کچھ حدقہ مدرک نہین ہے اور یہ بات اگرچہ خارق عادت ہے مگر مستلزم استحالہ کو نہین ہوتی بخلاف اسکے کہ حدقہ چشم سے
دیکھنا ساتھ تخلف شرائط اسکی کے متحقق ہو پس یہ البتہ مستحیل ہوگا کیونکہ حس بصر اور ادراک کرنا نظر سے بے اسکے کہ اسکے
شرائط متحقق ہون البتہ حقیقت مین محال ہے جیساکہ آگ کا کام یہ ہے کہ جب ایسی چیز کہ جسے جلنے کی قابلیت ہو اس سے مقارن ہو
تو وہ اسے یقینی جلادے گی لیکن جسوقت کہ حق تعالی نے حضرت ابراہیم خلیل علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام کو آتش نمرود ملعون سے
نجات عطا فرمائی تو فرمایا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم تو فورا اس حکم رب جلیل کے حقیقت آگ کی اپنی حقیقت سے
دوسری حقیقت کی طرف مستحیل و منقلب ہوئی اسی جہت سے اثر اسکا بدل گیا اگرچہ دیکھنے مین روشنی اور چمک اسکی باقی ہے
ہو ورنہ ممکن نہ تھا کہ بقاے حقیقت ناری کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر خوش وخرم باقی رہتے اسطرح ممکن نہین ہے

کو بسطح اس آنکھ سے دیکھتے ہیں یہ آنکھ بھی ہی اور سب جو شرائط اسکے ہیں رویت میں وہ مفقود ہوں اور جو دیکھا جاے نقطہ
فاذا فہمام ارشدک اللہ فانہ دقیق ہمہ فرمایا ہی جناب اخوند صاحب نے کہ جو فضلہ کہ اُنسے جدا ہوتا ہی اُس سے مشک کی بو آتی ہی
اور اُنکے لیے حق تعالیٰ نے زمین کو موکل فرمایا ہی کہ وہ اُسے ڈھانپے اور اپنے پیٹ میں چھپاوے اور جب پیغمبر خدا کی زرہ اپنے
بدن پر پہنتے ہیں تو وہ اُنکے بدن پر ٹھیک آتی ہی اور جب کوئی دوسرا شخص اُسے پہنتا ہی خواہ وہ شخص بالا ہو یا اُسکا قد چھوٹا ہو
لیکن ایک بالشت بھر وہ زرہ اُسکے قد سے بڑی رہتی ہی اور فرشتہ اُنکے ساتھ آخر عمر تک باتیں کرتا ہی اور ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے
حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ امام داناترین مردم ہی اور حکمت میں اور جاننے میں وقائق امور کے سب سے
آگے ہی ہوتا ہی اور سب سے زیادہ پرہیزگار اور بردبار اور سخی اور بہادر اور عالم ہوتا ہی اور عبادت اُسکی سب سے زیادہ ہوتی ہی
اور سایہ نہیں رکھتا اور شاید مراد اُس سے یہ ہو کہ کبھی ایسا ہوتا ہی اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے لیے یہ بات ہمیشہ رہتی تھی کہ ذات
کا سایہ نہ معلوم ہوتا تھا اور اُنکے بول وغائط کو کوئی نہیں دیکھتا زمین موکل ہی اسلیے کہ جو فضلہ اُنسے جدا ہو اُسے نگل جاے کہ
خلق پر ظاہر نہو اور اُنکی بو مشک سے زیادہ خوشبو ہی واضح ہو کہ جو کچھ بدلیل عقل ثابت ہوا ہی کہ امام کو چاہیے کہ صاحب عصمت
وطہارت اور منفرات سے بوجہ اتم واکمل بری ہو یہی امر کی یہ احادیث بھی موید ہیں دیکھنے والے کو چاہیے کہ اُس سے غافل نہو
پھر اخوند صاحب نے ترجمہ حدیث میں فرمایا ہی کہ سب خلق کی جان سے زیادہ وہ اولیٰ ہی چاہیے کہ سب اُسے ہر امر میں اپنے
اوپر مقدم رکھیں اور اپنی جان کو اُسپر قربان کریں یا یہ کہ مردم بے اختیار اُس حالت کو اُسکی بہ نسبت بہم پہونچاتے ہیں اور ظاہر ہی کہ
مراد اخوند صاحب کی اس احتمال میں مردم سے وہی اشخاص ہونگے جو اہل بصیرت ہیں کہ حق تعالیٰ نے نور معرفت سے اُنکی چشم
دل کو روشن کیا ہی کہ وہ بزرگوار جان نثاری پر اور ہر باب میں آنحضرت کو مقدم کرنے میں طلب رضاے باری کے واسطے
جد وجہد کرتے ہیں اور بہ مقام حمایت وجان بازی بے خود ہو کر ایک دوسرے سے سبقت کرتا ہی اور طالب زیادتی کا ہوتا ہی
جیسا کہ احوال اصحاب کا سید الشہدا کے مشہور ہی والا بہ نسبت اہل نفاق کے اس حالت کا متخلف ہونا ظاہر ہی کہ جنھون نے
اُنکے حقوق کو غصب کر لیا اور اُنکے غیروں کو اُنپر مقدم کیا اور اُنھین نقصان مال وجان وعزت کا پہونچایا پھر اخوند صاحب فرماتے ہیں
کہ امام رعیت پر اُنکے ماں باپ سے زیادہ مشفق ومہربان ہوتے ہیں اور تواضع اور فروتنی اُنکی خدا کے نزدیک سب سے زیادہ
اور جو حکم کہ خلق کو وہ اُسکے عمل کرنے کو فرماتے ہیں اُس سے زیادہ خود عمل کرتے ہیں اور جس چیز سے اوروں کو نہی فرماتے ہیں
سب سے پہلے اُسکے ترک کا آپ اہتمام فرماتے ہیں اور اُنکی دعا آپ مستجاب ہوتی ہی یہان تک کہ اگر کسی پتھر کے لیے دعا کریں
تو وہ دو ٹکڑے ہو جاے اور پیغمبر خدا کے حربے اور اسلحہ اُنکے پاس ہوتا ہی خصوصاً وہ شمشیر ذوالفقار جو آسمان سے آئی تھی اور
اُنکے پاس وہ نامہ ہی کہ جسمین سب شیعیان اہلبیت علیہم السلام کے نام جو روز قیامت تک ہونے والے ہیں اُسمین لکھے ہیں
اور دوسرا وہ نامہ ہی جسمین اُنکے دشمنوں کے نام جو قیامت تک ہونے والے ہیں لکھے ہیں اور جامعہ اُنکے پاس ہی اور وہ وہ
نامہ ہی کہ اُسکا طول ستر ہاتھ کا ہی پوست گوسفند پر وہ ہی کہ جب لپیٹا جاتا ہی تو اونٹ کی ران کے برابر اُسکی گندگی ہوتی ہی اور

اسمین ہر حکم ہی جسکی طرف فرزند آدم محتاج ہوتا ہی اور اُنکے پاس بڑا جفر اور چھوٹا جفر ہی ایک پوست بُزیری اور دوسرا پوست
گوسفند پر لکھا ہی اور اُسمین حدود وغیرہ کے احکام مین یہان تک کہ جو خراش کسی کے بدن مین پہونچے اُسکا ارش بھی اُسمین موجود ہی
اور یہان تک کہ جو گناہ کہ اُسکی تعزیر ایک تازیانہ یا آدھا تازیانہ یا ثلث تازیانہ ہو وہ بھی اُسمین ہی اور وہ نامہ وہ ہی کہ جسے پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ نے املا فرمایا اور پڑھا اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اُسے اپنے ہاتھ سے لکھا ہی اور مصحف حضرت
فاطمہ صلوات اللہ علیہا کا اُنھین کے پاس ہی اور اُسمین نام اور احوال بادشاہون کا لکھا ہی جو قیامت تک زمین پر ہونگے اور
اُسکی نسبت جناب سیدہ کی طرف اسلیے کرتے ہین کہ جب پیغمبر خدا نے دنیا سے مفارقت فرمائی تو حضرت فاطمہ علیہا السلام کو
بر اہم و اندوہ آنحضرت کی جدائی سے اور منافقین کے جور وجفا سے عارض ہوا اُسوقت حق تعالیٰ نے جبرئیل کو آنحضرت کی
تسلی خاطر کے واسطے بھیجا کہ آئندہ کے اخبار اُن جناب کے سامنے ذکر کرین اور حضرت امیر اُسے لکھتے تھے اور اُس کتاب مین
اخبار آئندہ قیامت تک کے ہین اور دوسری حدیث مین فرمایا کہ امام کے اور حق تعالیٰ کے درمیان مین ایک عمود ہی نور کا
کہ اُس عمود مین امام حق تعالیٰ کے بندون کے اعمال کو دیکھتے ہین اور جو کچھ کہ اُنپر مشتبہ ہو جاتا ہی اُس عمود مین دیکھکر جان لیتے ہین
اور بسند معتبر حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے منقول ہی کہ امام کو چند خصلتون کے ذریعہ سے پہچان سکتے ہین پہلی یہ کہ جو
اُنسے پہلے امام ہین وہ اُنپر نص فرماتے ہین جیسا کہ پیغمبر خدا نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت و امامت پر نص
فرمائی تھی دوسری یہ کہ جو کچھ اُنسے پوچھین اُسکا جواب شافی فرمائین اور اگر نہ پوچھین تو وہ ابتداءً خود فرمائین تیسری یہ کہ
وہ آدمیون کو آئندہ کی خبر دیتے ہین چوتھی یہ کہ وہ سب لغات اور زبانین جانتے ہین اور ہر ایک کو اُسکی زبان مین جواب
دیتے ہین پانچوین یہ کہ ہر حیوان و مرغ کا وہ کلام سمجھتے ہین اُنسے کچھ پوشیدہ نہین اور احادیث مستفیضہ بلکہ متواترہ سے
ظاہر ہوتا ہی کہ آنحضرات نے اظہار معجزے کے لیے جبکہ مصلحت تھی مُردے کو زندہ کیا ہی جیسا کہ حضرت امیر نے اکثر مُردے کو
زندہ کیا ہی اور حضرت امام محمد باقر اور جناب امام جعفر صادق علیہما السلام نے ابو بصیر کو بینا فرمایا اور آنکھین اُنکی روشن کین اور جب
خور و عیسی کو شفا بخشی اور بہت سی احادیث مین وارد ہوا ہی کہ جو جو معجزہ حق تعالیٰ نے جس جس پیغمبر کو دیا تھا وہ سب ہمارے
پیغمبر خدا اور ائمہ ہدی صلوات اللہ علیہم کو عطا فرمائے اور یہ سب بزرگوار قادر تھے کہ جب چاہین مسافت بعیدہ کو تھوڑے
زمانے مین بذریعہ طی الارض طے فرمائین بلکہ ایک دن مین یا اُس سے بھی بہت کم مین کئی بار دنیا کے گرد پھر آئین اور سب
پیغمبرون کی کتابین مثل توریت و انجیل و زبور و صحف آدم و صحف شیث و صحف ادریس و صحف ابراہیم و صحف نوح و
موسی یہ سب اُنکے پاس موجود تھین اسی طرح جملہ انبیا کے آثار مثل عصائے موسی و پیراہن ابراہیم و یوسف و سنگ موسی جس سے
بارہ چشمے جاری ہوے تھے اور انگشتر سلیمان اور اُنکی بساط اور سب آثار پیغمبرون کے اُن پاس تھے اور اب وہ سب جناب
صاحب العصر علیہ السلام پاس موجود ہین اور حق تعالیٰ نے ابر کو اُنکے لیے مسخر فرمایا تھا کہ اُسپر بیٹھکر ملکوت آسمان و زمین مین پھرتے تھے
اور بہتر نام کہ اسم اعظم حق تعالیٰ کے ہین وہ اُس سے جانتے تھے کہ اُس خیر کے لیے پڑھتے تھے وہ مستجاب ہوتا تھا اور اُن اسماء سے ایک

اسم کو صف جانتے تھے کہ اُسکی قوت سے تخت بلقیس کو جو دو مہینے کی راہ پر دور تھا ایک چشم زدن مین حضرت سلیمان پاس
حاضر کر دیا تھا اور علوم آنحضرت کے کئی طرح پر تھے کبھی فرشتہ کی آواز سنتے تھے کبھی روح القدس کہ اُنکی خلقت جبرئیل و
میکائیل سے بڑھی ہی بالمشافہ اُنھین القا کرتے تھے اور کبھی حق تعالی کے الہام فرمانے سے اُنکے دل مین نقش ہوتا تھا اور
کبھی فرشتہ کی آواز اُنکے کان مین پہونچتی تھی مثل اُس آواز کے کہ جب زنجیر طشت پر گرے اور اُس سے آواز پیدا ہو اور احادیث
مین وارد ہی کہ عمدہ علم ہمارا وہ علم ہی کہ ہر آن اور ہر ساعت دریاے ناتمناہی علم الٰہی سے ہمپر فائض ہوتا ہی ملائکہ اور روح
کہ جو ملائکہ سے بڑے ہین شب قدر کو امام زمان پر نازل ہوتے ہین اور آنحضرت پر سلام کرتے ہین اور جو کچھ کہ اُس شب کو اُس
سال کے امور مقدر ہوے ہین وہ آنحضرت پر عرض کرتے ہین اور علوم گذشتہ و آئندہ سب اُن پاس موجود ہین اور جو علم آسمان سے
زمین پر آیا ہو وہ اُن پاس ہی اور وارث سب پیغمبرون کے علم کے ہین اور وہ بزرگوار متوسمون ہین یعنی جسپر کہ نظر فرما کر دیکھتے ہین
اُسکی پیشانی سے اُسکے ایمان و کفر و نفاق کو جان لیتے ہین اور جس درخت اور برگ و سنگ مین کہ امام نظر فرماتے ہین اُس سے
ایک علم اُنپر ظاہر ہوتا ہی اور تمام قرآن اور اُسکا علم ظاہر و باطن تہ بتہ بطن تک مخصوص امام کے واسطے ہی اور کپڑے اور حربے
اور جسقدر زرہ و مرکب اور انگوٹھیان پیغمبر خدا کی تھین اور سب اسباب ظاہر و باطن آنحضرت کا حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو
پہونچین اور وہ سب جملہ ائمہ علیہم السلام کے پاس محفوظ ہی اور ایک ایسا صندوق جو پوست سے ہی اُنکے پاس ہی کہ اُسمین پیغمبرون کا
علم اور جملہ اوصیا و علماے گذشتہ کا علم محفوظ و مضبوط ہی اور اُسے جفر ابیض کہتے ہین اور ایک دوسرا صندوق ہی اُن پاس کہ
اُسمین جملہ حربے پیغمبر خدا کے مضبوط ہین اور اُسے جفر احمر کہتے ہین اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام اُسے کھولینگے اور
بہت سی احادیث معتبرہ سے منقول ہی کہ ہر شب جمعہ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی روح کو اور ائمہ طاہرین کی ارواح کو
اور روح پر فتوح جناب صاحب العصر علیہ السلام کو رخصت دیتے ہین کہ آسمانون پر تشریف لیجاتے ہین اور عرش الٰہی تک
پہنچتے ہین اور گرد اُسکے سات شوط کرتے ہین اور ہر قائمہ کے پاس قوائم عرش کے دو رکعت نماز کی پڑھتے ہین بعد اُسکے پھر
بہت سرور و علوم کے ساتھ اپنے ابدان شریفہ کی طرف رجوع فرماتے ہین اور اچھے برے اعمال ہر ایک کے اس امت سے
ہر صبح و شام اور ہر ہفتہ اور ہر مہینے مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی روح پر اور ارواح ائمہ علیہم السلام پر جو اُس عالم سے تشریف
لیگئے اور امام زمان علیہ السلام پر عرض کیے جاتے ہین اور پردے اور دیوارین اور پہاڑ اور دریا اُنکے علم کے مانع نہین ہوسکتے
اور جو کچھ کہ مشرق و مغرب عالم مین واقع ہوتا ہی وہ اُسپر خدا کی طرف سے مطلع ہوتے ہین اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ
وآلہ نے وقت وفات اپنی جتنے اپنے علوم تھے وہ سب حضرت امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ کو تعلیم فرمائے اور خود اُن
جناب نے فرمایا کہ اُسوقت ہزار دروازے علم کے مجھے ایسے تعلیم فرمائے کہ جسکے ہر دروازے سے ہزار دروازہ کھلتا تھا اور
پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ مجھے جب غسل دے کر کفن و حنوط کرنے سے فارغ ہونا تو مجھے بٹھانا اور جو چاہنا وہ مجھسے سوال کرنا
اور مین نے حسب ارشاد آنحضرت کے ایسا ہی کیا اُسوقت بھی ہزار دروازہ علم سے مجھے تعلیم فرمایا کہ جسکے ہر دروازہ سے ہزار

دروازہ کھلتا تھا اسی طرح ہر امام نے اپنی وفات کے قریب سب اپنے علم دوسرے امام کو جو بعد ہونے والے تھے تعلیم
فرمائے اور امام کو کوئی اور دوسرا شخص امام کے سوا غسل و کفن اور دفن و نماز نہین کرتا اور اگر ایک امام مشرق مین ہون
اور دنیا سے تشریف لیجائین اور وہ امام جو انکے بعد ہونے والے ہین وہ اسوقت مغرب مین ہون تو یقینی اعجاز سے
امامت کے اُسی وقت وہ زمین کو طے فرما کر امام اول تک پہونچینگے اور اُنکے علوم کا اکتساب فرمائینگے اور اُنکی تجہیز اسطرح
فرمائینگے کہ اکثر اُس سے مطلع نہونگے جیسا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام بغداد مین تشریف لائے خراسان سے واسطے
تجہیز و تکفین حضرت موسی کاظم علیہ السلام کے اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام خراسان مین تشریف فرما ہوے مدینہ سے
واسطے تجہیز و تکفین حضرت امام رضا علیہ السلام کے اور یہ حکایت مفصل جلاء العیون مین لکھی ہی اور بہت سی حدیثون مین وارد
ہوا ہی کہ انکی ارواح حق تعالی کے انوار مقدس سے پیدا ہوئی ہین اور دل اور بدنہاے مبارک انکے طینت عرش سے
پیدا ہوے ہین اور جب حق تعالی چاہتا ہی کہ امام کو پیدا فرماے تو ایک فرشتہ کو حکم فرماتا ہی کہ ایک شربت پانی
جو عرش کے نیچے ہی اُٹھاوے اور اُسے امام کے باپ کی خدمت مین لاوے کہ وہ پیوین اور وہ پانی یہان کے پانی سے
زیادہ رقیق ہی اور مسکہ سے زیادہ نرم ہی اور شہد سے زیادہ میٹھا ہی اور دودھ سے زیادہ سفید ہی اور برف سے زیادہ سرد ہی
بعد اُسکے حق تعالی اُسے حکم فرماتا ہی کہ جماع کرے اور امام علیہ السلام کا نطفہ اُس پانی سے منعقد ہوتا ہی اور جب چالیس روز
اس نطفہ کے انعقاد کو رحم مین گذرتے ہین تو اُنہین روح کو دمیدہ کرتے ہین اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ چار
مہینے کے بعد روح کو اُنہین دمیدہ کرتے ہین پس بعد اسکے وہ بزرگوار اُس حال مین سب کی باتین سُنتے ہین اور سمجھتے ہین
بعد اُسکے ایک فرشتہ اُنکے بازو پر یہ آیت لکھتا ہی وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماتہ وھو السمیع العلیم اور ماں کے
پیٹ مین حق تعالی کا ذکر کرتے ہین اور سورہ انا انزلناہ اور سب آیات کی تلاوت کرتے ہین راقم رسالہ کہتا ہی کہ اُس
آیت کی کتابت کا مضمون احادیث مین مختلف ہی کسی مین ہی کہ دونون آنکھون کے بیچ مین لکھا ہی اور اکثر مین یہ ہی کہ عضد ایمن مین
پر لکھا ہی اسی طرح اوقات کتابت مین خلاف ہی لیکن جاننا چاہیے کہ اسمین منافات نہین ہی کیونکہ محتمل ہی کہ یہ کتابت جمیع مواضع
اور اوقات مذکورہ مین یا حقیقی ہو یا مجاز الکنایہ اس سے ہو کہ امام کو امامت کے لیے مستعد کرتے ہین اور افاضہ علوم
ربانیہ کے لیے محل گردانتے ہین کہ اُس سے آثار علم و حکمت کے مستنبط ہوتے ہین جملہ جہات و حرکات و سکنات سے
انکے ناظر اور جب پیدا ہوتے ہین تو مربع بیٹھتے ہین اور پاؤن کی طرف سے باہر آتے ہین اور جناب سید سند نے حدیقہ مین
بعض روایات سے نقل کیا ہی کہ جناب امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ حمل ہم اوصیاے پیغمبران کا ماں کے پیٹ مین
نہین ہوتا پہلو مین ہوتا ہی اور ہم رحم سے باہر نہین آتے بلکہ ماں کی ران سے نیچے آتے ہین اسلیے کہ ہم حق تعالی کے انوار سے
ہین اور چرک و کثافت و نجاست کو خدا نے ہم سے دور فرمایا ہی پھر اخوند صاحب ترجمہ روایت مذکور مین فرماتے ہین کہ جب
امام علیہ السلام زمین پر آچکتے ہین تو رو بقبلہ کر کے ہاتھون کو زمین پر رکھتے ہین اور سر کو آسمان کی طرف کر کے آواز کلمہ شہادتین

ساتھ بلند فرماتے ہین بعد اسکے ایک آواز انھین بامین عرش سے پہونچتی ہی کہ حق پر ثابت رہ کہ تجھے امر عظیم کے واسطے
مین نے پیدا کیا ہی اور تو جملہ خلق سے میری میرا برگزیدہ ہی اور میرا محل راز ہی اور میرے علم کا صندوق ہی اور میرا امین ہی
میری وحی پر اور میرا خلیفہ ہی میری زمین پر تیرے لیے اور جو تجھے دوست رکھے مین نے انکے لیے اپنی رحمت کو واجب کیا ہی
اور اپنی بہشت کو بخشا ہی اور اپنی عزت و جلال کی قسم کھاتا ہون کہ جو تجھسے دشمنی رکھیگا اُسے بدترین عذاب مین مین اپنے
جلاؤنگا اگرچہ دنیا مین اُسکی روزی کو فراخ کرون جب یہ منادی کی ندا تمام ہوتی ہی تو وہ آیت شهد الله انه لا اله الا
الله کو آخر تک جواب مین اُسکے پڑھتے ہین پس اُسوقت حق تعالیٰ علوم اولین و آخرین کو انھین عطا فرماتا ہی اور وہ مستحق
اسکے ہوتے ہین کہ روح القدس شب قدر وغیرہ مین انکی زیارت کرین پھر جب مرتبہ بزرگ امامت سے فائز ہوتے ہین تو
حق تعالیٰ ہر شہر مین ایک منار او علم نور سے انکے واسطے بلند کرتا ہی کہ حق تعالیٰ کے بندون کے اعمال کو وہ اسمین دیکھتے ہین
واضح ہو کہ جو کچھ اِس حدیث مین وارد ہی لفظ منار نور کا وارد ہی یا مراد اُس سے نور حقیقی ہی اسطرح کہ حق تعالیٰ انکے لیے نور کو
خلق فرماتا ہی کہ اسمین انکے واسطے اعمال عباد ظاہر ہوتے ہین یا وہ روح القدس سے کنایہ ہی جیساکہ خبر مین ہی یا مراد اُس سے
وہ فرشتہ ہی جو خبرین انھین پہونچاتا ہی جیساکہ مدلول روایت ہی یا مراد اُس سے یہ ہی کہ حق تعالیٰ انھین الہامات ربانیہ و افاضات
سبحانیہ کا محل گردانتا ہی والله یعلم اور دوسری روایت مین ہی کہ جس شب کو پیدا ہوتے ہین اُس رات کو ایک نور اُس گھر مین
ایسا ساطع ہوتا ہی کہ انکے مان اور باپ اُسکا مشاہدہ کرتے ہین اور جب زمین پر آتے ہین تو تین مرتبہ عطسہ فرماتے ہین
یعنی چھینکتے ہین اور انگلی خدا کی حمد کرنے کے ساتھ بلند فرماتے ہین اور ناف بریدہ اور ختنہ کردہ تشریف لاتے ہین اور
دندان مبارک انکے سب اُگے ہوے ہوتے ہین اور ایک شبانہ روز زرد نور انکے ہاتھون سے مثل طلا کے ساطع رہتا ہی
اور بہت سی احادیث مین وارد ہی کہ گھر انکے نزول ملائکہ کا محل ہین اور فرشتے گھر انکے مین نازل ہوتے ہین اور حضرت
صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ملائکہ ہمارے اطفال کے ساتھ ہم سے زیادہ مہربان ہین یہ فرما کر ایک بالش پر جو اُس خانے
مین تھی ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ بہت تکیہ کیا ہی اُس پر فرشتون نے اور بہت ہوتا ہی کہ مین انکے پرون کو چنتا ہون اور جمع کرتا ہون اور
اپنے لڑکون کا تعویذ بناتا ہون اور یہ سب جن و انسان پر خدا کی حجت ہین اور جنون کی مومنین انکی خدمت مین آتی ہین اور
حلال و حرام اور اپنے دین کے احکام اُنسے پوچھتے ہین اور ائمہ علیہم السلام اُنسے خدمتین لیتے تھے اور انھین جا بجا بطور پیغامبر
بھجواتے تھے جن کی قوم سے ایک شخص ایک بڑے اژدہے کی صورت پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت مین
اُسوقت آیا کہ وہ حضرت منبر پر تھے اور رو و بلند ہوا حضرت نے فرمایا کہ صبر کر جب خطبہ سے فارغ ہوے تو پوچھا کہ
کون ہی اُسنے عرض کیا کہ مین عمرو ہون بیٹا عثمان کا میرے باپ کو آپ نے جن کی قوم پر خلیفہ فرمایا تھا اور وہ اُسوقت مرگیا
اب آپ کیا فرماتے ہین حضرت نے اُسکے باپ کی جگہ خلیفہ فرمایا مجمل وہ احوال ظاہر اُن بزرگوارون کا ہی کہ جہان تک
عقل اکثر خلق کی پہونچ سکتی ہی باقی احوال غریبہ و پوشیدہ جو بطور اسرار انکے ہین وہ ایسے ہین کہ جنکے سننے کی تاب نہین لا سکتا

مگر فرشتہ مقرب ویغمبر مرسل یا وہ مومن کامل کہ جسکے دل کا امتحان خدا نے فرمایا ہو اور نور ایمان سے اُسے روشن کیا ہو اور
اخبار مین وارد ہوا ہی کہ ہمین شریک پروردگار نہ گردانو اور خدا ہونے کا ہمارے ساتھ اعتقاد نہ کرو اور اُسکے سوا جسقدر
فضائل وکمالات کو ہمارے لیے اثبات کروگے وہ بہ نسبت ہمارے کم کہا ہوگا حق تعالی فرماتا ہی قل لو کان البحر مدادًا
لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا یعنی کہو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کہ اگر ہو جائین
دریا روشنائی لکھنے کے واسطے کلمات پروردگار کے تو ہر آئینہ آخر اور تمام ہو جائینگے وہ پیشتر اسکے کہ کلمات پروردگار
تمام ہون ہر چند لائین ہم مثل اُن دریاون کی روشنائیان اور احادیث مین وارد ہی کہ ہم ہین کلمات پروردگار کہ فضائل
کو ہمارے کوئی احصا نہین کر سکتا انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ اب جاننا چاہیے کہ جناب سید سند نے اِس مقام پر جو
فرمایا ہی ملخص اسکا یہ ہی کہ فضائل وکمالات اور محاسن صفات اور خوارق عادات حضرات ائمہ ہدی صلوات اللہ علیہم اجمعین کے
اُس سے زیادہ ہین کہ کوئی شمار کر سکے جیسا کہ بعض روایات مین وارد ہی کہ لو کان البحر مدادًا والاشجار اقلامًا والانس
کتابًا والجن حسابًا لا احصوا فضائل علی ابن ابیطالب علیہ السلام لیکن بعض نابلدان سر منزل تحقیق نے جو کلمات غلات کے
ساتھ اُنس رکھتے تھے یہ گمان کیا کہ حدیث نزلونا عن الربوبیۃ وقولوا فینا ما شئتم اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ خدا ہونے کے
سوا جو کچھ آنحضرت کے لیے ثابت کرائین جیسا کہ خلق کرنا ہی اور روزی کا دینا ہی کہ وہ صفات مختصہ باری سے ہین یہ بھی
جائز ہوگا اور جو روایت کہ فضائل ائمہ علیہم السلام مین دیکھی جاے یا سُنی جاے اگرچہ راوی اُسکا غالی ہو یا قالی ہو اُسکا
قبول کرنا لازم ہی اور واقع مین یہ ہی کہ یہ بات اُنکی نافہمی سے سرزد ہوئی ہی کیونکہ صفات مختصہ حق تعالی کے خصائص ہین
اور ملزوم کی نفی مستلزم ہی نفی کو اُن لوازم کے جو مساوی ہون ملزوم سے پس ربوبیت کی نفی بالقوہ اِن سب صفات مختصہ کی
نفی ہوگی بلکہ یہ صفات رب کے مفہوم مین منطوم ہین اور لفظ رب اِن سب پر صادق آئیگا جیسا کہ بعض احادیث مین حضرت
امام حسن عسکری سے تفسیر مین رب العالمین کے وارد ہی کہ فرمایا کہ مالکہم وخالقہم وسائق ارزاقہم ساتھ اِس بات کے کہ یہ مسئلہ
مسائل اصول سے ہی اور بضرورت دین ثابت ہی اور اسی لیے صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ اعتقادیہ مین کہا ہی کہ از جملہ غلات
کفرہ مفوضہ خلق ورزق کے ہین اور زرارہ سے روایت کی ہی کہ مین نے خدمت مین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے
عرض کیا کہ اولاد عبد اللہ بن سباسی تفویض کے قائل ہین فرمایا تفویض کیا چیز ہی مینے عرض کیا کہ وہ کہتا ہی کہ حق تعالی نے
محمد وعلی کو پیدا کر کے کارخانہ ایجاد وتکوین وروزی رسانی کا انہین سپرد فرمایا پس اُن دونون نے پیدا کیا اور روزی
پہونچائی فرمایا یہ سنکر کہ جھوٹ کہا ہی دشمن خدا نے الخ الحدیث اور جو روایت کہ ابو ہاشم جعفری سے منقول ہی کہ حضرت امام
رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ غالیان کافر مطلق ہین اور مفوضہ مشرکین ہین جو کوئی اُنسے ہمنشینی کرے یا اُنسے خلط محبت کرے
یا اُنکے ہمراہ کھانا کھاے یا پانی پیے یا اُنکے ساتھ صلہ دین کی کرے یا اُنسے مناکحت واقع کرے یا انہین امانت دار قرار دے
یا اُنکی امانت اپنے پاس رکھے یا اُنکی حدیث کی تصدیق کرے یا اُنکی اعانت کرے اگرچہ ایک کلمہ سے یا بعض کلمہ سے کیون نہو

وہ ولایت اور دوستی خدا اور رسول اور ہماری ولایت سے خارج ہو جائیگا یہ حدیث انکی رد کو کافی ہی اور اسی مقام سے
ظاہر ہوتا ہی جو بعضون نے اُنسے مبالغہ اس امر مین کیا ہی کہ جملہ روایات کو فضائل ائمہ علیہم السلام کے قبول کرنا چاہیے جیسا کہ
جناب سید سند نے اُنسے نقل فرمایا ہی ومن الاعتقاد الذی یجب ان یعتقد المومن ویدین بہ قبول فضائل امیر المومنین
وتصدیق جملتہا والتسلیم لرواتہا کائنۃ ما کانت وبالغۃ ما بلغت لا داعی فی حدیث الفضائل لارسال ولا اہمال یہ بھی اُس بعض کہنے والے
کے اہمال و اغفال سے ہی اگرچہ بظاہر انھون نے اس دعوے مین اپنے بعض فقرات سے دعاے اعتقاد کے جو کتاب مہج الدعوات
اور مفتاح الفلاح وغیرہ مین مروی ہی کیا ہی اور وہ فقرات دعائیہ مین اشہد ان علیا امیر المومنین الی قولہ امامی وحجتی و
دلیلی وصراطی ومحجتی ومن لا اثق بالاعمال وان زکت ولا اراہا منجیۃ لی وان صلحت الا بولایتہ والایتمام بہ والاقرار بفضائلہ
والقبول من حملتہا والتسلیم لرواتہا الی اخر الفقرات بعد اسکے اس استدلال لانے والے نے کہا ہی کہ مع انہم سلام اللہ علیہم
اعطونا قاعدۃ کلیۃ شریفۃ مہمۃ مسلمۃ عند المخالف والموالف من قولہم نزلونا عن الربوبیۃ وقولوا فینا ما شئتم
اور اُنکے بعض اتباع اپنی صحت مدعی پر دلیل و حجت لاے ہین روایت بصائر الدرجات سے جو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام
کی طرف منسوب ہی کہ اُنحضرت نے فرمایا کہ تکذیب کسی حدیث کی نہ کرو جو کوئی تمہارے واسطے لاے کیونکہ بدرستیکہ تم نہین
جانتے ہو بلکہ شاید اُس حدیث مین کوئی خبر حق سے ہو تو اُسوقت مین تمنے تکذیب خدا کی عرش کے اوپر کی ہوگی اور استدلال
کرتے ہین بروایت معانی الاخبار سے جو علی شیبانی سے منقول ہی کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے مکتوب مین علی شیبانی کو
لکھا تھا کہ جب کوئی حدیث ہماری تجھے پہونچے یا وہ ہماری طرف منسوب ہو تو یہ نہ کہو کہ یہ باطل ہی اگرچہ تو اُسکے خلاف کا معتقد ہو
کیونکہ تو نہین جانتا کہ ہمنے کیون کہا اور کسوجہ سے اور کس صفت سے کہا ہی بدرستیکہ تو نہین جانتا کہ ہمنے وہ کسلیے کہا ہی اور کسوجہ سے
اور کس صفت سے ہمارا کلام محمول ہی انتہی ملخص کلامہ لیکن واضح ہو کہ یہ استدلال جو کیا ہی وہ بھی بسبب اسکے ہی کہ فن حدیث مین
اور علم کلام مین کمال و تدرب انھین نہ تھا کیونکہ پہلے بمفاد کلام خدا تعالی ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ
فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین ہم تفحص و تحقیق کے لیے مامور ہین کیونکہ خلق مین جھوٹ سچ شائع ہی سب معصوم نہین ہین خلطوا عملا صالحا
واخر سیئا دوسرے بقول خود جناب پیغمبر خدا جو حضرت نے فرمایا کثرت علی الکذابۃ فمن کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار
تیسرے بقول حضرات جو انھون نے فرمایا ہی ان لکل رجل منا رجلا یکذب علیہ اور جو حدیث پہلے مذکور ہوئی اُسمین بھی وارد ہی کہ جو
کوئی اہل غلو کی روایت کی تصدیق کریگا وہ ہماری ولایت سے باہر ہی پھر اس صورت مین حق تو یہ ہی کہ نہ ہر حدیث کو قبول
کر سکتے ہین نہ ہر حدیث کو رد کر سکتے ہین بلکہ تمیز و تفرقہ اور تحقیق روات کے حال کی اور روایات کی ضروری ہی حضرات اخباریین نے
ہر حدیث پر احکام فرعیہ مین عمل کیا ہی لیکن عاقل پر مخفی نہوگا کہ یہ بھی طریقہ استقامت سے پاؤن باہر نکالنا ہی پھر اگر اسی طرح اصول
دین مین ہر حدیث پر عمل کیا جاے تو یقینی جو اعتقادات حقہ دین مبین کے بنیان مرصوص ہی اُسمین اختلال راہ پائیگا پناہ بخدا
باتون سے کہ جو نیم ملاہاے زمانہ اور کم مایگان سے ظاہر ہوتی ہین اور جب یہ خرابیان یقینی ہر روایت پر عمل کرنے سے مترتب

ہوئی ہین تو کچھ چارہ نہین ہی اِس سے کہ بالضرور ہر سند کے حال کی تحقیق کی جاے بلکہ اکثر و متون مین الفاظ اور مضامین سے
عبارتون کے نیز روایات مین مومن خبیر کو حاصل ہوجاتا ہی فانہ علی کل حق حقیقۃ وعلی کل صواب نورا جیسا کہ نصوص مین اشارہ ہی
اور یہ باتین خواص اور اہل باطن سے پوشیدہ نہین ہین اور اسی جگہ سے یہ بات ہی کہ سابقین جب کسی روایت کو سیاق سے اُن روایات
جو یقینی معصوم علیہ السلام کے کلام سے ہین باہر پاتے تھے تو جو شخص اُس روایت کو لاتا تھا اُس سے کہتے تھے اعطاک من جراب النورۃ
اور تنقید حال رجال مین کوشش کرتے تھے اور جو روایات کہ قبول کرنے کے لائق نہ تھین اُنہین نہ صرف اُسکے لانے والے پر رد
کرتے تھے اور جس سے طریقہ حقہ کی مخالفت پاتے تھے جب دیکھتے تھے کہ اُسمین تاویل کی گنجائش نہین ہی اُس سے انکار
کرتے تھے لا اقل یہ ہی کہ اُسے پایہ اضطراب مین لاتے تھے اور کہتے تھے کہ فلان یروی الغرایب تاکہ انکار صریح لازم نہ آے پھر یہ
گمان کرنا کہ جو روایت کہ کسی راوی سے فضائل اہلبیت علیہم السلام مین منسوب کسی حضرت کی طرف حضرات ائمہ سے ہو
اُس سے انکار نہین کر سکتے توہم فاسد ہی بلکہ بیشتر ایسا ہوتا ہی کہ ہمارے علما فضائل کی روایات کو کتب سے حضرات اہلسنت کے
حجت تمام کرنے کو اور بطور الزام وہی خصم نقل کرتے ہین اُسے جاننا چاہیے کہ اُس نقل کا فائدہ وہی ہی جو مذکور ہوا نہ یہ کہ اُسپر
اعتماد کرین اور اگر کوئی مضمون اُنمین اپنے اصول اعتقاد کے خلاف ہو تو اُس سے احتجاج اپنے عمل کرنے کو کرین ہان کبھی یہ ہوتا ہی
کہ فضائل کے نقل کرنے مین تواتر کی اُمید سے تحقیق حال رجال کے درپے نہین ہوتے اور پھر تواتر معنوی کی راہ سے اصل
فضیلت کو ثابت کرتے ہین اگرچہ تنہا اخبار احاد کو محل اعتماد نہ سمجھین کیونکہ یقین کرنا طریقہ احتیاط کے خلاف ہی اور ہر ایک پر
اعتماد نہین کر سکتے پس جیسا کہ فضائل یقینیہ سے انکار کرنا سبب اِسکا ہی کہ اُنکا منکر دائرہ ایمان سے باہر ہوجائیگا اسی طرح جو فضیلتین کہ
ثابت نہین ہین اُنکا ثابت کرنا بھی منجر ہوگا طرف اِس بات کے کہ وہ شخص مثبت حدود ایمان سے خارج ہوجاے بہت سے
اُمور جسے غلات کہتے ہین اگرچہ بنظر ظاہر وہ از قبیل فضائل معلوم ہوتے ہین لیکن حقیقت مین وہ اُمور جعلیہ اور غیر اصلیہ ہین اور اُنسے
انکار کرنا عین ایمان ہی از قبیل انکار فضائل ائمہ نہین ہی پھر واقع مین انکار کرنا فضائل ثابتہ سے کفر ہوگا نہ ایسے فضائل سے
جو غیر ثابتہ اور جعلیہ ہین کیونکہ واقع مین یہ آنحضرت کے فضائل نہین ہین اور فضائل سے انکار کرنا کیسا اور اِسکی تخصیص کی کیا
ضرورت ہی بلکہ جو حکم کہ حضرات کا ہی اُس سے انکار کرنا کفر ہی لیکن اُن اشخاص نے وہ روایات سابقہ جنسے خود اپنے مدعی پر
استدلال کیا ہی اور جو اُنکے مثل ہون اُنسے غرض حضرات معصومین کی جو ہی وہ سمجھے نہین اور یہ نہین جانا کہ ایسے نصوص اِسپر نہین
دلالت کرتے کہ ہر روایت کو قبول کرو اور نہ اُنسے یہ ثابت ہوتا ہی کہ ہر روایت سے انکار کرنے کی مذمت ہی بلکہ وہ روایات
مواضع شک کے ساتھ مختص ہین یعنی جس جگہ مضمون روایت سے شک پیدا ہوتا ہو وہان انکار نہین چاہیے اور سیر یہ بات
دلالت کرتی ہی کہ روایات کا دفع کرنا مجرد استبعادات کے ممنوع ہی کہ باوجود اس احتمال کے کہ شاید صحیح ہو اور تاویل صحیح کرنی
اُسکی ممکن ہو تو ہم اُس سے انکار نہین کر سکتے لیکن ایسے مقامات پر اُسکا راوی پر رد کرنا اور یہ کہنا کہ العہدۃ علی الراوی
یہ موضوع ہی اور یہ فرمانا حضرت کا کہ فانہ لاندری لعلہ قلنا دعلی ای وجہ وصفتہ صریح اِس امر پر دلالت کرتا ہی کہ انکار کرنا

کرنا ہی مقام پر کہ انکی وجہ یہ معلوم ہو بیجا ہی اور عموم تعلیل کا دلالت کرتا ہی اس بات پر کہ قبول کرنے کا بھی حال ایسا ہی ہو
کیونکہ بمفاد ظاہری ہے اسلئے کہ انکی حقیقت سے آگاہ ہون جائز ہوگا پھر اس صورت مین تمسک کرنا ظاہر قولوا فینا
ما شئتم سے جیسا کہ فاضل رشتی اور انکے تابعین نے معتبر جاننے مین ہر طرح کی فضیلت کی ہے اسلئے کہ معانی روایت کو
بجھین اپنا متمسک قرار دیا ہی وہ بیجا ہوگا فانه لا یدری علی ای صفة صدر منه هذا الکلام علی الوجه العام مع انه ورد فی
بعض الاخبار لا تجاوزوا بنا العبودیة ثم قولوا فینا ما شئتم ولن تبلغوا اور بعض روایات مین ہو کہ لا ترفعونا
فوق حدنا اور حقیقت مین یہ کلام فاضل مذکور کا کسقدر مشابہ حضرات اہلسنت کے کلام سے ہی کہ وہ بھی عموم فاعملوا
ما شئتم کو خاص کرکے اہل بدر کے واسطے جو ہی متمسک اپنا اس بات مین گردانتے ہین کہ اس قول کے موافق ہر فعل
انکے افعال سے معتبر ہی اگرچہ شریعت مطہرہ کے مخالف ہو اور انکے زعم مین بھی کوئی گناہ انکے سد سکندری عدالت کو انکے نہین
توڑتے حالانکہ انھون نے بھی مخرج کلام کو نہین پایا کہ کس محل اور مقام پر صادر ہوا ہی آیا یہ گمان کرتے ہین کہ جو چیز کہ بذریعہ نص
حدیث حرام ہی وہ انکے لیے حلال تھی اور اگر ایسا ہو تو انکا حال بھی مثل فرقہ اباضیہ کے ہوگا فاضل عقلانی نے کہا ہی وقد
استشکل قوله اعملوا ما شئتم فان ظاهره انه للاباحة وهو خلاف عقد الشرع اور اسی جگہ سے ہی کہ بعضے فضلائے حضرات اہلسنت نے اہل
بدر کی مغفرت کو ماضی پر حمل کیا لیکن یہ تاویل اعملوا مین کہ صیغہ امر مستعمل حال و استقبال مین ہی جاری نہین ہو سکتی اور بعضون نے
کہا ہی کہ گناہان آیندہ انکے مغفور ہین اور یہ کنایہ اس سے ہی کہ انسے گناہ صادر نہونگے اور بعض حضرات اہلسنت نے اسمین نظر و
تامل کیا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اس سے مراد یہ ہی کہ غفرت لکم فی الاخرة جیسا کہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ مین کہا ہی قوله قد غفرت لکم
هذه فی الاخرة واما فی الدنیا فلو توجه الی منهم حد او غیره اقیم علیه واقام رسول الله علی مسطح حد القذف وکان بدریا انتهی
پھر اب حضرات اہلسنت کے دست و پا مارنے کو بنظر تعمق دیکھنا چاہیے اور جو انھون نے اعملوا ما شئتم سے استدلال اس امر پر کیا ہی
کہ یقینی سب اہل بدر ناجی ہین باوصف ان احتمالات کے جو لفظ حدیث مین موجود ہین لائق اسکے ہین کہ منصف اسے میزان
عقل مین سنجیدہ کرے اور اگر یہ مراد ہی کہ وہ عمل کا اپنے استیناف کرین یعنی خدا تعالیٰ نے انکے گذشتہ معاصی کو عفو فرمایا اب
جو چاہین وہ اچھے یا برے اعمال کرین کہ انکے موافق انھین جزا دی جائیگی تو یہ معنی البتہ صحیح ہین لیکن اس تقدیر مین پھر اب
انکا تمسک اس سے کیونکر صحیح ہوگا اور یہ ویسا ہی کہ جو حدیث بخاری مین باسناد مصنف وارد ہی عن ابی هریرة عن النبی صلی الله
علیه واله وسلم یعنی اذنبت ثم استغفر فعل ذلک ثلاثا انه قال الله علم عبدی ان له ربا یغفر الذنب ویاخذ به غفرت لعبدی
فلیعمل ما شاء قال بعض الشراح اعمل ما شئت معناه ما دمت تذنب ثم تتوب غفرت لک پھر جبکہ اس جگہ مغفرت علی الاطلاق مراد نہوئی
بلکہ مشروط توبہ کے ساتھ ہوئی تو کیا عجب ہی کہ حدیث اہل بدر مین بھی مثل اسی کے مراد ہو کیونکہ ایک باب دو ہوا نہونا چاہیے
اور یہ ممکن ہی کہ کہین کہ حق تعالیٰ توبہ کرنے سے فرماتا ہی کہ تیرے گناہون کو بخشا اب تجھے اختیار ہی جو چاہے وہ کر یعنی اعمال خیر سے
جو چاہے وہ کرے یا یہ اب حساب سر نو سے شروع ہوا پس اب جو چاہے وہ کر اور باخبر رہ کہ پھر مبتلا گناہ کا نہونے پائے

اسی طرح علماے امامیہ مین سے فاضل رشتی اور اُنکے تابعین نے بھی حدیث نزلونا عن الربوبیۃ وقولوا فینا ما شئتم کے بھی
معنی نہین سمجھے کیونکہ اُس سے مراد یہ ہی کہ فضائل صحیحہ سے جو چاہین وہ کہین نہ یہ کہ جن فضائل کی اصل نہین ہی اُنہین بھی ثابت
کرین آیا نہین دیکھتے کہ یہ کب کہہ سکتے ہین کہ وہ حضرت پیغمبر تھے حالانکہ نبوت کا مرتبہ بھی مرتبہ ربوبیت سے کم ہی اسی طرح یہ بھی
نہین کہہ سکتے کہ وہ حضرت پیغمبر خدا سے ہمارے افضل تھے کیونکہ ہمارے پیغمبر سید البشر ہین اور جناب امیر جانشین اور تابع
انحضرت کے تھے اور متبوع بسبب اسکے کہ متبوع ہی تابع سے افضل ہوتا ہی اسی طرح نہین کہہ سکتے کہ جو فضیلت کہ دل سے
اپنے پیدا کرین یا کسی غالی کی روایت کہ اسی کی طرف اُسکے اسناد بھی ظاہر ہوئی سے اعتقاد کرنا واجب ہی کیونکہ فضائل وہین جنھین
اہل فضائل نے کہ وہ اہل باطن اور راز دان اور اصحاب خاص ہین اُنکے حضرات کے نقل کیا ہو نہ وہ کہ ہر غالی اور باغی اور طاغی
بیان کرے پناہ بخدا اس تغیر و تقصیر سے کہ جو جاہلون سے واقع ہوتی ہی اور ہوئی ہین اس سے خدا محفوظ رکھے
واقع ہونے مین اُن تحریفات کے جو غالیون نے کی ہین واقع مین یہ ہی ان کم مایگان نے جو نیم ملا خطرہ ایمان کا مصداق ہین
اس بارے مین ایسی خرابیان اور حد اعتدال سے تجاوز اختیار کیا ہی جس سے بہت مومنین گمراہ ہوے اور ہوتے ہین اور اسکا
ضرر بہت عظیم ہی کیونکہ یہ دشمن خانگی ہین کہ جو شیعہ عوام سے ہین انھین موالات ظاہری اہلبیت علیہم السلام کے اظہار کے ادعا مین
اپنی طرف کھینچتے ہین اور جب وہ اُنکے دام مین پھنسا تو جو اچھا برا یاد ہوا اُسے اُنپر بیان کرتے ہین اور سناتے ہین اور وہ بیچارے اُنکی
حقیقت کو تو جان نہین سکتے لاچار اُنہی کی پیروی کرکے جہالت و ضلالت مین پڑتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ یہ بات ہمنے
عالم سے کہ وہ بڑا شیعہ تھا سُنی ہی اُس سے عقیدہ کرتے ہین اور اگر کوئی دوسرا کہ وہ جانتا ہو اور کچھ سمجھتا ہو اُنکی تردید کرے
یا مانع ہو تو اُسے قبول نہین کرتے بلکہ اُسے کہتے ہین کہ یہ مقصر ہی معرفت فضائل ائمہ علیہم السلام مین اور اُسے بد کہتے ہین
اور اُس سے دوری ڈھونڈھتے ہین اور واقع مین یہ ہی کہ جو فضائل حقہ و حقیقیہ حضرات کے ہین وہ کیا کم ہین کہ جو غیر حقہ دل سے
بنائے اور تراشے جائین یا ایسے ویسے شخص کی روایت پر کہ وہ فاسد الاعتقاد ہو اعتماد کیا جاے اور وہ بیان کیا جاے
اور اُس سے اپنا اور دوسرون کا ایمان و عقیدہ خراب کیا جاے جیسا کہ فاضل رشتی کے تابعین مین کہ جو اس ملک مین ہین
فساد اعتقاد دیکھا گیا ہی انھین یہ لازم تھا کہ آیات متشابہات کو اور روایات کو بر وجہ صحیح تفسیر کرکے جو سبب اشتباہ خلق تھا
اُسے دفع کرتے نہ یہ کہ خود خلق کو اشتباہ مین ڈالتے اور ایسے کلمات زبان پر لاتے کہ جس سے تمویہ و اشتباہ زیادہ ہو کیونکہ تاویل
اُسی کی کرنی چاہیے جو تاویل کرنے کے لائق ہو اور اُس سے کسی کو گمرہی نہو نہ یہ کہ کلام فاسد کی ایسی تاویل کیجاے کہ خود بھی
راہ حق کو چھوڑ دین اور ہر جگہ تاویل کرنا ضرور نہین ہی کیونکہ اصل عدم تاویل ہی اب ہم کہتے ہین کہ اُنہی جملہ سے جو بعض روایات
مین وارد ہوا ہی کہ نحن اسماءہ الحسنی التی امرکم اللہ ان تدعوہ بہا یعنی ہم ہین اسماء حسنی خداے عزوجل کے واسطے کہ حکم فرمایا ہی
خدا تعالی نے تمھارے واسطے ساتھ اس بات کے کہ دعا کرو ساتھ اُنکے اور زیارت حضرت امیر المومنین علیہ السلام مین حضرت
سجاد علیہ السلام سے منقول ہی السلام علی اسم اللہ الرضی و وجہہ المضی مقام عجب یہ ہی کہ بعض مدعیان تشیع نے بسبب اسکے

کہ خود غلو و تفویض کے مذہب کے طرف مائل تھے یہ کہا کہ اخبار و ادعیہ بہت موافق عقول صحیحہ کے اس بات پر دلالت کرتے ہین
کہ حق تعالی نے اپنی خلق کو اپنے اسماء سے پیدا فرمایا اور اُسکے اسماء حضرات ائمہ ہین پس خالق خدا کا وہ نام ہی جس سے اپنے مخلوقات کو
خلق فرمایا اور فاعل اسکا وہ نام ہی کہ جس سے اُسنے فعل اشیا کا کیا و علی ہذہ القیاس قیوم اور محیی ہین اور یہ نام عین حقائق مقدسہ ہین
پس وہ یہ سمجھے ہین کہ حق تعالی نے اپنے نامون سے خلق و فعل و احیا و اماتت یعنی مارنا اور جلانا واقع فرمایا اور اسماء اسکے یہ سب
ذوات مقدسہ ہین پس لازم ہی کہ اِنہین سے خلق ہوا اور واضح ہو کہ یہ کلام اچھا نہین ہی بلکہ قول زور و منکر ہی کیونکہ کبھی اسماء الٰہی کا
اطلاق حروف و کلمات پر ہوتا ہی اور یہ اطلاق حقیقی ہی اور کبھی مجازاً اُسکا اطلاق ذوات مقدسہ پر بھی کیا جاتا ہی اور جب دونون
طرح یہ اطلاق ہوتا ہی تو جو انھون نے اپنی تقریر مین وسط مکرر گردانا ہی کہ خدا نے سب کو اپنے اسماء سے پیدا کیا اور اسماء خدا ذوات
مقدسہ ہین یہ تکرار ممنوع ہوگا اور اُسکے رد کرنے کو قول جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا کافی ہی کہ فرمایا انحضرت نے کہ
من قال نحن الخالقون بامر اللہ فقد کفر اور اور روایتون مین وارد ہوا ہی کہ آلہ و واسطہ کو خدا کے پیدا فرمانے مین کہنا کفر ہی پس
شخص جو خدا کو ان وسایط کے ساتھ خالق اور محیی اور ممیت جانتا ہی اگر یہ سمجھنا ویسا ہی جیسا کہ بعض رسالہ مین اپنے تصریح کی ہی ساتھ
اس بات کے کہ خلق کرنا اور روزی دینا خدا کی شان سے نہین ہی بلکہ اُسکے فعل کی شان سے ہی یعنی مشیتہ الحقہ ہی
جو اُنکے زعم مین ہی یا نور محمدی اور انوار ائمہ صلوات اللہ علیہم انکی مراد ہین کہ عالم کا پیدا کرنا انوار مقدسہ اور ذوات طاہرہ سے
واقع ہوتا ہی تو بلاشبہہ یہ کفر ہی جیسا کہ موافق ارشاد صدق بنیاد جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ظاہر ہوا اور اخوند
صاحب نے اپنے رسالہ اعتقادیہ مین فرمایا ہی و لا یعتقد انہم خلقوا العالم بامر اللہ تعالی فانا قد نہینا فی صحاح الاخبار
عن القول بہ و لا عبرۃ بما رواہ البرسی وغیرہ من الاخبار الضعیفۃ اور اگر مراد انکی اس سے یہ ہی کہ حق تعالی نے بواسطہ انکے عالم کو پیدا
فرمایا اور پیدا کرنے کا فعل منسوب خدا کی طرف ہی نہ انحضرات کی طرف جیسا کہ یہ دلالت کرتا ہی ان اللہ فاعل و خالق تھا اور
یہ اسلیے کہا ہی کہ تا اس عیب سے کہ خلق کی نسبت غیر خدا کی طرف کیجاتی ہی اپنے تئین بری کرین تو مجرد تغییر اسلوب کے اس
اعتقاد کرنے کے ساتھ کہ خلق کرنا خدا کی شان سے نہین ہی ورطہ ہلاکت سے نجات نہین ہو سکتی کیونکہ جب خلق غیر
خدا کے ساتھ قائم ہوئی تو اب اس غیر سے خالق ہونے کی نفی کرنا متصور نہین ہو سکتا اور جب یہ ہی تو جہان خالق بھی صادق آئیگا
وہان خالقون بامر اللہ بھی صادق آئیگا اسلیے کہ دونون امرون کی ملازمت ظاہر ہی اور اسی لیے قرآن شریف مین وارد ہوا ہی اذ
تخلق من الطین کہیئۃ الطیر باذنی پھر فرق اُن دونون کے بیچ مین نہو گا مگر یہ کہ خلق آیۂ کریمہ مین مستعمل معنی مجازی مین ہی اور
کلام فاضل مذکور مین مستعمل معنی حقیقی مین ہی اور اسماء الٰہی کا اطلاق کرنا حضرات پر حقیقت لغویہ اور حقیقت عرفیہ پر نہین ہو سکتا
کیونکہ اسماء الٰہی کی حقیقت کلمات ہین جو مرکب حروف ہجا سے ہین کہ بطور اعلام و القاب کے جو ذات و صفات پر خدا کی
دلالت کرتے ہین اطلاق کیے جاتے ہین جیسا کہ کتاب کافی مین ابو ہاشم جعفری سے منقول ہی کہ مین حضرت ابو جعفر ثانی کی خدمت مین
حاضر تھا کہ ایک شخص نے انحضرت سے سوال کیا اسماء اور صفات الٰہی سے یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ اگر تو یہ کہتا ہی کہ اسماء و صفات

خدا کی ہمیشہ سے تھی اس معنی سے کہ اسکے علم میں تھی اور وہ انکی اطلاق کرنے کا مستحق تھا تو صحیح ہے اور اگر تو یہ کہتا ہے کہ انکی
تصویر اور اُسکے حروف ہجائی بھی ہمیشہ سے تھے تو پناہ بخدا کہ اسکے ساتھ کوئی چیز اور ہو بل کان اللہ ولا خلق ثم خلقھا
وسیلۃ بینہ وبین خلقہ یتضرعون بھا الیہ ویعبدونہ وھی ذکرہ وکان اللہ ولا ذکر والمذکور بالذکر
ھو اللہ القدیم الخ الحدیث اور بھی رد فرمانے میں اُن اہل مذہب کے جو اسکے قائل تھے کہ اسماء الٰہی عین مسمی ہیں کتاب کافی میں
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت میں ماثور ہے کہ فرمایا اللہ تسعۃ وتسعون اسما فلو کان الاسم ھو المسمی
لکان لکل اسم منھا الھا ولکن اللہ معنی یدل علیہ بھذہ الاسماء وکلھا غیرہ الخ اور بھی کتاب کافی میں جابر سے ماثور ہے کہ جناب
ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا ترجمہ لفظی اسکا یہ ہے کہ بدرستیکہ اسم اعظم حق تعالیٰ کا تہتر حرف پر ہے آصف برخیا پاس ایک
حرف اُسکا تھا پس جب انھون نے اُسے کہا اور پڑھا تو بسبب اُسکے جو زمین کہ آصف اور تخت بلقیس کے بیچ میں تھی وہ
بیٹھ گئی اور لپٹ گئی یہان تک کہ تخت بلقیس کو ایک چشم زدن میں انھون نے اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا بعد اسکے پھر وہ زمین
طرفۃ العین میں اپنے حال اصلی پر آگئی اور ہم اہلبیت کے پاس اسم اعظم سے بہتر حرف ہین اور ایک حرف اُس سے حق تعالیٰ کے
پاس ہے کہ وہ خدا سے اختصاص رکھتا ہے کہ اُسے اُسنے خود اپنے علم غیب میں جو اسکے واسطے ہے مخزون فرمایا ہے اور نہیں ہے حول و
قوت مگر ساتھ خداوند کے جو بلند و برتر ہے الخ اسی طرح بہت سے اخبار و آثار اس مطلب پر دلالت کرتے ہین پھر اطلاق
اسما کا ذوات مقدسہ ائمہ پر ہوگا مگر بطور مجازات کے جو کلام عرب میں شایع ہے مثل اسکے کہ نام معنی پر دلالت کرتا ہے اور
انکے ذوات مقدسہ بھی خدا کی عظمت و بزرگی پر دلالت کرتے ہین بسبب اسکے کہ اسم مشتق سمہ سے ہے علامت کے معنی پر وہ پھر صادق
آئیگا اور جسقدر کہ دلالت قوی ہوگی یہ دلالت کرنے والا مستحق اس اسم کا ہوگا یا یہ کہ جیسا کہ اسماء الٰہی استجابت دعا کے وسائل ہین
اُسی طرح ذوات مقدسہ بھی وسائل اجابت ہین پس دعا کرنا بذریعہ اسماء الٰہی یا بذریعہ ذوات مقدسہ دونون قبول کا
ذریعہ ہین اس جہت سے سلک اسماء الٰہی میں جو مدعو بہا ہین وہ بھی منسلک ہوتے ہین اور یہ معانی ایسے ہین جنمین کوئی عیب
نہین ہے جناب شیخ جعفر نجفی نے اپنے رسالہ میں جو عبد العزیز مسعود وہابی جو روضہ ہاے مقدسہ کا گرانے والا ہے اور
ارواح مطہرہ سے استمداد کا مانع ہے اسکی رد میں روایات حضرات اہلسنت کے موافق لکھا ہے المقصد السابع فی التوسل
ولا ریب انہ من سنن المرسلین وسیرۃ الصالحین ودلت علیہ الاخبار والآثار نقل ان آدم لما اقترب الخطیئۃ
قال یا رب انی اسئلک بحق محمد لما غفرت لی فقال یا آدم کیف عرفتہ قال لانک لما خلقتنی نظرت الی العرش مکتوبا فیہ
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فرایت اسمہ مقرونا مع اسمک فعرفتہ احب الخلق الیک صححہ الحاکم وعن الاعمش ان امراۃ ضریرۃ بقیت ستۃ
لیال تقسم علی اللہ بحق علی بن ابی طالب فرد اللہ علیھا بصرھا یعنی اعمش سے منقول ہے کہ ایک عورت نابینا نے چھ رات برابر دعا کی اور خدا تعالیٰ کو علی ابن ابیطالب
کی قسم دیتی تھی پس اسکی آنکھین روشن ہوگئین اور نابینائی اسکی زائل ہوگئی اور بیہقی سے بطریق صحیح مالک الدار خازن عمر سے
روایت ہے کہ ایک بار قحط و گرانی پڑی پس ایک شخص نے پیغمبر خدا کی قبر شریف سے التجا کی اور کہا کہ یا رسول اللہ

استسق لامتک فقد ھلکو یعنی ای پیغمبر خدا اپنی اُمت کو سیراب فرمایئے بتحقیق کہ وہ سب مرتے ہین بعد اسکے پیغمبر خدا اُسکے خواب مین تشریف لاے اور فرمایا کہ عمر سے کہو کہ خلق سیراب کی گئی اور شیعون کی روایات خصوص توسل مین حضرات علیہم السلام کے ساتھ دعاؤن مین حد حصر سے زیادہ ہین اور جو لوگ کہ عوام شیعہ سے حضرات سے مدد چاہتے ہین یا حاجتین طلب کرتے ہین اُس سے ظاہر مراد یہ ہو کہ اُنھین اُس استمداد سے اپنا شفیع درگاہ خدا مین کرتے ہین اور اُنکو وسیلہ کرتے ہین اپنی حاجت روائی کا نہ یہ کہ اُنھین حاجت روا ے مستقل جانتے ہین اور اسپر جو حضرات اہلسنت طعن کرتے ہین اور کہتے ہین کہ شیعہ مشرک ہین کہ روزی اور اولاد وغیرہ حاجات کی طلب اپنے ائمہ سے کرتے ہین یہ طعن اُنکی بیجا ہی کیونکہ اول فعل عوام سے حجت فرقہ پر لانا نہین چاہیئے دوسرے یہ کہ ہرگاہ اُنکی مراد اس دعا و التجا سے استمداد و استشفاع ہو تو کیا قباحت ہی تیسرے خود بھی تو مشایخ صوفیہ کی طرف کسقدر اور کس حسن ظن کے ساتھ رجوع کرتے ہین اور اُنسے اپنی حاجات طلب کرتے ہین پھر دوسرون پر طعن بیجا ہی علاوہ اسکے وہ کب سب باتون مین غیر خدا کسی اور سے التجا نہین کرتے بلکہ تحصیل معاش مین کس کس سے نہین کہتے کہ ہمین نوکر رکھادو یا ہمارا اسباب بکوادو یا ہمین وہ عہدہ دلادو اور اپنی خادمہ سے کب کام کو نہین کہتے اور لونڈی اور نوکر سے کب نہین کہتے کہ پانی دو اور اپنے علماؤن سے اور اُستادون سے کب علم نہین طلب کرتے اور جنکے مرید بنتے ہین اُنسے کیا کیا کچھ نہین طلب کرتے پھر یہ طرفہ مضمون ہی کہ احاد من الناس سے کہتے ہین شرک نہین اور اگر مقربان درگاہ الٰہی سے حاجات کو نہی کہے اور استشفاع کرے تو وہ شرک ہو شیخ مذکور علیہ الرحمہ نے اپنے اُسی رسالہ مین جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہی فرمایا ہی اما ما ذکرت من الانکار علی کثیر من الناس من الاستعانة بغیر اللہ و دعوة غیر اللہ پس اگر غیر خدا سے دعا کرنا اور اعانت مخلوق سے چاہنا اس راہ سے ہو کہ اُسے ایسا قادر مختار جانین کہ جسکے قبضہ اختیار مین منافع و مضار ہون تو یہ کفار کا قول ہی اور ہم نہین گمان کرتا کہ کوئی شخص موالف و مخالف سے بلاد اسلام مین ایسا اعتقاد رکھتا ہو اور اگر اُس دعا مانگنے والے اور اعانت چاہنے والے کی اس سے مراد یہ ہو کہ شفاعت کے لیے اُس مخلوق سے دعا و استعانت کرتا ہو تو اگرچہ اس شخص سے عبادت مین ایک قسم کا تصرف اور مسامحہ واقع ہوا ہی لیکن یہ بُری طاعت ہی اور از باب محافظت علی الاداب من کل الجہات ہی انتہی خلاصتہ کلامہ اور اسی کے مطابق ہی جو شارح مشکوٰۃ نے کہا ہی اور اسکا حاصل یہ ہی کہ استمداد اہل قبور سے پس اس سے بعض فضلا نے انکار کیا ہی پس مین نہین سمجھتا کہ مراد اسکی استمداد و امداد سے کیا ہی کہ اس سے انکار کیا ہی اور جو کچھ کہ مین اسے سمجھا ہون وہ یہ ہی کہ دعا کرنے والا جو خدا کی طرف محتاج ہی وہ خدا سے دعا کرتا ہی اور اپنی حاجت کو اس سے طلب کرتا ہی اور کسی روحانیت سے بندے کے بندگان الٰہی سے جو مقرب خدا ہی توسل کرتا ہی اور کہتا ہی کہ اللھم ببرکة ھذا العبد الذی رحمتہ واکرمتہ وبما لک بہ من اللطف والکرم اقض حاجتی واعط سؤلی او ینادی ھذا العبد المکرم المقرب عند اللہ و یقول یا عبد اللہ اشفع لی وادع ربک وسئلہ ان یعطی سؤلی و یقضی حاجتی فالمعطی والمسئول والمامول منہ ھو الرب تعالی وتقدس وما العبد فی البین الا وسیلة اور قادر و معطی نہین ہی مگر خداوند تقدس و

تعالی اور اسکے اولیاے محتاج اُسی تعالی شانہ کے ہین اور اگر اسی قدر شرک ہو تو چاہیے کہ زندگی مین بھی رجوع و توسل کرنا
مقربین خدا کے ساتھ جائز نہو ہان اگر قبور کی زیارت کرنے والے یہ اعتقاد کرین کہ اہل قبور صاحبان قدرت و نصرت ہین جیسا کہ
عوام کے فعل سے لوگ سمجھتے ہین پس انکا فعل اولاً تو پایہ اعتبار سے ساقط ہی اور ثانیاً اگر اُنسے پوچھیے تو وہ اقرار کرینگے کہ
اہل قبور خدا نہین ہین بلکہ مقربان خدا ہین اور انکے ذریعہ سے ہم دعا مانگتے ہین اور خلاف نہین ہو مگر غیر انبیا مین والّا الانبیاء
فانهم احیاء حقیقة بالحیوة الدنیا بالاتفاق صلوات الله علیهم اجمعین انتهی محصل کلامہ شیخ جعفر علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ کوئی شک کا
مقام نہین ہی کہ پیغمبر خدا بعد موت کے زندہ ہین کلام کو سُنتے ہین اور جواب فرماتے ہین مگر قوت سامعہ اکثر خلق کی اُس آواز کے
سُننے سے محجوب کی گئی ہی اور اس معنی کے ساتھ موت کا اطلاق کرنا آنحضرت پر منافات نہین رکھتا اس سے کہ حیات
وقت بعثت کے ساتھ مخصوص ہی کیونکہ اس سے مراد یہ ہی کہ زندگانی عود اجسام کے ساتھ موافق زندگانی دنیا کے مخصوص
بروز بعثت ہی فقط پوشیدہ نہ رہے کہ حکم حیات کا مخصوص پیغمبر خدا کے ساتھ نہین ہی بلکہ جملہ ائمہ و شہدا موافق نص
قرآن کے زندہ ہین جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون ولیکن شارح
مشکوۃ کا حکم کرنا حیوۃ دنیاویہ کے ساتھ محل نظر ہی اور ظاہر آیت کا یہی ہی کہ آنحضرات کو مردہ سمجھنا نہ چاہیے کیونکہ حقیقت
مین موت اُسکے لیے ہی جو اپنے حال مین مبتلا ہووے نہ اُسکے لیے جو حق تعالی کی نعمتون سے متنعم ہو اور حضرات کہ مقربان درگاہ
الٰہی اور سب خلق سے افضل ہین یہ اپنی زندگی مین بھی اور بعد مفارقت اس جسد عنصری سے بھی کہ موت ظاہری ہی دنیا
کی شفاعت کرنے والے ہین اور انکی آوازون کو اور دعاؤن کو سُنتے ہین اور باطلاع الٰہی اُنکے حالات سے مطلع ہوتے ہین
اور فیوض الٰہی کا واسطہ ہین جیسا کہ جناب آخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ حضرات دونون جہان مین وسایط فیوض الٰہی کے ہین
کیونکہ یہ فیوض الٰہی کے قابل ہین اور رحمات قابلی ہین اور انہین کے طفیل سے حق تعالی کی رحمتین تمام خلق پر جاری ہوتی ہین
اور یہی حکمت ہی ہمیشہ انپر پہلے صلوات بھیجنے کی اور حضرات سے توسل کرنے کی ہر حاجت کے لیے دعا کرنے مین پس
تحقیق کہ جب انپر درود و رحمت بھیجی جاتی ہی تو وہ رد نہین ہوتی کیونکہ خدا مبدا فیاض ہی اور محل فیض کا قبول کرنے والا ہی
پھر کیونکر یہ دعا لائق رد کرنے کے ہو اور جب قبول ہوئی تو انکی برکت سے رحمتین دعا کرنے والے پر بلکہ تمام خلق پر جاری ہوتی ہین
پس جب اسی صحیح معانی کا آدمی ارادہ کرے اور جو مجازات کہ محاورون مین شایع ہین انہین اپنی نظر مین لاے تو مضائقہ
نہین ہی کیونکہ استعمال شائع کے پہلو مین اُسکے ایہام کو معنی غیر مقصود کے لیے مضمحل جان سکتے ہین بخلاف مجازات غیر شائع کے
کہ ارادہ کرنے پر معنی صحیح کے اُسمین قرینے نہ قائم ہون کہ وہان گنجائش تاویل کی کچھ نہین رہتی پس یہ کہنا کہ حق تعالی نے
کائنات کو آنحضرات سے پیدا کیا غلات کے مبدعات سے ہی اور جب کہ حمل اور تاویل اس کلام کی ہمارے فرقہ سے بعض
متدل نے کہ اسکا ذکر اوپر ہو چکا ہی کی ہی وہ علیل ہی اور حصر حقیقی کا گمان کرنا نحو والله اسماء الحسنی مین تو وہم باطل ہی کیونکہ
لحاظ سب دلیلون کا چاہیے نہ یہ کہ بعض کی بہ نسبت لحاظ ہو اور بعض سے اعراض ہو اور یہ توہم کرنا کہ خدا کا خالق فرمانا اسماء

حسنیٰ سے نصوص کا مدلول ہی اور جب یہ ہوا تو ائمہ سے بھی خلق کرنا ثابت ہوگا اسکا بھی فساد ظاہر ہی کیونکہ یہ کہان سے
ثابت ہوا کہ اسما سے پیدا کرنا بمعنی ذوات مقدسہ کے ہی نہ یہ کہ اسما بمعنی الفاظ ہوں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی انما امرہ
اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون بلکہ اُسکے نفس علم کا متعلق مصلحت ہونا اس شی کے پیدا ہونے اور موجود ہونے مین کافی ہی
نہ یہ کہ وہ کاف و نون کو جب فرمائے تو کاف و نون سے پیدا ہو لیکن اس جگہ کہنے والے کو پہونچتا ہی کہ کہے کہ ہرگاہ اسما و حروف
متوسط ہونے سے خلق مین کچھ ضرر نہین لازم آتا تو ذوات مقدسہ جو اشرف و اعلیٰ ہین انکے توسط سے کیا خوف ہی کیونکہ حروف
بنظر حضرات کے مدارج کے کچھ حقیقت نہین رکھتے پھر جب انکے متوسط ہونے مین مضائقہ نہوا تو حضرات کے متوسط ہونے مین
تو بطریق اولیٰ مضائقہ نہوگا لیکن اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ پہلے خارق نص اور اجماع ملت ہاے اسلامیہ ہی کہ کوئی اسپر دلالت
نہین کرتا پھر ہرگاہ خود حضرات ائمہ علیہم السلام ان صفات کی نفی اشتراک مین مبالغہ فرماوین تو اب دوسرے کی کیا حاجت ہی
کہ اُن صفات باری مین کسی کو شریک کرے اور نص کے مقابل مین قیاس کرنا یقینی شرع مین جائز نہین اور ضرور نہین ہی کہ
ہر امر کا راز اور حکمت و مصلحت سب پر ظاہر ہو جائے اور جو بعضے یہ توہم کرتے ہین کہ ہرگاہ یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ حضرت امیر علیہ السلام
بہشت و دوزخ کی قسمت فرمانے والے ہین پھر بنسبت روزی کے تقسیم کرنے کے اُن مقربان مالک الملک کی استبعاد
کیون کرتے ہو تو یہ دفع کیا جاتا ہی ساتھ اس بات کے کہ محض استبعاد کا رفع کرنا کام نہین آتا جب تک کہ کوئی دلیل و حجت
ہوے پر قائم نہو اگر حق تعالیٰ انھین جنت و نار کا قسیم مقرر فرماوے اور روزی کی تقسیم فرمانے کی خدمت کے تفویض مین انھین
مصلحت نہ جانے تو اسمین محل تعجب کیا ہی اگر شرع مین قیاس کرنا جائز ہوتا تو چاہیے تھا کہ اسطرح ہوتا کہ روزے کی قضا عورت پر حیض سے
پاک ہونے کے بعد واجب ہوتی اور نماز جو اس سے افضل ہی اسکی قضا واجب نہوتی ساتھ اسکے بات یہ ہی کہ دنیا تکلیف و
آزمائش کا مقام ہی اور آخرت دار بقا اور دار جزا اور جاے ظہور مراتب جلیلہ انبیا و اوصیا ہی پس اگر قیاس مدارج اخروی پر
کیا جاتا صحیح ہوتا تو چاہیے کہ دنیا مین بھی انبیا و اوصیا مراتب جلیلہ سلطنت و ابہت اور حکومت و شوکت پر ہر وقت فائض ہوتے
حالانکہ ایسا نہین ہی پھر معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت کے کارخانے حکمت و مصالح پر مبنی ہین اور قیاسات عقلیہ اور وساوس وہمیہ
اصول دینیہ مین کام نہین آتے اور دوسرا جواب اس سے تبرعاً یہ ہی کہ حروف و کلمات کا متوسط ہونا ایسا ہی کہ سب اسکو جانتے ہین
کہ انھین صلاحیت تاثیرات کی نہین ہی پھر انکا توسط دلالت عظمت پر خالق کی کرتا ہی کہ وہ ایسا خالق بزرگ و قادر ہی کہ
جس حیلہ اور جس وسیلہ سے کہ نام کے لیے ہی جو چاہتا ہی اسے پیدا فرماتا ہی اور وہ مخلوقات اور موجودات نہین ہین مگر پروردگار
کی تاثیر ذاتی سے کہ وہ قادر و مختار ہی اور یہ وسائل نہین ہین مگر وسائل ظاہریہ نہ حقیقی وسایط اور نہ تحقیقی علتین بخلاف اسکے
کہ ذوات جوہریہ مقربان حضرت احدی کے متوسط ہوں کہ اسوقت مین وہ محل اوہام اور محل خطرات خواص و عوام ہوگا
کیونکہ ہرگاہ خوارق عادات جزئیہ کو حق تعالیٰ نے انکے ہاتھ پر اور زبان پر جاری فرمایا ہو اسلیے کہ وہ سب خلق سے ممتاز و مباین
ہون اور اس سبب سے انھین بعض مخلوقات نے غلو کی راہ سے مرتبہ ربوبیت تک پہونچایا ہو پھر اگر اسکے ساتھ تدبیر عالم اور تفویض

کارخانہ بنی آدم ابھی اِس نشاۂ دنیویہ کے آنحضرات کو سپرد فرماتا تو اُسوقت مین کسکو شک اُنکے خدا ہونے مین نرہ جاتا بلکہ سب
یقین کرتے ہیکہ یہ ذوات مقدسہ خدا ہین اور یہ ضلال بعید ہی پھر کسطرح خداوند عالم کہ مصالح اور حکمتون کا عالم ہی ایسے کام کو
اختیار فرماتا اور اپنے وجود ذی جود کو معطل کرتا بلکہ کل یوم ہو فی شان پیدا کرتا ہی اور نابود کرتا ہی زندہ کرتا ہی اور مردہ کرتا ہی اور
وہ ایسا زندہ ہی جسے کبھی موت نہین ہی اور نہ کبھی دہر و زمانے کے گذرنے سے فانی ہوگا اور سب کے ساتھ جواہر و اجسام کا پیدا کرنا
اور روزی اور طعام کا پیدا کرنا یہ کام خلاق علام کا ہی نہ ممکنات کا اگرچہ نبی اور امام کیون نہون جیسا کہ بعض نصوص ائمہ
علیہم السلام سے اسکی تصریح وارد ہو چکی ہی اور یہی از جملہ متشابہات کے جنکی تاویل کی گئی ہی وجہ اللہ کا اطلاق حجۃ اللہ پر کرنا ہی
اور وجہ بمعنی جہت ہی یا وہ چیز ہی جسکی طرف متوجہ کرین کتاب بصائر مین اسکے مصنف کے اسناد سے ابی مغیرہ سے منقول ہی کہ کہا
اُنے کہ مین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت مین حاضر تھا پس سوال کیا آنحضرت سے ایک مرد نے قول
خدا تعالی سے کل شی ہالک الا وجہہ پس فرمایا کہ اہین اور سب کیا کہتے ہین اس شخص نے عرض کیا کہ کہتے ہین کہ ہر چیز فانی ہو
مگر وجہ اسکا اور یہ مقولہ شبہہ بعینہم اللہ کا ہی پس آنحضرت نے فرمایا بلکہ مراد اس سے یہ ہی کہ ہر چیز معرض ہلاکت و ضیاع مین ہی مگر
وہ وجہ کہ جس سے خدا تک پہونچ سکین اور وہ وجہ ہم ہین اور آیہ کریمہ کی تفسیر مین وجوہ دیگر احادیث و اخبار مین اور کلام
علماے اخبار مین وارد ہوے ہین از انجملہ وہ ہی جو جناب سید مرتضی علم الہدی علیہ الرحمہ نے اشارہ فرمایا وجہ الشیء ذاتہ و منہ
قولہم انما فعل ذلک لوجہک ومنہ قولہ تعالی وجوہ یومئذ ناعمۃ لسعیہا راضیۃ وانما یضاف الی الجملۃ فمعنی قولہ کل شیء
ہالک الا وجہہ الا ایاہ اور اسی جملہ سے وہ ہی جو کہا ہی کہ احتمال رکھتا ہی کہ دین خدا مراد ہو اور اسکا مویدیہ ہی کہ جو صدوق
علیہ الرحمہ نے کتاب التوحید مین بذریعہ اپنی اسناد کے تفسیر مین اس آیت کے ابو حمزہ سے نقل کیا ہی کہ اُنے جناب ابو جعفر علیہ السلام سے
روایت کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے ان اللہ تعالی من ان یوصف بالوجہ ولکن معناہ کل شیء ہالک الا دینہ والوجہ الذی یوتی منہ
ولیکن کریمہ انما نطعمکم لوجہ اللہ پس کلام سید مرتضی وغیرہ سے جو ظاہر ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ مراد اس سے ثواب و رضاے الہی ہی اور
لیکن قول اسکا سبحانہ وتعالی اینما تولوا فثم وجہ اللہ فالمراد بہ ثم اللہ لا علی معنی الحلول ولکن علی معنی التدبیر والعلم
اب بہت تعجب ہی شبہہ سے کہ خدا تعالی کے واسطے اس معنی باطل کے شبہہ سے کہ جو اُنکے خیال ناقص مین گذرتا ہی جسم و
صورت کو ثابت کرتے ہین اور پھر بھی اکتفا نہین کرتے بلکہ کہتے ہین کہ سب چیزین فانی ہین محض وجہ خدا باقی ہی یہ کہکر اپنی
سفاہت سب پر ظاہر کرتے ہین قاتلہم اللہ انی یوفکون اور غالیون سے تعجب ہی کہ امیر المومنین کو خدا جانتے ہین اور اُنکے
جسم کو جسم خدا کا یا مظہر خدا کا قرار دیتے ہین اور یہی آیتون کو آنحضرت پر حمل کرتے ہین اور جسمیت و حلول کے نقائص کو اُنکے لیے
ثابت کرتے جو ہر عیب و نقص سے بری ہی باوجود اسکے کہ ائمہ انام نے کسقدر اہتمام اسکی رد مین فرمایا ہی اور ابو الحسن اشعری سے
بھی بہت تعجب ہی کہ بسبب اسکے کہ معنی صحیح کو آیۃ کے نہ سمجھے اسلیے کبھی تو یہ کہا کہ وجہ ایک صفت ذات ہی جو ذات پر زائد ہی لیکن ہم
اسکی کنہ نہین جانتے اور اسی طرح ابو اسحاق اور اُنکے اسلاف نے بھی کہا ہی اور کبھی کہتے ہین کہ وجہ وجود کے لیے مرادف ہی پس

معنی یہ ہونگے کہ کل شئی ھالک الا وجہہ اللہ ای وجود اللہ جناب غفران مآب نے فرمایا ہو کہ ھذا کلہ بالاخرۃ تحقیق اور یہی
سبب ہو کہ شارح مواقف باوجودیکہ پیروان ابوالحسن اشعری سے ہین مگر اُنھون نے کہا ہو کہ وجہ لغت مین ایک عضو خاص کے
واسطے موضوع ہو اور اُسکا اثبات کرنا خدا کے واسطے روا نہین اور اور کسی صفت کے واسطے جو مجہول الکنہ ہو وہ موضوع نہین ہو
بل لا یجوز وضعہ لما لا یعقلہ المخاطب فتعین المجاز والتجوز بہ عما یعقل ویثبت بالدلیل متعین انتہی پہر ایسی
روایات مین یا جو روایات کہ متشابہ ہون اُنہین حاملان کتاب الہی کی طرف جو اہلبیت نبی اور خطاے معصوم ائمہ ہین رجوع کیا
چاہیے اور بیان انکے افادات کا اوپر ہو چکا ہو اور از جملہ متشابہات کے عین کا اثبات وجہ کے واسطے بلکہ عین کے لفظ کی جو
تصریح قرآن مین ہو اور اور روایات مین ہو لفظ اذن و قلب و لسان سے اُن سب کا خدا کے لیے اثبات از قسم متشابہات ہی
حق تعالی قرآن مین بخصوص ذکر کشتی نوح فرماتا ہو تجری باعیننا اور حضرت موسی کے حق مین فرماتا ہو لتصنع علی عینی
جناب غفران مآب نے فرمایا ہو کہ یہان بھی فرقہ اشعریہ سے کبھی کہتے ہین کہ عین ایک صفت ہی مجہولہ کہ ذات باری پر
زائد ہی اور کبھی کہتے ہین کہ مراد اُس سے دیکھنا ہو اور یہان بھی چاہیے کہ رجوع امام علیہ السلام کی طرف کیجاے کہ اُنھون نے
کلام خدا کی کیا تفسیر فرمائی ہو اُسی کے ساتھ اعتقاد و یقین کرنا چاہیے ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام سے روایت کی ہو کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ انا علم اللہ وانا قلب اللہ الواعی ولسان اللہ
الناطق وعین اللہ وجنب اللہ وانا ید اللہ اور بعد اس حدیث کی نقل کے صدوق علیہ الرحمہ نے کہا ہو کہ انا علم اللہ کے معنی
یہ ہین کہ مین مہبط علم خدا ہون اور انا قلب اللہ الواعی کے معنی یہ ہین کہ مین ہون قلب خدا جسے خدا نے اپنے علم کا وعا یعنی
ظرف گردانا ہی اور منقلب و متوجہ کیا ہو اُسے اپنی طاعت کی طرف اور وہ قلب ایک مخلوق ہی مخلوقات خدا سے کہ بسبب
اسکے کہ اُسے اختصاص زیادہ حاصل تھا اسلیے وہ منسوب و مضاف خدا کی طرف ہوا پس وہ قلب اللہ ہو جیسا کہ عبد اللہ اور
بیت اللہ اور جنۃ اللہ اور نار اللہ ہو اور عین اللہ سے مراد حفظ دین خدا ہی اور یہی معنی حفظ کے آیات سابقہ مین بھی مراد ہین ای
تجری بحفظنا ولتصنع علی حفظی انتہی محصل کلامہ اور اسی طرح ید کا اطلاق کرنا معنی قدرت و قوت پر قول خدا مین ہو جہان فرمایا ہی
وما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی استکبرت فرقہ اشعریہ اگرچہ دونون ہاتھون کو جو یدی کا ترجمہ ہی اس جگہ بھی دو صفت مجہولہ
قرار دیتے ہین اور اکثر فریقین سے علما کا یہ مختار ہی کہ اُس سے مراد قدرت کاملہ ہی اور آدم علیہ السلام کی تخصیص اس سے انکے شرف کے
بڑھانے کے واسطے ہی جناب امام رضا علیہ السلام سے اسکی تفسیر اسطرح منقول ہو کہ فرمایا خلقت بیدی یعنی پیدا فرمایا ایک قدرت و
قوت سے نہ اور کسی دوسری چیز سے کہ وہ عضو مخصوص ہو اور نہ کسی صفت مجہولہ سے اور نہ تعدد و تثنیہ کا ہی والا لازم آے کہ
جہان قرآن مین فرمایا ہو والسماء بنیناھا باید وہان جمع کے معنی مراد لین اور ید نعمت کے معنی پر بھی آیا ہی اور یہ معنی بھی
ایک روایت مین وارد ہوے ہین اور بعض علماے شیعہ نے اسکی تصحیح کی ہی بشرطیکہ خلقت کی لفظ پر وقف کیا جاے لیکن
روایت مطلق ہی مشروط نہین ہی اور جو لفظ ید اللہ ید اللہ فوق ایدیھم وارد ہوا ہی وہان اظہر یہ ہی کہ اُس سے مراد عہد اللہ فوق

عهود هم ہی یعنی معنی عہد ہی اور حدیث مین ید اللہ محمول اوپر قوت اور قدرت خاصہ کے ہی جو خدا کی عطا کی ہوئی ہو
جیسا کہ جناب امیر کا قول ہی انما قلعت باب خیبر بالقوۃ ربانیۃ یا بمعنی سطوت و بطش کے دشمنان خدا پر محمول ہی یا معنی رحمت
خدا پر محمول ہی جیسا کہ فرمایا ہی انا ید اللہ المبسوطۃ علی عبادہ بالرحمۃ و المغفرۃ و انا باب حطۃ یعنی مین ہون وہ ہاتھ خدا کا جو اسکے
بندون پر رحمت و مغفرت کے ساتھ پھیلایا گیا ہی اور مین حطہ کا دروازہ ہون یعنی جیسا کہ حضرت موسیٰ کے زمانے مین باب
حطہ تھا کہ جو اسمین داخل ہو کر اپنے قصورات کو بخشواتا تھا اسکی بخشش ہوتی تھی اسی طرح مین بھی مغفرت کا دروازہ ہون کہ
جو کوئی میرے وسیلے سے اپنی بخشش خدا سے چاہے وہ یقینی بخشا جائیگا اور اسی طرح جنب اللہ ہی کہ اس سے مراد لفظ جناب ہی
جو بمعنی ساحت کے ہی یا امر الٰہی کے ہی اور اسکا اطلاق امام پر اسلیے ہی کہ انہین جناب احدیت سے اختصاص تام حاصل ہی اور یہ
معانی ساتھ اس بات کے کہ مجازات شائعہ سے ہین لیکن سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ نے ہر معنی کے واسطے ایک شاہد کلام عرب
اور انکے اشعار بھی سند کے لیے ذکر فرمائے ہین اور ان الفاظ کے معانی حقیقی کے ارادہ کا ممتنع ہونا جناب حکیم علیم سے بہت
واضح قرینہ ہی اسکا کہ انسے مراد معانی مجازیہ ہین اور یہ استعارات محض اسلیے ہین کہ وہ دلالت کرتے ہین انحضرات کے مزید فضل و
کرامت پر اور زیادہ اختصاص پر جناب ملک علام کے ساتھ ابن بابویہ نے کتاب التوحید مین محمد ابن مسلم سے روایت کی ہی
کہ کہا اُنہون نے کہ سنا مین نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ فرماتے تھے کہ خدا کے واسطے چند مخلوقات ایسے ہین
کہ انہین اپنے نور عظمت سے پیدا فرمایا ہی رحمت کرنے کو اوپر کہ جنکے لیے رحمت کرنا چاہا ہی بسبب اپنے ترحم فرمانے کے
پس وہ مخلوقات خدا کی آنکھین ہین بسبب اسکے کہ انکی نظر رحمت اور ہدایت سب پر واقع ہوتی ہی اور اُسکے گوش شنوا ہین کہ رعایا کے
کلام کو سنتے ہین اور زبان گویا ہین خدا کے اسکے حکم سے اور اُسکے امین ہین اوپر جو اُسنے نازل فرمایا ہی اسباب خوف و رجا کے
اور حجت و برہان سے پس بسبب انکے گناہون کے محو کرتا ہی کہ وہ شفعا اور مقربان خدا اور رہادیان خلق ہین اور بسبب اُسکے ظلم و
ستم کو خلق سے دفع کرتا ہی اور انکی برکت سے رحمت کو اپنی خلق پر نازل فرماتا ہی اور بسبب انکے مردے کو زندہ کرتا ہی اور زندہ کو
مارتا ہی یعنی بسبب انکے کسی جاہل کو جو انکی وعظ و نصیحت فرمانے سے ہدایت قبول کرے اُسے ہلاکت اور موت علی الکفر سے
نجات دے کر حیات ابدی باقی عنایت فرماتا ہی اور زندے کو جو ظاہر مین زندہ ہی بعد اتمام حجت اُسپر اُسکے سوء اختیار سے
اُسے مارتا ہی لیہلک من ھلک عن بینۃ و یحیی من حی عن بینۃ اور انکے ذریعہ سے اپنے بندون کی آزمائش فرماتا ہی اور انکے
واسطے سے اپنے احکام کو انمین جاری فرماتا ہی عرض کیا مین نے کہ وہ کون ہین فرمایا ہم اوصیا یعنی وہ پیغمبر کے نائب ہین
یہ معنی حدیث صحیح کے ہین جو دلالت کرتی ہی حضرات کے فضائل پر اور انکی حجت خدا اور شفیع روز جزا اور پیشوائے خلق
ہونے پر اور اسکے سوا اور کچھ نہین ہی اور ایسے الفاظ جو مزید اختصاص پر دلالت کرتے ہین زبان شرع مین اور عرب عربا کے بلکہ ہر
زبان مین بہت واقع ہوئے ہین یہان تک کہ غیر ائمہ ہدیٰ علیہم السلام مین بھی مثل اسکے وارد ہوا ہی جیسا کہ حدیث نوافل مین
وارد ہی کہ ہر آئینہ بندۂ مومن تقرب حاصل کرتا ہی نوافل کے بجالانے سے یہان تک کہ میرا محبوب ہوتا ہی پس جبکہ میرا محبوب

ہوا اُسوقت مین بمنزلہ اُسکے کان کے ہوتا ہون کہ مجھسے سنتا ہی اور بمنزلہ اُسکی آنکھ کے ہوجاتا ہون کہ مجھسے دیکھتا ہی اور
بمنزلہ اُسکے ہاتھ کے ہوجاتا ہون کہ مجھسے سب کام کرتا ہی اور اگر مجھے پکارتا ہی تو مین اُسے قبول کرتا ہون اور اگر مجھسے سوال کرتا ہی
تو مین اُسے عطا کرتا ہون آخوند ملا محمد تقی علیہ الرحمہ نے حدیقۃ المتقین مین اِس روایت کو ذکر کرکے فرمایا ہی کہ ظاہر اس حدیث کا
یہ ہی کہ بندہ بسبب نوافل کے فنافی اللہ کے مرتبہ تک پہونچتا ہی کہ جو کچھ کرتا ہی خدا کے واسطے کرتا ہی اور بالکل دل کی مرادون سے
فانی ہوجاتا ہی یہان تک کہ بہشت و دوزخ اور کمال قرب سے بھی کچھ اُسے تعلق نہین رہتا اور ہر فقرے مین اس حدیث
معتبرہ کے فقرون مین خاصہ و عامہ کے بیچ مین بہت سے حقائق اور معارف مندرج ہین اور کتابین اِس حدیث کی شرح
کرنے مین تصنیف کی ہین پوشیدہ نہ رہے کہ ایسی حدیثین محل آزمائش ہین خلق کے لیے کہ ایک جماعت کے پاؤن اِنکے سبب
تسویلات شیطانی کے لغزش کر گئے ہین جسے خدا بچائے وہی بچ سکتا ہی کیونکہ اگر فنافی اللہ کے یہ معنی ہین کہ بندہ خاص
ہر حال مین مرضات الٰہی کو اپنی مرضات پر مقدم رکھتا ہی اور اپنی فکر سے غافل رہتا ہی لیکن اپنے خدا سے غافل نہین ہوتا تو البتہ
یہ بات محمود و ممدوح ہی اور اگر اِس سے حلول یا وحدت وجود و اتحاد خالق و مخلوق کی طرف راجع کرین تو اگرچہ حضرات صوفیہ کے
نزدیک عین معرفت ہو لیکن فرقہ امامیہ کے نزدیک یہ عین کفر و زندقہ و الحاد ہوگا اعاذنا اللہ و جمیع المؤمنین منہ راقم رسالہ کہتا ہی
کہ واقع مین اِس لفظ فنافی اللہ کا کہنا اچھا نہین ہی جیسا کہ مذکور ہوا لیکن چونکہ زمانہ ملا محمد تقی علیہ الرحمہ کا ایسا تھا کہ اکثر
اُسوقت مذہب صوفیہ کی طرف مائل تھے اور اُنکے اصطلاحات اکثر خلق کی زبان زد تھے اسلیے خلق کے جاننے کو اُنھون نے ذکر
فرمایا ہو اور حقیقت مین غرض اِس سے یہ ہوگی کہ نوافل کے بجا لانے سے بندہ مستحق حصول مرتبہ تقرب کا ہوتا ہی فقط اِسی
طرح فضائل اہلبیت علیہم السلام مین بھی جو خصائص وارد ہین اگر انھین معانی فاسدہ کی طرف کھینچین تو عین کفر و زندقہ
ہوگا اور اگر معانی حقہ کی طرف اُسے راجع کرین تو خطا و خلل اور فساد قول و عمل سے محفوظ رہینگے غلات و مفوضہ نے
حضرات کے لیے اور صوفیہ نے جماعہ خلق کے لیے تنزلات و ظہورات کے مراتب قرار دیے اور بہت خلق کو گمراہ کیا لیکن حق تعالیٰ کو
زمانے مین ائمہ ہدیٰ علیہم السلام اور اُنکے اتباع و موالین سے ہمیشہ ایک جماعت کو اہل حق کی پیدا کرتا ہی تاکہ غالیون کی
تحریف اور مبطلین کے شبہات کو دین حق سے برطرف کرتے رہین کتاب احتجاج مین حضرت امام رضا علیہ السلام سے
منقول ہی کہ جو کوئی حضرت امیر المومنین کے حق مین مرتبہ عبودیت سے تجاوز کرے طبقہ مغضوب علیہم و لا الضالین مین
داخل ہی بعد اُسکے آنحضرت نے جناب امیر علیہ السلام سے روایت کی کہ لا تجاوزوا بنا العبودیۃ ثم قولوا فینا ما شئتم و لن تبلغوا
یعنی تجاوز نہ کرو ہمارے بارے مین عبودیت و بندگی خدا سے بعد اُسکے ہمارے حق مین جو چاہو وہ کہو فضائل تو یہ سے
اور نہین پہونچ سکتے ہمارے منتہاے فضائل کو یعنی ہمارے فضائل غیر محصور ہین اور جملہ مدارج اُنکے خارج از حد شعور ہین
پس کیونکر اُن سب تک پہونچ سکتے ہو نہ یہ کہ جو چاہو حق و باطل اور سچ اور جھوٹ بناوہ بیجا از زبان پر لاؤ یعنی صحیح کلام امام
علیہ السلام کے ہین نہ وہ کہ جو جاہلین اور فرقہ غالین نے تاویل کی ہی بعد اُسکے پھر حضرت نے فرمایا ایاکم و الغلو کغلو النصاری

یعنی منع و تحذیر فرمائی حضرت نے اس سے کہ حد سے زیادہ تجاوز نہ کرو انکے بارے مین جیسا کہ نصاریٰ غلو کرتے ہین فانی
بری من الغالین پس تحقیق کہ مین غلو کرنے والون سے بری ہون بعد اسکے ایک شخص اٹھا اور عرض کیا اُنسے کہ یا ابن رسول اللہ
صف لنا ربک یعنی اے فرزند رسول خدا وصف پروردگار کو ہمارے لیے بیان فرمائیے پس بتحقیق کہ جو میرے ہمسایہ ہین انھون نے
اختلاف کیا ہی یہ سنکر حضرت امام رضا علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے اوصاف مجد و جلال کو اور اسکے تنزیہ ان نقائص و اوصاف
و احوال سے کہ جو شان ذو الجلال کے لائق نہین بیان فرمائے اوسوقت اس شخص نے عرض کیا کہ میرے باپ و مان آپ پر سے
قربان ہون ایک جماعت کہ آپ کے موالات و تشیع کا دعویٰ کرتے ہین گمان کرتے ہین کہ یہ سب صفات علی ابن ابیطالب کی ہین وانہ
ہو اللہ رب العالمین پس جب یہ کلام جناب امام رضا علیہ السلام نے سنا تو حضرت کے بدن شریف مین لرزہ آیا اور شدت
غیظ سے پسینہ جاری ہوا اور فرمایا سبحان اللہ سبحان اللہ عما یقول الظالمون و الکافرون علوا کبیرا اور اسکے بعد فرمایا کہ آیا نہ تھے علی ابن ابیطالب
کہ کھانا کھاتے تھے جسطرح سب کھاتے ہین آیا نہ پیتے تھے پانی جسطرح سب پیتے تھے آیا جسطرح سب نکاح و ازدواج کرتے ہین
اسطرح نکاح نہ کرتے تھے و مثل انہی کے اور باتین سب نہ کرتے تھے اور پھر ان سب باتون کے ساتھ آیا نماز نہ پڑھتے تھے اور
خضوع و خشوع کے ساتھ اپنے پروردگار کے آگے طاعت پر قائم ہونے والے اور اپنی تقصیر پر خدا کی طرف رجوع کرنے والے
نہ تھے یہ کہکر فرمایا افمن ہذہ صفاتہ یکون الہا فان کان ہذا الہا فلیس منکم احد الا و ہو الہ یعنی پس جو شخص کہ ایسے صفات کے ساتھ
متصف ہوئے خدا کہہ سکتے ہین بلکہ نہین کہہ سکتے ہین اور اگر ایسا ہی ہی تو تم مین سے بھی کوئی نہین ہی مگر یہ کہ وہ بھی خدا ہی کیونکہ سب
افراد انسانی ان صفات مین کہ جو حادث ہونے پر دلالت کرتے ہین آپس مین شریک ہین اور یہ نہین ہو سکتا کہ یہ صفات بعض کے
حادث ہونے پر دلالت کرین اور بعض پر نہین یہ سنکر اس شخص نے عرض کیا کہ وہ جماعت یہ گمان کرتی ہی کہ ہرگاہ علی ابن ابیطالب
نے وہ معجزے ظاہر کیے کہ جو قدرت اور قوت بشری سے باہر تھے تو انسے دلالت کی اس امر پر کہ وہ خدا ہین اور جب مخلوقین
عاجزین کے صفات انمین پائے گئے تو معلوم ہوا کہ خدا نے اپنے تئین متلبس بہ لباس انسانی فرما کر خلق کا امتحان و آزمائش
فرمائی ہی تاکہ بدقت نظر اُسے پہچانین اور انکی معرفت خدا کے ساتھ اضطراری نہو یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ انکی تقریرین اور
جو انکی دلیل کو برعکس الٹے کچھ فرق نہین ہی پس چاہیے کہ انسے کہے کہ جب آنحضرت سے علامتین فقر و حاجت کی ظاہر ہوئین تو انسے
دلالت کی اس امر پر کہ صاحب ان صفات کا جو انمین اور سب ضعفا و محتاجین مین مشترک مین نہو گا مگر ایک بندہ بندگان
خدا سے اور معجزات کا ظاہر کرنا اسکے خالق کا فعل ہوگا نہ اس شخص کا فعلہ بہذا ان الذی اظہرہ فعل القادر الذی لا یشبہ المخلوقین
اور یہی جملہ متشابہات ماولہ سے وہ ہی جو دلالت کرتا ہی کہ حضرات ائمہ علیہم السلام مشیت الہی اور خدا کا ارادہ ہین ایک فرقہ نے
ابنائے زمان سے کہ جنھون نے ایمان کو نام کے لیئے انتحال کیا ہی یہ گمان کیا ہی کہ یہ حدیث کہ خلق اللہ المشیۃ لنفسہا ثم خلق بہا
سایر الخلق دلالت اس بات پر کرتی ہی کہ اول مخلوقات مشیت ہی اور وہ جملہ کائنات کی علت واقع ہی اور مشیت کو
جوہر مستقل قائم بذات جانتے ہین اور ارادے کو فعل اللہ اور قدرت اللہ اور علم اللہ کہتے ہین اور واقع مین یہ ہی کہ یہ گمان

انکا باطل ہی اسلیے کہ پیدا کرنے مین واسطہ کی نفی کرنا واجب ہی اور ضروریات دین سے ہی اور ظاہر ہی کہ مشیت نام عزم
ارادے کا ہی اور وہ ماخوذ ہی شاء یشاء و مشیۃ سے اور اُسے کوئی جوہر نہین کہ سکتا پس شبہہ کا حمل کرنا جوہر مجازی ہی
اُسے کوئی حقیقی تجویز نہین کر سکتا مگر جب کہ اپنے تئین مکابر عنید بنائے بلکہ حق تعالیٰ کا ارادہ بمعنی اُسکے علم کی مصلحت کے ساتھ کہ
وہ عین ذات ہی اُنکی اور اُسکا ارادہ بمعنی فعل کے عین فعل ہی اور ارادہ بمعنی اقتران و تعلق علم کی مصلحت کے ساتھ ایک اضافی امر ہی
اور موثر حقیقی خدا ہی نہ غیر اُسکے اور حدیث کے معنی یہ ہین کہ حق تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہی کہ کوئی فعل اُسکے افعال سے بلا ارادہ و مشیت
نہو اور لفظ خلق تقدیر کے معنون پر بہت آیا ہی جیسا کہ کتاب التوحید مین جہان بیان صفات ہی بیان اُسکا ہو چکا ہی اور اگر یہ فرض
کرین کہ مشیت اللہ کو واسطہ گردانتا حقیقی نہین ہی بلکہ مجازی تو جب مجازی ہی کو اختیار کرین تو ایک مجاز دوسرے مجاز سے
اولی نہین ہو سکتا پھر کیا وجہ ہو کہ لفظ مشیت مین مجاز کے احتمال کرنے کو اولی جانتے ہین کہ لفظ خلق مین مجاز کا احتمال
کرین اور پھر کسطرح اُنکا استدلال کرنا اِس حدیث سے جو متشابہ ہی اور بہت وجہون کی محتمل ہی مشیت کے جوہر ہونے پر صحیح ہوگا
کیونکہ جب مجاز آگیا تو سطہ ہوا تو اب متوسط کو جوہر کیونکر کہینگے حالانکہ مشہور ہی اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور قول حضرت کا
کہ نحن مشیۃ اللہ یہ از قبیل مجاز فی النسبت ہی کہ مزید اختصاص پر آنحضرات کے دلالت کرتا ہی جیسا کہ اور نظائر مین اُسکے ہی اور نحن کو جو
اور جو بعض ہین سے بعضی روایات کو نقل کرتے ہین کہ فرمایا ہی نحن علمه و نحن کلمته و نحن امرہ و نحن عینه اذا شئنا
شاء اللہ و یرید اللہ ما نرید یعنی ہم علم و حکم اُسکا ہین اور ہم حکم و چشم اُسکی ہین جبکہ ہم چاہتے ہین کسی چیز کو تو چاہتا ہی خدا اور ارادہ کرتا ہی
اُس چیز کا کہ جسکا ہم ارادہ کرتے ہین اور اِسی سے وہ کہتے ہین کہ اِس مقام سے یہ حضرات واسطہ صدور کا ہین اُن سب اُمور کے
جو مشیت و ارادہ و قضا و قدر سے صادر ہوتا ہی اور یہ بعض کہتے ہین کہ امام مقام اللہ ہی یعنی محل صادر ہونے افعال خدا کا ہی اور
یہ حضرت نے فرمایا ہی فیهم سر اللہ المخزون و اولیاؤه المقربون و امرہ بین الکاف والنون لا بل هم الکاف والنون اور یہ اشارہ
اُسکا ہی کہ حق تعالیٰ ائمہ دین سے اشیا کو پیدا کرتا ہی پس یہ کلام مشابہ اُس سے ہی جو بعض اہلسنت نے مثل شیخ عبد الحق دہلوی کے
نور نبوی مین کہا ہی کہ حدیث صحیح مین آیا ہی کہ اول ما خلق اللہ نوری اور سب مکنونات علوی و سفلی اُس نور سے اور اُس جوہر سے
پیدا ہوے مثل ارواح و اشباہ و عرش و کرسی اور لوح و قلم اور بہشت و دوزخ اور فرشتے اور آسمان اور انسان اور نبی جان
اور زمین اور دریا اور پہاڑ اور درخت اور سب مخلوقات کے اور کیفیت مین صادر ہونے کے اُس کثرت کے اُس وحدت سے
اور بروز و ظہور مین اُن مخلوقات کے اُس جوہر سے عبارتین عجیب اور تعبیرین غریب ذکر کرتے ہین پس سب یہ خرص و تخمین ہی
العیاذ باللہ من ذلک ایسے کلمات جو بذریعہ اخبار احاد منقول ہین وہ بر تقدیر ثبوت بھی مصداق محض مزید اختصاص کا ہی یہ معنی
ظاہری کا کیونکہ پر ظاہر ہی کہ خدا کا ارادہ کسی کے تابع نہین ہی بلکہ حضرات کا ارادہ البتہ تابع ارادہ اللہ کا ہی اور اُسکے دفع مین
اجماع قطعی کے علاوہ وہ روایت کافی ہی جیسے شیخ صدوق نے زہری سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ مین خدمت مین
جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی حاضر تھا کہ اُسوقت ایک شخص آنحضرت کے اصحابون سے حاضر ہوا پس آنحضرت نے

بطور حال پرسی اُس سے پوچھا کہ ما الخبر ایھا الرجل یہ سنکر اُسنے عرض کیا کہ ای فرزند رسول خدا چار سو دینار طلائی کا مین
قرضدار ہون کہ کسی طرح اپنی بے چیزی سے اُسے ادا نہین کر سکتا اور اُس سے علاوہ عیال کا بوجھ میرے ذمہ مین بہت ہی
اور میرے پاس کچھ نہین ہی کہ جس سے انکی کفالت کرون یہ سنکر حضرت روے اور بہت روے ایک شخص نے
عرض کیا کہ ای فرزند رسول خدا آپ کیون روتے ہین حضرت نے فرمایا کہ رونے کا مقام نہین ہی مگر وہ کہ جب محنتہاے
بزرگ اور مصائب کا وقت ہو اُسنے عرض کیا کہ درست ہی لیکن مین نہین جانتا کہ اس وقت کون سی مصیبت واقع ہوئی ہی فرمایا
کہ اِس سے زیادہ مصیبت کیا ہوگی مومن آزاد کے واسطے جو موصوف کرم و بخشش کے ساتھ ہو کہ اپنے برادر ایمانی کو کسی حاجت مین
مبتلا دیکھے اور پھر اُس سے قضاے حاجت اُسکا ممکن نہو اور حالت فقر مین دیکھے اور دفع کی اُسکی طاقت نہ پاوے بعد اُسکے
صحبت پراگندہ ہوئی پھر جب یہ حکایت بعض منافقین کے کان مین پہونچی تو آنحضرت پر انھون نے زبان طعن کھولکر کہا کہ
تعجب ہی اہلبیت سے کہ ایکبار تو یہ دعا کرتے ہین کہ آسمان و زمین اور ہر چیز ہمارے کہنے مین ہی اور جو کچھ ہم خدا سے طلب کرین
خدا اُسے رد نہ کریگا اور دوسری بار کہتے ہین کہ ہم عاجز ہین اور اصلاح حال پر اپنے خواص اصحاب کے قدرت نہین رکھتے ہین
پس یہ خبر اُس مرد مومن کو پہونچی اور اُسکا دل جلا اُسی وقت وہ آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فلان منافق سے
مجھے یہ خبر پہونچی اور یہ مجھپر اپنی محنت و مصیبت سے بھی زیادہ دشوار گذرا یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ وہ وقت پہونچا ہی کہ
غیرت الٰہی تیری کارسازی کرے اور اب خدا نے تیری وسعت اور کشائش کے واسطے اجازت دی یہ فرما کر حضرت نے
اپنی خادمہ کو آواز دی کہ احضری سحوری فطوری یعنی میرا کھانا وقت افطار صوم اور وقت سحر کا حاضر کر یہ سنکر وہ دو روٹیان لائی
اُسے لیکر اُس صحابی سے ارشاد فرمایا کہ اے کہ اسکے سوا میرے پاس کچھ اور نہین ہی جو تجھے دون بدرستیکہ خداوند عالم ان دونون
روٹیون کی برکت سے تجھے تونگری عطا فرمائیگا یہ سنکر انھون نے وہ روٹیان حضرت سے لین اور بازار مین آے اور حیران تھے
کہ قرض اسقدر زیادہ اور کثرت عیال ایک طرف خدایا سر انجام کار کیونکر ہوگا اور شیطان نے اُنکے دل مین یہ وسوسہ پیدا کیا
کہ یہ دو روٹیان کارسازی کیونکر کرینگی اسی حال مین ایک مچھلی بیچنے والے کے قریب سے گذرے کہ ایک ناقص مچھلی اُسکے
ہاتھ مین تھی کہ وہ بدبو ہو گئی تھی اُس سے انھون نے کہا کہ آیا ہو سکتا ہی کہ تو ناقص اور خراب مچھلی مجھے دے اور اُسکے عوض مین ناقص
خراب روٹی مجھسے لے یہ سنکر اُسنے کہا کہ کچھ عیب نہین ہی پھر بعوض ایک روٹی کے وہ مچھلی کہ جو ظاہر مین ناقص تھی ماہی فروش نے
انھین دی بعد اُسکے ایک نمک فروش پاس گئے کہ تھوڑا سا نمک ناقص اُسکے پاس رہ گیا تھا کہ کوئی اُسکی طرف رغبت نہ کرتا تھا
اُس سے بھی انھون نے کہا کہ آیا تجھے یہ پسند ہی کہ یہ اپنا نمک جسپر کوئی رغبت نہین کرتا مجھے دے عوض مین اس ایک روٹی کے جو
کسی کے لینے کے قابل نہین ہی اُسنے کہا ہان پھر اُسنے انھین نمک دیا بعد اسکے یہ اپنے گھر مین مچھلی اور نمک لیکر آے اور اپنی بی بی سے کہا
کہ اس مچھلی کو اِس نمک کے ساتھ درست کر جب اُسنے مچھلی کا پیٹ صاف کرنے کو چاک کیا تو اُسمین دو موتی کہ قیمت اُنکی بہت
سنگین تھی پاے اور حمد و شکر خدا مین مشغول ہوے اسی حال خوش و خورم مین تھے کہ ناگاہ آواز کان مین آئی کہ کوئی دروازہ ہلاتا ہی

جب گھر سے باہر نکلے تو دیکھا کہ مچھلی والا اور نمک فروش دونون موجود ہین اور کہتے ہین کہ بندہ خدا ہمنے بہت کوشش کی
کہ اسے کھائین اور اسی طرح ہمارے عیال نے بھی لیکن کسی کے دانت نے ان روٹیون مین اثر نہ کیا پس ہمنے تیری نسبت یہ
گمان کیا کہ تیرا فقر وحاجت مرتبہ نہایت کو پہونچا ہوا ہی کہ ایسی خشک وسخت روٹی تیری غذا ہی اس لیئے ان روٹیون کو تجھے
پھیر دیتے ہین اور جو کچھ تو نے ہمسے پایا ہے ہمنے اپنے دل کی خوشی سے تجھے بخشا یہ سنکر انھون نے وہ روٹیان اپنے لین اور
گھر مین گئے ہنوز گھر مین اپنے بیٹھنے نہ پائے تھے کہ پھر انھون نے آواز پائی کہ کوئی دروازہ ہلاتا ہی جب باہر آئے تو دیکھا کہ
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا بھیجا ہوا کوئی شخص ہی آیا اور کہتا ہی کہ تیرے واسطے روزی کی کشائش حاصل ہوئی
اب ہمارا کھانا ہمین پھیر دے کہ اسے کوئی ہمارے سوا نہین کھا سکتا اور اس مرد مومن نے ان دونون موتیون کو بہت زیادہ
مال کے عوض مین فروخت کیا کہ جس سے قرض بھی اپنا ادا کیا اور تونگری بھی حاصل کی پھر دوبارہ منافقین نے زبان طعن
اپنی کھولی اور کہا کہ کسقدر انکے کلام مین تفاوت ہی کہ کبھی اپنے تئین عاجز کہتے ہین اور کبھی اسطرح تونگری لوگون کو بخشدیتے ہین
جب یہ خبر حضرت کے گوش مبارک تک پہونچی تو فرمایا ھکذا قالت قریش للنبی کیف یمضی الی البیت المقدس ویشاھد
ما فیه من آثار الانبیاء من مکة ویرجع الیها فی لیلة واحدة من لا یقدر ان تبلغ من مکة الی المدینة الا فی اثنی عشر
یوما وذلك حین هاجر منها جسکا حاصل یہ ہی کہ اسی طرح کا کلام مختل النظام کفار قریش بھی بنسبت جناب پیغمبر خدا کے بھی کہتے تھے کہ
کیونکر ہو سکتا ہی کہ مکہ سے بیت المقدس تک جائے اور پیغمبرون کے آثار کو مشاہدہ کر کے پھر ایک ہی رات مین پھر آئے وہ
شخص جو قادر نہو جانے پر مکہ سے مدینہ تک مگر بارہ دن مین ہجرت کے وقت مین بعد انکے حضرت نے فرمایا جهلوا والله
امر الله وامر اولیائه معه ان المراتب الرفیعة لا تنال الا بالتسلیم لله جل ثناؤه وترك الاقتراح علیه والرضا بما یدبرهم
یعنی خدا کی قسم جہل کیا ہی انھون نے جاننے مین خدا کے امر کے اور انکے اولیا اور دوستون کے امر کے جاننے مین اور یہ کہ جو معاملہ خدا
اور دوستان خدا کے بیچ مین ہی اس سے بھی جاہل ہین بدرستیکہ مراتب رفیعہ عزیزة المنال نہین پائے جاتے مگر تسلیم کرنے سے
رب کریم کے واسطے ہر اس بات مین جو وہ چاہے اور چھوڑنے سے اور ترک کرنے سے اپنی خود رائی اور فرمائش کے خدا پر
اور راضی ہونے سے ساتھ اس بات کے کہ جو چاہے وہ انکے ساتھ نیکی کرے اولیاء الله صبروا علی المحن والمکاره صبرا لم یساو
هم فیه غیرهم فجازاهم الله تعالی جل جلاله بان اوجب لهم نجح طلباتهم لکنهم مع ذلك لا یریدون منه الا ما یریده لهم یعنی بدرستیکہ
دوستان خدا نے محنتہائے بے انتہا اور مکروہات زمانہ بیوفا پر ایسا صبر کیا ہی کہ کوئی شخص انکے سوا اس مرتبہ صبر نہین کر سکتا ہی
پس حق تعالی نے اسکے عوض مین انکی قضائے حوائج کو اپنے اوپر لازم فرمایا ہی لیکن معذلک وہ کبھی نہین چاہتے مگر کسی چیز کو
کہ جسکا خدا نے انکے لیے ارادہ فرمایا ہی اب اس مقام سے صاف واضح ہوتا ہی کہ جسنے معاملہ حضرات کا جو خدا کے ساتھ ہی
اسطرح پہچانا ہی جو حق معرفت ہی وہ جانتا ہی کہ یہ بزرگوار مرادات الٰہی کے تابع ہین نہ یہ کہ ارادہ الٰہی تابع انکے ارادے کا ہو وہ
حضرت کی خواہشین مقصور بارادہ خالق ہین اور انکے ارادے سے موافق ہین اور یہ بات حقیقت مین از قبیل اس نسبت کے ہی

جو متکرر ہوتی ہی کہ اُنکے ارادے وہی ہین جو خدا کے ارادے ہین اور جو خدا کے ارادے ہین وہی اُنکے ارادے ہین لیکن اگر برسبیل مجاز کہین یہ انکا ارادہ عین ارادہ خدا کا ہی اور ارادہ خدا کا موافق اُنکے ارادے کے ہی نہ اِس راہ سے کہ تلازم کے قائل ہو جائین اور نہ اِس راہ سے کہ ارادہ عینیت مطلقہ کا اِسے کرین اور یہ بھی اِسطرح کہ اِس مجاز پر قرینے قائم کرین اور دلائل اور امارات واضحہ اُسکے لیے نصب کرین تو کچھ مقام خوف کا نہین ہی اور اگر برسبیل حقیقت یہ بات زبان پر لائین تو اِسکا بطلان بہت واضح ہی کیونکہ کہان خدا کا ارادہ جو قدیم ہی اور کہان ارادہ بندے کا اور اِن دونون مین بہت بڑا فرق ہی اسی طرح یہ زعم کرنا بھی کہ حق تعالیٰ نے بتوسط حضرات عالم کا ایجاد فرمایا اور کائنات کو پیدا کیا صحیح نہین ہی فاسد ہی کیونکہ جناب صاحب العصر والزمان صلواة اللہ علیہ وعلی ابائہ الکرام نے فرمایا ان اللہ تعالی هو الذی خلق الاجسام وقسم الارزاق لانه لیس بجسم ولا حال فی جسم وهو السمیع البصیر فاما الائمة فانهم یسئلون اللہ تعالی فیخلق ویسئلونه فیرزق ایجابا لمسئلتهم واعظاما لحقهم منه حاصل ظاہر کلام امام علیہ السلام یہ ہی کہ بدرستیکہ خداوند بزرگ وہ ہی کہ جسنے جسمون کو پیدا فرمایا اور روزیون کو تقسیم کیا اِسلیے کہ وہ جسم نہین ہی اور نہ کسی جسم مین حلول فرمانے والا ہی اور وہی عالم مسموعات کا اور مبصرات کا اور لیکن حضرات ائمہ پس یہ بزرگوار خدا سے سوال کرتے ہین پس حق تعالیٰ پیدا کرتا ہی اور طلب کرتے ہین پس حق تعالیٰ روزی دیتا ہی اور یہ اِسلیے ہی کہ تا انکی دعا کو حق تعالیٰ قبول فرما دے اور اُنکے حقوق کو اپنی طرف سے سب پر بزرگ کر دے انتہی پھر اب اِس تصریح کے بعد کسی طرح گنجائش کسی تاویل کی باقی نہین ہی فتذکر اور اُنہی جملہ سے جو ایضاح کے محتاج ہین وہ وہ اخبار ہین کہ جنمین بخصوص ائمہ علیہم السلام یہ وارد ہی کہ وہ حضرات امور غیب کو جانتے ہین اور جو کچھ کہ زمان گذشتہ مین واقع ہوا ہی اور آئندہ مین واقع ہوگا روز قیامت تک وہ سب کو جانتے ہین اور حقیقت مین یہ ہی کہ یہ مقام بھی تفصیل چاہتا ہی خصوصاً اکثر عوام شیعہ سے ان امور کی تعلیم کے زیادہ محتاج ہین اِسلیے مین کہتا ہون کہ اولاً جناب اخوند صاحب نے کتاب بحار مین جو فرمایا ہی اُسکا حاصل یہ ہی کہ غلو پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام کے بارے مین یہ ہی کہ قائل ہون اِس امر کے کہ یہ حضرات خود خدا ہین یا انہین عبادت مین یا خلق کرنے مین یا روزی دینے مین خدا کا شریک گردانے یا کہے کوئی شخص کہ حق تعالیٰ نے انحضرات مین حلول فرمایا ہی یا اُنکے ساتھ ایک ہو گیا ہی یعنی وحدت کے اُنکے بارے مین قائل ہون یا یہ کہ وہ حضرات امور غیب کو خود جانتے ہین یا یہ کہ ائمہ کو پیغمبر قرار دین یا اِسکے قائل ہون کہ انحضرات کی ارواح مین تناسخ ہوتا ہی یا اُنکی معرفت کو خدا کی طاعت سے مغنی جانین اور یہ سب باتین کفر و الحاد کی ہین اور دلائل عقلیہ و نقلیہ آیات و اخبار مین اُنکی نفی پر دلالت کرتے ہین اور ائمہ دین ایسے آدمیون سے ہمیشہ بیزاری فرماتے رہے اور اُنکے کافر ہونے کا اور قتل کرنے کا حکم دیتے رہے اور جب تیرے کان مین ایسی بات پہونچے کہ ان امور کے موہم ہو تو یقینی توجان کہ یا وہ ماول ہی یا غالیون کا افترا کیا ہوا ہی لیکن بعض متکلمین اور بعض محدثین نے یہین افراط کی ہی بسبب اِسکے کہ جو مدارج ائمہ علیہم السلام کے ہین اُنکی معرفت مین وہ قاصر اور عاجز ہوے ہین دیکھنے سے اُنکے حالات غریبہ کے پس انہون نے اکثر روات ثقات مین

قدح کیا ہی بسبب اسکے کہ انھون نے معجزات غریبہ کو نقل کیا ہی یہان تک کہ بعض نے انسے کہا ہی کہ یہ بھی از جملہ غلو ہی کہ
پیغمبر و ائمہ علیہم السلام سے سہو کی نفی کوئی کرے یا اسکا قائل ہوجاے کہ انھین علم اسکا جو زمان گذشتہ مین واقع ہوا اور جو ہو
کہ زمان آیندہ مین واقع ہونگے حاصل ہی اور سوا اسکے حالانکہ اخبار متعددہ مین وارد ہی کہ لا تقولوا فینا بالربوبیۃ و قولوا ما شئتم
و لن تبلغوا اور وارد ہوا ہی ان امرنا صعب مستصعب لا یحتملہ الا ملک مقرب او نبی مرسل او عبد امتحن اللہ قلبہ للایمان اور وارد ہی
لو علم ابوذر ما فی قلب سلمان لقتلہ اور اسکے سوا بھی روایات وارد ہوئی ہین فلا ابد للمومن المتدین الا ینادیہ ہو دما ورد
منہم من فضائلہم و معجزاتہم الا اذا ثبت خلافہ بضرورۃ الدین و بقواطع البراہین او بالایات المحکمۃ او الاخبار المتواترۃ اور جناب
سید سند نے فرمایا ہی کہ بلکہ اس مقام کی تحقیق یہ ہی کہ جو غلو کہ منہی عنہ ہو وہ اسی مین منحصر نہین ہی جو آخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی
بلکہ جتنے صفات کہ مختص خدا تعالیٰ کے واسطے ہین مثل قدیم ہونے کے اور ازلی ہونے کے اور مجرد ہونا اور نفی مکان کی
اور زمان کی اور نبوت اور رسالت کا اثبات اور جو کچھ کہ مخالف ضرورت دین اور براہین قاطعہ کی ہو ان سب کا اثبات
حضرات معصومین کے لیے غلو و کفر ہی اور وہ مدارج رفیعہ اور مراتب عظیمہ کہ جہان حد ون تک نہ پہونچے ہون اور ادلہ قطعیہ
اور احادیث متواترہ کے ذریعہ سے حضرات کے واسطے از قسم معجزات اور خوارق عادات کے ثابت ہون وہ عین ایمان
اور واجب الاذعان ہی اور جو کچھ کہ احادیث فضائل سے کہ وہ موضوع ہین اور اصول قطعیہ کے مخالف ہین منقول و مشروع ہے
اس سے انکار کرنا واجب و لازم ہی اور جو فضائل کہ بذریعہ اخبار احاد ماثور ہوے ہون اور وہ ضروریات و قطعیات کے مخالف
نہون انھین محض استبعاد عقلی سے رد کرنا نہین چاہیے اسی طرح یقیناً اور جزماً اعتقاد کرنا بھی اسے ضرور نہین ہی بلکہ اسکا علم
حضرات کے ساتھ حوالہ کیا جاے اور کنارہ کشی اس سے نہ کرین اور انکار دنہ کرنا اسلیے ہی کہ استحالہ اسکا ثابت نہین
تو ممکن ہی کہ ہو اور اس جہت سے کہ انحضرات کے ذوات مقدسہ رحمات الٰہی کے مہبط ہین پس جو فیض اور فضیلت کی اونکے لیے
خدا کے خزائن فیوض و انعام سے جاری ہو تو عجب نہین ہی اور جو اخبار کہ اس امر کے تشدد مین وارد ہوے ہین وہ واقع
ہین اعداے دین کی رد مین ہین کہ وہ ہر فضیلت کے قبول کرنے مین فضائل ائمہ علیہم السلام کی محض استبعاد سے رد کرتے
اور کرتے ہین یہان تک کہ انکے افضل ہونے مین صحابہ سے کہ ایم ادلہ قطعیہ اور اخبار متواترہ کے ذریعہ سے جو متفق علیہا ہین
بین الفریقین ہین ثابت ہی لیکن انکار کرتے ہین اور اسے بھی ایک درجہ غلو کے درجات سے قرار دیتے ہین پس مورد روایات
تشنیع کے خصوص رد فضائل اہلبیت مین وہ ہین نہ شیعہ کہ جو فضائل ثابتہ حقیقہ کے سننے سے خوش ہوتے ہین اور انکی
تصدیق کرتے ہین کتاب کافی مین ابان بن تغلب راوی سے منقول ہی قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ من اراد ان یحیی حیاتی و یموت میتتی و یدخل جنۃ عدن التی غرسہا ربی بیدہ فلیتول علی ابن
ابی طالب و لیتول ولیہ و لیعاد عدوہ و لیسلم للاوصیاء من بعدہ فانہم عترتی من لحمی و دمی اعطاہم اللہ فہمی و علمی الی
اللہ اشکو من امتی المنکرین لفضلہم القاطعین منہم صلتی و ایم اللہ لیقتلن ابنی لا انالہم اللہ شفاعتی

بیان علت ورود اخبار جو متضمن ان نقص کے ہین کہ جو افضل سب ائمہ کے قبول نکرین

یعنی ابان بن تغلب کہتا ہو کہ سنا مین نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ فرماتے تھے کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ
کو جو یہ چاہے کہ زندگانی مثل میری زندگانی کے کرے اور موت انکی مثل میری موت کے ہو اور اُس جنت عدن مین
کہ جسے خدا نے اپنے دست قدرت سے بنایا ہی داخل ہو تو اُسے چاہیے کہ دوست رکھے علی ابن ابیطالب کو اور انکے دوست کو
دوست رکھے اور انکے دشمن سے دشمنی کرے اور تسلیم کرے اور اعتقاد رکھے انکے اوصیاؤن کے ساتھ جو انکے بعد ہونگے
پس تحقیق کہ وہ سب میری عترت ہین اور میرے خون اور گوشت سے ہین اور خدا نے انھین میرا ادراک و علم عطا کیا ہی اور
مین شکوہ اپنے خدا کی طرف اپنی امت سے انکا کرونگا جو انکی فضیلتون کے منکر ہین اور میری قرابت و صلہ کو انکے حق مین قطع
کرنے والے ہین اور خدا جانتا ہی اور انکے علم مین ہی کہ وہ اشخاص قتل کرینگے میرے فرزند کو خدا کبھی انھین میری شفاعت نصیب
نکرے پس تعینی یہ ثابت ہی کہ انحضرات کے اُن فضائل کا منکر جو ثابت ہین وہ دائرہ ایمان سے باہر ہی بلکہ منکر اور رد کرنے والا
حکم کا انکے احکام ثابتہ سے بلکہ انکے شیعون کے بھی احکام سے ہو انکے حکم سے حکم کرین اس حکم مین مشارک ہی فضائل کے انکار کی
تخصیص بیکار ہی کیونکہ حدیث صحیح مین مروی ہی کہ فرمایا فاذ الحکم بحکمنا فالراد علینا والراد علینا راد علی اللہ وھو علی
حد الشرک باللہ اور نہ انکار کرنا اُن فضائل سے جو مروی ہین اور انکے اثبات و یقین و تواتر کے پایہ تک نہین پہونچے از قبیل احتیاط
فی الدین ہی جیسا کہ اخبار مین وارد ہی من ترک الشبہات نجی عن المحرمات اور جزم و یقین جو اُن خصوصیات سے نہین کرتے وہ
اس جہت سے ہی کہ مسائل اصول اعتقاد مین علم قطعی درکار ہی اور اخبار احاد پر عمل کرنا اور انکے مفاد پر یقین کرنا بالاتفاق نہین جائز ہی
خصوصاً جبکہ خبر ضعیف سے ماثور ہو لیکن کبھی ایسا ہوتا ہی کہ علماے دین مناقب و فضائل مین توسع کو کام مین لاتے ہین تواتر
معنوی کی امید پر اور اخبار اہل خلاف کو اپنی کتابون مین درج کرتے ہین تاکہ دلیل الزامی خصم پر قائم ہو نہ اس راہ سے کہ اخبار احاد
اصول اعتقاد مین محل اعتماد ہین و لیکن بعد تحقیق پس یہ ہی کہ فضائل سب احکام و مسائل کے ساتھ متساوی ہین اس امر مین کہ
انکی بھی سندون سے تعرض کرین اور رجال کی تنقید اور احوال سند کی تحقیق کرین پس جو خبر واحد کہ متصل الاسناد نہو وہ
اصول اعتقادیہ مین کام نہین آتی اور جب انکا یہ حال ہی تو جسمین ارسال اور اہمال ہو یا راوی غالی ہو یا قالی ہو جیسا کہ بعض مدعیان
کمال سے ایسا ادعا ظاہر ہوتا ہی کیا کام آئیگا اور اس جگہ پر ذکر کرنا اس حدیث کا کافی ہی جو ابراہیم بن ابی محمود سے ماثور ہی کہ کہا
کہ مین جناب امام رضا علیہ السلام کی خدمت مین گیا اور عرض کیا مین نے کہ یا ابن رسول اللہ بدرستیکہ ہم تک احادیث فضائل
مین امیر المومنین اور اہلبیت طیبین علیہم السلام کی انکی مخالفین کی روایت سے پہونچتی ہین کہ ہمنے انھین حضرات سے نہین
پہونچایا ہی آیا اُسپر ہم اعتقاد کرین یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ اے ابن ابی محمود بتحقیق کہ مجھے خبر دی ہی میرے والد بزرگوار نے اپنے
اباے طاہرین سے اور انھون نے اپنے نانا سے اسطرح کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ من اصغی الی ناطق فقد عبدہ یعنی جو شخص کہ کسی کلام
کرنے والے کے کلام پر کان رکھے اُسنے بتحقیق کہ اسی کی عبادت کی پھر فان کان الناطق عن اللہ عز و جل فقد عبدہ وان کان الناطق عن
ابلیس فقد عبد ابلیس یعنی پس اگر وہ کلام کرنے والا خدا کی جانب سے کلام کرتا ہی اور کہتا ہی تو اسنے خدا کی عبادت کی ہی اور اگر وہ

شیطان کی طرف سے حکایت کرتا ہی تو تحقیق کہ اُسنے ابلیس کی پرستش کی ہی بعد اُسکے جناب امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ای
ابن ابی محمود بدرستیکہ ہمارے مخالفین نے کتنی ہی حدیثین ہمارے فضائل مین بنائی ہین اور انھین تین قسم پر کیا ہی ایک
قسم اُنمین سے وہ اخبار ہین جو غلو پر دلالت کرتے ہین دوسری قسم اُنمین سے وہ اخبار ہین جو ہمارے بارے مین تقصیر پر دلالت کرتے ہین
تیسری وہ قسم ہی جسمین ہمارے دشمنون کے مطاعن کی تصریح ہی اور یہ اسلیے ہی کہ جب کلمات غلو کو لوگ سُنین تو ہمارے شیعون کی
تکفیر کرین اور انکو نسبت دین طرف اِس بات کے کہ شیعہ ہمارے خدا ہونے کے قائل ہین اور جب تقصیر کے کلمات سُنین تو
انکا اعتقاد اُسکے ساتھ مستحکم ہو اور جب ہمارے دشمنون کے مطاعن سُنین تو ہمکو بھی نام بنام بُرا کہین جیسا کہ حق تعالی نے فرمایا ہی
ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم ای ابن محمود جبکہ مردم راست و چپ چلین تو اُسوقت تو ہمارے
طریقہ کو لازم پکڑ اور ہماری راہ پر چل بدرستیکہ جو ہماری راہ پر چلنا اپنے اوپر لازم کریگا ہم اُس سے جدا ہونگے اور جو ہمارے
طریقے سے مخالفت کریگا ہم اُس سے جدائی کرتے ہین بدرستیکہ کم سے کم وہ چیز جسکے باعث سے آدمی دائرہ ایمان سے باہر
نکل جاتا ہی یہ ہی کہ سنگریزے کو لے اور کہے کہ یہ گٹھلی ہی اور اُسکے ساتھ یقین کرے اور جو اِس سے مخالفت کرے اُس سے وہ بیزار ہو
یا ابن ابی محمود احفظ ما حدثتک فقد جمعت لک فیہ خیر الدنیا والاخرۃ یعنی ابن ابی محمود یاد رکھ اور محافظت کر اُسکی جو مین نے
اُسوقت تیرے اوپر حدیث بیان کی ہی اور تقریر کی ہی پس بدرستیکہ مین نے اِس بیان مین تیرے لیے دنیا و آخرت کی نیکی کو
جمع کر دیا ہی جناب اخوند صاحب نے اِس خبر کی نقل کرنے کے بعد فرمایا ہی کہ یہ بھی جو اعتقاد کرنے سے اُن فضائل کے جو مخالفین
کی روایات منفردہ سے ماثور ہین وارد ہوئی ہی یہ منافی اِسکو نہین ہی کہ اُنکے رد کرنے مین اُن روایات سے احتجاج جائز ہی کیونکہ
اُنکے شبہات کے رد کرنے مین اُنکی نقل کرنے کی طرف ضرورت داعی ہوتی ہی پس اس جگہ سے ظاہر ہوا کہ ہر چیز پر اعتماد اور
اعتقاد کرنا نہین چاہیے اور اہمال و ارسال جو روایت کی سند مین جہل حال راوی اور روایت کا باعث ہوتا ہی وہ باوصف
اِس احتمال کے کہ وہ مخالف ہی کسطرح اعتماد کا محل مخصوص اعتقاد مین ہو سکتا ہی اور اگر یہ حدیث کہ نزلونا عن الربوبیۃ وقولوا فینا
ما شئتم اِسپر دلالت کرتی تو پھر یہ کیونکر ہوتا کہ مخالفین اور غالین کے روایات طرح کیے جاتے ولیکن جو اخوند صاحب نے
فرمایا ہی کہ بعضے علما نے سہو کرنے کی نفی کو پیغمبر و امام سے غلو کے درجات سے جانا ہی پس واقع مین تو یہ ہی کہ یہ بات بھی
بسبب غفلت کرنے کے ادلہ عقلیہ و سمعیہ سے کہ جو معارض اُن روایات کی تعیین جنسے تجویز سہو کی معلوم ہوتی ہی سرزد
ہوئی جیسا کہ کتاب نبوت مین بمقام تنزیہ الانبیا اِسکا ذکر مفصلاً ہم کر چکے ہین ولیکن علم غیب اور علم ما کان و ما یکون کی نفی
کرنا پس یہ مسئلہ بھی بسط کلام کا محتاج ہی اِسلیے یہان پر دفع اوہام اور تحقیق مرام کو جو جناب سید سند نے افادہ فرمایا ہی خلاصہ
اُسکا نقل کیا جاتا ہی جاننا چاہیے کہ فاضل رشتی نے اپنے بعض معاصرین کی رد مین کہا ہی کہ انھون نے افراط کی ہی اور کہتے ہین
کہ امام ایک لونڈی کو بھی نہین جانتے کہ گھر کے گوشون سے وہ کس گوشہ مین ہی اور نجس اور پاک پانی مین فرق نہین کر سکتے
اور جب امام حسین علیہ السلام سرزمین کربلا پر وارد ہوے تو اُس زمین کا نام پوچھتے تھے کہ کیا ہی پس مین نے اُسکے جواب مین

کہا کہ اگر مجرد پوچھنا جہل و عدم علم کی دلیل ہو تو حق تعالیٰ کا حضرت موسیٰ سے یہ سوال فرمانا کہ ما تلک بیمینک یا موسیٰ اور
فرمانا حضرت عیسیٰ سے کہ یا عیسیٰ ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین العیاذ باللہ دلیل جہل کی ہو جاوے نہ اُسکے علم کی نسبت
کسی کو مجال انکار ہے نہیں ہے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے اسی طرح وہ حضرات بھی کوئی چیز عالم تکوین میں نہیں ہے مگر سب کو وہ جانتے ہیں
خواہ وہ امور گذشتہ ہوں یا آیندہ ہوں مگر جو کچھ کہ عالم امکان میں ہے اُسے البتہ جب تک خدا اُنکا علم اُنہیں عطا نہیں فرماتا نہیں
جانتے انتہی کلامہ واضح ہو کہ کلام فاضل رشتی میں حیف و میل ہے یعنی مبالغہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ علم غیب کی نفی
ضروری ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر بے اسکے کہ حق تعالیٰ آنحضرات کو تعلیم فرماوے خود یہ کسی چیز کو عالم تکوین یا عالم امکان سے جان لیں
تو محال ہے کیونکہ جناب صاحب العصر والزمان علیہ السلام کے فرمان واجب الاذعان میں جو محمد بن علی ابن ہلال کرخی کے لیے
غالیوں کی رد میں صادر ہوا ہے صاف وارد ہے یا محمد بن علی تعالی اللہ عزوجل عما یصفون سبحانہ وبحمدہ لیس نحن
شرکائہ فی علمہ ولا فی قدرتہ بل لا یعلم الغیب غیرہ کما قال فی محکم کتابہ تبارک وتعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض
الغیب الا اللہ وانا وجمیع آبائی من الاولین آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ وغیرہم من النبیین ومن الآخرین محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وعلی ابن ابی طالب والحسن والحسین وغیرہم ممن مضی من الائمۃ صلوات اللہ علیہم اجمعین الی مبلغ ایامی ومنتہی عصری الی قولہ واشہد کل من شہد
کل من سمع کتابی ہذا انی بری الی اللہ والی رسولہ ممن یقول انا نعلم الغیب او نشارک اللہ فی ملکہ او یحلنا محلا سوی المحل الذی رضیہ اللہ لنا وخلقنا لہ
پھر علم غیب کا ثابت کرنا اس معنی سے کہ بدون تعلیم الٰہی کسی چیز کو جانتے ہیں بالضرور باطل ہے و لیکن تعلیم الٰہی یا تعلیم منائے
خدا پس اگرچہ متعدد احادیث اس مضمون پر مشتمل کہ حضرات کو ما کان و ما یکون کا علم حاصل تھا وارد ہوئی ہیں اور ظاہر اُن
احادیث کا یہ ہے کہ بالفعل جملہ علوم ہر وقت میں آنحضرات کے لیے حاصل تھے لیکن یہ عموم البتہ محل نظر ہے جناب آخوند صاحب نے
کتاب بحار میں شیخ مفید علیہ الرحمہ سے بذریعہ کتاب المسائل نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا اقول ان الائمۃ من آل محمد قد کانوا
یعرفون ضمائر بعض العباد ویعرفون ما یکون قبل کونہ اور یہ کلام شیخ مفید کا عموم علم کے لیے مفید نہیں ہے اور مُلا صالح نے ہر چند شرح
کافی میں بعض بعض مقام پر عموم علم کا ادعا کیا ہے لیکن غالب یہ ہے کہ وہ بھی ماول ہے اور از قبیل اسکے ہے کہ بیان میں مسامحہ کیا ہے
یا اجمال ہے کہ اسکی تفصیل کو محمول بعض گمان پر کیا ہے اور یہ دلیل ہے کہ انھوں نے شرح کافی میں فرمایا ہے وینبغی ان یعلم ان علمہ
تعالیٰ ثلثہ اقسام قسم مختص بہ سبحانہ ولا یطلع علیہ احد من عبادہ وقسم محتوم اظہرہ للانبیاء والاوصیاء لا مرد لہ ولا
تبدیل وقسم غیر محتوم یجری فیہ البداء وہذا کثیرا یظہر جل شانہ فی وقتہ لخلیفتہ فاذا اظہرہ صار محتوما یعنی سزاوار یہ ہے کہ
جانا جاوے کہ حق تعالیٰ کا علم تین قسم پر ہے ایک قسم اُس سے وہ ہے جسکا علم خدا کے ساتھ مختص ہے اور سوا اُسکے کسی کو اُسنے اپنے بندوں
میں سے مطلع نہیں کیا اور دوسری قسم وہ ہے کہ محتوم ہے اور اسے انبیا و اوصیا پر ظاہر فرمایا ہے اور تغیر و تبدل کی اسمیں گنجائش
نہیں ہے اور ایک قسم اس سے غیر محتوم ہے کہ اسمیں بداء جاری ہوتا ہے اور اس قسم کو اکثر حق تعالیٰ ظاہر فرماتا ہے ہر چیز کو اُس
کے وقت پر امام زمان کے اوپر اور یہ جب ظاہر ہو جاتا ہے تو محتوم کے حکم میں ہو جاتا ہے انتہی محصل کلامہ اور غرض اُنکے

کلام کی نقل کرنے سے اس مقام پر یہ ہی کہ اس سے ظاہر ہی کہ عموم انکے نزدیک بھی ثابت نہین ہی اور جو روایات کہ علم
ماکان وما یکون کی تصریح مین وارد ہوئی ہین انکے عموم کو بہت معارض موجود ہین پہلے یہ کہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی
علیہ الرحمہ نے ایک باب کتاب کافی مین اور جناب اخوند مجلسی نے کتاب بحار مین انکے بیان مین معقود کیا ہی کہ ائمہ علیہم السلام
علوم ہر شب جمعہ کو زیادہ ہوتے ہین اور کلینی علیہ الرحمہ نے اپنی اسناد سے اس باب مین ابو یحیی سے کہ انہنے جناب امام جعفر صادق
علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ یا ابا یحیی ان لنا فی لیالی الجمعۃ لشانا من الشان یعنی ای ابو یحیی بدرستیکہ
خاص ہمارے واسطے شبہاے جمعہ کو ایک حالت ہوتی ہی حالات سے وہ کہتا ہی کہ مین نے عرض کیا ما ذلک الشان
یعنی وہ حالت اور شان کیا ہی فرمایا یہ کہ پیغمبرون کی ارواح کو اور جو اوصیا گذر گئے ہین انکی ارواح اور جو وصی
کہ تم مین موجود ہی اسکی روح کو خدا کی طرف سے اجازت دی جاتی ہی کہ اوپر آسمانون کی طرف جاوین یہان تک کہ
عرش پروردگار تک پہونچین اور عرش کے گرد سات شوط طواف کرین اور ہر قائمہ کے پاس عرش کے قائمون سے
دو رکعت نماز کی ادا کرین بعد اسکے پھر ان بدنون کی طرف پھرین جنمین رہتے تھے پس صبح کرتے ہین انبیا و اوصیا اس
حال مین کہ انکے سینے سرور و خوشی سے بھرے ہوتے ہین ویصبح الوصی الذی بین ظہرانیکم وقد زید فی علمہ مثل الجم الغفیر
اور دوسری روایت مین آنحضرت سے وارد ہی کہ فرمایا فلا نرداد فاحنا الی ابداننا الا بعلم مستفاد ولولا ذلک لانفدنا
یعنی جو وصی رسول خدا کا کہ اپنے زمانے مین تم مین موجود ہوتا ہی وہ بھی صبح کرتا ہی اسطرح کہ بہت کچھ اسکے علم مین زیادہ ہو جاتا ہی
اور دوسری روایت مین جو ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ بس نہین پھرتین روحین ہماری اپنے بدنون کی طرف مگر اس علم کے ساتھ
جسکا شب جمعہ کو استفادہ کیا ہی اور اگر ایسا نہوتا تو ہمارے علوم بھی تمام ہو جاتے اور وجوہ علم حضرات کے بہت ہین
دوسرے وہ معارض ہی جو کلینی نے دوسرے باب مین جسے اس قول سے اپنے معنون کیا ہی لولا ان الائمۃ یزدادون
لنفد ما عندہم صفوان بن یحیی سے روایت کی ہی کہ کہا انہنے کہ سنا مین نے حضرت ابی الحسن علیہ السلام سے کہ فرماتے تھے سنا مین نے
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ فرماتے تھے لولا انا نزداد لانفدنا یعنی اگر ہمارے علوم روز بروز زیادہ نہو
تے تو تمام ہو جاتے اسی طرح روایت صحیحہ ربیع محاربی کی حضرت صادق اور روایت صحیحہ زرارہ کی حضرت ابی جعفر سے
اسپر دلالت کرتی ہین اور اس روایت کے آخر مین یہ بھی ہی کہ زرارہ کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ آیا یہ ہو سکتا ہی کہ انکے
علم مین زیادہ کیا جاے کچھ جو پیغمبر خدا کے علم مین نہ تھا فرمایا کہ آگاہ ہو کہ اگر ایسا اتفاق ہوتا ہی تو پہلے علم اسکا پیغمبر خدا پر
عرض کیا جاتا ہی بعد اسکے ائمہ ہادی پر واحدا بعد واحد عرض کیا جاتا ہی یہان تک کہ ہم تک پہونچتا ہی اور اسی طرح مرسلہ یونس
مین بھی اور اسکے آخر مین بعد مضمون آخر حدیث زرارہ کے وارد ہی لکیلا یکون آخرنا اعلم من اولنا تیسرے وہ معارض ہی
جو کافی مین ماثور ہی قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام متی یعرف الاخیر ما عند الاول قال فی آخر دقیقہ تبقی من روحہ اور اسی مضمون
دو اور بھی حدیثین ہین چوتھے وہ معارض ہی جو کافی مین باب نادر مین ذکر غیب کے مذکور ہی قال سال ابا الحسن علیہ السلام

سبیل من اهل فارس فقال الغیب فقال قال ابو جعفر یبسط لنا العلم فنعلم و یقبض عنا العلم فلا نعلم
شارح قزوینی نے کہا ہے کہ فلا نعلم ما لا یحتاج الیه پانچوین معارض وہ خبر ہے جسے فاضل رشتی نے طعن کی راہ سے
اپنے معاصرین زمانہ پر اُنکی طرف اسناد کرکے ذکر کیا ہے کہ وہ حضرت نہین جانتے تھے کہ اُنکی لونڈی کس گوشے مین گوشہ ہائے
خانہ کے ہے پھر یہ قول بعض معاصرین کا نہین ہے بلکہ وہ مضمون اُس حدیث کا ہے جسے ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے کتاب
کافی مین باسناد اپنے سُدیر راوی سے روایت کی ہے کہ اُنھون نے کہا مین اور ابو بصیر اور یحییٰ بزاز اور داؤد بن کثیر حضرت امام
جعفر صادق علیہ السلام کی مجلس مین حاضر تھے کہ ناگہان محل سرا کے اندر سے وہ حضرت باہر ہماری طرف رونق افروز ہوئے
اسطرح کہ آثار غضب و غصہ کے چہرۂ اقدس پر ظاہر تھے پس آکر بیٹھے اور فرمایا یا عجباه لاقوام یزعمون انا نعلم الغیب ما یعلم
الغیب الا الله عز و جل یعنی بڑے تعجب کا امر اُس قوم کا ہے جو یہ گمان کرتے ہین کہ ہم غیب کے جاننے والے ہین غیب کوئی خدائے
عزوجل کے سوائے نہین جانتا فاضل قزوینی نے اسکی شرح مین کہا ہے هذا یبطل قول الزنادقة والملاحدة الصوفیة حیث یزعمون
ان صاحب النفس القدسیة و صاحب الریاضة والمکاشفة لعلم جمیع الاشیاء ضرورة یعنی یہ ارشاد فرمانا حضرت کا زندیقون کے اور جو
ملحدین صوفیہ سے ہین کہ وہ یہ گمان کرتے ہین کہ صاحب نفس قدسیہ یا صاحب ریاضت اور صاحب مکاشفہ ہر چیز کو بالضرور
جانتا ہے اُن سے بخوبی باطل کرتا ہے بالجملہ اس ارشاد کے بعد فرمایا کہ لقد هممت بضرب جاریتی فهربت منی فما علمت فی ای بیوت الدار هی
یعنی مین نے اُس وقت قصد اس امر کا کیا کہ لونڈی کو مارون وہ مجھسے بھاگ گئی پھر مین نے نہ جانا کہ وہ کس گوشہ مین گوشہ ہائے
خانہ سے ہے سُدیر کہتے ہین کہ جب وہ حضرت اپنے مقام سے اُٹھکر اپنے دولت خانہ مین داخل ہوئے تو مین اور ابو بصیر حضرت کی
خدمت مین گئے اور عرض کیا کہ ہم آپ پر سے قربان ہون سنا ہمنے کہ آپ لونڈی کے لیے کیا کیا فرماتے تھے اور ہم یہ کہتے ہین
کہ آپ بہت علم رکھتے ہین اور ہم آپ کو علم غیب کے ساتھ نسبت دیتے ہین یہ سنکر فرمایا کہ ای سدیر تونے قرآن کو پڑھا ہے مین نے
عرض کیا ہان فرمایا کہ آیا کتاب الٰہی مین تونے یہ آیہ پایا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قال الذی عنده علم من الکتاب انا اتیک به قبل ان
یرتد الیک طرفک مین نے عرض کیا کہ فدا ہون آپ پر سے یقینی پڑھا ہے مین نے فرمایا کہ پھر پہچانا ہے تونے اس قول کے کہنے والے کو
اور جانتا ہے تو کہ علم کتاب سے کسقدر اُسکے پاس تھا مین نے عرض کیا کہ آپ فرماوین فرمایا کہ بقدر ایک قطرے کے جو دریائے اخضر کے
پانی سے لیا جائے پھر کیا نسبت ہے اُسے علم کتاب سے سُدیر کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ بہت کم ہے بعد اُسکے فرمایا کہ یہ بھی تونے
کتاب اللہ مین پڑھا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قل کفی بالله شهیدا بینی و بینکم و من عنده علم الکتاب مین نے عرض کیا کہ ہان مین قربان
ہون آپ پر سے پڑھا ہے فرمایا کہ پھر جس پاس سب علم کتاب ہو وہ زیادہ جانتا ہے یا جسکے پاس بعض اُس علم سے ہو مین نے عرض کیا
کہ بلکہ جسکے پاس تمام علم کتاب ہوگا وہ زیادہ جانتا ہے بہ نسبت اُسکے کہ جس پاس جز علم ہو یہ سنکر اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ
فرماکر ارشاد کیا کہ علم الکتاب والله کله عندنا اور بہت سی احادیث اسپر دلالت کرتی ہین کہ اختصاص علم تمام قرآن کا ائمہ
علیہم السلام کے ساتھ ہے نہ مطلق علم قرآن کا اختصاص ائمہ کے ساتھ جیسا کہ حضرات اخبار یہ گمان کرتے ہین اور واضح ہو کہ ان

دونون باتون مین فرق ہو اختصاص علم تمام قرآن کا مطلب یہ ہی کہ جملہ قرآن کا علم مخصوص بائمہ علیہم السلام ہی یعنی بعد جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے کوئی شخص غیر ائمہ ایسا نہین ہی کہ جسے تمام قرآن کا علم ہو بلکہ جتنے جاننے والے ہین وہ کچھ کچھ جانتے
ہین سب نہین سمجھ سکتے اور ائمہ علیہم السلام سب کچھ جانتے ہین اور مدلول احادیث بھی یہی ہی اور مطلق علم قرآن کے اختصاص کے
معنی ائمہ علیہم السلام کے ساتھ جسکا ادعا حضرات اخباریہ فرماتے ہین یہ ہی کہ کوئی خبر قرآن سے خواہ آیات یا الفاظ ومجمل محکم
ومتشابہ سے ہکلے ہون ایسی نہین ہی کہ اسکے معنی کوئی غیر ائمہ علیہم السلام سے جانین مطلق علم قرآن کا مختص بائمہ ہی اور یہ بات
جیسی ہی وہ ظاہر ہی صاحب خبرت وفطنت پر پوشیدہ نہین ہی اور چاہیے کہ یہ بات یاد رکھی جاے فقط پوشیدہ نہ رہے
کہ ہرچند ملا صالح نے شرح کافی مین فرمایا ہی کہ غرض حضرت کی اس تعجب فرمانے سے بہ نسبت انکے جو مدعی غیب دانی کے
آنحضرت کے تھے یہ تھی کہ تا جو جاہل آنحضرت کے خدا ہونے کا وہم کرتے ہین اُسے دفع فرماوین والا آن جناب کو جو نکہ
ماکان ومایکون کا علم حاصل تھا پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ جہان لونڈی تھی اُسے حضرت نہ جانتے پھر اگر اسپر کوئی شخص یہ کہے
کہ جو تمنے کہا ہی اس سے یہ لازم آتا ہی کہ العیاذ باللہ آنحضرت نے خلاف واقع فرمایا تو ہم اسکے جواب مین کہینگے کہ
کذب اُسوقت لازم آتا کہ جب حضرت نے خود بھی توریہ کا ارادہ نہ فرمایا ہو اسطرح سے کہ ما علمت علما غیر مستفاد من اللہ تعالی
والعلم المستفاد فی الحقیقۃ لیس علما بالغیب کما اشرنا الیہ یعنی جو کچھ کہ مین جانتا ہون وہ غیر اس علم کے نہین ہی کہ جسکا مین نے خدا سے
استفادہ کیا ہی اور جو علم کہ خدا سے استفادہ ہوا ہی وہ حقیقت مین علم غیب نہین ہی جیسا کہ ہمنے اسکی طرف اشارہ کیا ہی اور سدیر کا
قول کہ فلما ان قام من مجلسہ یہ دلالت کرتا ہی اسپر کہ جو کچھ حضرت نے فرمایا وہ بعض حاضرین مجلس سے تقیہ کی راہ سے تھا
والا چاہیے تھا کہ سدیر وغیرہ اسی مجلس مین آنحضرت سے پوچھتے انتہی محصل کلامہ لیکن منافات اس حدیث کے علم ماکان
ومایکون سے تبنی اسپر ہی کہ مراد جمیع علوم کی فعلیت ہو یعنی ہر وقت ماکان ومایکون کا علم حاصل رہتا ہو اور وہ ممنوع ہی بلکہ مراد
قوت قریبہ من الفعل ہی یعنی جسوقت ضرورت ہو رجوع کی طرف علوم کے اُسوقت ماکان ومایکون کو جان سکتے ہین کیونکہ انکے
علوم کی بہت جہتین ہین اور وہ متمکن ہین اسپر کہ جسقدر اور جو کچھ چاہین اور جسوقت چاہین اُسے جان سکتے ہین اور اسی جگہ سے ہی
جو فاضل قزوینی نے شرح عربی مین ذیل فقرہ حدیث مین کہا ہو ولا ینافی ذلک کون مثل ہذا ممکن العلم بالاستنباط من
القرآن کما یجی فی الحادیث الاتی الخ یعنی یہ جو حضرت نے فرمایا یہ ارشاد اسکے منافی نہین ہی کہ مثل ایسے شخص کے جو ہوسے ممکن ہو
کہ علم کو قرآن سے استنباط کر سکے جیسا کہ آیندہ کی احادیث مین آتا ہی ولیکن حصر ثابت نہین ہی پھر تقیہ پر حمل کرنے کی کیا ضرورت ہی
ہان تقیہ کا حکم کرنا مطلقاً علم غیب کی نفی مین اس حیثیت سے کہ علم مستفاد من اللہ کی بھی اس سے نفی لازم آے بنظر
بعض فقرون کے سیاق کے عجب نہین ہی فتدبر اور اس مطلوب کو جو ملا صالح مرحوم نے خود کہا ہی وہ بھی مؤید ہی کیونکہ
اُنھون نے فرمایا ہی کہ خدا کا علم تین قسم پر ہی ایک وہ علم جو خدا کے ساتھ مختص ہی اور کسی بندے کو اسپر مطلع نہین فرمایا دوسرا
وہ جو محتوم ہی کہ اسمین بدا کو مجال نہین ہی اور اُس سے انبیا واوصیا کو تعلیم فرمایا ہی اور اسمین تبدیل کی گنجایش نہین ہی اور دیگر

قسم اُس سے غیر محتوم ہی کہ اُسمین بدا جاری ہوتا ہی اور اُسے ہر خبر ہی اور ہر فرد کو اپنے خلیفہ زمین کے لیے اُنکے اوقات پر بیان
فرماتا ہی اور ظاہر فرمانے کے بعد وہ بھی محتوم ہو جاتا ہی اور گویا کہ قسم اول سے اُنھون نے اشارہ کیا ہی مضمون کی طرف اُس
روایت کے جسے بحار الانوار مین اخوند صاحب نے نقل کیا ہی اور صدر روایت مین اصبغ بن نباتہ سے کہ کہا اُنسے کہ سنا مین نے
جناب امیر علیہ السلام سے کہ فرماتے تھے ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ما
ذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت فهذا علم قد اطلع علیه ملائکته فقد اطلع علیه محمد وال محمد یعلمه الکبیر فیها والصغیر الی ان
تقوم الساعۃ یعنی بدرستیکہ خدا کے پاس ہی علم قیامت کا اور وقت باران کا اور جانتا ہی وہ اُسے جو مان کے پیٹ مین ہی
اور کوئی نفس نہین جانتا کہ کل کے روز وہ کیا بہم پہونچائیگا اور کوئی متنفس نہین پہچانتا کہ کس زمین پر مریگا یہ آیت کے معنی کا
محصل ہی بعد اسکے فرمایا کہ خدا کے واسطے وہ علم ہی کہ اُسپر فرشتون کو اپنے مطلع فرمایا ہی اور جو اُس سے مشابہ ہی پس بدرستیکہ اُسپر
محمد و آل محمد کو مطلع فرمایا ہی اور ہمارے بڑے اور چھوٹے اُسے جانتے ہین روز قیامت تک اور اس روایت کے اس مضمون پر
چند روایات دلالت کرتی ہین لیکن وہ معارض اُن روایات سے ہی جو اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ انحضرات کو بلاؤن کا
اور موتون کا علم تھا اور ایسے مقام پر یقینی حکم کسی ایک جانب مین نہین کر سکتے مگر یہ کہ احتمال کی راہ سے کچھ کہین اسی لیے
جناب اخوند صاحب نے اس مقام پر چند احتمال ذکر کیے ہین پہلے یہ کہ جو اس روایت مذکور مین یا اسکے امثال مین واقع ہی
کہ خدا کے سوا کسی کو ان امور کا علم نہین اُس سے مراد یہ ہو کہ ان امور کی خصوصیت وقت کا علم خدا کے سوا اور کسی کو نہین ہی اور
حضرات کو جب خدا کسی کے مرنے کی خبر دیتا ہی تو سوقت بھی وہ دقیقہ آخر ساعت حیات سے امام پر بھی ظاہر نہین ہوتا
اور اسی طرح ملک الموت پر بھی دوسرے یہ کہ اُسکا علم حتمی خدا کے سوا دوسرے کو میسر نہین ہی اور جو کچھ کہ خبر دیتے ہین
بدا کا احتمال اُسمین بھی ہی تیسرے یہ کہ مراد اُس سے یہ ہو کہ مرنے کے وقت کو بے خدا کے بتائے کوئی نہین جانتا
اور اس تخصیص کی علت شاید یہ ہو کہ اُسمین امر ظاہر بہت ہو یا کوئی اور بات ہو چوتھے یہ ہی کہ حق تعالیٰ نے کسی کو خلق سے
انھی امور پر بروجہ کلی اسطرح کہ اُسمین بدا کی گنجائش نہو مطلع نہین فرمایا بلکہ اُسکا علم بروجہ حتم و جزم کسی کو نہین دیتا مگر جبکہ
اُسکے حاصل ہونے کا زمانہ قریب ہوتا ہی مثل شب قدر کے یا اُس سے بھی زیادہ قریب یہ کہکر اخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ یہ
ایسی توجیہ اور وجہ قریب ہی کہ بہت سی احادیث اُسپر دلالت کرتی ہین کیونکہ ضرور ہی کہ ملک الموت کو وقت خاص معلوم ہو
جیسا کہ اخبار مین وارد ہی اور اسی طرح جو فرشتے کہ ابر و باران پر مامور ہین ضرور ہی کہ اُنھین وقت خاص نزول باران کا معلوم ہو
اور اسی طرح جو ملائکہ کہ مدبر ہین اُنھین اوقات وقوع معلوم ہو انتہی ملخصا اور حقیقت یہ ہی کہ یہ سب کلمات دلالت اُسپر کرتے ہین
کہ عموم علم کا معدوم ہی اور جسے حق تعالیٰ نے صاحب نظر و تامل صحیح کیا ہی اُسپر یہ بات ثابت ہی اور حق تعالیٰ اور اولیا اُسکے
بڑے جاننے والے ہین اور یہ اختلاف جو شیعون مین بہ نسبت علم ائمہ علیہم السلام کے ہی اسی طرح حضرات اہلسنت مین بھی علم
نبی کی نسبت اختلاف ہی چنانچہ مصنف مدارج النبوۃ نے اپنی کتاب مین کہا ہی کہ مشہور درمیان مردم یہ ہی کہ مراد قول خدا سے

قل الروح من امر ربی یہ ہو کہ پروردگار عالم تنہا روح کو جانتا ہی کہ وہ کیا ہی اور اسکی حقیقت کو غیر خدا کوئی نہین جان سکتا
اور حق یہ ہی کہ اس آیت مین کوئی دلیل اسپر نہین ہی کہ حق تعالی نے اپنے حبیب صلعم کو بھی ماہیت روح پر مطلع نہین فرمایا بلکہ
محتمل یہ ہی کہ مطلع فرمایا ہو اور یہ حکم نہ فرمایا ہو کہ اور کسی کو آگاہ اسپر فرماوین اور بعضے علماے علم قیامت کی بہ نسبت بھی ایسا ہی
کہا ہی واللہ اعلم چھٹے معارض وہ ہی جو محمد بن یعقوب کلینی نے بذریعہ اپنی روات کے عمار ساباطی سے روایت کی ہی کہا
اُنہون نے کہ مین نے امام علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ علم غیب رکھتے ہین فرمایا کہ نہین لیکن جب خداوند عالم چاہتا ہی کہ کسی
چیز سے اُسے مطلع فرماوے تو اُسے اعلام فرماتا ہی الحدیث واضح ہو کہ غیب کے اخبار جو انبیا و اوصیا کے معجزات پر دلالت کرتے ہین
غرض اس سے وہ غیب ذاتی ہی جو باعتبار اعلام الہی ہوتی ہی پھر حقیقت مین وہ غیب اضافی ہی چنانچہ شیخ مفید فرماتے ہین
کہ ائمہ علیہم السلام بعض بندون کے ضمائر پر اور جو چیز کہ ہونے والی تھی اُسے جانتے تھے ولیس ذلک بواجب فی صفاتہم ولا شرطا فی
امامتہم ولیس ذلک بواجب عقلا و ادلہ سمعیہ کی راہ سے ہم قائل ہین لیکن بقول مطلق نہ کہنا چاہیے کہ انہم یعلمون الغیب کیونکہ یہ کلام اچھا
نہین ہی بلکہ مشتمل ہی فساد پر اسواسطے کہ اس عنوان کا مستحق نہین ہو سکتا حقیقت مین مگر وہ شخص کہ بذات خود اپنی اشیا کو جانتا ہو
نہ بذریعہ علم کہ جو مستفاد ہو اور ایسا شخص نہین ہی مگر خداوند عالم اور اس قول پر اہل امامت کا اجماع ہی مگر مفوضہ یا غلات انتہی
محصل کلامہ اعلی اللہ مقامہ ساتوین وہ معارض ہی جو فریقین کی روایات مین استفاضہ کی حد کو پہونچا ہی کہ جناب پیغمبر خدا نے
حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کو ہزار باب علم سے تعلیم فرمایے کہ جنکے ہر باب سے ہزار دروازہ علم کا اُن
جناب پر کھلا روی فی البصائر باسنادہ عن مرازم انہ قال قال ابو عبداللہ علیہ السلام علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ علیا الف
باب یفتح کل باب الف باب وعن امیر المومنین علیہ السلام انہ قال ان فی صدری ہذا العلما جما علمنیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ پھر ظاہر ہی کہ اگر
جناب امیر علیہ السلام اول سے سب علمون کو جانتے ہوتے تو تعلیم کی حاجت کیون ہوتی آٹھوین معارض قول ہی
خدا تعالی کا جو فرماتا ہی و من اہل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمہم نحن نعلمہم پھر اگر سب کا علم حضرت کو ہوتا تو حق تعالی
کیونکر فرماتا کہ تم اُسے نہین جانتے ہم جانتے ہین اور خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ فرماتے تھے جیسا اس قول کے حضرت کی
حق تعالی حکایت فرماتا ہی کہ عالم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما مسنی السوء اور اکثر اوقات مین حضرت وحی کے
منتظر رہتے تھے جیسا کہ قاضی نور اللہ مرحوم نے فرمایا ہی خلاصہ اسکا یہ ہی کہ مخفی نہ رہے کہ حضرت پیغمبر خدا ہر شخص کے
دل کی بات پر جمیع احوال مین مطلع نہوتے تھے اور اسپر دلیل یہ ہی کہ عارف شیرازی یعنی شیخ سعدی نے کہا ہی ؎ یکے
پرسید ازان گم کردہ فرزند ؎ کہ ای روشن روان پیر خردمند ؎ ز مصرش بوے پیراہن شمیدی ؎ چرا در چاہ
کنعانش ندیدی ؎ بگفت احوال ما برق جہان ست ؎ دمے پیدا و دیگر دم نہان ست ؎ گہے بر طارم اعلی نشینم ؎
گہے بر پشت پاے خود نہ بینم ؎ اور اصول عقائد دینیہ مین یہ دعوی کسی نے نہین کیا ہی کہ انبیا ضمائر بشر پر جمیع احوال مین
مطلع ہوتے تھے بلکہ اسکی تصریح کی ہی کہ انبیا علی الاتصال وحی ذو الجلال کے منتظر رہتے تھے اور جو کچھ کہ اسکے

جواب مین میر یوسف علی نے لکھا ہی حاصل اُسکا تین امر ہین ایک یہ کہ شیخ سعدی مین قدح کی ہی کہ وہ متہم ہے تعاون شر کے
کہ وہ حضرت یعقوب کے بارے مین صادق آتا ہی ہمارے پیغمبر خدا کے بارے مین صادق نہین آتا تیسرے یہ کہ حکم
انما اعلمہ بکل ومایکون جیساکہ خطبة البیان مین واقع ہی ظاہرا جو کچھ کہ معراج مین تھا اور ہوگا آنحضرت کو نہ پہونچا تھا ثابت
امر یہ ہی کہ مامور نہ تھے کہ بدون صدور وحی کے جو بواسطہ جبرئیل ہوتی تھی امت کو پہونچاتے بلاشک انتظار وحی کا فرماتے تھے
اور پھر قاضی صاحب نے جو اسکے جواب مین لکھا ہی وہ یہ ہی کہ خطبة البیان وغیرہ کی عبارتون سے جو تمنے ثابت کیا ہی کہ حضرت
امیر کو اطلاع ضمائر پر تھی تو اس سے بطریق اولی یہ لازم آتا ہی کہ پیغمبر خدا بھی ایسے ہونگے اسکا جواب یہ ہی کہ ثبت العرش
ثم انقش کلام اثبات مین ہی اور آپنے ابھی تک نہ اثبات خطبة البیان کی صحت کا حضرت امیر علیہ السلام کی طرف کیا
نہ اثبات عموم علم کے ارادے کا جمیع احوال و اوقات مین جو اسکے ظاہر سے آپ سمجھے ہین فرمایا اور مین سابق کے قصون مین
دونون مقدمون کو منع کرچکا ہون پھر کیونکر اب کہتے ہین کہ خطبة البیان کی عبارتون سے اثبات مدعی کا کیا ہی اور جو کچھ
کہ اپنے مقصد الاقصی سے نقل کیا ہی اس سے بھی صلاحیت استدلال کی نہین ہی بلکہ اسکا مولف بھی مثل شیخ مرصوفی مجہول النسب
حالانکہ فقیر کے اسناد شیخ سعدی کی طرف اس حیثیت سے ہی کہ اسکا شعر قصہ حضرت یوسف کو متضمن ہی کہ جو احسن القصص مین مذکور
ہوا ہی اور چونکہ حضرت یوسف کا جو قصہ قرآن مین مذکور ہی بہت طول رکھتا ہی اسلیے بطور تذکرہ اس شعر پر اقتصار کیا ہی پھر حقیقت مین
شیخ سعدی کے شعر کے ذریعہ سے مضمون کلام الہی سے استدلال کیا ہی پس جو تعجب کہ آپنے شیخ سعدی سے سند لانے پر
فرمایا ہی وہ خود محل تعجب ہی اور جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ بڑے مقامات جو نزول وحی کے تھے وہان حضرت کا انتظار
وحی کے لیے علم حاصل کرنے کے لیے ہوتا تھا نہ اسلیے کہ تبلیغ رسالت کی اجازت ہوئے تو فرماوین اور یہ بات ایسی ہی کہ
جسکی حقیقت متتبع خبیر پر پوشیدہ نہین ہی لیکن بطور نمونہ و یاد دہانی بعض آیات و روایات اسکی اثبات کے لیے بیان ہوتی ہین
حق سبحانہ تعالی فرماتا ہی وما ینطق عن الہوی ان ھو الا وحی یوحی علمہ شدید القوی مجالس مین ابن عباس سے منقول ہی کہ
انھون نے کہا کہ ایک شب ہمنے نماز عشا پیغمبر خدا کے ساتھ پڑھی جب حضرت سلام کہہ چکے تو ہماری طرف متوجہ ہوے
اور فرمایا کہ بہت قریب ہی کہ تم مین سے ایک شخص کے گھر مین آسمان سے ایک ستارہ اُتریگا پس جسکے گھر مین یہ واقع
ہووے میرا وصی اور خلیفہ اور امام میرے بعد ہوگا پھر جب صبح قریب ہوئی تو ہر ایک اپنے گھر مین ستارے کے اُترنے کا
منتظر ہو کر بیٹھا اور سب سے زیادہ جسے اسکی طمع تھی وہ ابی عباس تھے پس صبح ہوئی تو ستارہ علی ابن ابیطالب کے گھر مین
اُترا یہان تک کہ ابو عباس نے کہا کہ فقال المنافقون مثل عبد اللہ بن ابی لقد ضل محمد فی محبة ابن عمہ وما ینطق فی شانہ
الا بالہوی وغوی فانزل اللہ تبارک و تعالی والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الہوی
الاباب اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر مین منقول ہی کہ فرمایا ما ضل فی علی وما غوی وما ینطق
عن الہوی وما کان قالہ فیہ الا بالوحی الذی اوحی الیہ اور حق تعالی نے سورہ کہف مین فرمایا ہی ولا تقولن لشیء انی فاعل

ذٰلک غدًا الا ان یشاء اللہ کتاب تقیہ مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسکی تفسیر مین وارد ہی کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اتاہ ناس من الیہود فسالوہ عن اشیاء فقال لہم تعالوا غدًا لاحدثکم ولم یستثن فاحتبس جبرئیل عنہ اربعین یومًا ثم اتاہ وفی روایۃ فاحتبس الوحی علیہ اربعین یومًا حتی اغتم وشک اصحابہ اور جناب سید سند نے حدیقہ مین فرمایا ہی حافظ رجب نے مشارق الانوار مین ابن عباس سے روایت کی ہی قال جاء رجل الی رسول اللہ فقال یا رسول اللہ ینفعنی حب علی فی معادی فقال لہ النبی لا اعلم حتی اسال جبرئیل فنزل جبرئیل سریعًا فقال لہ النبی یا جبرئیل ینفع ہذا حب علی فقال لا اعلم حتی اسئل اسرافیل ثم ارتفع نسال اسرافیل لا اعلم حتی اناجی رب العزۃ فاوحی اللہ الی اسرافیل قل لجبرئیل یقول لمحمد انت منی حیث شئت وانا وعلی منک حیث انت منی ومحبو علی منی حیث علی منک اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے امالی مین باسناد اپنے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ ایک دن نماز صبح کے لیے تشریف لاے اور نماز کے بعد ارشاد فرمایا معاشر الناس ایکم ینہض الی ثلثۃ نفر آلوا باللات والعزی لیقتلونی یعنی ای گروہ خلق کون ہی تم مین سے جو تین شخصون کی طرف کفار سے جاوے جنہون نے لات وعزی کی قسم کھائی ہی میرے مارنے کے لیے وقد کذبوا ورب الکعبۃ قال فاحجم الناس وما تکلم احد فقال ما احسب علی ابن ابیطالب فیکم یعنی بہ تحقیق کہ دروغ کہا ہی انہون نے قسم ہی پروردگار کعبہ کی راوی کہتا ہی کہ اسکے بعد سب حاضرین خاموش رہے اور کسی نے جواب نہین دیا بعد اسکے فرمایا کہ مین نہین گمان کرتا کہ علی ابن ابیطالب تم مین ہین فقام الیہ عامر ابن قتادۃ فقال انہ موعوک فاستاذن ومضی ثم عاد الیہ فاخبر فخرج کانہ نشط من عقال یعنی بعد اسکے عامر بن قتادہ اٹھکر قریب حضرت کے آیا اور عرض کیا کہ علی ابن ابیطالبؑ تپ شدید مین مبتلا ہین یہ کہکر حضرت سے اجازت لی اور جناب امیر کی خدمت مین گیا اور جو پیغمبر خدا سے سنا تھا وہ آنحضرت کی خدمت مین خبر دی پس یہ سنتے ہی وہ حضرت بے تامل ایسے اٹھ کھڑے ہوے کہ گویا قید سے رہائی پائی اور بسرعت تمام پیغمبر خدا کی خدمت مین اپنے تئین پہونچایا فقال یا رسول اللہ ما ہذا الخبر قال ہذا رسول ربی یخبرنی بکذا وکذا پس عرض کیا کہ یہ کیا خبر ہی جو مین نے سنی ہی آنحضرت نے فرمایا کہ خدا کا بھیجا ہوا یہ خبر دیتا ہی فقال علیؑ انا لہم سریۃ وحدی فالبسہ بدرعہ وعممہ وقلدہ سیفہ واکبہ فرسہ فمکث ثلثۃ ایام لا یاتیہ جبرئیل بخبرہ ولا خبر من اہل الارض یعنی حضرت امیر نے عرض کیا کہ تنہا لشکر کا کام انکے مقابلہ مین کرونگا یہ سننے کے بعد پیغمبر خدا نے اپنا عمامہ اور زرہ آنحضرت کو پہنائی اور اپنی تلوار کو انکے حمائل فرمایا اور اپنے گھوڑے پر سوار کرکے روانہ کیا اسکے بعد تین روز گذر گئے کہ نہ آسمان سے جبرئیل کچھ خبر لاے نہ اہل زمین سے کوئی خبر لایا فاقبلت فاطمہ بالحسن والحسین علیہما السلام علی ورکیہا تقول بعد اسکے جناب سیدہ حسنین علیہما السلام کو اپنی گود مین لیکر آئین اور پدر بزرگوار کی خدمت مین اپنے عرض کیا کہ اوشک ان یوتم ہذان الغلامان کہ قریب ہی کہ یہ دونون فرزند میرے یتیم ہو جائین فاسبل النبی عینیہ یہ سنکر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ رونے لگے اور آنسو حضرت کی آنکھون سے گرے ثم قال معاشر الناس من یاتینی بخبر علی ابشرہ بالجنۃ وافترق الناس فی الطلب لعظم ما رای بالنبی وخرج العواتق فاقبل عامر

بن قتادہ یبشرہ بعلی بعد اسکے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اے گروہ مردم جو تم مین سے علی ابن ابیطالب کی خبر لاوے مین اُسے
بہشت کے ساتھ بشارت دون یہ سنکر حاضرین خبر لانے کی فکر مین اٹھے اور متفرق ہوئے ہر ایک طلب مین خبر کی
سرگرم ہوا بسبب اسکے کہ پیغمبر خدا کو روتا دیکھا تھا یہان تک کہ دختران پردہ نشین بھی قلق کے مارے باہر نکل پڑین
بعد اسکے عامر بن قتادہ باہر گیا اور بہت جلد پھر آیا اور جناب امیر کے پھر کر تشریف لانے کی بشارت پیغمبر خدا کی خدمت
مین دی وهبط جبرئیل علی النبی فاخبره بما کان اور جبرئیل آئے اور خبر مفصل حضرت کو پہونچائی واقبل امیر المومنین علیه السلام
ومعه اسیران ورأس وثلثة ابعرة وثلثة افراس اور جناب امیر علیہ السلام پہونچے اسطرح کہ دو قیدی اور ایک سر مقتول کا اور تین اونٹ
اور تین گھوڑے حضرت کے ساتھ تھے فقال النبی تحب ان اخبرک بما کنت فیه یا ابا الحسن پھر حضرت پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یا تم دوست
رکھتے ہو اے علی ابن ابیطالب کہ مین جو کچھ کہ تم سے گذرا وہ سرگذشت تمھارے آگے بیان کردون فقال المنافقون هو
منذ ساعة واحدة قد اخذه المخاض وهو الساعة یرید ان یحدثه ثم مضی یہ سنکر منافقین نے کہا کہ ابھی ایک گھنٹہ گذرا ہے کہ انھین درد زہ
تھا اب جانتے ہین کہ علی ابن ابیطالب کو سرگذشت کی خبر دین فقط انتہی محصل المعنی پناہ بخدا ایسے کلمات بیہودہ
اور زبان درازی سے کہ جو پیغمبر خدا کی نسبت ظہور مین آئے کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا بالجملہ ان روایات سے
یا جو اسکے مثل ہون یہ واضح ہوتا ہے کہ ہر چیز کا علم بالفعل حضرات کو حاصل نہ تھا اور وحی کا انتظار کرنا حقیقت امر کے
جاننے کو تھا اسلیے کہ تبلیغ کے لیے اجازت چاہتے تھے اگرچہ بعض مقامون مین اسی قسم پر ہو لیکن ہر موضع مین عموماً
انتظار وحی کا اسلیے نہین معلوم ہوتا شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ اعتقادیہ مین فرمایا ہے کہ میرا اعتقاد کیفیت نزول
وحی مین یہ ہے کہ حضرت اسرافیل کی دونون آنکھون کے بیچ مین ایک لوح ہے کہ جب حق تعالی چاہتا ہے کہ وحی کے ساتھ
کلام فرماوے تو اُس لوح کو حضرت اسرافیل کی پیشانی پر مارتا ہے پس وہ اُس سے دیکھتے ہین اور میکائیل پر القا کرتے ہین
اور میکائیل جبرئیل پر اور وہ پیغمبرون پر پہونچاتے ہین اور شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہین هذا اخذه الصدوق من شواذ الحدیث
وفیه خلاف لما قدمه من ان اللوح ملک من ملائکة الله والوحی فی الاصل هو الکلام الخفی ثم یطلق علی کل شیء قصد به افهام
المخاطب علی الستر له عن غیره یعنی جو کچھ کہ صدوق نے وحی کی تصویر مین بیان کیا ہے یہ اخبار نادرہ غیر مشہورہ سے انھون نے اخذ کیا ہے
اور مخالف ہے اُس سے جو خود پہلے انھون نے کہا ہے کہ لوح ایک فرشتہ ہے فرشتگان الہی سے اور وحی اصل مین کلام
خفی اور پوشیدہ کو کہتے ہین اور اطلاق کرتے ہین اسکا ہر اُس چیز پر جس سے مخاطب کے افہام کا قصد ہو باخفا غیر اسکے کے اور
کرین اور جسوقت کہ اسکی اضافت خدا کی طرف کرین تو اکثر وہ مختص ہو جاتی ہے اُس سے کہ جسکے ساتھ پیغمبران خدا اختصاص
رکھتے ہین الخ ما افادہ اور تفسیر لا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیه کی ذیل وجوہ محتملہ مین اُسکے کہا ہے کہ کوئی وجہ نہین
رکھتے کہ خداوند عالم اپنے پیغمبر کو منع فرماوے اُس قرآن کی عجلت کرنے سے جو چوتھے آسمان پر ہو کیونکہ آنحضرت کا علم
بیشتر اُس سے کہ اُسکی وحی حضرت کو پہونچے جو آسمان چہارم پر ہو سے احاطہ نہین کیے تھا النهیه عما لیس فی امکانه او

اگر قول کہنے والا یہ کہے یہان پر کہ وہ حضرت اس قرآن کے جو آسمان چہارم پر مودوع تھا عالم تھے تو اس کہنے والے نے اپنے مذہب کا نقص خود کیا کہ تخصیص کی قرآن کی پہلے آسمان چہارم سے کیونکہ جو کچھ آنحضرت کے سینہ مین ہوگا وہ فی الارض ہی فلا معنی لاختصاصہ بالسماء الرابعۃ انتہی محصل کلامہ دسوین وجہ معارض وہ ہی کہ احادیث مستفیضہ مین کہ ان الائمۃ اذا شاؤا ان یعلموا اعلموا محمد بن یعقوب کلینی نے تین حدیثین اس مضمون سے باسانید مختلفہ ذکر کی ہین چنانچہ وہ پہلی حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہین کہ فرمایا آنحضرت نے کہ ان الامام اذا شاء ان یعلم علم اور تیسری روایت جو آنحضرت سے روایت کی ہی اُسمین ہی اذا اراد الامام ان یعلم شیئا اعلمہ اللہ ذلک اور جناب سید سند نے فرمایا ہی وبہ یجمع بین الاخبار احسن جمع وعلیہ یحمل احادیث علمہم ما کان وما یکون وما ورد فی دعاء الندبۃ اور کتاب کافی مین یہ قول باب علم ما کان وما یکون وانہ لا یخفی علیہم شیء مین ہی اور چھ حدیثین آپ نے نقل کی ہین اور اور مواضع مین بھی یہ لفظ وارد ہوا ہی اور حدیث اوّل کے صدر مین وارد ہی کہ سیف تمار کہتا ہی کہ ایک جماعت شیعہ کے ساتھ مین خدمت مین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حاضر تھا کہ اسمین حضرت نے پوچھا کہ لیس علینا عین یعنی آیا کوئی جاسوس میرے اوپر ہی یہ سُنکر ہم سب نے داہنے اور بائین اپنے دیکھا اور عرض کیا کہ کوئی جاسوس ہمپر اسوقت نہین ہی یہ سُنکر فرمایا کہ قسم ہی پروردگار کعبہ کی اور یہ قسم تین بار فرمائی اور پھر فرمایا کہ اگر مین موسیٰ و خضر کے درمیان مین ہوتا تو ہر آئینہ کہتا کہ میرا علم تمھارے علم سے زیادہ ہی اور اُن دونون کو خبر دیتا اُن امورون سے کہ جنکا اُنھین علم نہ تھا موسیٰ وان خضر اعطیا علم ما کان ولم یعطیا علم ما یکون وما ہو کائن الی یوم القیامۃ یعنی تحقیق کہ موسیٰ اور خضر کو حق تعالیٰ نے علم اُمور گذشتہ کا عطا فرمایا تھا اور اُمور آیندہ کا اور جو قیامت تک ہونے والا تھا اُسکا علم نہین دیا تھا اب اس سے صاف ظاہر ہی کہ یہ تفحص فرمانا حضرت کا جاسوس کی موجودگی سے یا اُسکے نہونے سے اسی بات کی دلیل ہی کہ جمیع علوم ہر وقت حاضر نہ رہتے تھے اور جب تک کہ قرینہ ظاہر اور ادلہ قطعیہ قائم نہون اس سوال کا حمل کرنا ایسی بات پر کہ جس سے یہ پیدا ہو کہ سوال بسبب عدم علم کے نہ تھا جائز نہین ہی جیسا کہ فاضل رشتی نے کہا ہی کہ اگر سوال عدم علم کے باعث سے ہو تو حق تعالیٰ نے بھی حضرت موسیٰ سے وما تلک بیمینک یا موسیٰ سوال فرمایا تھا کیونکہ قیاس سوال خدا پر کہ جسکی ساحت علم الیقینی عدم علم سے معرا ہی قیاس مع الفارق ہی ومن لہ سبیل الی العلم وان لم یعلم بعد لا ینسب الی الجہل پس علم ما کان وما یکون کی نسبت اس اعتبار سے کہ بہ نسبت حضرات مقدسہ کے ابواب علم مفسد نہین ہین ادلہ شرعیہ کے اختلاف کو جمع کرنے کی راہ سے بُرا نہین ہی اور اسی پر محمول ہوگا جو حدیث شب قدر مین توجیہ عرض اعمال مین اُن حضرات پر اُس شب مین وارد ہوا ہی اور اسی طرح اعمال بندگان کا پیغمبر خدا پر عرض کرنا جاننا چاہیے جیسا کہ کتاب بصائر الدرجات مین مروی ہی کہ جناب ابو الحسن علیہ السلام سے تفسیر کریمہ اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ سے سوال کیا اور پایا کہ پیغمبر خدا پر اعمال بندون کے ہر صبح کو عرض کیے جاتے ہین خواہ ابرار ہون یا فجار ہون پس ڈرو بلکہ بہت سی احادیث سے معلوم ہوتا ہی کہ حق تعالیٰ نے حضرات کے لیے علم کی بہت سی جہتین قرار دی ہین کہ اُن سے علم حاصل فرماتے ہین جناب آخوند صاحب

فرمایا ہو کہ باب جہات علومہم و ما عندہم من الکتب و انہ یفسر فی اذانہم و ینکت فی قلوبہم اور دوسری جگہ فرمایا ہو کہ باب ان اللہ
نقل و نفخ الائمہ عمودا ینظرون به الی اعمال العباد اور جو احادیث کہ اس باب مین نقل کی ہین اُنمین وہ حدیث ہی جو ثمالی سے روایت
کی ہو کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم مین سے امام ہر آئینہ فرشتہ کی آواز کو مان کے پیٹ مین سُنتا ہو یہان تک
کہ جب پیدا ہوتا ہو تو فرشتہ اسکے بازوے راست مین یہ آیہ لکھتا ہو و تمت کلمة ربک صدقا و عدلا لا مبدل لکلماته وهو
السمیع العلیم یہان تک کہ جب امام جوان ہوتا ہو تو حق تعالی ایک نور کا عمود اسکے لیے قرار دیتا ہو کہ اسمین وہ دنیا
و مافیہا کو دیکھتا اور کوئی خبر اُسپر پوشیدہ نہین رہتی پھر جو بعضے صاحبون نے یہ گمان کیا ہو کہ ہر حال مین اور ہر وقت مین
حضرات کو ہر چیز کا علم حاصل رہتا ہو تحکم سے خالی نہین ہو بلکہ مراد وہی ہو کہ جو ہمنے اوپر کہا ہو کہ یہ حضرات ہر چیز کے جاننے پر
متمکن ہین سوا اُسکے کہ جسکا استثنا ثابت ہو جاے فاضل قزوینی نے احادیث علم ما کان و ما یکون کی شرح مین کہا ہو کہ
مراد اس سے علم قرآن ہو فانه تبیان کل شی الی قیام الساعة لا یخفی علیهم شی اذا ارادوا ان یعلموا اعلموا بالاستنباط من القران اور بیشتر جو ہمنے وجوہ
علم حضرات کے بیان کیے ہین اُس سے بھی بخوبی یہ امر واضح ہوا ہو کہ علم حضرات کا اسمین منحصر نہین ہو کہ قرآن سے استنباط
کرتے ہین بلکہ یہ بھی ایک وجہ انھین وجوہ سے ہی جو بہت ہین جیسا کہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی نے پچاسوین باب مین
حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہو کہ فرمایا انحضرت نے مبلغ علمنا علی ثلثة وجوه ماض و غابر و حادث
فاما الماضی فمفسر و اما الغابر فمزبور و اما الحادث فقذف فی القلوب و نقر فی الاسماع وهو افضل علمنا و لا نبی بعد نبینا یعنی انتہا ہمارے
علمون کی تین چیزون کی طرف ہو اور فاضل قزوینی نے اسکی شرح مین کہا ہو کہ ماضی سے مراد حوادث سابقہ کا
استنباط ہو امام حی کی امامت کے زمانے مین اور غابر سے مراد وہ باقی ہو کہ جو قرآن کی لفظون سے اور اُسکے مدلول مطابقی
اور تضمنی سے پاتے ہین اور حادث سے مراد استنباط اُن امور کا ہو جو ماضی کے بعد ہون اور جو حضرت نے فرمایا ہی
اما الماضی فمفسر اسکی تفسیر مین فاضل مذکور نے کہا ہو کہ ای ما یصرح به الامام السابق و یلقیه الی الامام اللاحق فلا یحتاج
الی استنباط علیحدہ اور حضرت نے فرمایا ہو و اما الغابر فمزبور اسے کہا ہو کہ المزبور المکتوب فی القران اور جو حضرت نے فرمایا ہی
و اما الحادث فقذف فی القلوب و هو عبارة عن الهام الله تعالی المقدمات المعلومة بترتیب منتج لاستنباط الحوادث بالفکر
فی لیلة القدر و نحوها اور جو فرمایا ہو و نقر فی الاسماع بالنون و القاف اسے کہا ہو و المراد اسماع الملک النازل فی لیلة القدر و غیرها اور جو
فرمایا ہو و لا نبی بعد نبینا اسکی شرح مین کہا ہو کہ دفع لتوهم کون العلم الحادث بالتحدیث مستلزما للنبوة اور دوسری روایت مین
حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہو اما الغابر فما تقدم من علمنا و اما المزبور فما یاتینا و اما النکت فی القلوب
فالهام و اما النقر فی الاسماع فامر الملک اور یہ سب صریح ہین کہ سب کی فعلیت نہ تھی بلکہ انکا علم ما کان و ما یکون سے
بالقوة القریبة من الفعل حاصل تھا یعنی جب چاہین اور جسکا علم منظور ہو اُسوقت اُسے جان لین پس یہ علم انکی مشیت پر
موکول تھا اور مشیت انکی تابع مشیت الٰہی تھی پھر کیا استغراب رکھتا ہو کہ علم انکا بعضے اوقات مین مثل سارے افراد انسانی کے

بعض جزئیات کا جو اُنکا یہ نہون حاصل نہو جیسا کہ لونڈی کا کسی گھر کے گوشے مین چھپ جانا یا کسی شی خاص
کی نجاست و طہارت کو جاننا جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہی لا ابالی ابول اصابنی ام ماء اذا لم اعلم اور مفاد
نہی محکم یا لظاہر کا ہی اور جب چاہین تو بڑی بڑی باتون کو سمجھ لین اور جان جائین کیونکہ روایت سمکہ جو اوپر گذری
ہین جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا جہلوا والله امر الله و اولیائه الخ الحدیث اور یہ ظاہر ہی کہ جمال
حضرت کا علم کائنات مین ایک طرح پر نہین ہی پھر فعلیت کا دعوی جمیع علوم مین کرنا جو منافی ان اخبار سے اور جو غیر
انکے متواتر المعنی ہین افراط مراتب عالیہ مین انحضرات کے ہی حاصل کلام یہ ہی کہ حضرات کے مدارج جو افراط و تفریط سے
خالی ہون اُنکا جاننا اکثر پر دشوار ہی اسی لیے انحضرات نے خود فرمایا ہی امرنا صعب مستصعب لا یحتمله الا نبی مرسل او ملک
مقرب او مومن امتحن الله قلبه للایمان اور جو انحضرات نے فرمایا ہی اذا اراد الامام ان یعلم شیئا اعلمه الله یعنی جب امام چاہتا ہی کہ کسی چیز کو
جانے تو حق تعالی اُس چیز کا علم اُسے دیتا ہی اِنکی تخصیص کرنی ساتھ اس بات کے کہ جو عالم امکان مین ہی یا عرصہ عدم سے
عالم اکوان مین ابھی نہین آیا بیان اُسکا جاننا مراد ہی یہ بیجا تحکم ہی کہ اُسپر کوئی دلیل قائم نہین ہی اور اُسکے منافیات صریحہ
موجود ہین اور جو حدیث لیلة القدر مین وارد ہی پس اُسکا ظاہر یہی ہی کہ اعمال کا حضرات پر عرض کرنا اُنکے اعلام اور
اطلاع کے لیے ہی اگرچہ بعض مواضع مین اُنکی معلومات کی تصدیق اور کائنات پر اُسکی تطبیق مطلوب ہو لیکن حصر کرنا اُسی مین
ممنوع ہی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ تفصیل اجمالی ہوتی ہی اور تفسیر مجملی ہوتی ہی جیسا کہ بعض روایات مین لیلة القدر کے
بے وارد ہی اور جو قاضی نور الله علیه الرحمه کے مناظرہ مین میر یوسف علی نے یہ لکھا ہی کہ آپنے قلمی فرمایا ہی کہ کلام بلاغت نظام
حضرت امیر علیہ السلام اُسپر دلالت نہین کرتا کہ جمیع احوال مین سب کے ضمائر پر ائمہ مطلع تھے اور اسی قدر دلالت ہی کہ
بعض وقتون مین ضمائر پر مطلع ہوتے تھے یہ مسلم ہی لیکن حضرت امیر علیہ السلام نے خطبة البیان مین فرمایا ہی انا الذی اعلم
ما یحدث فی اللیل شیئا بعد شیء الی یوم القیمة انا الذی اعلم ما تحدث ساعة بعد انا الذی اعلم تغیرات الازمان و حدثانها انا
الذی اعلم اعمال الخلق فی مشارق الارض و مغاربها و لا یخفی علی عنهم شیء انتهی اور پھر اُسکے جواب مین قاضی صاحب نے
لکھا ہی کہ اس خطبہ کے اسناد انحضرت کی طرف ثابت نہین ہوتے اور مکرر فقیر نے عرض کیا ہی کہ خطبة البیان کی عبارت
موافق اُس وجہ کے کہ اب اسکے معنی سمجھے ہین قرآن اور اصول کے موافق نہین ہی پھر ضرور ہوا کہ ان عبارتون کی نسبت
جناب امیر علیہ السلام کی طرف باطل ہو یا ایسی وجہ سے تاویل اُسکی کیجاے کہ وہ وجہ اصول اعتقاد اور قرآن کے مخالف نہو
اور دوسرے پوشیدہ نہ رہے کہ شیعون سے جو فرقہ غلاۃ ہی اُنھون نے بہت سے دعوے بلند اور اکثر باتین ایسی اُن
حضرت کی طرف نسبت دے دی ہین یہان تک کہ بعضون نے انحضرت کو خدا کہا اور چونکہ خطبة البیان کا راوی
مجہول تھا تو ہو سکتا ہی کہ انھین مین سے کسی نے اُس خطبہ کو انحضرت کی طرف منسوب کر دیا ہو انتہی ملخصا جوابہ اور جو
قاضی صاحب نے فرمایا ہی اسکے بارے مین اُس سے مراد یہ ہی کہ اُسی خطبہ مین اور باتین بھی اُسی قسم کی ہین مثل اسکے انا آیة الله

الکبری التی اریها فرعون وعصی وانا عصی الکلیم وانا آخذ بناصیة الخلق اجمعین ظاہر ہو کہ اگرچہ ائمہ علیہم السلام خدا کی آیات سے ہین
جیسا کہ داود رقی سے منقول ہو کہ کہا اُنسے سالت من الصادق علیہ السلام عن قول اللہ عزوجل وما تغنی الآیات والنذر قال
الآیات ہم الائمة والنذر ہم الانبیاء لیکن انہین بآیات تعبیر کرنا یا اس جہت سے ہو کہ امامت آیات بینات کا مدلول ہو
یا اس جہت سے ہو کہ وہ آیات قدرت الٰہی کے ہین نہ یہ کہ وہ عین آیات ہین اور وہ نفس خوارق عادات ہین کہ جنہین
حضرت موسیٰ نے فرعون کو دکھایا تھا اور خود حضرت موسیٰ کا عصا ہین اور اس سے زیادہ یہ ہو کہ اسکے بعد نقل کیا ہو کہ
انا التورية الذی قبس موسی فهدیه انا صاحب موسی والخضر ومعلمهما انا جاوزت الکلیم فی البحر واغرقت الفراعنة
انا حملت نوحا فی السفینة انا صاحب نوح ومنجیه انا الذی انجیت ابراهیم من نار نمرود وانا مونس یوسف فی الجب
ومنجیه انا الذی تاب علی داؤد الی آخر الفقرات الظاهرة فیما تعتقده الغلاة حاصل ان فقرات کا یہ ہو کہ مین وہ توریت ہون
موسیٰ کی کہ جس سے موسیٰ نے معارف کا اقتباس کیا تھا پس اسی راہ راست پر لایا مین وہ نور ہون کہ جسسے موسیٰ نے اقتباس
کیا پس انہین راہ راست پر لایا اور مین خضر و موسیٰ کا مصاحب ہون اور انکا تعلیم کرنے والا ہون مین جو دریا مین موسیٰ کا
رفیق تھا اور مین وہ ہون جسنے فرعون کو اور فرعونیون کو غرق کیا مین وہ ہون جسنے نوح کو کشتی پر اٹھایا اور مین ہون
مصاحب نوح کا اور انکا نجات دینے والا اور مین وہ ہون کہ ابراہیم کو مین نے آتش نمرود سے نجات دی اور مین یوسف کا
مونس ہون چاہ کنعان مین اور انکا نجات دینے والا اور مین ہون داؤد کی توبہ کا قبول کرنے والا اور یہ فقرے ظاہر مین
کہ اقوال غالیون کے ہین کہ جنہین خدا کے افعال آنحضرت کی طرف منسوب ہین اور اسکا باطل ہونا واضح ہو مگر جبکہ بہت
تکلفات سے انکی تاویل کیجائے اور ایسی تاویل مناط اعتبار نہین ہو سکتی اور راقم رسالہ کہتا ہو کہ جسنے مذاق کلام بلاغت
نظام کا جناب امیر علیہ السلام کے پایا ہو اور بعض خطب سے آنحضرت کی کتاب التوحید مین اور بعض عبارات خطب کی
کتاب العدل مین اور بعض کتاب النبوت مین اور بعض صدر مین اس کتاب کے منقول ہوئے اگر سب دیکھنے والے نے
نہ دیکھی ہون اسی قدر جو مذکور ہوئے انہین کو دیکھا ہو اور مذاق عربیت اور فصاحت و بلاغت کا رکھتا ہوگا تو اسپر
پوشیدہ نہ رہیگا کہ خطبۃ البیان کے جو فقرات کہ لکھے گئے انکا مذاق ویسا نہین ہو رایحہ عطر عروس فصاحت جیسا
ان عبارتون مین ہو اور مشام جان کو معطر کرتا ہو اسطرح انمین نہین ہو اور جناب آخوند صاحب نے کتاب بحار الانوار مین
بعد نقل کرنے اس روایت کے جو ائمہ علیہم السلام کی نورانیت کی معرفت مین وارد ہو اور انکے والد آخوند ملا محمد تقی مرحوم نے
اپنی کتاب قدیم مین درباب فضائل حضرات علیہم السلام پایا ہو اور اسمین بھی ایسے فقرون کی طرح وارد ہو انا الذی حملت
نوحا الخ فرمایا ہو کہ اس خبر کا صادر ہونا آنحضرات سے صحیح ہو تو اس تقدیر مین احتمال یہ ہو کہ مراد اس روایت سے اور
اسی طرح جو روایت کہ اس سے مشابہ ہو یہ ہوگا کہ انبیا حضرات کے توسل سے اور انکے انوار مقدسہ کی استشفاع سے
مکروہات سے نجات پاتے رہے ہین اور انسے فتنے دور ہوتے رہے ہین جیسا کہ یہ مضمون روایات صحیحہ سے ثابت ہوتا ہو

انتہی ملخص کلامہ اور جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ یہ تاویل اگرچہ صحیح ہی لیکن ان عبارتون کے سیاق سے متزلون ورہی
اور اگر ایسی تاویلات کی راہ کھل جاے تو کوئی کلام بے تاویل کے نہین ہو سکتا پھر ایسی تاویلات حسب ضرورت
بعد صحت روایات کے اعتنا کے لائق ہوتی ہین نہ بدون اسکے واللہ یعلم بالجملہ سید یوسف علی نے قاضی صاحب کے
جواب سابق کے بعد پھر لکھا کہ جو آپ نے بہ نسبت خطبۃ البیان کے لکھا ہی کہ اسکی نسبت کرنے مین جناب امیر علیہ السلام
کی طرف وغدغہ ہی یہ کوئی وجہ نہین رکھتا کیونکہ عقل اِس بات پر ناطق ہی کہ جس شخص کو ذرا بھر بھی ایمان سے ہوگا
وہ ایسے سخنان بلند کو بے اسکے کہ جناب امیر علیہ السلام سے نہ سُنا ہو نقل نہ کریگا اِسکے جواب مین قاضی صاحب نے
لکھا ہی کہ دغدغہ اِس خطبہ کی صحت کی نسبت مین جناب امیر علیہ السلام کی طرف اِس راہ سے ہی کہ ہنوز اسکے راوی کا
ایمان مجھپر ظاہر نہین ہوا اور ہرگاہ یہ حال ہی اور اصول مذہب اسکے خلاف پر دلالت کرتے ہین تو پھر اسکے عدم
صحت پر یقینی حکم کرنا چاہیے پھر جاے دغدغہ نفی حاصل یہ ہی کہ اعتقاد کرنا اِس امر کا کہ حضرات کان و مایکون کے خود
عالم تھے اور محتاج اعلام الٰہی کے اِس امر مین نہ تھے ضرور نہین ہی کیونکہ علم غیب مخصوص جناب باری کے ساتھ ہی
اور یہ سمجھنا کہ کان و مایکون کا علم انھین بروقت ضرورت باعلام الٰہی ہوتا تھا اور ہوتا ہی اور یہ ایسی فضیلت ہی کہ اِس سے انکا
اختصاص اور مزید قرب جناب قدس الٰہی سے ثابت ہوتا ہی اِس مین کوئی قباحت نہین ہی اور کیونکر نہو کہ حق تعالیٰ نے
انھین اپنا خلیفہ زمین پر قرار دیا اور انکی اطاعت اپنی اطاعت اور انکی مخالفت کو اپنی مخالفت گردانا پھر اگر انھین اعلام
علم ماکان و یکون سے مشرف نہ فرماتا تو کسطرح ہو سکتا ہی کہ ایسے حکیم علام کی خلافت کے سزاوار ہوتے اور اِس سے
کوئی منقصت رتبہ فضائل مین آنحضرات کے نہین ہوتا کیونکہ انکے سوا اور کون ہی جو اِس درجہ رفیعہ کے قابل ہو کہ بروقت
ضرورت حق تعالیٰ اُسے علم غیب تعلیم فرماے اور ماکان و مایکون کا علم عطا فرماے اور اِس وجہ مین کوئی اعتراض وارد
نہین ہو سکتا کیونکہ اگر عالم مستقل کہین تو فعل خدا کا منسوب آنحضرات کی طرف ہوتا ہی اور جو جو خرابیان کہ مذکور ہوئین
وہ پیش پا اُفتادہ ہین اور اگر انکے علم سے انکار کرین تو قصور معرفت ہمارا اِس سے ظاہر ہوتا ہی اور اِس توجیہ سے جو علم
واقعی انکا ہی اُس سے یہی اعتقاد صحیح رہتا ہی اور جو اعتراضات کہ مذہب غلاۃ پر وارد ہوتے ہین اُس سے بھی محفوظ رہتے ہین
فقد کو لیکن جو بعض حضرات علماے اہلسنت نے مثل شاہ صاحب اِس جگہ پر طعن و تشنیع لکھا ہی کہ خلاصہ اسکا یہ ہی
کہ امام کے واسطے علماے شیعہ کے نزدیک ماکان و مایکون کا جاننا ضروری ہی پھر یہ جتنا اشتیاق شیعون کے فرقون کو
بلاد عراقین مین اور خراسان مین اور ہندوستان مین خصوصاً یورب کے ملکون مین اور بنگالہ و دکن اور لکھنؤ اور فیض آباد
مین ہی یہ انکے امام کو معلوم ہوگا اور جسقدر کہ پلٹنون کی فوجون کی کثرت ہی اور شیعون کو انگریزون سے ساخت و یکجہتی ہی اور
جسقدر توپخانے اور آلات حرب انکے معتقدون کے پاس ہین یہ بھی انکے امام جانتے ہونگے پھر باوصف اِسکے کہ یہ
جانتے ہین پھر پوشیدہ رکھنا اپنے تئین اِس توہم سے کہ مثل مرزا مظہر مرحوم کے کوئی دغا کی راہ سے انکے قتل کا ارادہ نہ کرے

گو مجھے مار نہ سکے گا کہ یہ امر قتل مقدر نہیں ہی کس چیز پر حمل ہو سکتا ہی ہر امت مین اور ہر دین مین صالحین اور انبیا اور اوصیا
گذرے ہین اور انکے مخالفین اور معاندین انکے درپے ہلاکت کے ہوے ہین بلکہ انکی عزت اور بدن اور نفس کو نقصان و
تلف رسانی کا سبب ہوے ہین اور باوجود اسکے وہ بزرگوار بلاکشی اور طلب رضاے الہی مین صبر کو اختیار کرتے رہے ہین
نہ یہ کہ استتار و پوشیدگی و فرار کو اختیار کرتے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر فما وھنوا لما اصابھم
فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین حالانکہ انکی موت انکے اختیار پر نہ تھی اور اپنے طول عمر اور تسلط و غلبہ کا
آخر کار مین یقین نہ رکھتے تھے انتہی ملخص کلامہ تو حقیقت مین یہ اعتراض اس قسم سے نہین ہی کہ جسپر کچھ توجہ کیجاے اور
یہ سمجھا جاے کہ منشا اسکا کوئی مخالفت ظاہری قول خدا اور رسول سے ہی یا منافی کسی اصل کے لیے اصول اعتقاد سے ہی
بلکہ یہ قول خود منافی کتاب و سنت سے ہی اور محض نفسانیت و عناد کہ جو ہمیشہ سے چلا آتا ہی اور عدم معرفت امام
زمان سے سبب اسکا ہوا ہی کہ نسبت حجت خدا اور بضعہ رسول مجتبیٰ کے کہ جو مفترض الطاعت ہو ایسے کلمات پر استہزا اور
دراز نفسی اور زبان درازی شاہ صاحب سا فہمیدہ کرتا کیونکہ اصل کلام امامت اور غیبت امام زمان علیہ السلام مین ہی
جب شیعون نے کتاب و سنت سے امامت کو اور سلسلہ امامت کو ثابت کر دیا کہ بنص امام سابق لاحق امام ہوتا ہی
اور بذریعہ اخبار متواترہ جیسا اور امور گذشتہ کا علم حاصل ہوتا ہی اور ہوا اسکا بھی ہمین علم ہوا مثلاً جسطرح ہمنے بذریعہ اخبار
متواترہ یہ جانا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ نبی آخر الزمان تھے اور وہ مکہ مین پیدا اور مبعوث ہوے اور مدینہ منورہ مین
ظاہر اور حاکم ہوے اور ترقی فرما کر وہین انتقال فرمایا اسی طرح بذریعہ اخبار اور شہادت شہود اسے بھی جانا کہ جناب امام
حسن عسکری علیہ السلام کے ایک صاحبزادے بارھوین امام ہوے اور بہ نسبت انکے نص امامت کی ان جنابنے
فرمائی اور جسطرح ہر امام نے اپنے زمانے مین موافق امر مصالح الہی کے ایک روش خاص اختیار کی اسی طرح ان جنابنے بھی
غیبت کو اعین نظار سے بحکم خدا اختیار فرمایا ہی ہمنے اس زمان غیبت مین نہ پیغمبر کو دیکھا نہ امام کو دونون کا علم ہمکو بذریعہ
اخبار ماضیہ حاصل ہوا پھر اگر اخبار متواترہ علم و اعتقاد نبوت کو جناب نبی آخر الزمان کے مفید ہین تو امامت امام زمان
علیہ السلام کے لیے بھی مفید علم و اعتقاد کو ہونگے اور اگر اول کے لیے مفید نہین ہوین تو آخر کے لیے بھی مفید نہونگی بالجملہ
اعتقاد امامت امام زمان علیہ السلام کا بھی مدار اخبار پر ہی پھر جو کچھ محل کلام ہی وہ یہ ہی کہ اخبار مین کلام کیا جاے
اور ناقلین و رواۃ کی کثرت دیکھی جاے نہ یہ کہ جو امر النور علی شاھق الطور ثابت ہو چکا اب اسکے بارے مین
کلام کرنا اور اسکے مصالح خفیہ سے متعرض ہونا اور انکی جزئیات امور سے استغراب و استبعاد کرنا یہ کچھ کام نہین آتا
اور عقلا اسے پسند نہین کرتے اور انشاء اللہ بیان شافی اس بارے مین آیندہ اسی کتاب مین ہم لکھینگے جس سے آفتاب
حقیقت درخشندہ اور چشم حق بین پر نور اور چشم شب پرہ صفتان کور ہو گی لیکن بیان پر چونکہ ذکر ایک کلام کا آگیا
اور جب بات کہی جاتی ہی تو کچھ جواب اسکا دینا ضرور ہوتا ہی والا سننے والون کو یہ اعتقاد ہو جاے کہ شاید یہ کلام

ثابت

معترض لاجواب اور قوی ہی اور اُس سے اعتقاد امر حق مین سستی پیدا ہوتی ہی اسلیے مین کہتا ہون کہ جو اعتراض شاہ صاحب کا مذکور ہوا وہ مشتمل حق پر نہین ہی اور اگر ایسی باتین حق ہون تو چاہیے کہ جو کفار بہت کلام سچا بہ نسبت پروردگار کے کہتے ہین وہ بھی حق ہون پھر کیونکر وجود باری کا اعتقاد کیا جاے اور حقیقت مین یہ کلام اُس سے مشابہ ہی جو منکرین نبوت بنظر استخفاف پیغمبر خدا کے زمانے مین بہ نسبت آنحضرت کے اور اور انبیا کے کہا کرتے تھے جیسا کہ حق تعالیٰ اُنکے کلام کی نقل فرماتا ہی کہ کہتے تھے لولا انزل علیہ ملک سو تمھی ذھب پہلے حضرات اہلسنت کی یہ بات خود مسلمات سے ہی کہ انبیا کے بارے مین جو مقربان درگاہ الٰہی ہین سُنت ربانیہ اسطرح جاری ہو رہی ہی کہ پہلے انھین اُنکی موت سے خبر دیتا ہی بعد اُسکے اختیار دیتا ہی کہ موت و حیات سے جسے چاہین اختیار فرماوین جب وہ موت کو زندگی پر اپنی اختیار فرماتے ہین اُسوقت انکی قبض ارواح کا حکم صادر فرماتا ہی جیسا کہ کتاب عصمۃ الانبیا مین شیخ عبداللہ بن شمس الدین انصاری نے لکھا ہی اور حاصل معنی اُسکا یہ ہی کہ روایات معتبرہ اہلسنت مین وارد ہی کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے ملک الموت کو جو اُنکی روح قبض کرنے کو بحکم خدا آئے تھے ایک طمانچہ ایسا مارا کہ انکی آنکھ کا ڈھیلا نکل پڑا اور اُنکے غصہ نے ہلاک مارتے مین اُنکی آنکھ کو اندھا کر دیا الحکایت پھر اسکی تاویل مین شیخ مذکور نے کہا ہی کہ بعد ثابت ہونے اس امر کے کہ یہ حدیث یقینی ہی احتمال رکھتا ہی کہ بسبب بے ادبی ملک الموت کے بظاہر حال موسیٰ علیہ السلام نے یہ گمان کیا ہو کہ بناہ بخدا یہ فرشتہ نہین ہی بلکہ شیطان ہی کہ اپنے تئین راہ مکر سے فرشتہ بنا کر آیا ہی یا انسان ہی کوئی اشخاص فضول سے کہ میرے مارنے کے ارادے سے آیا ہی کیونکہ حضرت جانتے تھے کہ حق تعالیٰ کی سُنت جاریہ دربارہ موت انبیا یہ ہی کہ انھین نہین مارتا مگر یہ کہ پہلے مرنے سے انھین موت سے اُنکی خبردار کرتا ہی اور مرنے اور جینے کے بیچ مین اختیار دیتا ہی کہ جو کچھ وہ چاہین اُسے پسند و اختیار کرین اور بعد اُسکے کہ وہ اپنے مرنے کو اختیار کرتے ہین ملک الموت کو اُنکی ارواح کے قبض فرمانے کو حکم دیتا ہی پس جبکہ فرشتہ نے خلاف ضابطہ بدون سبق اطلاع و تقدیم تخییر کیا کہ داعی اجل کو قبول کیجیے تو بمفاد ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا حضرت موسیٰ نے یہ جانا کہ یہ ملک نہین ہی بلکہ کوئی دشمن ہی کہ میرے مارنے کو فرشتہ بنکر بلا حکم پروردگار سوء ادب کی راہ سے آیا ہی پس اُسکے دفع ضرر کے لیے طمانچہ مارا اور وہ منجر اس امر کی طرف ہوا کہ ملک الموت کی آنکھ اندھی ہو گئی انتہی ملخص کلامہ اب پہلے یہ تاویل ہی لائق غور ہی کیونکہ یہ چشم ملک کے اندھے ہونے کی تاویل یقینی گوش فلک نے بھی نہ سُنی ہوگی کتاب کا نام عصمۃ الانبیا رکھا اور تخطیۃ الانبیا سے عدول کر کے دعوی عصمت انبیا کی نسبت کیا پھر یہ کیسی تاویل ہی اور کیا بات ہی جس سے لکھا معاذ اللہ اگر انبیا فرشتون مین اور شیاطین و اشرار جن و انس مین تمیز نہ کر سکین تو پھر وحی مین اور وساوس مین کیونکر تمیز دے سکین اور وہ فرشتہ کہ جو از جملہ ملائکہ مقربین مصداق ھم بامرہ یعملون کا ہی وہ بدون حکم پروردگار کسی طرح سوء ادب پر اقدام کر سکتا ہی اور حق تعالیٰ خلاف اپنی سُنت قدیمہ کے کیونکر فرمائیگا ان سب باتون کا جو حال ہی وہ ظاہر ہی مگر کیفما کان جب سنت جاریہ خدا کی موت انبیا کے بارے مین یہ ہی کہ پہلے انھین اُنکی روح مقدس کے قبض فرمانے کے ارادے سے خبر دے کر مخیر فرماتا ہی کہ چاہین حیات کو

اختیار کرین یا موت کو پسند فرماوین اور جب وہ موت کو اختیار کرتے ہین تو حکم انکی روح قبض کرنے کو فرماتا ہے پھر اس
سنت الہی سے جیسا کہ شیعون کے نزدیک ائمہ ہدی علیہم السلام آگاہ ہین تو بتصریح مصنف کتاب عصمۃ الانبیا
پیغمبرون کو بھی اس سے آگاہی ہوگی پھر بعد اس آگاہی کے حضرت موسی کا بھاگنا دست خدا ناترس فرعونیون سے
جبکہ مومن آل فرعون نے انہین خبر دی جیسا کہ انکی حکایت حق تعالی قرآن مین فرماتا ہے قال یاموسی ان الملا یاتمرون
بک لیقتلوک فاخرج انی لک من الناصحین فخرج منھا خائفا یترقب کسپر حمل ہوگا اور اسی طرح پیغمبر خدا کا شر کفار سے شعب ابو طالب مین
ایک مدت دراز تک اور غار مین کئی روز چھپنا بسبب اسکے کہ وہ فکر قتل و آزار مین آنحضرت کے تھے اور جناب امیر کو حکم فرمانا
کہ ان جناب کے بستر مبارک پر سوئین جسے خدا کی طرف سے ان جناب کو خطاب من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ
کا حاصل ہوا کس چیز پر حمل کر سکتے ہین اور اسی طرح حضرت کا دیار یثرب کی طرف ہجرت فرمانا اور مدینہ مین سکونت کا اختیار
کرنا اور وطن اصلی جو مکہ معظمہ تھا اسے ترک کرنا کس راہ سے تھا مگر یہ کہ وہ حضرت چونکہ افضل سب مرسلین سے تھے اور ساتھ
اس بات کے کہ شاہ عبد الحق دہلوی نے تصریح کی ہے کہ ایک جماعت کے نزدیک حضرات اہلسنت سے آنحضرت کو حقیقت
روح اور علم قیامت اور دیگر اسرار ربانیہ اور خصائص سبحانیہ پر اطلاع تھی ولیکن یا اس سنت ربانیہ پر جو جمیع انبیا کے ساتھ
قائم اور جاری تھی مطلع نہ تھے یا ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا سے باخبر نہ تھے یا جو وعدہ حق تعالی نے انکی نصرت اور اظہار
شوکت کا انکے ساتھ فرمایا تھا اور بمعنی اخبار و آثار متکثرہ سے ثابت ہے اسپر وثوق و اعتماد نہ تھا اور یہ سب امور مستحیلات سے ہین
پھر اس صورت مین اگر ائمہ ہدی علیہم السلام علم موت و حیات و ازمنہ و اوقات سے باعث اسکا ہو کہ انپر یہ واجب ہو کہ
اس جاننے کے سبب سے وہ اپنے تئین تہلکہ مین ڈالین تو انبیا کا یہ علم بطریق اولی اسکا موجب ہونا چاہیے اور اگر پیغمبرون کا
اپنی سلامتی کو جاننا اسطرح کہ وہ مشروط بتحرز ان مہالک سے ہے مگر جب حق تعالی انسے یہ ارادہ فرماے کہ وہ اپنے تئین
ظاہر کرین اور تہلکہ سے نہ بچائین تھا تو اسی طرح ائمہ علیہم السلام بھی اپنی سلامتی کو مشروط بتحرز مہالک سے جانتے ہونگے
اور پھر کسطرح خلاف اسکے بدون حکم الہی اس شاہ صاحب کے کہنے سے عمل مین لائین اور حضرت عبد المطلب کا پیغمبر خدا کے
نفس نفیس کا شر قریش سے حفاظت کرنا اور ہمیشہ اس مین بمزید اہتمام سرگرم رہنا جیسا کہ مادر ابراہیم حضرت ابراہیم کی حراست
کرتی تھین اور مادر موسی حضرت موسی کی پرورش مین اہتمام کرتی تھین یہ سب اسکی رد مین کافی ہین اور اسنسے بھی
زیادہ یہ تھی کہ کوئی مخلوقات سے ایسا صاحب علم و قدرت اور مالک افواج نہین ہے جیسا کہ حق تعالی ہے کہ اسکے لشکرون کا
علم کسی کو معلوم نہین کہ کسقدر ہین وما یعلم جنود ربک الا ہو اور کوئی چیز غائب و حاضر نہین ہے مگر وہ سب کو جانتا ہے پھر
باوجود اسکے کہ وہ جانتا تھا کہ فرعون موسی علیہ السلام پر غالب نہ آسکے گا بلکہ انکے معجزے سے وہ غرق ہوجائیگا پھر کیا وجہ ہے
کہ مالک علام نے حضرت موسی علیہ السلام کی مان سے فرمایا ان اقذفیہ فی التابوت فاقذفیہ فی الیم یعنی اے مادر موسی
موسی کو صندوق مین رکھ اور اسے دریا مین ڈال دے پھر اس سے غرض کوئی سوا اخفا کے اسوقت اور بھی تھی اور یہ محض

اس خیال سے تھا کہ تا فرعون کوئی ضرر نہ پہونچا سکے ہرچند اُنہین قتل نہ کر سکے گا کیونکہ قتل اُسکا ابھی مقدر
نہین فرمایا اور فرعون میں اسقدر قدرت و قوت نہین ہی جو مار سکے پھر باوجود اس علم و قدرت اور کثرت افواج کے
اپنے پیغمبر کو زندہ در گور کیا اور ماں کو اُنکی کس غم مین مفارقت فرزند صغیر کے مبتلا فرمایا پھر اب جو محمل صحیح اس فعل الٰہی کے
واسطے قرار دیا جاوے وہی شیعون کا جواب اس فعل امام علیہ السلام کے لیے کہ باوجود اسکے کہ اپنی سلامتی و حیات کو
جانتے ہین پھر استتار و پوشیدگی کو کیون اختیار فرماتے ہین کافی ہوگا علاوہ اسکے جو شاہ صاحب نے کہا ہی وہ موافق
اپنے فہم و علم ناقص کے جو علم انسانی ہی لکھا ہی اور اُسکا حال ظاہر ہی کیونکہ شیعون کی سلطنت سے مراد اگر سلطنت
صفویہ کے خاندان کی مراد تھی تو اُسکا بھی حال انقراض ظاہر ہی اور اگر ہندوستان مین لکھنؤ کی سلطنت جو خاندان
برہان الملک مین تھی یہ مراد ہی تو جو اُسکا حال ہوا وہ بھی ناظرین پر پوشیدہ نہین پھر اگر شاہ صاحب کے علم و صوابدید کے
موافق امام زمان علیہ السلام قبل اُس وقت کے جو حق تعالیٰ نے اُنکے ظہور کے واسطے معین فرمایا ہی اپنے تئین اس عالم مین ظاہر فرماتے
تو ساتھ اس بات کے کہ حضرت کے غلبہ و تسلط کی بشارتین مشہور ہین اور اسکے ساتھ جب سب اہل دنیا یہ جانتے کہ انہین
بزرگ کو آخر مین زمین پر تسلط ہوگا اور سب کی بادشاہیان انکے خراب و مضمحل ہونگی اور دفعہ اپنے تئین حفظ سلطنت کے لیے
ارادہ اہلاک نفس نفیس پر اُنحضرت کی مستعد ہوتے اور افواج و رعایا کو اپنی اسکے لیے جمع کرتے تو مقابل جملہ سلاطین کے
جنھین شاہ صاحب نے دشمن کے مال کی طرح زیادہ تصور فرمایا ہی یہ نفوس چند شیعون کے اور اُنکی فوجین کس شمار
مین تھین اور انسے کیا ہو سکتا اور چونکہ حضرت امام زمان علیہ السلام کے لیے حق تعالیٰ نے طول عمر کرامت فرمائی ہی اور
وقت غلبہ و تسلط کا حضرت کے اور تائید فرمانی افواج ملائکہ اور انبیا اور ائمہ اور شہدا سے اُنکے آخر زمان مین مقرر فرمائی ہی
پھر اس بیچ مین کیا ہوتا سوا اسکے کہ جو سیرت ایسی مواضع مین انبیا کے رہی ہی اُسی کے موافق اختفا و استتار پھر
اختیار فرماتے پھر ایسے بزرگ کا ظہور ایسے حالات مین جنھین شاہ صاحب پسند فرماتے ہین بدون اقتران نصرت و
اعانت الٰہی مورث فتنہ و فساد کے اور باعث غارت و قتل موالیان و شیعیان اور شماتت دشمنان کی ہوتے اب اس جگہ
جو شاہ صاحب نے علم ما کان و ما یکون پر اعتراض کیا ہی علم کو ہم پھر کر اُنکی دلیل گردانتے ہین اور کہتے ہین کہ جو کچھ
شاہ صاحب نے کہا ہی وہ موافق اپنے علم بشری کے کہا ہی اور اُنکا جاننا ما کان و ما یکون کو خواہ بمعنی ظاہری ہو یا جیسا کہ
اہل تحقیق کا مذہب ہی کہ اُس سے یہ مراد ہی کہ حتی شاؤا ان یعلموا علموا کہ وہ مشتمل اس پر ہی کہ جسقدر اس علم سے وافی اور ضروری
اسکی فعلیت اُنحضرات کو حاصل ہی اور باقی سب بالقوۃ القریبہ من الفعل اُنکے واسطے حاصل ہی اسکا باعث نہین ہو سکتا
کہ کوئی تحکم کرے کہ اجتماع اسباب ظہور کا ہی اور مدعیان نصرت بہت ہین اب چاہیے کہ ظاہر ہوں کیونکہ ادعائے لسانی
کہ ہم تمہارے دوست ہین اور تمہارے واسطے ہمارا مال اور لشکر اور جان حاضر ہی اور قربان ہین یہ امر جداگانہ ہی اور تہیا
واقعی اور مال و جان کا حقیقت مین عزیز نہ کرنا اور سب کا مستعد و یکدل وقت پر ہو کر نصرت و مددگاری کرنا دوسرا

امر ہی یہ شکر وکثرت جو مددگارون کے ظاہر بینون کی نظر مین ہی کسان سے معلوم ہو کہ ان صاحب کے باطن کا بھی حال ایسا ہی ہو کہ خلاف ظاہر نہ کرینگے کیونکہ یہ بات جب تک عالم ما کان و ما یکون کا نہو وہ حال ضمائر کو نہین جان سکتا بلکہ ہو سکتا ہی کہ وہ حضرت باعلام ملک علام اس علم سے جو حق تعالی نے انکے واسطے ما کان و ما یکون کے جاننے کا عطا و مختص فرمایا ہی اُسے بغا والملا معتقد جانتے ہون کہ یہ اشخاص میرے ظاہر ہونے کے وقت پر جب اپنے مناصب اور عہدون سے جو انکے لیے مناسب نہین ہین معزول کیے جائینگے اور جب عدل واقعی کے اظہار کا وقت آئیگا کہ قوی و ضعیف برابر رکھے جائین تو سب میرے دشمن ہو جائینگے جیسا کہ بنی اُمیہ اور بنی عباس اور سب مدعیان خلافت کا حال رہا کہ باوجودیکہ قرابت کا ادعا کرتے تھے اور جو حقیقت و مرتبہ حضرات کا تھا اسکے معترف تھے لیکن باوجود اسکے محض توہم ادعاے ریاست سے اور اس خیال سے کہ انکے بقا اور ترقی کے ساتھ ہمارے مبانی حکومت کو خلل و نقصان پہونچیگا کوئی دقیقہ دشمنی کا قتل سے اور غارت سے اور ہتک حرمت سے نہ اٹھا رکھا اسی طرح جن مدعیان ریاست کو شاہ صاحب نے بتایا ہی کہ اسقدر آرزومند ملاقات اور مددگاری کو آمادہ ہین جب وہ اپنے مناصب جلیلہ سے بسبب اپنے فسق و فجور کے معزول ہوتے تو پھر اشتیاق اور ارادہ امداد و نصرت کہان باقی رہ جاتا بلکہ دشمنی کرتے اور وہ ہو رہتے جو ظاہر نہوتے جب ظاہر کے خلاف ہوتے پھر اس صورت مین یہ جاننا حضرت کا ایسے بادشاہ سبب ظہور کا آنحضرت کے ہی یا سبب عدم ظہور اور اختیار انزوا کا ہی اور چونکہ شاہ صاحب نے نہ خود ادعاے علم ضمائر اپنے فرمایا اور نہ کوئی روایت اسپر وارد ہوئی پھر علم ظاہری سے عالم ظاہر بین کو کب پہونچتا ہی کہ عالم ضمائر پر حجت لاے اور وہ حجت کب تمام ہو سکتی ہی خصوصًا جبکہ بنی امیہ اور بنی عباس کے بادشاہون کا تجربہ بھی ہو چکا اور امتحان کا ال ہین برے نکلے بلکہ ایک کا علم دوسرے شخص پر الزام کا باعث نہین ہو سکتا خصوصًا جبکہ معترض ظاہر بین کا علم بہ نسبت حقیقت بین کے کچھ حقیقت نہ رکھتا ہو پھر کیونکر ہو سکتا ہی کہ امام زمان علیہ السلام اپنے علم حقیقی سے قطع نظر کرکے انکے کہنے پر اعتماد کرکے ظہور فرماوین ہان جب باعلام علام حقیقی صدق لسان مدعیان نصرت پر وہ حضرت آگاہ ہونگے اُسوقت ظہور فرمائینگے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دینگے اللھم عجل فرجہ وسھل مخرجہ واجعلنا من انصارہ واعوانہ والقائلین لاعدائہ پھر ایسے توہم کے ذریعہ سے امام زمان پر زبان طعن کا کھولنا عقل حق بین کے نزدیک اچھا نہین ہی اور افواج پر اعتماد کا حال تو ایسا ہی کہ جسنے جنگ احد کے وقائع کو دیکھا ہی وہ جانتا ہی کہ جنکے حق مین فضائل کثیرہ ذکر کیے جاتے ہین اور جنھون نے نبی کے معجزات واقعی دیکھے تھے اور اسکا یقین رکھتے تھے کہ پیغمبر خدا کا دین سب پر غالب آئیگا اور آنحضرت کو تسلط تام ہوگا مگر جب لڑائی کی شدت بڑھی اور جنگ دونون جانبون سے سخت ہوئی اُسوقت کیسے کیسے اشخاص کہ قوم عرب سے تھے لیکن پیغمبر اور وصی پیغمبر کو تنہا اُس صعوبت مین چھوڑ کر چلے گئے پھر کیونکر اُن افواج پر اعتماد کیا جائے علاوہ اسکے ابھی چند روز ہوے ہین کہ فوج دولت انگلشیہ اور ریاست برطانیہ نے جو ہندستان مین تھی کیسی بیوفائی

سرکار سے کی حالانکہ وہ سلطنت جنگی شخصی نہین ہو پھر کیا حال ہوگا جو تنہا باوجود کثرت دشمنان ہو اور ہنوز حکم خدا ظہور کے
واسطے اور اطمینان تائید الٰہی سے نہ حاصل ہوا ہو پھر ایسی حالت مین جو کوئی بلا غور مصالح و حکمتہائے الٰہی مین اور بلا تامل حکمت
مقربان درگاہ صمدی مین اعتراض ظاہر اعادہ لشکر سے امام زمان پر کرے تو اسکی مثال ویسی ہوگی جیسا بعض ہمراہیان
پیغمبر خدا نے خود آنحضرت کی نسبت بعد وقوع مصالحت جنگ حدیبیہ کہا تھا کہ محض نامردی سے ننگ مصالحت کو
اپنے لیے التزام فرماتے ہین نعوذ باللہ منہا اور اسکی حکایت مشہور اور حدیقہ سلطانیہ مین مسطور ہی اور جو اعتراض مین گذشتہ
صالحین و نیکوکارون کی سیرت لکھی ہی اور آیت وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیرا الخ الآیۃ نقل کیا ہی اور غرض اس نقل آیت سے
تعریض بہ نسبت جناب امام زمان علیہ السلام کی منظور ہی یہ بھی کچھ چیز نہین ہی بلکہ یہ مشابہ اس سے ہی جو مثل بولی جاتی ہی لقد
ضحکت بعد استبکاء یعنی جب کوئی پہلے ایسی بات کہے کہ وہ بری ہو اور سننے والے کو برا معلوم ہو اور اسکے سننے سے
رونا آئے اور پھر اسکے بعد ایسی بات کہے کہ جسکے سننے سے ہنسی آئے تو وہان یہ کہتے ہین کہ رولا کے ہنسایا اسی طرح تعریض بھی
ایسی ہی کہ جسپر متکلم کو بھی ہنسی آئے سبحان اللہ ذریتہ طاہرہ پیغمبر خدا کی طرف کہ جنکی مودت اجر رسالت افضل پیغمبران ہی بکمال
استخفاف اسناد عیب جبن و نامردی کے کرنا کسطرح جائز ہو سکتا ہی حالانکہ انکے مراتب جلیلہ اور مقامات رفیعہ دوست و
دشمن کے آگے مثل روز روشن ظاہر و ہویدا ہین پہلے یہ تو کہیے کہ کسوقت اور کس معرکہ مین بنی ہاشم اور خاص کر کے بنی عبد المطلب
خصوصاً اولاد علی اور اولاد زہرا کو دلیرون کے معارضہ کے وقت لڑائی سے بھاگتے دیکھا ہی انکے مقامات ثبات اقدام
مرد آزما لڑائیون مین مصداق کم نزل فیہ قدم بعد ثبوتہا تھے جہان پر اکثر صحابہ ٹھہرے نہین وہان انھون نے میدان سے
بدون فتح کے منہ نہین موڑا اور یہ ایسی بات ہی کہ اس سے زیادہ کہنا نہین چاہیے کہ زبان جمہور پر مشہور ہی دیکھو یہ جد اعلی
انکے علی ابن ابیطالب شیر خدا ہین کہ جو ہمیشہ دشمنان خدا پر غالب اور توڑنے والے جماعت اہل عناد کی لڑائی کے وقت تھے
پیش رو مجاہدان اور مقدم مردمان معارک قتال مین رہتے تھے جبکہ اقران و امثال دل چراتے تھے اور اپنا چارہ کار
کنارہ کشی مین دیکھتے تھے شجاعت انکی ضرب المثل ہی اور جلادت و بہادری انکی اہل جہان سے افضل ہی بلکہ ایک ضرب
انکی جن و انسان کی عبادت سے افضل ہی وھو الذی قاتل الابطال بما جری ذکرہ علی السن العالمین فجاھد بذی الفقار
مردۃ الکفار وعتاۃ الفجار من القاسطین والناکثین والمارقین قد عجبت من جلادتہ فی الوغا ملائکۃ السموات العلی روحی
لہ الفدا جاھد فی اللہ جہادا فی سبیلہ ابان اللہ بہ فضلہ علی القاعدین بما ھو ظاھر مستبین اور اسی طرح انکی ذریتہ طاہرہ اور
عترت کریمہ نے اس شجاعت و جلادت کو اور دلاوری اور سختیون کی مقاساۃ کو ان جناب سے وراثت مین پایا ہی
کیا یاد نہین ہی یا اہل اسلام نے معرکہ کربلا کو بھلا دیا کہ ابو الائمۃ التسعہ یعنی سبط رسول عربی امام حسین ابن علی صلوات اللہ
علیہم نے باوجودیکہ روز عاشورہ کس کثرت اعدا مین اور کس حال کثرت مصائب و ضعف مین مبتلا تھے کیا داد جوانمردی
دی ہی اللہ اللہ کیف قاتل علی قلۃ من ناصریہ حیث لا مغیث لہ ولا معین قتالا شدید البطل الوعوس والایدی

لاعدائه الذین قاسی دواهی الزمان وتحمل کل اذی ناله من ایدی اهل الشنان وهوا ربط جاشاً واشد باساً مع الله قد حوصر من الاعداء ومنع من الماء فجاء بنفسه وجاء من معه بحجته من ولده وعشیرته حتی مضی بسبیله حتی قتل فی شانه ما رایت مکتوفا قط قد قتل عشیرته وولده اربط جاشا منه فبعد تمت الحجة وصوابا بالصبر وسلوک هذه المحجة فما علیهم من لائمة ودبهم عرف بمصالحهم ومصالح الارض اوقات مین جو انبیا واوصیا باوجود مساعدت اسباب ظاہری کے مکارہ وشدت کے متحمل نہین ہوے وہ اِس جہت سے نہین ہی کہ معاذ اللہ انھون نے اپنی زندگانی کو عزیز کیا ہی اور محنتون کے اور مشقتون کے گوارا کرنے مین انھین جبن مانع ہوا بلکہ یا مصالح واضحہ یا حکمتہاے پوشیدہ اسکا سبب ہوتے رہے ہین اور یہ بات خود شاہ صاحب کے بھی کلام سے ظاہر ہی جو تاویل قصہ غار مین کہا ہی کہ پوشیدہ ہونا تدبیر کار اور مصالح روزگار کے لیے اختیار کے خوف وجبن کے عیب ہی پھر اسی طرح امام زمان علیہ السلام کی پوشیدگی بحکم خدا مصالح اختیار حال روزگار کے لیے یا اِس جہت سے ہی کہ انحضرت کو اطلاع بواطن اسرار سے ہی خوف وہراس کا اصلا اُس سے شعار نہین ہو سکتا زمانے کی زیادتی اور کمی کو اسمین کیا دخل ہی اور اگر ایسا ہی ہو تو جیسا انھون نے امام زمان علیہ السلام کے حق مین جو تابع فرمان حکیم علی الاطلاق مین کہا اُس سے کے مقابل مین اور کفار اور منکرین نبوت انبیا بھی کہہ سکتے ہین کہ کیا سبب ہی کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام کو حق تعالی نے آسمان پر اٹھایا اور خوف اعدا کو اُنسے دفع کیا کسقدر انکی اُمت مین اب غلبہ وشوکت وزور وسطوت اور کثرت ہی لیکن ہدایت خلق کو نہ آئے اور اسی طرح حضرت ادریس اور حضرت خضر کہ خدا کی حجتین تھے لیکن خلق مین ہدایت کرنے کو نہ پھرے اور کنارہ کشی اختیار کی مجاہدہ اور لڑائی کو نہ اختیار کیا بلکہ خود داری کو پسند کیا پھر جو جواب اسکا ہوگا وہی شیعون کا جواب ہو سکتا ہی اور حقیقت یہ ہی کہ سید الشہدا علیہ السلام کے مقابلہ اور مجاہدہ کے بعد اور جیسا انحضرت کے ساتھ مدعیان نصرت کی طرف سے ظہور مین آیا اب بھی مقام اتمام حجت اور ہوس اِس کہنے والے کی باقی ہی کہ کوئی کہے کہ فلان فلان لشکر اور بادشاہ ضرور امداد کرینگے اہل کوفہ کا بعد بیعت حضرت مسلم کنارہ کش ہونا اور پھر لشکر ابن زیاد مین قتل فرزند رسول کو آنا کافی نہین ہی جو پھر اہل دنیا کی ادعاے نصرت کی توہم سے عالم ماکان ومایکون کو الزام دیا جاے اور انپر تعریض کیجاے اور عدم ظہور سے علم ماکان ومایکون کی انکی عموما نفی کیجاے یہ انصاف سے بعید ہی اور مخالف اخبار وارادہ کے ہی جو کثرت سے اسپر دلالت کرتے ہین کہ حضرات اوصیاے دوازدہ امام علیہم السلام کو حق تعالی نے علم ماکان ومایکون عطا فرمایا تھا ولیکن بہتر یہ ہی کہ علماے محققین نے جو اسکا اعتقاد کیا ہی اُسی طرح جاننا چاہیے اور وہ ہمنے بہت صاف ذکر کر دیا ہی نہ ویسا کہ اُس سے خرابیان عقلی اور نقلی پیدا ہون اور قدم راہ کج مین جاتا رہے فتذکر الحمد للہ رب العالمین اولا واخرا اللهم اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پہلا مقصد امامت ائمہ دوازدہ گانہ کے اثبات مین ہی اور اسمین چند مطلب ہین پہلا مطلب اثبات مین بارہ امام علیہم السلام کی امامت مین ہی بالاجمال جاننا چاہیے کہ شیعہ کا اطلاق اسپر ہوتا ہی جو اعتقاد یہ رکھتا ہو کہ بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے بلافصل خلیفہ وجانشین حقیقی

مقصد اول

آنحضرت کے حضرت علی ابن ابیطالب ہین اور اثنا عشری شیعہ وہ ہے کہ جو جناب امیر علیہ السلام سے حضرت صاحب العصر
علیہ السلام تک جملہ حضرات ائمہ دوازدہ کو بہ ترتیب خلفائے برحق اور پیشوایان مطلق جانین کہ اول انکے حضرت ابو الحسن
علی ابن ابیطالب حیدر کرار علیہ سلام اللہ الملک الغفار و علی اولادہ الاطہار ہین اور بعد آنحضرت کے سردار جوانان اہل بہشت
بڑے بیٹے انکے ابو محمد امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ہین اور انکے بعد بھائی انکے سردار جوانان اہل بہشت حضرت ابو عبد اللہ الحسین
سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا ہین اور انکے بعد بیٹے انکے حضرت علی ابن الحسین امام زین العابدین علیہ السلام ہین اور انکے بعد بیٹے
انکے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام ہین اور بعد انکے بیٹے انکے حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہین اور
انکے بیٹے بعد انکے حضرت ابو الحسن اول امام موسی کاظم علیہ السلام ہین اور انکے بعد بیٹے انکے حضرت ابو الحسن ثانی امام علی ابن موسی الرضا
علیہ التحیہ والثنا ہین اور بعد ان جناب کے بیٹے انکے حضرت ابو جعفر محمد الجواد التقی علیہ السلام ہین اور انکے بعد بیٹے انکے حضرت امام
علی نقی علیہ السلام ہین اور انکے بعد بیٹے انکے ابو محمد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہین اور انکے بعد بیٹے انکے حضرت صاحب العصر
والزمان قائم منتظر مہدی علیہ السلام جو ہمنام جناب خیر الانام اور ہم کنیت آنحضرت کے ہین امام ہین علیہ وعلیہم الاف التحیۃ والسلام
اور ان سب کو معصوم جانین اور جملہ رعایا سے انہین افضل سمجھے اور سب ضروریات دین و مذہب کا اقرار کرے اور یہی سے
یہ بات ہی کہ اسکا یقین کرے کہ بارھوین امام علیہ السلام موجود ہین اور کثر خلق کی نظر سے غائب ہین اور یقینی ظاہر ہونگے
اور زمین کو داد و عدل سے بھر دینگے بعد اسکے کہ وہ ظلم و جور سے مملو ہو جاے عجل اللہ ظہورہ وانہم نورہ ولو کرہ المشرکون
اور اقرار کرے ساتھ اسکے کہ یہ حضرات سب یا بعض انکے بالاجمال پھر دنیا مین تشریف لائینگے جیسا کہ اسکی تفصیل آیندہ
مذکور ہوگی انشاء اللہ تعالی اور اسکو زبان رجعت کہتے ہین اور موافق اصول مذہب امامیہ اثنا عشریہ کے یہ مذہب حق ہی اور
صاحب اسکا یقینی ناجی ہی اور سوا اسکے اور مذاہب باطل ہین خواہ وہ منسوب طرف تشیع کے ہوں یا نہوں جیسا کہ
مقدمہ کتاب مین ذکر مذاہب اسلامیہ کا ہو چکا ہی اور جو بعض حضرات اہلسنت نے مثل شاہ صاحب تشیع کا دعوی کیا ہی
وہ خلاف مطلع اور بے حقیقت ہی اور ان حضرات کو یہ کہنا کسی طرح جائز نہین کیونکہ شیعہ ہونے مین اول یہ شرط ہی کہ اعتقاد کرے
اس امر کا کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام خلیفہ اور وصی بلافصل بعد جناب پیغمبر خدا کے بنص ظاہر قرآن مجید اور
فرمان رسول حمید ہین اور وہ سب حضرات خلیفہ اول جناب ابو بکر بن ابی قحافہ کو جانتے ہین پھر جب پہلی ہی شرط مفقود ہوئی
تو یہ ادعا کہان صحیح ہو سکتا ہی علاوہ اسکے تشیع مشایعت سے جو متابعت کے معنی پر ہی ماخوذ ہی اور چونکہ امامیہ کی متابعت
خاص جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے واسطے اس مرتبہ کو پہونچی ہی کہ اسکا وضوح ظاہری بیان تک کہ حضرات اہلسنت بھی
اسکا اعتراف کرتے ہین اور یہی مناسب سے مطرق الیقین شیعون کو شیعہ کہتے ہین جیسا کہ فاضل شہرستانی نے ملل ونحل مین
کہا ہی الشیعة هم الذين شايعوا عليا وقالوا بامامته وخلافته نصا جليا او خفيا واعتقدوا ان الامامة لا تخرج من اولاده
وان خرج فبظلم او تقية اور کتاب غنیة الطالبین مین لکھا ہی اما الشيعة فلها اسامي الشيعة والرافضة وانما قيل لها الشيعة لانها شيعت

علیہ وفضلہ علی سائر الصحابۃ جس اس سے صاف واضح ہی کہ تشیع ماخوذ ہی اُس متابعت سے جو متابعت کے معنون پر ہی
اور چونکہ حضرات اہلسنت کو آنحضرت کی متابعت سے علاقہ وبہرہ نہیں ہی اور یہ بات ظاہر ہی کیونکہ ہر عہد مین آنحضرت
اپنا حق جو خلافت تھی طلب فرماتے رہے اور اہل روزگار سے تظلم فرماتے تھے لیکن اُنھون نے کچھ توجہ نہ کی اور ہمیشہ
یہ حضرات اور دن کو اُن جناب پر تفضیل دیتے رہے ہین اور اگرچہ کریمہ اولئک ہم خیر البریۃ دارقطنی کی روایت کے
موافق آنحضرت کے اور اُنکے شیعون کے ساتھ مقرر ہی مگر کبھی کسی نے اُسے نہ سُنا پھر باوجود اسکے ادعاے تشیع کسی طرح
زیبا نہین ہی اور اسی لیے شاہ صاحب سے پہلے کسی نے آنحضرت سے ایسا ادعا نہین فرمایا اور فی الواقعی یہ کہنا
عوام کو غلطی مین ڈالنا ہی علاوہ اسکے شیعون کو شیعہ کہنے کی ایک اور بھی وجہ حدیث مفضل مین وارد ہی جو ماثور حضرت
صادق علیہ السلام سے ہی کہ فرمایا آنحضرت نے ان الطف الانوار وخلقت شیعتنا من شعاع ذلک النور فلذلک سمیت شیعۃ پس اُس
شعاع کی برکت سے بمناسبت لفظی ومعنوی شیعہ انوار ائمہ اثنا عشر کے اہلبیت علیہم السلام سے جو ایک دونون ثقلین مین سے ہین
مقتبس ہین اور بمفاد اُس روایت کے جو صاحب جواہر العقدین نے فی فضل اہل البیت ام سلمہ سے نقل کیا ہی کہ آنحضرت نے
فرمایا شیعۃ علی هم الفائزون فوز ونجات یقینی شیعون کے واسطے ہی اور زیادہ تر اس ادعاے تشیع مین لائق تعجب
یہ بات ہی کہ خود شاہ صاحب نے اپنی کتاب تحفہ کے پہلے باب مین تعریض کی راہ سے مذہب تشیع کے حادث ہونے مین
کہا ہی کہ مذہب تشیع نے ابتداے حدوث سے ظہورات رنگارنگ کے اور کسوتہاے گوناگون پہنے اور ہر وقت مین
دوسرے رنگ سے ظاہر ہوا یہان تک کہ بادشاہان صفویہ نے عراق وخراسان مین اس مذہب کی ترویج مین اور
اسکے ضبط اصول اور حفظ قوانین مین کوشش کی اور علماے وقت نے بہت سعی کرکے اصول کی تمہید اور فروع کی تفریع
بجالا کر کتابین اور رسالے مدون کیے اور اُس وقت سے اس مذہب کا تبدل اور تحول موقوف ہوا اور ایک روش پر
قرار پکڑا اور یہ تلون اور تبدل اسی مذہب کا خاصہ ہی اور بس انتہی محصل کلامہ اب اس تعریض وتصریح کے بعد پھر بھی
گنجائش ادعاے تشیع کی باقی ہی واضح ہو کہ یہان اس کلام کی نقل سے مطلب اسی قدر تھا کہ اس سے معلوم ہو کہ آنحضرت سے
جو کوئی ایسا ادعا کرے تو وہ صحیح نہین ہی ہاں کبھی مصلحت سے یہ کہا ہوگا تاکہ عوام غلطی مین واقع ہون لیکن جب کوئی بات
سامنے مذکور ہوتی ہی تو اُسکا جواب دینا ضرور ہوتا ہی خصوصًا یہ کتاب تکمیل عقائد کے لیے ہی اور اس قول سے دیکھنے والے
اور سُننے والے کو البتہ جو عوام سے ہو سُستی اور ضعف اپنے مذہب کی نسبت عاید ہوتا ہی اسلیے اور بھی واجب ہوا کہ اُسکا
جواب بھی مختصر لکھ دیا جاے کہ جو اُسے دیکھے تو پھر اسکے دیکھنے سے اُس ضرر سے جو مذکور ہوا محفوظ رہے بالجملہ جواب
اُسکا یہ ہی کہ اسی کتاب کے مصنف نے اپنا اور اپنے طائفہ کا نام شیعہ مخلصین وشیعہ اولی رکھا ہی پھر اسکے بعد پہلے
تعریض کدھر جاتی ہی کیونکہ اگر مذہب تشیع کا حادث ہوگا تو اس احداث کے بادی پہلے شیعہ اولی ہونگے اور اگر تشیع بادشاہان
صفویہ کے زمانے تک پختہ نہین ہوا تو یہ خامی پہلے شیعہ اولی مین جاری ہوگی اور اگر ظہورات رنگارنگ کا مذہب

صوفیہ و فقرا مین خدا کے واسطے یہان تک کہ اُسکا ظاہر ہونا سگ و گربہ و انسان و شیطان مین جائز ہوگا تو مذاہب تشیع کے
تطورات پھر اس قوم کے مورد طعن و لوم کیونکر ہونگے اور اگر حادث ہونا عیب ہی تو ماسوا اللہ بنا بر مذہب حق کے سب حادث ہین
مذہب تشیع کی تخصیص کیا ضرور ہی اور اگر کلام اضافی قدیم و حادث مین ہی تو قدیم ہونا مذہب تشیع کے لیے یقینی حق ہی
اور اُنکے سوا جو ہین مذاہب اسلامیہ اُنکے واسطے حدوث زیبا ہی کیونکہ امامت نبوت کے واسطے بمشابہ جزء لاینفک ہی پیغمبر و
امام دونون نور ہین جو ایک نور سے جدا ہوے ہین پھر مذہب تشیع تو یہ ہی کہ اعتقاد نبوت کے ساتھ امامت علی ابن ابیطالب
علیہ السلام کا جو حقیقی امام اور وصی جناب خیر الانام ہین اعتقاد کرے اور وہ دونون بزرگوار ایک نور سے ہین اور جملہ مخلوقات سے
پہلے پیدا ہوے ہین جیسا کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے مسند احمد بن حنبل سے روایت کی ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مین اور
علی ابن ابیطالب ایک نور تھے نزدیک خدا تعالی کے چودہ ہزار برس پہلے اس سے کہ آدم علیہ السلام کو پیدا فرمائے الحدیث
بعد اسکے ابن مغازلی شافعی سے روایت نقل کی ہی کہ جب حق تعالی نے آدم کو پیدا فرمایا تو اُس نور کو اُنکی پشت مین
جگہ دی پھر ہم ایک سے دوسرے کی پشت مین منتقل ہوتے رہے یہان تک کہ پشت عبد المطلب سے ہم جدا ہوے
پس مجھ مین نبوت آئی اور علی ابن ابیطالب مین خلافت و امامت گئی اور جو حدیث کہ جناب صادق علیہ السلام سے
منقول ہوچکی ہی اُس مین ہی کہ ہم خلق کیے گئے ہین در حالیکہ ہم سب نور تھے اور اُنکی شعاع سے ہمارے شیعون کا نور پیدا ہوا
پھر علامہ حلی علیہ الرحمہ نے احمد بن حنبل اور طبرسی علیہ الرحمہ سے کہ اُنھون نے ثعلبی اور صاحب معالم التنزیل اور کتاب
ریاض نضرہ اور محمد بن جریر طبری سے اور اور بھی علماے حضرات اہلسنت اور شیعون نے اپنی اپنی اسناد سے جناب
علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ جب کریمہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو پیغمبر خدا نے اولاد
عبد المطلب کو جمع کیا اور اُنکی دعوت کی اور وہ ایسی قوم تھی کہ ایک اُن مین سے سارے مینڈھے کا گوشت اور ایک مشک بھر
پانی پیتا تھا بعد اسکے مجھسے فرمایا کہ کھانا تیار کرون چنانچہ ایک دست گوسفند اور ایک مد گندم یا جو مین نے پکاے اور
ایک کاسہ شیر مین نے حاضر کیا برکت سے حضرت کے وہ سب اُس کھانے سے کھا پی کر سیر ہوگئے اور پھر کھانا ایسا باقی
رہگیا کہ گویا کسی نے اُس مین سے نہ کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا بعد اسکے فرمایا کہ اے اولاد عبد المطلب مین خاص تمھاری طرف اور
عموما جملہ خلق کی طرف از جانب خدا بھیجا گیا ہون اور دیکھا تمنے مجھسے جو کچھ کہ دیکھا میرا اعجاز یعنی تھوڑے کھانے سے
سب کا سیر ہوجانا پھر کون ہی تم سے کہ اس عہد پر میرے ساتھ بیعت کرے کہ وہ میرا بھائی ہوگا اور میرے دین کا اور
میرے وعدون کا ضامن ہوگا اور میرا خلیفہ ہوگا اور بہشت مین میرے ساتھ ہوگا اس ارشاد کے بعد کسی نے مبادرت
آنحضرت کے امتثال فرمان پر نہ کی مگر علی ابن ابیطالب نے چنانچہ حضرت فرماتے ہین کہ تین بار حضرت نے اسی طرح
فرمایا اور ہر بار مین اُٹھتا تھا اور عرض کرتا تھا کہ انا علی ما نقلہ العلامہ اور فاضل روزبہان نے خلافت کے فقرے سے
انکار کیا ہی اور کہا ہی کہ یہ روافض کی ملحقات سے ہی حالانکہ ایک جماعت نے مسند احمد بن حنبل سے اور ثعلبی سے اُسے نقل کیا ہی

پھر اگر الحاق ہی تو انکا ہو گا نہ شیعون کا اِس سے علاوہ یہ کہ جسقدر طبری کی بھی روایت مین ہی وہ یہ ہی کہ پیغمبر خدا نے
فرمایا کہ علی ابن ابیطالب اخی و صاحبی و ولی و وارثی اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی جو جناب شاہ عبد العزیز صاحب کے والد
بزرگوار ہین اپنے رسالہ ازالۃ الخفا مین کتاب خصائص سے روایت نقل کی ہی وہ بھی افادۂ مطلوب کو ہمارے کافی ہی اور
فی المعنی خلافت کا افادہ کرتی ہی کیونکہ یہ وراثت نبی کے مال کی وراثت نہ تھی جسکا وعدہ فرمایا بلکہ وراثت علم و نبوت
کی تھی اور روایات خلافت و وزارت کی اسکی تفسیر کرتے ہین اور فریقین کی روایات اِس معنی مین ناطق ہین اور روایات
معاضد اسکے ہین سفینۃ النجات مین مرزا محمد بدخشی نے نقل کیا ہی اخرج الطبرانی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال لام سلمہ
ان علیا لحمہ من لحمی ودمہ من دمی وھو منی بمنزلۃ ہارون من موسی انت اخی ووزیری یقضی دینی الخبر وقال اخرج احمد عن حمیدۃ قال قال رسول اللہ لکل نبی وصی ووارث وان وصیی ووارثی علی ابن ابیطالب
قال واخرج الطبرانی عن ابی ایوب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ قال لفاطمۃ اما علمت ان اللہ اطلع علی اھل الارض
فاختار منھم اباک فبعثہ نبیا ثم اطلع الثانیۃ فاختار بعلک فاوحی الی فانکحتہ واتخذتہ وصیا اب اِن روایات سے جو
بزبان خصم منقول ہین صاف واضح ہوتا ہی کہ جیسے نبوت کا جناب سید المرسلین کے اظہار ہوا امامت علی ابن ابیطالب کا بھی
اظہار ہوا بلکہ روز الست سے حق تعالی نے عہد و میثاق اپنی وحدانیت کا اور رسالت جناب ختم المرسلین اور وصایت
افضل الوصیین حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کا ساتھ ہی لیا جیساکہ وہ نصوص مین منصوص ہی اور ہمیشہ اور ہر بار
اسکے اظہار کی تاسیس و تاکید فرماتا رہا یہان تک کہ حضرت رسالت پناہ جب بامر جلیل بلغ ما انزل الیک اِس اظہار پر پورا
مامور ہوے تو روز غدیر عین حالت سفر مین کہ اُسوقت بسبب شدت گرما کے موقع ٹھہرنے کا اور کسی کام کے کرنے کا
نہ تھا کہ زمین کی گرمی سے ہمراہی اور ٹہنے کی چادر کو جب پاؤن پر لپیٹتے تھے تو زمین پر قدم رکھتے تھے لیکن بنابر حکم خدا کے
وہین حضرت نے قیام فرمایا اور علی رؤس الاشہاد جناب امیر علیہ السلام کو منصوب اور اپنا وزیر فرمایا اور جملہ احمر و اسود سے
عہد بیعت کا استیثاق فرمایا یہان تک کہ جملہ اصحاب نے بیعت کی اور ساتھ امارت مومنین کے اُن جناب پر سلام کیا
جیساکہ یہ مضمون روایت نصب جناب امیر سے بخوبی واضح ہی اور آخر جلد نبوت مین بھی اسکا ذکر ہو چکا اور آیندہ ہو گا
انشاء اللہ پھر یہان تک تو مذہب تشیع جیسا اب ہی تھا اور صدر زمان بعثت اور تبلیغ رسالت مین اسلام متفرق نہین ہوا
ہان جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے اِس عالم سے انتقال فرمایا اُسوقت جو جو دشمنان دین سے منتظر وقت
کمین مین رہتے تھے انہون نے اُس عہد و پیمان کو جو حق تعالی نے روز الست اور پیغمبر خدا نے روز غدیر لیا تھا توڑا اور
راہ اختلاف و افتراق کو اختیار کیا بلکہ پیغمبر کی بیماری ہی کے زمانے سے اِسکی پیش بندی ہوئی اور اول نزاع جو زمان مرض
نبی مین ممہد غصب خلافت کے لیے ہوئی وہ مقدمہ دوات و قرطاس ہی جیسے فاضل شہرستانی نے ملل و نحل مین ذکر
کیا ہی خلاصہ اسکا یہ ہی کہ پہلی نزاع جو پیغمبر خدا کی بیماری مین موافق روایت محمد بن اسمعیل بخاری کے واقع ہوئی وہ یہی
بخاری نے عبد اللہ ابن عباس سے نقل کیا ہی کہ جب حضرت رسالت پناہ کا مرض سخت ہوا تو فرمایا کہ میرے پاس دوات

کاغذ کو لاؤ کہ تا مین تمھارے لیے ایسی کتاب لکھ دون کہ تم میرے بعد گمراہ نہو پس عمر نے کہا کہ آنحضرت پر درد و مرض غالب
ہوا ہی کتاب خدا ہمارے واسطے کافی ہی اُسکے بعد غوغا بلند ہوا یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے اُٹھو کسی کو میرے سامنے
نزاع کرنا زیبا نہین ہی اُس دن کے بعد سے ابن عباس کہتا تھا کہ مصیبت کل مصیبت وہ تھی کہ ہمارے اور کتاب رسول خدا کے
بیچ مین حائل ہوئی اور پھر نہ چھوڑا کہ پیغمبر خدا وقت آخر اپنے مکنون خاطر کو ظاہر فرمانے پاتے اور خلق کو ضلالت سے باز رکھتے
انتہی الملخص کلامہ اور سب سے زیادہ غریب امر وہ ہی کہ جناب سید مرتضیٰ نے لکھا ہی کہ بعضے حضرات نے موافق حکایت شارح
مقاصد کہا ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا اکتب لابی بکر کتابا حقیقت یہ ہی کہ ایسی بات کہی ہو کہ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ نہ خوف
اُنکا ہی کہ حضرت نے فرمایا ہی کہ من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار اور نہ اندیشہ دنیا کی ذلت کا ہی کیونکہ ایسا سخن بے اصل
کہنا موجب افتضاح اور عار کا ہوتا ہی یہان تک کہ حضرات اہلسنت سے بھی کسی نے اس دروغ بیفروغ کو نہ قبول کیا
پھر اورون کو کیا کہنا ہی علاوہ اسکے اِس کہنے کے بعد بھی تو جو مخالفت امر نبی کے ہوئی اُس سے تو گریز ممکن نہین ہی ہان شاید
اسی کے دفع کرنے کو صاحب بحر المذاہب نے کہا ہی کہ جو جو خلاف زمان اول مین ہوے وہ امور اجتہادیہ مین واقع ہوئے
مثل اُس اختلاف کے جو مقدمہ دوات و قرطاس مین ہوا انتہی لیکن یہ تاویل بھی اُنکی لائق تعجب ہی سبحان اللہ اجتہاد نص کے
مقابل مین کیسا تجویز ہوتا ہی اور کہان روا ہی پیغمبر خدا فرماتے ہین کہ دوات و کاغذ لاؤ مین کتاب لکھون اور میری کتابت باعث
رفع ضلالت کا ہوگی اِس نص صریح کے مقابل مین بالتعین کہتے ہین حسبنا کتاب اللہ اور تاویل کرنے والے ایسے قسم اختلاف
اجتہادی سے قرار دیتے ہین اور گمراہی کا سبب نہین جانتے اور اسی طرح تعجب کے قابل یہ امر ہی کہ جو اختلافات کہ درمیان امامت
و خلافت کے ظاہر ہوے اُسے بھی بُرا نہین کہتے بلکہ فروع سے جانتے ہین حالانکہ خود روایت کرتے ہین کہ پیغمبر خدا نے فرمایا
کہ جو اپنے امام زمان کو نہ پہچانے گا اُسکی موت موت جاہلیت پر ہوگی پھر اگر مخالفت امامت مین جو موت کفر کا باعث ہی
گمراہی کے قبیل سے نہو تو کس چیز سے ضلالت لازم آتی ہی کیونکہ وہ بڑا خلاف اصول اسلام مین ہی جیسا کہ فاضل شہرستانی نے
کہا ہی کہ عظیم تر اُس اختلاف کا جو امت مین ظاہر ہوا وہ خلاف مقدمہ امامت مین تھا کیونکہ ایسی شمشیر کشی کہ جو مقدمۂ
امامت مین ہر زمانے مین ہوئی وہ کسی مقدمہ مین مقامات اسلام مین نہین واقع ہوئی مگر یہ کہ صدر اول مین خدا تعالیٰ نے
اس امر کو سہل کیا تھا اور واقع مین تو یہ ہی کہ دنیا کا امر ایسا ہی کہ اسی کے لیے پیغمبر خدا کے جسد اطہر کو بستر موت پر
چھوڑا اور حقوق اہلبیت علیہم السلام پر دست برد کی اور اسی دن کسوت گوناگون دین اسلام کو پہنائی انصار کہتے تھے کہ منا امیر
و منکم امیر اور ایک ایک اپنی طرف کھینچتا تھا اور کوئی صاحب حق سے نہ پوچھتا تھا اور وہ حضرت شغل تجہیز مین پیغمبر خدا کی
مشغول تھے اور کچھ پروا اور خلجان اُس غصب و منازعہ کی بابت جو اُنکے حق ثابت مین ہو رہا تھا نہ رکھتے تھے اور جو اشخاص کہ
ہمیشہ انتظار وقت کا کرتے تھے اُنھون نے میدان صاف پاکر ہر طرف سے دوڑے اور بخوبی اپنے کام کو انجام دیا بالجملہ
اُسی روز سے جو طریقہ قویہ قدیمہ پر قائم رہا یعنی حسب ارشاد اور فعل نبی مشایعت و متابعت علی ابن ابیطالب علیہ السلام مین

اس سے شیعہ کہنے لگے اور جنھے انکی اطاعت کو چھوڑ کر داخل اجماع ہوا وہ اہلسنت وجماعت سے موسوم ہوا پھر اہل مین
تو دو فرقے تھے جیسا کہ تبصرۃ العوام مین ہے کہ اصل دو فرقے تھے باقی انکی فروع ہین انتہی ملخصہ انکے بعد جان دونون
فرقون سے شاخین پیدا ہوئین انکی ابتدا پہلی یہ ہے کہ حضرات اہلسنت نے اجتہاد پر بنا رکھکر خلفاے اربعہ کو مجتہد قرار دیا
اور اجتہاد کو تا حضرت عائشہ او معاویہ پہونچایا اور بعد انکے اپنے ائمہ اربعہ مین شافعی اور مالکی اور ابو حنیفہ وغیرہ مین اسے منحصر کیا
اور پہلے اعتزال کا طریقہ نکالا یہان تک کہ ابو الحسن اشعری نے سنہ سہ صد و شصت و پنج مین اپنے استاد سے مخالفت کی
اور اسکے مذہب کو چھوڑ کر سنت اور طریقہ نبی اور جماعت کی طرف رجوع کی جیسا کہ مقدمہ کتاب مین اسکی تفصیل مین نقل
کر چکا ہون اور حقیقت مین یہ رجوع سنت کی طرف بھی ادعاے بے دلیل ہے کیونکہ اول خود صاحب بحر المذاہب نے کہا ہے کہ
مصداق اہلسنت کا اختلاف ہے پس مشہور دیار خراسان وعراق وشام مین اور اکثر اقطار مین یہ ہے کہ وہ حضرات اشاعرہ ہین
یعنی اصحاب ابو الحسن اشعری ہین اور دیار ماوراء النہر مین مشہور یہ ہے کہ وہان والے ماتریدیہ اصحاب ابی منصور ماتریدی ہین جو
ابی نصر عیاض کا شاگرد تھا اور ماترید ایک قریہ ہے دیہات سمرقند سے اور ان دونون طائفون مین اختلاف بعض مسائل
اصول مین ہے جیسا کہ مذکور ہوا اس کتاب کے مقدمہ مین اور دونون فریق کے محققین ایک دوسرے کو منسوب بہ
گمرہی کرتے ہین دوسرے یہ کہ معتزلہ اور غیر معتزلہ جو خلافت خلفاے اربعہ کا اعتقاد رکھتے ہین وہ سب اسی کے مدعی ہین
کہ ہم اہلسنت ہین پھر یہ تحسین کلی مشکک ہوگا کہ اب تک اسکا مصداق متعین نہین ہوا پھر اس صورت مین اشعری کا رجوع
کرنا سنت کی طرف تحکم محض ہوگا صاحب تبصرہ نے جو کہا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ تیرھوان باب بیان مقالات مین
اس قوم کے ہے کہ جو اپنے تئین اہلسنت وجماعت سے مشہور کرتے ہین اور اصل اس قوم کے سات فرقے ہین پہلا فرقہ انسے
داودیان ہے اور ظاہر یہ ہے کہ انکے اصحاب سے کوئی نہین رہا دوسرے اصحاب ابو حنیفہ ہین اور یہ اعتقاد مین پانچ فرقے ہین
پہلے معتزلہ دوسرے نجاری اسی طرح سب کو ذکر کیا ہے اور صاحب مواقف کے بیان کے موافق معتزلہ بیس فرقے ہین واصلیہ
عمریہ ہذیلیہ نظامیہ اسواریہ اسکافیہ جعفریہ بشریہ مرداریہ ہشامیہ صالحیہ حائطیہ حدبیہ معمریہ ثمامیہ خیاطیہ جاحظیہ کعبیہ جبائیہ
بہشمیہ یہ سب اصحاب واصل بن عطا ہین جنھون نے مجلس حسن بصری سے اعتزال کیا تھا اور ابو الحسن پہلا وہ شخص ہے جسنے
ابو علی جبائی کی مخالفت کی بعد اسکے اعتزال کی رنگا رنگ سے نوبت برنگ تازہ اشعریہ پہونچی کہ جنھون نے حسن و قبح عقلی سے
جو از قبیل بدیہی اولی ہے انکار کیا اور عقل کو بیکار جانا اور بہت سے اصول عقلیہ کو برہم و درہم کیا اور انھین اشعریہ سے ماتریدیہ کا
شعبہ پیدا ہوا کہ انھون نے پھر بطرز اعتزال حسن و قبح عقلی کی طرف رجوع کی لیکن وجوب و حرمت عقلی کو مسلم نہین جانا جناب
سید سند نے بعض افاضل سے نقل فرمایا ہے کہ اکثر ارباب طبائع سلیمہ اور اصحاب اذہان مستقیمہ نے جو ضعف و سستی اصول
اشعریہ کی دیکھی تو انکے بعض اصول سے انکار کیا جیسا کہ سید معین الدین نے اصول شافعی مین کہا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ شیخ
اشعری کو کیا ہوا ہے کہ خداوند عالم کی صفت تکلم کو کلام نفسی جسکے کچھ معنی نہین قرار دیکر کہتا ہے کہ وہ نہ جنس حروف و اصوات سے ہے

از قبیل انشا و اخبار ہی اگر اُسنے کلام کے معنی نہ سمجھے تھے تو کاش یہ کہتا کہ اُسکا کلام ایک ایسی صفت ہی جو مجہولۃ الکیفیت ہی کہ ہم مجملاً اُسکا یقین کرتے ہین جیسا کہ مقام صفت استوا مین جو کریمہ علی العرش استوی مین وارد ہی اور جیسا کہ بعض نزول مین جو بعض روایات مین آیا ہی انہ ینزل فی کل لیلۃ الجمعہ اور لفظ ید مین جو قول خدا مین ہی ید اللہ فوق ایدیھم وارد ہوا ہی اوسی طرح لفظ قدم وغیرہ مین خود کہا ہی کہ ہر ایک کے ساتھ اُنکے ایمان لانا لازم ہی اور اُسکی کیفیت ہم نہین جانتے تاکہ مجاز بعید کے ارتکاب سے تفسیر کلام رب مجید مین محفوظ رہتے اور دوسری جگہ پھر اُس سے فاضل نے کہا ہی کہ جان تو کہ شیخ اشعری کبھی ابداع و اختراع کرتا ہی عقیدہ جدیدہ کا مجبر د استنباط کرنے قیاس بے اساس کے حالانکہ وہ اعتقاد منافی ہوتا ہی ساتھ نص قرآن اور احادیث صحاح وحسان کے مثل اسکے کہ وہ کہتا ہی کہ افعال خدا کے معلل باغراض وغایات نہین ہین اور یہ عقیدہ اُسکا مخالفت صریحہ نصوص کتاب اللہ اور سُنت سے رکھتا ہی خدا فرماتا ہی افحسبتم انما خلقناکم عبثا الایہ پھر اب بہت تعجب کا مقام ہی کہ اِن باتون کے ساتھ اب سُنت سے مخالفت ہی یا اہلسنت ہین حقیقت مین نہ ادعاے تشیع اپنی جگہ پر پہونچتا ہی اور اہلسنت سے ہونے کا بھی حال دیکھنے والے کو جو بانصاف دیکھے واضح ہوگا اِسی لیے صاحب تبصرہ نے جو کہا ہی خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ اب تم جو اپنے تئین اہلسنت نام رکھتے ہو یہ نام حقیقی ہی یا اصطلاحی اگر کہین حقیقی ہی تو محال ہی کیونکہ سنت وہ ہی جو پیغمبر نے کہا ہو یا عمل مین لاے ہون یا ترک فرمایا ہو اور اِس صورت مین وہ ترک مصداق سُنت کا ہوگا خود حضرات اہلسنت فرماتے ہین کہ پیغمبر خدا نے کسی کو خلیفہ نہین کیا نہ خلیفہ اول کے لیئے نص فرمائی پھر اُن حضرات نے جناب ابوبکر کو خلیفہ بنالیا پھر خلیفہ اول نے بھی طریقہ پیغمبر خدا جو موافق اُنکے نہ مقرر کرنا خلیفہ کا تھا چھوڑا اور جناب عمر ابن الخطاب کو خلیفہ کیا انھون نے بھی خلاف طریقہ رسول خدا اور سُنت خلیفہ اول بناے امر خلافت کو مشورہ و شورے پر چھوڑا پھر اب سنت نبی کا التزام کہان باقی رہا علاوہ اسکے خود جناب شیخین نے اکثر مقامون پر نص رسول کی مخالفت فرمائی ہی جیسا کہ خلیفہ ثانی نے برسر منبر فرمایا کہ متعتان کانتا علی عہد رسول اللہ وانا انہی عنہما اور یہی طرح حی علی خیر العمل جو ایک فصل اذان کی فصول سے عہد جناب رسالت آب مین تھی اُسے نماز صبح کی اذان مین موقوف فرما کر اُسکے عوض مین الصلوۃ خیر من النوم کو بڑھایا پھر اب کہان سب سُنت رسول کا مصداق ہی اسکے بعد فقہاے حضرات اہلسنت کا بھی حال جو کتب مین ہی اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ بہت کچھ سنت رسول سے مخالفت واقع ہوئی ہی اور وہ اِس کثرت کے ساتھ ہی کہ اب محل سُنت رسول کے کہنے کا باقی نہین ہی اور عقل متحیر ہی کہ کسکی سُنت کا ارادہ فرمانا صحیح ہی علاوہ اسکے عجائب امور سے یہ امر ہی کہ حضرات اہلسنت نے اتفاق اِسپر کیا ہی کہ جواز اقتدا و ورع مین منحصر ائمہ اربعہ مین ہی اور سوا اسکے ساقط ہی بلکہ حرام ہی کہ تمسک اور رجوع کتاب خدا اور سُنت ثابتہ کے ساتھ کیا جاے حالانکہ اُنکے فتاوے کی مخالفت کتاب و سنت سے ظاہر ہی اور اکثر احتجاج اُنکا راے اور قیاس کے ساتھ ہی پھر اپنے تئین اہلسنت کیونکر کہتے ہین اور جو ہمنے یہ کہا ہی کہ اُنکے فتاوے مین مخالفت کتاب و سُنت کی ہی یہ بخوبی ثابت ہوتی ہی اُس قدح اور طعن سے جو اکثر علماے مشہور نے اور اُنکے ائمہ نے بہ نسبت فقہاے اربعہ کے

لکھی ہی بلکہ جو قدح کہ اُن چارون مین سے ایک نے بہ نسبت دوسرے کے کی ہی واضح ہوتا ہی اور اگرچہ یہ رسالہ گنجائش
ذکر خلاف فقہا کی نہین رکھتا لیکن چونکہ جواب دینے مین حوالہ قلم ہوچکا ہی کہ امام شعری کا سنت رسول کی طرف رجوع کرنا
ادعائے محض و زبانی ہی اسلیے تھوڑا سا بطور نمونہ لکھنا ضرور ہوا جانتا چاہیے کہ یہ حضرات اکثر قیاس کو دین مین زیادہ
دخل دیتے ہین اور اُسے جو اُنحضرات سے بھی منصف ہین وہ پسند نہین کرتے جیسا کہ حال مین امام حضرت اہلسنت
ابو حنیفہ کے صاحب تبصرہ نے حکایت کی ہی کہ احادیث کے سو جزو سے ایک جزو پر بھی کاربند نہوتے تھے اور کہتے تھے کہ قیاس
اخبار پر مقدم ہی اور خبر متواتر تھوڑی بات ہی اور کتاب مختصر مسند ابو حنیفہ مین مذکور ہی کہ ابوبکر بن احمد بن علی بن ثابت بن
خطیب نے تاریخ بغداد مین مطاعن ابو حنیفہ اور اُنکے قیاسات کے لکھنے مین اکثار کیا ہی اور خود اُسکے جواب مین لکھا ہی
کہ جو کثیر الغلط ہو اگرچہ پرہیزگار ہو لیکن اُسکی روایت مقبول نہین ہی اور خطیب ایسا ہی حال رکھتا تھا اور اس مطلب کے
اثبات مین یہ کافی ہی کہ جو حافظ ابن جوزی نے اپنی کتاب مین جو موسوم بسہم مصیب فی الرد علی الخطیب ہی لکھا ہی کہ از
جملہ خطاہاے خطیب سے وہ چیز ہی کہ جو اُسنے اور اُسکے غیر نے تشنیع کی ہی ابو حنیفہ پر کہ وہ خبر پر عمل نہ کرتے تھے اور اُسکے
سوا نہین ہی کہ اپنی رائے پر عمل کرتے تھے اور یہ قول اُنکا ہی جو اُنکی فقہ سے خبردار نہ تھے تین وجہ سے پہلی یہ کہ ابو حنیفہ
روایات مرسلہ کو حجت مقدم قیاس پر جانتے ہین پھر کسطرح اخبار کو رد کرینگے دوسرے یہ کہ قیاس کے انواع چار ہین
قیاس موثر قیاس مناسبت قیاس شبیہ قیاس طرد اور ابو حنیفہ ایک یا دو نوع کو ان انواع سے استعمال مین لاتے ہین
اور شافعی چارون کو اور سب کو حجت جانتے ہین اگرچہ حاصل اس کلام کا یہ ہی کہ خطیب ابو حنیفہ کو یہ سمجھتے تھے کہ وہ
قیاس بہت کرتے تھے اور مجیب کے نزدیک امام شافعی کا قیاس پر عمل زیادہ ہی اور ہمین دونون سے کام نہین ہی
لیکن روایت ابو حنیفہ کی افراط قیاس کی اور اخبار نبی کے رد کرنے کی مشہور زیادہ ہی جیسا کہ فاضل زمخشری نے
یوسف بن اسباط سے کتاب بیع کے ساتوین باب مین روایت کی ہی کہ ابو حنیفہ نے چار سو حدیث کو پیغمبر خدا کی
رد کیا اور یہ رد خبر کا نہ اس جہت سے تھا کہ اُسکا مستند ضعیف تھا بلکہ بسبب اجتہاد کے جو بمقابل نص کے اُنھون نے
کیا تھا جیسا کہ متتبع خبر پر یہ پوشیدہ نہین ہی اور اُسی کتاب مین اُن احادیث سے چند حدیثون کو ذکر کیا ہی کہ منجملہ اُنکے
ایک دو حدیث کو مین لکھتا ہون از انجملہ حدیث نبوی مین وارد ہی سہمان للفرس و سہم الرجل اور ابو حنیفہ نے کہا کہ
مین جانور بہیمہ کے سہم سے مومن کے حصہ کو زیادہ کرتا ہون اور اُسی جملہ سے ہی کہ پیغمبر نے فرمایا کہ البیعان بالخیار
ما لم یفترقا اور ابو حنیفہ نے کہا کہ بعد لازم ہوجانے بیع کے اُسکا اختیاری واقع ہونا کیا معنی رکھتا ہی اور کتاب لسان المیزان
عسقلانی مین مروی ہی کہ یوسف بن اسباط نے ابو حنیفہ کا تخطیہ کیا تھا حالانکہ وہ زاہد و عابد تھا اور یحییٰ بن معین نے اُسکی
توثیق کی ہی اور ابن عدی نے کہا ہی کہ میرے نزدیک یوسف بن اسباط اہل صدق سے ہی اور ابن جوزی نے خود خاص
مین کتاب منتظم فی تاریخ الملوک والامم کے کہا ہی کہ سب نے ابو حنیفہ کی طعن پر اتفاق کیا ہی اور اس بارے مین غزالی کا رسالہ

ازجملہ مشہورات کے ہی اور اسی کتاب مین ابن جوزی نے ابن اسحاق مرازی سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ مین نے
ابو حنیفہ سے ایک مسئلہ مین پوچھا جب اُسنے جواب دیا تو مین نے کہا کہ پیغمبر سے اِس بارے مین ایسی ایسی روایت منقول ہی
یہ سنکر اُنھون نے کہا کہ اِسی سور کے لہو سے محو کرو اور اسی کتاب مین مذکور ہی کہ ابو حنیفہ رکوع کے قریب ہاتھ اٹھانے کو
اور رکوع سے سر اٹھانے کو مسنون نہ جانتے تھے اور حالانکہ صحیحین مین ابن عمر سے مروی ہی کہ اُنھون نے کہا ان رسول اللہ
کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یحاذی منکبیہ و اذا اراد ان یرکع وعند ما یرفع راسہ من الرکوع اور اِس روایت کو
بیس صحابی سے نقل کیا ہی اور ابن جوزی نے محبوب عیسی سے روایت کی ہی یوسف ابن اسباط سے سنا مین نے کہ وہ کہتا تھا
کہ مین نے ابو حنیفہ سے سنا کہ وہ کہتا تھا کہ اگر رسول خدا کو مین پاتا یا وہ میرے زمانے کو پاتے تو ہر آئینہ بہت سے میرے
اقوال کو اختیار کرتے اب دیکھنے اور سُننے والے کو اِس خبر کے تحقیقی واضح ہوگا کہ جنکا یہ حال ہی کہ نبی کو تعلیم کا ارادہ رکھتے تھے
اُنسے کیا امید ہی کہ اتباع اقوال و افعال کا نبی کے کیا ہوگا بلکہ اکثر اعتماد اپنے قیاسات و استحسانات پر احکام شرعی مین کرتے تھے
جیسا کہ بخوبی ظاہر ہی پھر انکی تقلید مین ادعائے اہلسنت جو بہ نسبت سنت نبی کے کرتے ہین بیکار ہین بلکہ زیبا یہ ہی کہ سنت
ابو حنیفہ کا ادعا کرین اور یہ بات جسنے کتب ابو حنیفہ کو دیکھا ہی اُسپر پوشیدہ نہوگی کہ افراط قیاسون کی اُنکے یہان بہت ہی خواہ
ایک نوع ہو قیاس کے یا دونون مین ہو اور اور بھی اعتبارات عقلیہ بلکہ وہمیہ پر عمل کرنا ظاہر ہی اور ابن ابی الحدید معتزلی نے
شرح نہج البلاغہ مین کہا کہ بعضے بزرگون نے معتزلہ سے کہا ہی کہ ابو حنیفہ کا غلط احکام شرعیہ مین بہت بڑا ہی اِسلیے کہ اُسنے خلق کو
گمراہ کیا اور حماد کا غلط ابو حنیفہ سے بھی زیادہ ہی اسلیے کہ وہ ابو حنیفہ کی اصل ہی انتہی بعض کلامہ اور ابو حنیفہ کی تنہا تخصیص نہین ہی
بلکہ جو نقص انکی نسبت کہا ہی وہی علقمہ کے حق مین لکھا ہی کہ غلط علقمہ اور اسود کا ابراہیم کی غلطی سے زیادہ ہی کہ یہ دونون
اُنکے اصل معتمد ہین اور ابن مسعود کا غلط اُن دونون سے زیادہ ہی اسلیے کہ وہ اول اُن سب سے ہی کہ جنھون نے اپنے لیے
دین کو وضع کیا اور وہ واضع ادیان ہی شیخ علی حزین نے رسالہ فتح السبیل مین لکھا ہی کہ مشہور ہی کہ شافعی نے کہا کہ
دیکھا مین نے کتب اصحاب ابی حنیفہ کو پس دیکھا مین نے کہ ایک سو تیس ورق خلاف کتاب خدا اور سنت
رسول خدا تھا اور صاحب تاریخ بغداد نے اُنکے علماؤن سے شعبہ سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کف من تراب خیر من
ابی حنیفہ اور ابو بکر بن عیاش کہتا تھا اسود اللہ وجہ ابن ادریس اور شافعی کہتا تھا کہ حلال نہین ہی مالک کو فتوی دے
اور حجۃ الاسلام اُنکے امام غزالی نے اپنی کتاب منخول فی الاصول مین کہا ہی کہ ان ابا حنیفۃ قلب الشریعۃ ظہرا لبطن وشوش
مسلکہا وغیر نظامہا اور جس شخص کو منظور ہو کہ ایک شمہ فضائح کا اور بدعتون کا ابی حنیفہ کے دیکھے تو اُسے چاہیے کہ رسالہ
موسومہ بمغیث الخلق کو جسے امام الحرمین ابو المعالی جوینی نے لکھا ہی تفضیل مذہب شافعی کے بارے مین اور اسی طرح
امام غزالی کا رسالہ جو مذہب شافعی کی تفضیل مین ہی اور امام فخر رازی کا رسالہ اور قاضی القضات نظام الدین عبد الملک کا
رسالہ دیکھے کہ اُس سے قلت فہم اور فقہ ابی حنیفہ کا حال بخوبی واضح ہوگا اب لائق ملاحظہ ہی کہ جب یہ حال آنحضرات کے

عمل کا فروع سُنت پر ہو تو کس طرح سمجھا جائے کہ سُنت نبوی پر رجوع کی اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ عہد
سلاطین صفویہ مین مذہب تشیع نے اور اُنکے اُصول نے ایک رنگ پر قرار کپڑا اسکا جواب تو بہت صاف ہی اور
خدا جانے کس حالت مین یہ سخن سرزد ہوا ہی کیونکہ مولفات اور کتب علماے امامیہ جو قدیم و حدیث ہین وہ موجود ہین
پھر کسطرح یہ سخن سرائی قرین صدق ہو سکتی ہی صاحب جامع الاصول نے بہ نسبت محمد بن یعقوب کلینی کے لکھا ہی
محمد بن یعقوب الرازی الفقیه الامام علی مذهب اهل البیت علیهم السلام عالم فی مذهبهم کبیر و فاضل عندهم مشهور له ذکر
فی کل علی راس المائة الثالثة کتاب کافی انکی مولفات جو حاوی اصول و فروع کو مذہب شیعیان اثنا عشری کے ہی
موجود ہی پھر کہان شیخ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ کا زمانہ اور کہان عہد صفویہ علاوہ اسکے اور کتابین علماے
شیعہ کی مثل جناب شیخ مفید اور سید مرتضی علم الہدی کے اور جو مناظرات ہر زمانے مین انسے اور علماے حضرات
سُنت سے ہوتے رہے ہین وہ معروف ہین اور سب کے ہاتھ مین موجود ہین پھر یہ کہنا تو ایسا ہی جیسا کہ کوئی
روز روشن کو شب تیرہ نام رکھے جناب غفران مآب نے ابن اثیر سے جو حضرات اہلسنت سے بڑے فاضل ہین
نقل فرمایا ہی کہ انھون نے حدیث ان الله یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها کی ذیل مین کہا ہی کہ لازم
نہین ہی کہ مجدد دین کا ایک مرد ہو اور کہا ہی نحن نذکر الان المذاهب المشهورة فی الاسلام التی علیها مدار المسلمین فی
اقطار الارضین وهی مذهب الشافعی و مالک و احمد و مذهب الامامیه و من کان المشار الیه من الطبقات کان من الفقهاء بالمد
محمد بن علی الباقر علی راس المائة الاولی و علی راس المائة الثانیه من اولی الامر المامون الرشید و من الامامیه علی بن موسی الرضا
و علی راس المائة الرابعة السید المرتضی علم الهدی اور جو نامہ کہ شاہ تیمور کے پیر ابوبکر طاساوی نے سلطان موصوف کو لکھا ہی
اسکا خلاصہ یہ ہی کہ مروج دین و شریعت امیر تیمور ہمیشہ رکھے خدا غرت انکی جانے کہ ہر ناحیہ مین خداے تعالی ایک ذی شوکت
کو ہر سو برس کے اول مین برانگیختہ فرماتا ہی کہ وہ دین و شریعت الہی کو رواج دیتا ہی اور انکی مجلس مین خدا لاتا ہی اُس
شخص کو جو کتاب و حدود الہی کا جاننے والا ہوتا ہی چنانچہ سنہ مائۂ اولی مین مجدد دین کا عمر بن عبد العزیز ہی اور اُس
مائہ مین احکام الہی اور شریعت حضرت رسالت پناہی کے عالم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام عارف کتاب اللہ اور
مروج احکام دین تھے اور دوسری صدی کے اول سنہ مین دین کا مجدد مامون ہی اور مروج احکام شریعت
امام موسی ابن جعفر ہین اور سنہ مائۂ ثالثہ مین مقتدر باللہ عباسی مروج شریعت ہی اور علماے دین مین سے ابو جعفر محمد
بن یعقوب کلینی ہی اور ابو العباس علماے شافعی اور ابو جعفر علماے حنفیہ اور ابو بکر احمد بن ہارون علماے مالکیہ سے اور
چوتھی صدی مین مروج دین و شریعت عضد الدولہ دیلمی اور علماے فتوی سید مرتضی علم الہدی ہین اور پانچوین
صدی مین مروج دین سلطان سنجر ملک شاہ ہی اور عارفین سے حکیم سنائی ہی اور چھٹی صدی مین دین و ملت کا مروج غازان خان ہی
اور موحدین سے شیخ ابراہیم حموی ہی اور ساتوین صدی مین دین کا مجدد الجائتو خدا بندہ ہی اور علماے سے شیخ جمال الدین

ابن المطہر حلی ہین اور آٹھوین صدی مین کہ یہ زمانہ ہی مروج دین امر صاحب قرآن ہی اور علماے سے یہ تصریح علامہ جعانی
پھر جب یہ تصریح علماے حضرات اہلسنت سے ہو چکی جسکے دیکھنے سے بخوبی یہ ثابت ہوتا ہی کہ عہد ان مذہب امیکا
وجود اور اس طریقہ مرضیہ کا استقرار ایک روش پر اسقدر پہلے سے ہی کہ وہ زمانہ صدہا برس زمان سلاطین صفویہ سے
پہلے ہی پھر جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی اسے کون عاقل صحیح جانیگا اور کیا ضرر اُسے اس مذہب کے حق ہونے کو
عارض ہوگا فتذکر اسی طرح شاہ صاحب نے متعلق اس مقام کے توہین مذہب شیعہ کے لیے تقریر عجیب لکھی ہی بعاصل
اسکا یہ ہی کہ بزرگتر اس گروہ کا عبد اللہ بن سبائی یہودی ہی کہ اُسنے برسون تک یہودی رہ کر تلبیس و ضلال کا علم نکالا اور خوب
گوئین دغا و دغل کی کھیلین اور سرد و گرم فتنہ انگیزی کا چکھا اور اس صحرا کا نشیب و فراز سب پھر کر بڑا پرکار نکلا پہلے اُسنے
محبت و خلاص اپنا خاندان نبوی اور دودمان مصطفوی سے ظاہر کیا اور سب کو محبت اہلبیت علیہم السلام پر تحریص
شروع کی اور اُن جناب کے مناقب مین جو احادیث کہ مروی تھین انھین باضافہ موضوعات و مخترعات اپنی کے منتشر کیا
جب اُسنے دیکھا کہ شاگرد اُسکے جناب مرتضوی کے اور صحابہ سے افضل ہونے کے قائل ہو چکے تو اُسنے ایک اور راز تعلیم کیا
کہ جناب مرتضوی پیغمبر کے وصی تھے اور انھین پیغمبر نے نص صریح کے ساتھ خلیفہ اپنا کیا تھا اور اُنکی خلافت قرآن مجید سے
یہ انما ولیکم اللہ ورسولہ سے مستنبط ہوتی ہی لیکن صحابہ نے غلبہ و مکاری کی راہ سے پیغمبر کی وصیت کو ضائع کیا اور حق
مرتضی کو تلف کیا اور سب دنیا کی طمع سے دین سے پھر گئے اور جو مناقشہ کہ جناب سیدۃ النسا اور خلیفہ اول کے بیچ مین
درباب باغ فدک واقع ہوا تھا اور گو اُسکے انجام مین صلح و صفائی ہوئی اُسے اپنا دست آویز و متمسک کیا اور ہر ایک سے
ان تینون وصیتون کے چھپانے کے لیے مبالغہ کیا اور کہا کہ اگر تم سے اور کسی سے ان باتون مین گفتگو اور بحث ہو تو میرا نام
نہ بتانا اور مجھسے بیزاری ظاہر کرنا اور مجھے اس نصیحت کرنے سے غرض محض بیان کرنا حق کا ہی نہ اپنا نام و نشان بالجملہ
اس وسوسہ کے سبب سے جو اُسنے یہ مقدمات کیے اُسنے سب و طعن لشکریان جناب امیر مین جاری ہوے اور مناظرات
ہونے لگے یہان تک کہ حضرت امیر علیہ السلام منبر پر تشریف لیگئے اور اس جماعت سے تبرا اور بیزاری ظاہر فرمائی اور
ایک جماعت کو وعید اور ضرب شدید کے ذریعے سے تہدید فرمائی جب ابن سبا نے دیکھا کہ اُسکا یہ بھی تیر ہدف مدعا پر نہ بیٹھا
تو ایک جماعت کو جو اُسکے شاگردون سے مخصوص تھی خلوت مین طلب کر کے اُنسے عہد و پیمان لیکر ایک اور راز جو باریک تر تھا
وہ کہا کہ جناب مرتضوی سے وہ باتین صادر ہوتی ہین جو قدرت بشری سے خارج ہین مثل احیاے اموات اور خوارق
عادات کے پھر آیا جانتے ہو کہ اسکا بھید کیا ہی یہ سب الوہیت کے خواص ہین کہ وہ ظاہر ہوتے ہین کہ حق تعالی کسوت ناسوت
ولاہوت مین چارہ فرماتا ہی پس تم سب کو جاننا چاہیے کہ تحقیق علی وہی خدا ہین اور بعض کلمات مرتضوی کو کہ جو حالت
شکر و غلبہ مین کہ دوستان خدا کو ہوتا ہی صادر ہوے تھے مثل انا الحی لا یموت انا باعث من فی القبور انا مقیم القیمہ کے انھین اپنے
مقولہ کا اُسنے شاہد اور دلالت کرنے والا گردانا اور رفتہ رفتہ موافق اُسکے کہ جو راز دو تک پہونچا وہ شائع ہوا یہ مقالہ قبیحہ اُسکا

جناب امیر علیہ السلام کے گوش زد ہوا اور آنحضرت نے اُس جماعت کو ابن سبا کے ساتھ آگ میں جلانے سے ڈرایا اور
حکم دیا کہ توبہ کرے بعد اسکے اُسے شہر بدر فرمایا بعد اسکے جناب امیر علیہ السلام کے لشکر میں بسبب اس وسوسے کے مردود و مقبول کے
چار فرقے ہوئے پہلے شیعہ اولی اور شیعہ مخلصین جو پیشوایان اہلسنت و جماعت ہیں کہ یہ گروہ بحکم ان عبادی لیس لک علیہم
سلطان اُس ابلیس کی شر سے محفوظ رہے دوسرے وہ فرقہ شیعہ کا جنھوں نے جناب مرتضوی کو جملہ صحابہ پر تفضیل دی
اور یہ فرقہ ادنائے شاگردان سے اُس لعین کے ہوئے تیسرے وہ فرقہ شیعوں کا کہ جنھیں تبرائیہ بھی کہتے ہیں یعنی تبرا اور
بیزاری کرنے والے خلفائے ثلثہ سے اور انھوں نے جملہ صحابہ کو ظالم اور غاصب بلکہ کافر و منافق جانا اور یہ گروہ
اُس خبیث کے اوسط شاگردان ہوئے چوتھے وہ فرقہ شیعوں کا جو غلات ہیں اور وہ ارشد شاگردان اور اخص خواص
اُس خبیث کے ہوئے انتہی خلاصۃ کلامہ ناظرین محققین پر پوشیدہ نہو گا کہ یہ ایسی باتیں ہیں کہ جسپر کسی کو بھی ہنسی آئے
موم کالانعام اے سنکر البتہ چپ رہینگے والا یہ کیا طریقہ ہے کہ جو رطب و یابس چاہیں وہ دوسرے کی بہ نسبت
کہہ دیں ذوی العقول اور اولوالالباب بھلا کب اسپر کان رکھتے ہیں عبد اللہ ابن سبائی ملعون ہرگز کلان تر شیعیان امیر المومنین سے
نہ تھا جیسا کہ اسی کتاب میں مکرر اسکا حال بیان ہو چکا ہے اگر بالفرض یہ نسبت سلمان و ابی ذر وغیرہ اصحاب نبی کے جنھوں نے
خدا اور رسول کے حکم کے موافق ہمیشہ متابعت علی ابن ابیطالب علیہ السلام میں عمر بسر کی کہتے تو زیبا تھا عبد اللہ
بن سبائی لعین کس میں ہے جسے شاہ صاحب کلان تر کہتے ہیں شیعیان امیر المومنین علیہ السلام تو ہمیشہ اسکو برا کہتے ہیں
اور اسپر لعن و طعن کرنے میں کبھی دریغ نہیں کرتے باعلان مثل دیگر منافقان امت کے بھی برا کہتے ہیں پھر ایسے شخص کی طرف
شیعوں کی نسبت کرنی جسکے وہ منکر ہیں اور اسکے تابعین کو بد جانتے ہیں اور ہمیشہ انکی مذمت کرتے ہیں اور مورد ملامت
و طعن و لعن جانتے ہیں بے اسکے کہ کوئی مستند اسکا کلام علمائے امامیہ سے نقل کرتے کیا معنی اور کذب بیان ہے سوا اسکے
رجما بالغیب جو دل میں آیا وہ کہہ دیا شیخ صدوق محمد بن بابویہ جو قدمائے شیعہ سے ہیں انھوں نے اپنے رسالہ اعتقادیہ میں فرمایا ہے
کہ اعتقادنا فی الغلاۃ والمفوضۃ انہم کفار باللہ جل جلالہ وانہم شر من الیہود والنصاری والمجوس والقدریۃ اور
شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اس رسالہ کی شرح میں کہا ہے کہ غالیان وہ فرقہ ہے جنھوں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو اور
ائمہ علیہم السلام کو انکی ذریت سے خدا ہونے کی طرف یا پیغمبر ہونے کی طرف منسوب کیا ہے یا ایسے وصف کرتے ہیں
فضائل کے جو حد میانہ روی سے خارج ہیں اور بعد اسکے فرمایا ہے وہم ضلال کفار حکم فیہم امیر المومنین علیہ السلام بالقتل
والتحریق بالنار وقضت الائمۃ علیہم السلام علیہم بالکفر والخروج عن الاسلام اور گویا کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا انکی تکفیر میں
تشدد کرنا اور انہیں کفار سے بھی زیادہ برا جاننا اسلیے ہے کہ دشمن خانگی سے احتراز بہت کرنا لازم ہے کیونکہ انکا شر بہت شدید
جیسا کہ منافقین کا شر ان کافروں کی شر سے جو ظاہر الکفر ہوں زیادہ ہوتا ہے ابو حمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ حضرت امام
زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا لعنت فرمائے جو جھوٹ ہمپر تہمت کرے میں نے عبد اللہ بن سبا کو یاد کیا تو میرے

بدن کے بال کھڑے ہو گئے اِسلیے کہ اُسنے ادعائے عظیم کیا تھا اُسے کیا ہوا تھا خدا لعنت کرے اُسے خدا کی قسم علی بندۂ صالح خدا تھے اور وہی پیغمبر خدا کے پیارے تھے ما نال الکرامۃ الا بطاعۃ اللہ و لرسولہ و ما نال رسول اللہ الکرامۃ الا بطاعۃ اللہ اور جو شخص کہ کتب احادیث اور کتب رجال شیعون کی اطلاع رکھتا ہوگا وہ یہ باتین بخوبی جانتا ہی اور جو استبعاد کے لیے عبد اللہ ابن سبا کی زبانی شاہ صاحب نے لکھا ہی کہ اُسنے شیعون پر خلفا کے مطاعن کو بیان کر کے کہا کہ میرا نام نہ لینا اور نہ مجھسے تبرا اور بیزاری ظاہر کرنا کہ میری غرض اِس نصیحت سے نقط حق کا بیان ہی یہ بھی ایسی بات ہی کہ دل سے پیدا کی ہی والّا اسکا بھی کوئی ماخذ و مستند نہین ہی شاید اِس سے غرض یہ ہوگی کہ سُننے والون کو یہ وہم پیدا ہو کہ شیعہ جو مذمت کرتے ہین یہ فقط اُسکی وصیت کی راہ سے ہی نہ باعتبار حقیقت و استحقاق کے ہی حالانکہ اگر ابن سبا فقط ذکر مطاعن پر اکتفا کرتا تو پھر شیعہ اُس سے بیزاری کیون کرتے وہ تو خود مطاعن کا اثبات کرتے ہین جو خود کرتے ہین اُس وجہ سے بیزار کیون ہوتے بیزاری شیعون کی اُس سے اِسی وجہ سے ہی کہ اُسکا فساد اعتقاد توحید و تنزیہ مین حضرت باری کے ظاہر ہوا اور اِسی وجہ سے امیر المومنین علیہ السلام بھی اُس سے بیزار ہوے اثبات مطاعن کو اِسمین کیا دخل ہی اور مطاعن کی حقیقت تو ایسی نہین ہی کہ اُسکے کہنے مین وہ ایسا کچھ کہتا کیونکہ اُسوقت وہ تو زبانون پر مشہور تھے جیسا کہ اب کتب فریقین مین مسطور ہین چنانچہ اِسی بیان مین مجیب شاہ صاحب نے بھی فرمایا ہی کہ جو مناقشہ فیما بین سیدۃ النساء اور خلیفہ اوّل کے درباب باغ فدک ہوا تھا اور انجام مین صلح اور صفائی ہوئی الخ اب اِس سے بھی یقیناً ظاہر ہوتا ہی کہ وجود مناقشہ کا اقرار ہی اور بالضرور جناب سیدہ کی مخالفت ہوئی تھی پھر اگر عبد اللہ ابن سبا کہتا تو یہی تو کہتا یا کہا ہوا امر واقعی کسی طرح پوشیدہ نہین ہوتا اور اُسکے کہنے مین اِسقدر پوشیدگی کی کیا ضرورت تھی بالجملہ حضرات اہلسنت بھی اِس امر کے معترف و مقر ہین کہ جناب امیر علیہ السلام عبد اللہ بن سبا ای بے پیر سے بیزار تھے اور شاہ صاحب نے بھی اِسی بیان مین اُسکا اقرار کیا ہی اور یہ مقدمہ اُنکے بیان سے بھی ثابت و محقق ہی اور بمقام ذکر ملل و نحل مین بھی علمائے حضرات اہلسنت نے تصریح اِس بات کی کی ہی کہ شیعہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے اتباع و فرمان بردار ہین جیسا کہ کہا ہی انھون نے کہ ان الشیعۃ ھم الذین شایعوا علیا و قالوا بفرض امامتہ اور جب یہ دونون مقدمے ثابت ہو چکے تو اِسکے بعد کوئی شک و شبہ اِسمین باقی نہین ہی کہ شیعیان علی ابن ابیطالب مشایعت و متابعت آنحضرت کی کرتے ہین اور سر مو اُس سے تجاوز نہین کرتے جو آنحضرت سے اور اُنکے جانشینون نے فرمایا ہی یا فرماوین اور یقینی ابن سبا کی متابعت سے بری ہین اور جو کچھ اُسنے غلو مین سخنہائے زشت اور مورث فساد اعتقاد کے کہے اُس سے مبرا ہین پھر کسی طرح عبد اللہ ابن سبا صغار اور کبار شیعیان سے نہین ہو سکتا جو اُسے شیعون سے کہے اُسنے شیعون پر تہمت کی ہی ہان شیعون کے نزدیک اُسکا عجب نہین ہی کہ اِس ملعون کو اور اُسکے اتباع کو صوفیون سے شمار کرین کیونکہ وہ جب علی بن ابیطالب علیہ السلام کو مظہر خدا کہتا ہی اور حضرات صوفیہ بھی ہر کس و ناکس کو مظہر حق جانتے ہین جیسا کہ ایک نقل میبدی نے شرح دیوان جناب امیر مین لکھی ہی کہ ایک متکلم اور صوفی سے مناظرہ ہوا متکلم نے کہا کہ مین اُس خدا سے بیزار ہون جو گدھے اور بلی مین ظاہر ہو مرد صوفی نے کہا کہ مین اُس خدا سے بیزار ہون

ہو گئے اور بلی مین ظاہر ہوا اور سبحان الذی اظہر الاشیاء وهو عینها جو فصوص الحکم مین ہی یہ قول اِس مطلب کے لیے شاہد
عادل ہی اور ابو الحسن بصری اور ابن عربی اور منصور حلاج اور بایزید بسطامی اور ملاے رومی اِن سب بزرگوارون کا یہ
مسلک ہی اور حضرات اہلسنت طریقہ تصوف کو ممدوح اور انحضرات کو پیران طریقت سے شمار فرماتے ہین اور احمد بن حنبل
اور عبد القادر جیلانی حنبلی اور اسی طرح حنابلہ کو جو یقینی مجسمہ ہین اپنے فرقے سے سمجھتے ہین پھر البتہ انحضرات سے تعجب ہی کہ
باوجود اِسکے کہ اِسقدر توسیع ہی کہ جو اِسکا عقیدہ کرے کہ خدا ہر چیز کا عین ہی وہ بھی اچھا ہی پھر بھی اُس شخص کی مذمت
کرین جو اِسکا قائل ہو کہ علی ھو اللہ اور اسکی تکفیر کرین جسکا شیشے کا گھر ہو اُسے پتھر مارنا نہین چاہیے اور شیعون کو تو
کچھ کام نہ عبد اللہ بن سبا سے اور نہ کسی فاسد المذہب سے ہی یہ خاص مطیع خدا و رسول کے ہین اور جنکی اطاعت کو
خدا و رسول نے وجب کیا ہی اور محبت کو اُنکی اجر رسالت قرار دیا ہی اُنکے مطیع ہین جنھین اُنھون نے اچھا کہا ہی انھین
اچھا سمجھتے ہین اور جنھین برا کہہ دیا ہی اُنسے دوری کرتے ہین علی ابن ابیطالب علیہ السلام اور اُنکی ذریت طاہرہ جو
وجب الطاعت ہین اُنکی طاعت اور متابعت سے سروکار ہی گردو عالم پر از ولی باشد ٭ پیر ما مرتضی علی باشد ٭
کیسا عبد اللہ بن سبا اور کیسے اور فرق باطلہ ہم بجز فرقہ شیعہ اثنا عشریہ کسی سے مطلب نہین رکھتے اور ہمارا تو بعد خدا
و رسول کلان تر کوئی بجز امیر المومنین علی ابن ابیطالب وصی و برادر رسول کے اور اُنکے جانشینون کے جو اُنکی ذریت
طاہرہ سے ہین اور کوئی بڑا نہین ہو لیکن ایک بات اِس کلام شاہ صاحب کے سُنتے سے البتہ خیال مین صاف صاف
آتی ہی کہ یہ جو کچھ شاہ صاحب نے اُس شقی کی نسبت فرمایا منشاء اسکا بھی نفسانیت ہی اور عداوت ہی نہ حق بیانی
والا بہت سے امور گذشتگان سے اِس طبقہ اسلام مین ایسے ہوے ہین کہ وہ شنیع ہین لیکن اُن بدعات و مفاسد کو کوئی
نہین کہتا جنسے ابتدا خوارج کی اور بہت سے فرقون کی اہلسنت کے اور ملاحدہ و متصوفین کی ہوئی انھین بھی دیکھین
اور اُنکا حال بھی بیان کرین تاکہ حق بیانی معلوم ہو اور وہ سب یقینی کلان تر اوس فرقے مین اُنکے اعتراف کے
موافق بہت بڑے ہین بچشم انصاف شیعون کی حق پسندی دیکھنی چاہیے کہ بمجرد اِسکے کہ عبد اللہ بن سبا سے
ایک مخالفت امر توحید و تنزیہ مین جو خدا و رسول سے اُسکی دیکھی تو فوراً اُس سے بیزاری ظاہر کی اور اُسپر لعنت کی
لیکن حضرات اہلسنت نے کسی کی بدی اور مخالفت خدا اور رسول پر کسی سے بیزاری نہ کی اور سوا شیعون کے
کسی کو بُرا نہ کہا بلکہ ہر برائی کے اور مخالفت کے درپے اصلاح و تاویل ہوے واقع مین وہ سچ ہی جو مولویصاحب نے
مثنوی مین انصاف فرمایا ہی ٭ چشم بکشاے بعیب دیگران ٭ چون بعیب خود رسی کوری دران ٭ بھلا اگر عبد اللہ
ابن سبا قبل اظہار اسلام یہودی مذہب اور اہل کتاب سے تھا تو جو سب سے بڑے اور دوسرے خلیفہ ہین وہ
قبل اسلام تو بت پرست تھے اور برسون جاہلیت مین بسر کی اور بہت سرد و گرم زمانے کا چکھا اور نشیب و فراز
دنیا کا دیکھکر کامل و پرکار ہوے چنانچہ جب ترقی اسلام کی ہوئی تو بعد اظہار اسلام کیسا اخلاص پیغمبر خدا کے ساتھ ظاہر کیا

اور سب کو تحریص اسلام کے ساتھ کرتے تھے اور باطن اور تھا جیسا کہ ایک شمہ اسکا معرکہ صلح حدیبیہ مین ظاہر ہوا یہانتک
کہ اُسدن انھون نے کہا کہ ماشککت کشکی یوم الحدیبیہ اور اسیطرح جب حضرت نبوی نے سفر حج الوداع سے مراجعت
فرمائی اور راہ مین آنحضرت پر کُپّے دھلکاے گئے اور پیغمبر خدا نے اُسوقت حذیفہ بن یمان کو جملہ منافقین کے نام بتاے
تو حال باطن سب پر ظاہر ہوا اور جو عداوت انھین اہلبیت امجاد کے ساتھ تھی جنکی مودت کو خدا نے اجر رسالت مقرر
فرمایا تھا اُسکا اول ظہور سقیفہ اور شوری مین ظاہر ہوا کہ اہلبیت کا کام تمام کیا اور جو دو ثقلین سے ایک تھے انھین
رعایا کے مرتبہ مین لاے بلکہ خود پیغمبر خدا کی علالت کے زمانے سے اُس رنگ اخلاص کو بدلا اور دوات و قرطاس و
قلم کی طلب کے جواب مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ سے حسبنا کتاب اللہ کہا اور آنحضرت کی طرف نسبت ہذیان کی کی اور
جو بہ نسبت اہلبیت علیہم السلام کے عداوت تھی اُسے ظاہر کیا اور صراحۃً مخالفت کو طریقہ رسول مختار کے اختیار کیا اور بروایت
مستفیضہ جو وہ حضرت مکرر فرماتے تھے انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض اُن دونون مین
تفرقہ ڈالا اور بعد آنحضرت کے حقوق اہلبیت علیہم السلام کو غصب کیا اور رفتہ رفتہ وصی مطلق اور جملہ اہلبیت نبی کو مطلقاً
کس سختی اور تدبیر سے مضمحل کیا اور شوری مین کہ جو بدعات مخترعہ سے تھا ایسے چند شخصون کو ان چند شرائط سے منتخب کیا
جو موجب حرمان ذوی الحقوق کا ہوا کہ اُنکے بعد بھی پھر اہل حق اپنے حق کے پہونچنے سے محروم رہے اور بنی اُمیہ جو قرآن مین
بتفسیر شجرہ ملعونہ تھے اور بدترین خلق تھے اور مورد طعن و لعن نبی تھے انھین مسلمانون کی گردن پر مسلط کیا یہانتک کہ
اشقیاے اُمت نے کوئی دقیقہ دقائق استخفاف و اہانت و قتل و غارت اہلبیت رسالت سے نہ اُٹھا رکھا خصوصاً ماجراے
دشت کربلا جیسا کہ فاضل تفتازانی نے کہا ہے واما ما جرى بعدهم من الظلم على اهلبيت النبي صلى الله عليه وآله وسلم
فمن الظهور بحيث لا مجال للاخفاء ومن الشناعة بحيث لا اشتباه على الآراء اذ تكاد يشهد به الجماد والعجماء ويبكي له من في الارض والسماء
وتنهد منه الجبال وتنشق الصخور ويبقى سوء عمله على كر الشهور ومر الدهور فلعنة الله على من باشر او رضي او سعى ولعذاب الآخرة اشد وابقى فان قيل فمن علماء المذهب
من لم يجوز اللعن على يزيد مع علمهم بانه يستحق ما يربو على ذلك ويزيد قلنا تحاميا من ان يرتقى الى الاعلى فالاعلى كما هو شعار الروافض على ما يروى في ادعيتهم ويجري
في انديتهم فرأى المعتنون بامر الدين الجام العوام بالكلية طريقا الى الاقتصاد في الاعتقاد یعنی جو کچھ کہ بعد خلفا کے اہلبیت رسالت پر ظلم ہوے وہ ایسے
ظاہر ہین کہ اُنھین چھپانے کی گنجائش نہین ہے اور شناعت اور برائیان اُنکی ایسی ہین کہ آراے مردم پر اُنمین کچھ اشتباہ نہین ہے
اسلیے کہ قریب ہے کہ گواہی دین اُسکی حیوانات جو بے شاخ و بے زبان ہین اور روئین اُن مصیبتون کے واقع ہونے سے
زمین و آسمان اور پارہ پارہ ہو جائین پہاڑ اور شگافتہ ہون سخت پتھر اور یہ بدی دعوے کی باقی رہیگی ہمیشہ بگذشتن
شہور و بمرور دہور پس لعنت خدا کی ہو اُسپر جو اُن ظلمون کا مباشر ہوا یا اس سے راضی ہوا یا اسکے لیے سعی کی ہو اور عذاب
آخرت بہت شدید ہے اور بہت باقی رہنے والا ہے پس اگر کہا جاے کہ بعض علماے مذہب نے یزید پر لعنت کرنا جائز رکھا ہے
باوجود اسکے کہ وہ جانتے تھے کہ وہ لعنت کرنے سے بھی زیادہ کا مستحق ہے تو ہم جواب مین کہینگے کہ اُنکی ممانعت لعنت کرنے سے

یزید کے اسلیے تھی کہ تا یہ بلند ہوتے ہوتے بڑے بڑون پر نہ پہونچے جیسا کہ روافض کا طریقہ ہی کہ وہ اپنی دعاؤن مین مروی ہی
اور یہ طریقہ نہین جاری ہو کہ وہ ایسا ہی مجالس مین کرتے ہین پس جو علما کہ انھین امر دین مین توجہ زیادہ تھی انھون نے یہ
اسلیے کہا کہ تا عوام کے منہ پر لگام بالکلیہ چڑھا دین تا کہ انکے اعتقاد مین خرابی نہ واقع ہو انتہی خلاصہ کلامہ اب پوشیدہ نہ رہے
کہ جو اس فاضل نے بھی کہا ہو کہ جو کچھ کہ بعد خلفاے اہلبیت رسول پر گذرا وہ ایسا ظاہر ہو کہ اسمین گنجایش پوشیدہ کرنے کی
باقی نہین رہی اس طرز بیان سے بھی صاف نظر حق بین مین معلوم ہوتا ہی کہ سابقین کے مظالم و معائب ایسے تھے کہ اسمین پوشیدہ
کرنے کی مجال نہ تھی اور یہ کاشف یقینی عیب کے ثابت ہونے کا ہو اگرچہ مفاد حب الشئ یعمی و یصم دوستون کی نظر مین انکے
یہ معلوم ہو اور گنجایش تاویل و تدلیس کی رکھتا ہو اور یہ جو کہا ہو کہ شناعت ان امور کی اس مرتبہ پر ہی کہ آراے مردم پر کچھ
اشتباہ نہین ہو انکی حقیقت تو یہ ہو کہ جسنے دل سے متوجہ ہو کر دیکھا ہو اور سنا ہو اسکے نزدیک تو جو امور شنیعہ اشقیا والون سے بھی
سرزد ہوئے انکی برائی بھی اسپر پوشیدہ نہین ہو واللہ یحق و یہدی السبیل اور یہ جو کہا ہو کہ قریب ہو کہ گواہی دین ان ظلمون کی
حیوانات بو بے شاخ و بے زبان ہین اور روئین اسپر زمین و آسمان اور ٹکڑے ٹکڑے ہون اسپر پہاڑ اور پھٹ جائین اسپر
سخت پتھر اور باقی رہ جاے برائی ان اعمال کے گذرنے پر شہور کے اور منقضی ہونے پر دہور کے پس لعنت ہو خدا کی
اس شخص پر جو ان ظلمون کا مباشر ہوا یا انپر راضی رہا یا انکے لیے سعی کی آمین یہ امر ہی کہ یہ فقرہ کہ قریب ہی روے اسپر زمین و
آسمان اگرچہ حق سے یہ قریب ہی لیکن تاہم یہ بیان واقع سے دور ہی کیونکہ جو امور کہ واقع ہو چکے انھین قریب ہی کہ کے نہین کہتے
کیونکہ زمین سے لہو کا جوش مارنا اور آسمان سے خون کا برسنا بھی رونا زمین آسمان کا ہی وہ تو ہو چکا اور ظاہر ہونا آثار غضب
رحمان کا ہوا جیسا کہ روایات فریقین سے ظاہر ہو اور اہل بصیرت کی نظر مین واضح ہی پھر چاہیے کہ یہان یہ یہ کہتے کہ
بکت علیہ السماء والارض و ناحت علیہ الجن والانس والاعداء یعنی روے اسپر آسمان و زمین اور نوحہ کیا اسپر جن و انس نے
اور سعیدبن نے اور فرشتگان نے جو رہنے والے آسمان کے ہین عبدالقادر جیلانی نے کتاب غنیہ مین روایت کی ہی او
جو ترجمہ اسکا فاضل عبدالحکیم نے کیا ہو اسکا ترجمہ فارسی غنیہ یہ ہی از ام سلمہ مرویست کہ گفت پیغمبر خدا مرا ہر گاہ خوشحال
شدم بحسین و حالانکہ او بر سینہ من باری میکرد آمد مرا جبرئیل و داد مرا پارہ از گلے کہ کشتہ میشود آن حسین بر آن گل پس از
جہت آن گریستم و خبر کرد مرا ابو النصر از ابی اسامہ از جعفر ابن محمد گفت فرود آمد بر قبر حسین روزیکہ کشتہ شد ہفتاد ہزار فرشتہ کہ
میگریند بر او تا روز قیامت انتہی صاحب عناصر الشہادتین نے احادیث اپنی کتاب مین بیہقی سے نقل کی ہی کہ بصرہ ازدیہ سے
روایت کی ہی کہ کہا انسے کہ جس روز امام حسین شہید ہوے آسمان سے بقدر خون برسا کہ صبح کو جو دیکھا تو ہم لوگون کے
گھرون مین جو برتن اور جتنے مٹکے اور گھڑے تھے وہ سب کے سب خون سے لبالب بھرے تھے اور اسی طرح اسی
کتاب مین سر اقدس پاس سید الشہدا علیہ السلام کے بحوالہ ابو المخنق تشریف لانا حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت
ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق اور جناب سید المرسلین کا اور رونا انحضرات کا اور اس سر کو پیار کرنا اور فرشتہ کا

انا ہی نقل کیا ہو من شاء فلیرجع الیہ فلعنۃ اللہ علی من ظلم اہل البیت علی من اتبس حرمۃ الاسلام افسد الامر علی الناس فی لعذاب
الاخرۃ اشد وابقی اور جو فاضل تفتازانی نے توجیہ میں ترک لعنت یزید کی لکھی ہو کہ آئین خوف ترقی مروم کا الی الا
علی فالاعلی اعلی ما ہو شعار الروافض ہی یہ دلیل انکی ہو کہ کمال عصبیت ورحق پوشی اور حمایت خلفائے جور کو عمل مین لائے اور
اس جہت سے خلق کو گمرہی اور شک مین ڈالا نہ یہ کہ خلق کی حفاظت کے لیے ترک لعنت عمل مین لائے فاعتبروا یا
اولی الابصار یہان تک جو مذکور ہوا وہ شمہ حال پیشین تھا بعد اسکے حضرت عبد القادر جیلانی صاحب حنبلی نے بھی اسی طرح
انکی پیروی کرکے انکی بدعات ورسم مخالفات اہلبیت کو تازہ کیا اور روز عاشورہ کو روز عید قرار دیکر خوارج ونواصب اور
بنی امیہ کے طریقہ کو زندہ کیا اور جنکی مودت کو حق تعالیٰ نے بمفاد قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ اجر رسالت قرار
دیا تھا اُسے برباد کرکے اور مبدل یہ بغض وعناد کرکے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین مین بہت سی روایات موضوعہ فضیلت روز عاشورہ میں
نقل کرکے وہ کہا ہی کہ جسکا ترجمہ فاضل عبد الحکیم سیالکوٹی نے یہ کیا ہی تحقیق کہ طعنہ کردند قومے بر کسیکہ روزہ داشت
درین روز بزرگ وخبرے کہ وارد شدہ است درین روز از بزرگی وگمان بردند آن قوم بدرستیکہ شان انیست کہ جائز نیست
روزہ گرفتن دران روز از جہت قتل حسین ابن علی رضی اللہ عنہما وگفتند آن قوم میباید اینکہ باشد مصیبت در آنروز عام ہمہ مردم
از جہت نایافت شدن حسین ع در آنروز وشما اگر زیدان روز را خوشی وخوشحالی اظہار نمائید در آنروز بفراخی طعام بر عیال
ونفقہ بسیار وصدقہ دادن بر فقیران وضعیفان ومسکینان ونیست این کار از حق حسین رضی اللہ عنہ بر جماعہ مسلمانان
واین گوئیندہ خطا کنندہ است وغلط است وبد است وفاسد زیراکہ بدرستیکہ حق تعالیٰ اختیار کرد برائے نبیرہ پیغمبر خود کہ نزد حق تعالیٰ
نام پاک وی محمد است صلعم شہادت در بہترین روزہا وبزرگترین روزہا تا آنکہ زیادہ کند او را بان شہادت بلندی در مرتبہائے
او وبزرگیہائے او واضافہ کردہ شد بسوے بزرگی او وتا برساند او را بمنزلہائے خلفائے راشدین کہ شہید شدند بشہادت
واگر جائز مے بود اینکہ گرفتہ شود در روز مرگ حسین روز ماتم ہر آئینہ روز دوشنبہ سزاوار تر مے بود بان ماتم از جہت آنکہ قبض کرد
خدا تعالیٰ جان پیغمبر خود راکہ محمد است صلعم دران دوشنبہ وہمچنین ابوبکر صدیق قبض کردہ شد جان او دران دوشنبہ وآن خبرے
است کہ روایت کرد ہشام از عائشہ گفت ابوبکر مرا کدام روز مرد پیغمبر اندہ شد پیغمبر دران روز گفتم روز دوشنبہ گفت ابابکر من
امیدوارم اینکہ بمیرم در آن روز دوشنبہ پس مرد ابابکر دران دوشنبہ وگم کردن رسول خدا صلعم وابابکر بزرگ تر
است از گم کردن غیر ایشان بہ تحقیق اتفاق کردہ اند مردم بر بزرگی روز دوشنبہ وفضیلت روزہ او وبدرستیکہ شان این است
کہ عرض کردہ میشود دران روز دوشنبہ عملہائے بندگان ودر روز دوشنبہ بالا بردہ میشود عملہائے بندہا وہمچنین
روز عاشورا گرفتہ شود روز ماتم از جہت اینکہ بدرستیکہ روز عاشورا گرفتہ شود روز ماتم نیست سزاوار تر از اینکہ گرفتہ شود
روز خوشی از جہت خبرے کہ بالا یاد کردیم از فضل او انتہی ترجمہ کلامہ اب ناظرین منصفین پر پوشیدہ نہ رہے کہ جو کچھ یہ مذکور
ومنقول ہوا اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ سُنت معاویہ اور یزید کے موافق فتویٰ دیا گیا ہی اور کمال بے دردی بہ نسبت

فرحت بہا آل زیاد وآل مروان
آل رسول کے عمل مین لائی گئی اور جو اخبار خاصہ مین بہ نسبت روز عاشورا کے وارد ہوا ہی کہ
اُسی طرح پر وہ مین بیان مدارج شہادت کے اس مفتی نے بھی مثل بنی اُمیہ کے اظہار فرح وسرور کر کے قتل فرزند
رسول ثقلین پر شماتت کی ہی اور اُس فرزند رسول کو جو سید شباب اہل جنۃ ہی ابی بکر سے مفضول اور کم رتبہ قرار دیکر
بہ نسبت اُنکی شان کے استخفاف کیا ہی سبحان اللہ پیر دستگیر حضرات اہلسنت نے پہلے قیاس کیا خوب کیا ہی کہ اگر
روز عاشورا کو روز مصیبت گردانتا بسبب شہادت امام حسین علیہ السلام کے جائز ہوتا تو روز دوشنبہ بطور اولیٰ اِسکا
اِسلیے کہ روز ماتم گردانا جاے اِسلیے کہ پیغمبر خدا نے اُسدن انتقال فرمایا ہی روز عاشورا دہم محرم کا نام ہی کہ وہ دن
باعتبار تاریخہاے شہور قمریہ عربیہ معین ہی اور دوشنبہ ایک دن باعتبار ایام سبعہ ہی اور ظاہر ہی کہ روز عاشورا ایسا روز ہی
کہ وہ کسی عہد مین روز سرور اہل اسلام مین واقع نہین ہو سکتا جس سے کوئی حرج لازم آے اور دوشنبہ ایسا دن ہی
کہ جملہ تاریخہاے شہور مین خواہ وہ تاریخین عید وخوشی کی اسلام کی ہون یا مصیبت کی سب مین واقع ہوتا ہی اور کسی
مہینے مین چار بار کسی مین پانچ بار ہر مہینے مین وہ مکرر واقع ہوتا ہی پھر اگر روز دوشنبہ کو ایسی تقویت ہو کہ برپا کرنے کو
مصیبت کے دی جاتی تو کسقدر مسلمانون کو تکلیف اور حرج کار و بار مین ہوتا بخلاف روز عاشورا کہ وہ سال بھر مین ایک
دن ہی علاوہ اِسکے روز دوشنبہ کو بھی روز مصیبت اور روز شوم وہی نہین جانتے جنھین رسول وآل رسول سے محبت
نہین اور شیعہ تو ہمیشہ دوشنبہ کو بھی روز مشوم سمجھتے ہین اور کسی سرور وفرحت کو اُسدن ظاہر نہین کرتے ور اِس روز
اکثر اُمور کو ترک کرتے ہین بسبب اِسکے کہ یہ روز مشوم روز وفات جناب سید کائنات ہی اگر روز عاشورا کا قیاس
تاریخہاے وفات نبی پر کرتے تو البتہ زیبا تھا پھر تاریخ وفات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کو کون روز سرور وفرحت جانتا ہی ہان
جنھون نے اُسدن حقوق اہلبیت کو لیا اور دنیا حاصل کی وہ یا اتباع اُنکے اُسدن خوش ہوے اور ہوتے ہونگے ہم تو
روز وفات نبی مین بھی روتے ہین اور مصیبت برپا کرتے ہین اور اُنکی آل واقربا کی بھی خوشی ومصیبت مین بالالتزام
اُس مودت کے جو خدا نے ہمارے اوپر واجب کی ہی مسرور ومحزون ہوتے ہین پھر ہمارے مذہب مین کیا بدی ہی
اور ہمنے ماتم فرزند رسول کر کے گناہ کیا جسے یہ مفتی خاطی قرار دیتا ہی اور وفات رسول بھی اگر اعظم فجائع دہور ہی کہ ہر مسلمان کو
اُسے یاد کر کے رونا ہمیشہ چاہیے لیکن آل رسول کی بھی مصیبت جو روز عاشورا ستمدین بنی اُمیہ کے ہاتھ سے گذری بہت
عظیم ہی کہ جسنے قبل وقوع پیغمبر خدا کو رولایا جیسا کہ اخبار فریقین سے واضح ہی اور جسکے لیے پیغمبر نے فرمایا کہ من بکی اعلی
الحسین داہکی اوتباکی وجبت لہ الجنۃ اور یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ بین الفریقین ہی اور ظاہر ہی کہ روز مصیبت اور وقت
مصیبت پر جیسا انسان کو خیال اور ملال یاد کر کے ہوتا ہی وہ اُسکے سوا اور دنون مین نہین ہوتا پھر فرد کامل اِس
عمل کی بجالانے کو تو روز عاشورا تمام سال کے دنون کی بہ نسبت ہی اگر اُسدن بھی اِس حکم نبی کی تعمیل نہ کیجاے تو
کسب کرین اور اسکا ناسخ روز عاشورے کے لیے کہان ہی اب عجب نہین ہی کہ جسطرح خلفاے بنی اُمیہ کی خوشی کے لیے

احادیث فضائل عاشورا کی وضع کی گئی ہن حکم کے بھی آخر مین کچھ بڑھایا جاے لیکن اسوقت تک تو ممانعت شرعی
بکا و ابکا کے لیے وارد نہین ہی جیسا کہ آیندہ اسکی گواہی قول ابن حجر سے دی جائیگی لیکن جو فتوی انھون نے اپنے
تابعین کو دیا ہی کہ رونا نہین چاہیے کہ وہ جائز نہین ہی تو جو رونا کہ جناب سید المرسلین اور ملائکہ مقربین سے واقع ہوا
اور سیر اخبار فریقین دلالت کرتے ہین اسے فرح وسرور پر محمول کیا جائیگا یا رقت قلب پر اس مصیبت مین اور یہی طرح
اصحاب کبار جو روز وفات پیغمبر خدا روتے تھے باوصف اسکے کہ یقینی حضرت نے مدارج عالیہ بہشت کی طرف انتقال
فرمایا اگر سب جزع اور فزع اور بیقراری ظاہر کرتے تھے اسے کیا کہینگے خصوصًا خلیفہ ثانی کا تو یہ حال تھا کہ آنحضرت کی
وفات سے انکار فرماتے تھے یہان تک کہ جب بعض نے یہ آیہ پڑھا وما محمد الا رسول فان مات او قتل الخ تو کہنے لگے کہ
مین نے گویا یہ آیہ سنا ہی نہ تھا اور بعضی روایت مین ہی کہ خلیفہ اول نے انکے جب آیہ انک میت وانہم میتون پڑھا تو آگاہ ہوے
اور حضرات اہلسنت کہتے ہین کہ یہ بسبب فرط غم والم کے انکے حواس درہم وبرہم ہو گئے تھے اس جہت سے امر ضروری کا
انکار زبان سے فرمایا تھا پھر یہ کاہے پر حمل کیا جائیگا اگر یہ کہین کہ حضرت کا انتقال فرمانا مدارج عالیہ بہشت کی طرف
اور آرام وراحت ابدی کا پانا خلیفہ ثانی کو اور جملہ اصحاب کو ناگوار ہوا تھا اسلیے اس غم وہم اور حزن وبکا کا اظہار کیا تھا
تو پھر ایمان سے سب کا بے بہرہ ہونا یقینی ظاہر ہوگا کہ بدخواہ نبی تھے کہ پیغمبر خدا کی راحت سے دل تنگ ہوے اور
انکی فرحت وسرور سے خوش نہوے اور مسلم نے تفسیر قول خدا مین فما بکت علیہم السماء والارض الآیہ مین سدی کی طرف
اسناد کرکے لکھا ہی کہ اسنے کہا لما قتل الحسین بن علی بکت السماء وبکاؤھا حمرتھا یعنی جب امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے تو آسمان
رویا اور رونا آسمان کا اسکی سرخی ہی یہ روایات موافق طرق حضرات اہلسنت مین اور شیعون کے موافق تو بہت مفصل اور
بتواتر ثابت ہی کہ روز عاشورا ایسے امور عالم مین ظاہر ہوے جس سے اس امر کا یقین ہی کہ وہ آثار غضب رحمان تھے پھر بڑے
تعجب کی جگہ ہی کہ جو ایسا روز ہو کہ اسمین انبیا اور ملائکہ وزمین وآسمان روے ہون اور ہمیشہ آل رسول اسدن محزون و
گریان رہتے آے ہون اس روز کو جو شیعہ روز حزن وماتم کردانین اور مثل بنی امیہ سرور وخوشی نہ کرین تو اس مفتی کے
نزدیک خاطی ہون اور اس رونے کو جسکے لیے نبی نے بہشت کے واجب ہونے کا وعدہ فرمایا بدعت قرار دیجاے
اپنے ظلم وبدعت کو نہین دیکھتے کہ بربناے احادیث موضوعہ اپنے علما کے روز استیصال آل رسول کو روز عید وسرور گردانتے مین
سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون اور اگر یہ کہین کہ یہ رونا اسلیے تھا کہ درد مفارقت کا صحبت سے اور ناپید ہونا اسکا
جسکا کوئی خلف اور بدل خدا کے سوا نہین ہو سکتا اسکا سبب تھا تو پھر کیا وجہ ہی کہ موالیان اہلبیت کے لیے روز
عاشورا روز حزن وماتم نہو کہ بسبب ظلم وتعدی طاغیان امت کے درجہ شہادت سے وہ حضرت اسدن فائز ہوے اور کیون
داغ مفارقت کو آنحضرت کے اپنے دلون پر نہ رکھین اور اس مصیبت مین سینہ چاک نہون کہ اس روز آنحضرت کی صحبت سے
محروم ہوے اور واقع مین اگر روز عاشورا متبرک ہو تو مقام عجب نہین ہی اور ہمکو اس سے کچھ ضرر نہین ہی کیونکہ اسکا پیشتر سے

متبرک ہونا منافی روز مصیبت ہونے کے نہین ہی کیونکہ حق تعالی نے اُسے صاحب برکت فرمایا ہو مگر طاغیان امت نے
آل رسول کو مبتلاے مصائب کرکے اُس ون مومنین کے لیے روز مصیبت کر دیا جیسا کہ تمام مہینا محرم کا شہر حرام تھا
لیکن انہون نے قتل آل رسول سے حلال جانا اور حرمت نبی کی رعایت اس مہینے مین نہ کی کس طرح سید شباب اہل جنۃ کو
مع اقربا و انصار شہید کیا اور جو زندہ رہے اُنکے ساتھ کیسی عداوتین ظاہر کین اور کیا کیا اذیتین اور ذلتین پہونچائین جسکے لیے
شاعر نے کیا خوب کہا ہی شعر الا ان یوم الطف من ال حاشم اذلت رقاب المسلمین فذلت یہ امر بخوبی ثابت ہی بروایت فریقین
کہ بعد شہادت سید الشہداء آثار غضب رحمان کے ظاہر ہوے ابو احمد مرحوم مصنف کتاب سبین نے رافعی سے کہ اُسنے شرح
وجیز مین اپنے مشائخ سے روایت کی ہی کہ ان یوم قتل الحسین قطرت السماء دما یعنی جس دن کہ امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے
اُس دن آسمان سے لہو برسا اور یہی کتاب مین ابن سعد سے کہ اُسنے طبقات مین کہا ہی ان الحمرۃ ظہرت فی السماء منذ یوم قتل
الحسین ولم ترقبل ذلک و قال الضا ما رفع حجر فی الدنیا الا وتحتہ دم عبیط ولقد قطرت السماء مطرا بقی اثرہ فی الثیاب مدۃ حتی
تقطعت یعنی اول سرخی جو آسمان پر ظاہر ہوئی جسے شفق کہتے ہین وہ اسی روز سے ہی جس دن سے کہ امام حسین علیہ السلام
شہید کیے گئے اور اس سے پیشتر کبھی دیکھی نہین گئی تھی اور کہا ہی کہ دنیا مین کوئی پتھر اُس دن نہ اُٹھایا جاتا تھا زمین سے
مگر یہ کہ اُسکے نیچے سے خون سرخ جوش مارتا تھا اور آسمان سے بوندین لہو کی ایسی برسین کہ جس کپڑے پر وہ گری پھر اُسکا اثر
اُس سے نہ گیا جب تک وہ کپڑا رہا بالجملہ عاشورے کے متبرک ہونے مین ہمکو مقام انکار اور اقرار کا نہین لیکن جو روایتین
کہ اُس دن کی فضیلت مین نقل کی ہین اور اُنکے اوپر اعتماد و استناد کرکے یہ فتوی دیا ہی وہ سب یقینی از جملہ موضوعات ہین اور
موضوع ہونا اُنکا بقول فریقین ثابت ہی لیکن موافق طریقہ شیعیان پس وہ روایت جبلہ مکیہ کی ہی جسے ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے
کتاب امالی مین نقل کیا ہی اور حاصل مضمون اُسکا یہ ہی کہ روایت کی ہی جبلہ مکیہ نے کہ کہا سنا مین نے میثم تمار سے کہ وہ کہتے
کہ خدا کی قسم ہر آئینہ قتل کرے گی یہ امت اپنے پیغمبر کے بیٹے کے فرزند کو ماہ محرم مین دسوین تاریخ کو اور ہر آئینہ دشمنان خدا
اُس دن کو روز برکت قرار دینگے پس بدرستیکہ یہ امر واقع ہوگا کہ علم خدا مین اسی طرح گذرا ہی جانتا ہون مین اس امر کو
اُس عہد سے کہ عہد کیا ہی اُسکا میری طرف میرے مولا امیر المومنین علیہ السلام نے اور بتحقیق کہ ہر آئینہ خبر دی ہی مجھے کہ
روئینگی اُسپر سب چیزین یہان تک کہ صحرا مین جانوران وحشی اور دریا مین مچھلیان اور زیر آسمان پرندے اور روئینگے اُسپر
آفتاب اور ماہتاب اور ستارے اور آسمان اور زمین اور مومنین جن و انس سے اور سب ملائکہ آسمانون کے اور رضوان خزینہ دار
بہشت اور مالک خزینہ دار دوزخ اور حاملان عرش الٰہی اور روئیگا آسمان اُسپر لہو سے اور خاکستر سے بعد اُسکے کہا کہ واجب
ہوئی لعنت خدا کی قاتلان حسین پر جیسا کہ واجب ہوئی ہی اُن مشرکون پر جنھون نے خدا کے ساتھ اور معبود قرار دیے اور
جیسا کہ واجب ہوئی اور کافرون پر جبلہ راوی کہتی ہی کہ یہ سنکر مین نے کہا کہ اے میثم کیونکر ہوسکتا ہی کہ مردم ایسے دن کو
جسمین حسین علیہ السلام مارے جائین اُسے روز برکت ٹھہرائین یہ سنکر میثم رو دیے اور کہا کہ قریب ہی کہ گمان کرینگے اُن

حدیثون پرجنہین وہ وضع کرینگے اور بنا لینگے انہین اطرح کہ بدرستیکہ یہ وہ دن ہی کہ خدا تعالی نے اس روز آدم کی توبہ کو
قبول کیا اور بدرستیکہ خداوند عالم نے آدم کی توبہ کو قبول نہین کیا مگر ماہ ذی حجہ مین اور گمان کرینگے کہ یہ وہ دن ہی کہ اس دن
خدا نے داؤد کی توبہ کو قبول کیا اور بدرستیکہ خدا نے توبہ داؤد کو قبول نہین کیا مگر ماہ ذی حجہ مین اور گمان کرینگے کہ یہ
وہ دن ہی کہ جسمین یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے اور بدرستیکہ حق تعالی انہین بطن ماہی سے باہر نہین لایا
مگر ماہ ذی القعدہ مین اور گمان کرینگے وہ کہ یہ وہ دن ہی کہ حضرت نوح کی کشتی اس دن مین پہاڑ پر جسکا جودی نام ہی
ٹھہری اور بتحقیق کہ کشتی نوح کوہ جودی پر نہین ٹھہری مگر ہیجدہم ماہ ذی حجہ کو اور گمان کرینگے وہ کہ حق تعالی نے اس
روز دریا کو بنی اسرائیل کے لیے شگافتہ فرمایا اور بتحقیق کہ یہ دریا کا شگافتہ فرمانا نہین ہوا مگر ماہ ربیع الاول مین بعد اسکے
ہشم نے کہا کہ ای جبلہ جان تو کہ بدرستیکہ حسین ابن علی علیہ السلام کے لیے یہ امر ہی کہ وہ حضرت سردار سب شہیدون کے
ہونگے روز قیامت کو اور انکے اصحاب کے لیے ایک رفعت و بزرگی جملہ شہیدون کے اوپر ہی ای جبلہ جبکہ تو دیکھے کہ آفتاب
سرخ رنگ ہو گیا مثل خون تازہ کے پس جانتا تو کہ بتحقیق سردار تیرا حسین ابن علی بتحقیق کہ مارا گیا جبلہ کہتی ہی کہ مین بعد
اسکے ایک دن گھر سے باہر نکلی پس دیکھا مین نے آفتاب کو دیوارون پر کہ گویا سرخ رنگ لحاف برنگ کا فرشہ ہی پس اسوقت
مین نے نعرہ مارا اور روئی اور کہا مین نے کہ بتحقیق قسم ہی خدا کی کہ سردار میرا حسین ابن علی علیہما السلام مارا گیا فقط اور لیکن
موافق مذہب حضرات اہلسنت کے پس ان اخبار فضائل روز عاشورا کے موضوع ہونے کو اور ان روایات کی تکذیب کو
اور ان مقالات کے رد کرنے کو بہت خوب کافی ہی جو مصنف صواعق نے کہ فضلاے معتبرین حضرات اہلسنت سے ہین
کہا ہی اور خلاصہ انکے کلام کا علی ما نقلہ سیدی فی الحدیقہ یہ ہی کہ پرہیز کرتوں سے کہ مشغول ہی روز ماتم کا ہو کہ وہ روافض کی
بدعت ہی اور پرہیز کر تو صاحب کی بدعت سے جو اہلبیت کے ساتھ عصبیت کرتے ہین اور بدعت سے اُن جاہلون کی جو
بدعت کو دوسری بدعت کی ظاہر اور پیدا کرتے ہین اظہار مین غایت فرح اور سرور کے اور روز عاشورا کے روز عید قرار دیتے ہین
اور اظہار زینت مین اُس دن مثل خضاب کرنے کے اور آنکھون مین سرمہ کھینچنے کے اور نئے کپڑے پہننے کے اور نفقات عیال مین
توسعہ کرینگے اور کھانے لذیذ پکانے کے اور خارج از عادت حبوب کا بریان کرنا اور گمان کرنا کہ یہ امور سنت ہین اور حالانکہ ان
سب کا ترک کرنا سنت ہی نہ فعل اور عمل مین لانا انکا پس بدرستیکہ وارد نہین ہوئی ہی بخصوص مین ان امور کی کوئی خبر کہ اسپر
اعتماد کیا جاے اور نہ کوئی حدیث صحیح کہ اسکی طرف رجوع کیجاے اور بعض ائمہ حدیث و فقہ سے پوچھا گیا در خصوص سرمہ
کھینچنے کے اور غسل کرنے کے اور مہندی ملنے کے اور حبوب کے پکانے کے اور نئے کپڑے پہننے کے اور اظہار سرور کرنے کے
عاشورے کے دن مین پس کہا انھون نے لم یرد فیہ حدیث صحیح عنہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ولا عن احد من الصحابہ
ولا استحبہ احد من ائمة المسلمین الاربعة ولا غیرھم ولم یرد فی الکتاب المعتمد بذلک خبر صحیح ولا ضعیف اور جو کچھ کہ کہا گیا ہی کہ
جو کوئی اس دن سرمہ کھینچے تو اسکی آنکھ سال بھر مبتلاے رمد نہوگی اور جو کہ غسل کرے اس روز وہ سال بھر بیمار نہوگا اور جو کہ

اپنے عیال پر وسعت دے تو خدا تعالی سال بھر اُسے وسعت دے گا اور اسی کے امثال نماز پڑھنے کی فضیلت میں بھی
وارد ہوئی ہیں اور یہ کہ آدم کی توبہ اِس دن قبول ہوئی اور نوح کی کشتی اِس دن کوہ جودی پر ٹھہری اور ابراہیم نے آتش
نمرود سے اِس دن نجات پائی اور اسمٰعیل کے لیے اِس دن گوسفند فدیہ آیا اور یوسف یعقوب سے اِس روز ملے کل ذلک موضوع
یعنی یہ سب بنائی ہوئی ہیں اور صدق و راستی سے بہرہ نہیں رکھتیں بعد اُسکے کہا اُسنے فصار ہولاء الجہلۃ یتخذونہ موسما
و من رفضھم یتخذونہ مأتما کلاھما مخطی مخالف للسنۃ انتہی اب اِس سے ہمیں تصدیق بخوبی اُس امر کی ہوئی جو ہماری کتابوں میں
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ماثور ہی کہ ایسی روائتیں بنی اُمیہ کی خوشآمد کے واسطے اور اُس سے فائدہ دنیا
حاصل کرنے کے لیے انحضرات نے بنائیں اور وضع کیں پس موافق تصریح فاضل مذکور کے اگرچہ ماتم کا برپا کرنا روز عاشورا
اُس مصیبت میں جسپر انبیا اور ملائکہ اور آسمان و زمین اور اکثر مخلوقات خدا روئے ناروا ہو لیکن اقوال و افعال جناب عبد القادر
جیلانی کے بھی اُسی سے برہم و درہم ہو گئے کیونکہ جن اخبار فضائل روز عاشورا پر انھوں نے اعتماد کرکے فتویٰ دیا تھا وہ سب
یقینی موضوع ٹھہریں اور جب یہ ہوا تو انھوں نے عاشورے کے دن کو روز عید کرنے کا حکم دیا تھا اور اب تک وہ طریقہ
اہال مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں مروج ہی اور اب اُسکا تتبع حضرات اہلسنت ہندوستان میں بھی ہونے لگا ہی سُنیت
سے بعید ہی اور بالضرور سُنت بنی اُمیہ و یزید ہی اب مقام انصاف ہی کہ باوجود اُسکے بھی پھر کسی نے اِن صاحب کو
بعوض حکم کے مفتی تھے اتنا بھی نہ کہا کہ ایسی مخالفت سے وہ قول اُنکا دلالت اِسپر کرتا ہی کہ اُسکا کہنے والا خوارج کے طائفے
ہو یا اہلسنت سے بلکہ جسطرح اِنھیں پیر پیران جانتے تھے کہتے جاتے ہیں اور اُنکے فتوے اور طریقہ کو قبول کرتے جاتے ہیں
اور اپنے نزدیک نحوست روز عاشورا کو مثل بنی اُمیہ اظہار سرور کرکے مٹاتے ہیں اور اُس مصیبت بزرگ کو جو اُس روز
شوم میں محمد و آل محمد کو پہونچی خیال میں نہیں لاتے اور اپنے خیال میں یہ سمجھتے ہیں کہ اِس اظہار سرور کے ذریعہ سے ہم اُن
مظالم کے ذکر کو جو آل رسول پر ہوئے چھپا دینگے حالانکہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا عاشورا کی نحوست کالشمس فی غایۃ الا
شراق [illegible] ہی اور تمام اہل تواریخ و سیر کا اتفاق ہی کہ حضرت امام حسین سبط رسول الثقلین اور اُنکے انصار و اعوان دسویں تاریخ کو
ماہ محرم کی کہ اُسے عاشورا کہتے ہیں کربلا میں فوج کوفہ و شام کے ہاتھ سے بحکم یزید شہید ہوئے جب سے شیعیان اہلبیت
علیہم السلام روز عاشورا کو نہایت شوم و منحوس جانتے ہیں اور اُس میں کوئی کام سرور و شادی کا نہیں کرتے بلکہ اُس دن کو
روز ماتم و حزن و گریہ و بکا جانتے ہیں اور شیعوں میں یہ بات قدیم زمانے سے چلی آتی ہی کہ اتباع رسول مختار و آل اطہار
اُنکے جو ائمہ ابرار ہیں اُس دن کو وہ حزن و ماتم کے ساتھ بسر کرتے ہیں اور مراثی اور اشعار میں بھی بکثرت یہ مضمون موزون کر
اور شعرا نے بہت کچھ اِسمیں نظم کیا ہی چنانچہ احمد بن منیر کے اشعار بھی اِس بات پر دلالت کرتے ہیں اور اصل ماجرا اِس قصیدہ کا
یہ ہی کہ سید علی خان مدنی بلاغت مصنف کتاب ریاض السالکین شرح صحیفہ سجادیہ نے کتاب انوار الربیع میں مشرح قصیدہ بدیعیہ
میں لکھا ہی کہ قریب زمانہ غیبت صغریٰ کے احمد بن منیر ایک شاعر نے اپنے غلام تتری کے ہاتھ کچھ تحفہ واسطے نقیب کے کہ نام اُسکا

ابو الرضا ابن ابی مضر تھا بھیجا نقیب نے اُس غلام ترکی کو اپنے پاس رکھ لیا جب یہ خبر ابن احمد منیر کو پہونچی تو یہ قصیدہ
لکھکر نقیب کو بھیجا اُس تمام قصیدہ کا حاصل یہ ہی کہ اگر نقیب میرے غلام کو مجھے نہ دینگے تو مین شیعہ سے سنی ہو جاونگا
اور وہ قصیدہ یہ ہی روحی الفداء لشادن اناملہ مواھل خطر یعنی جان میری فدا ہو ایسے معشوق پر کہ مین اُسکے عشق مین
خوفناک ہون ہو کالہلال لمداد البدر احسانہ یعنی وہ معشوق مثل ہلال کے جب ڈھاٹا باندھے ہو اور مانند چودھوین رات کے
چاند کے ہی حسن مین جب نقاب اُٹھائے ہو ویلاہ ما احلاہ فی تعلیل الصدع وامرہ ہائے ہو کیا شیرین ہی وہ میرے دل پریشان مین
اور کیا تلخ ہی وہ قومی الحرم بعدہ وربیع لذاتی هسو نامیہ احرام ہو گیا ہی بعد اُسکے اور ایام بہار میری لذتون کا مہینا بالون کا
ہو گیا ہی باللمشعرین بالصفا والرکن اقسم والحجر قسم کھاتا ہون مین مشعرین و صفا اور رکن اور حجر اسود کی وبحرمۃ البیت الحرام ومن
بناہ لامرہ اور قسم کھاتا ہون مین حرمت خانہ کعبہ کی اور حرمت اُس شخص کی جسنے اُسے بنایا ہی اور اُسے آباد کیا ہی لاشرعن
موسوی یا ابو الرضا الی مضرہ آمینہ اگر شریف موسوی کہ نام اُنکا ابو الرضا ابن ابی مضر ہی الجحود ولیرید علی علوکی نسق ہمیشہ
انکار کرینگے اور میرے غلام ترکی کو نہ پھیرینگے والیت ال امیۃ الطہر المیامین الغرد تو مین ولا اور دوستی آل امیہ کی
اختیار کرونگا ایسے آل امیہ کہ پاک اور مبارک اور روشن ہین وجحدت بیعۃ حیدر وعدلت عنہ الی عمرو اور انکار کرونگا
بیعت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کا اور چھوڑونگا مین اُنہین اور رجوع کرونگا طرف عمر کے واکذب بلواوی واطعن فی ظہور
المنتظر اور جھوٹا جانونگا روایت کرنے والے کو اور طعنہ زن ہونگا ظہور پر نور جناب صاحب العصر علیہ السلام مین جیسا کہ
اہلسنت کہتے ہین واذا رووا خبر الغدیر اقول ما صح الخبر اور جبکہ روایت کرینگے شیعہ خبر غدیر خم کو تو کہونگا کہ یہ خبر صحیح
نہین ہی جیسا کہ اہلسنت کہتے ہین واذا جری ذکر الصحابۃ بین قوم واشتہر اور جسوقت ذکر آویگا اصحاب کا لوگون مین
قلت المقدم شیخ تیم ثم صاحبہ عمر تو کہونگا مین پہلا خلیفہ ابو بکر ہی اور بعد اُسکے اُنکا رفیق عمر ہی واقول لم یغدر معاویۃ کا
عمرو بدا اور کہونگا مین کہ نہین غدر و مکر کیا معاویہ اور عمرو عاص نے فلقد اسبغوۃ یقال لا انصار الذکر معاویہ پہلوان تھا
ایسا پہلوان کہ ساتھ عورت اپنی کے جنگ کرتا تھا نہ اپنی شمشیر کے ساتھ ایسی شمشیر کہ جو آہن خوب کی ہو واقول ما رفعوا
المصاحف بوسا ومکرا اور کہونگا کہ نہین بلند کیا قرآن کو سرون پر نیزون پر وبالاشعری عما یئول الیہ امرہما شاور ابو موسی
اشعری حال سے اُن دونون کے آگاہ ہوا قال اصعدوا الی منبر لانا ابری من الخطر کہا ابو موسی اشعری نے کہ برپا کرو میرے لیے
ایک منبر اور مجھے کچھ اپنے لیے اندیشہ نہین ہی خطرہ سے فعلی وقال خلعت صاحبکم واوجزہ مختصر پس ابو موسی اشعری منبر پر
چڑھا اور کہا کہ معزول کیا مین نے تمہارے صاحب کو یعنی حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کو اور ایجاز و اختصار کیا
اور اُترا منبر سے اقول ان الخطا معاویہ فما اخطا القدر اور کہونگا مین اگر خطا کی معاویہ نے پس خطا نہین کی قضا و قدر نے
یعنی جو تقدیر مین تھا وہ ہوا واقول ذنب الخارجین علی علی مغتفر اور کہونگا کہ گناہ خروج کرنے والے کا علی پر بخشا گیا ہی
جیسا کہ سُنی لوگ کہتے ہین واقول ام المومنین عقوقہا الحدی الکبر اور کہونگا مین عاق کرنا ام المومنین عائشہ کا گناہان

کبیرہ سے پو رکبت علی جمیع زفت من بنفان ہم سوار ہو ئی ام المومنین اوپر شتر کے اور جلد قریب ہوں اپنے میتوں سے
بیچ گروہ مردم کے واتت لتصلح من جیش المسلمین علی عزواہ ام المومنین عائشہ تاکہ اصلاح کرے درمیان لشکر مسلمین کے
بیچ لڑائی مین فلی الوحش سل حسامہ وسطا وکرہ پس ابکار کیا حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے اور کھینچا
تلوار کو اپنی اور بکرر حملہ کیے واذاق اخوتہ الردی دبعیرہم قتاور چکھایا بھائیوں ام المومنین کو ذائقہ ہلاکت اور پاؤن اُس
اونٹ کے جسپر ام المومنین سوار تھین کاٹے واقول لن یزید ما شرب المحمود ولا فجر اور کہونگا مین کہ یزید نے نہین شراب پی
اور نہ گناہ کیا ومجیشہ بما لکف عن اولاد فاطمہ امرا اور اپنے لشکر کو واسطے باز رہنے کے قتل اولاد جناب فاطمہ سے حکم کیا
وقرب سکان المدینہ ما خاف ما خفرا اور نہ یزید نے ساکنان مدینہ کے دلون کو نہین ڈرایا اور نہین خوف دلوایا اور یہ اشارہ ہے
طرف واقعہ حرہ والم کے دعفی وما ھتک الحریم بکاذ ھتو بل ستر ور عفو کیا اور ہتک حرمت حرم رسول خدا نہین کی جیسا کہ
شیعہ لوگ کہتے ہین بلکہ بچایا والحسما والقرات ما حماہ ولا خطر اور مباح کیا یعنی نہین منع کیا حضرت امام حسین علیہ السلام کو
آب فرات سے اور نہ بچایا اُس پانی کو اور نہ حرام کیا واخلفت فی عشر المحرم ما استطاب من الشعر اور تراشونگا مین عاشورہ محرم کو
وہ بال جو بڑے ہین یعنی اپنی زینت کرونگا وسہرت فی الیوم المحرب من العشاء الی السحر اور بیدار رہونگا مین شب عاشورا کو
کھانے پکانے مین شام سے صبح تک ونویتہ صوم نہارہ مع صوم ایام اخر اور روزہ رکھونگا روز عاشورا کو ساتھ اور صیام کے
ولبستیہ اجل ثوب للملابس یدخر اور پہنونگا مین عاشورا کو نفیس کپڑے جو واسطے پہننے کے جمع کیے جاتے ہین وعدت
ملصلا اصافح من لقیت من البشر اور سرمہ لگاونگا مین صبح عاشورا کو اور خوشی سے مصافحہ کرونگا مین جن لوگون سے ملاقات
ہوگی ووقفت فی وسط الطریق افتی شارب عمر اور کھڑا ہونگا مین شاہراہ مین اور تراشونگا مین شارب کو انکے جو گذرے گا
اس راہ سے بسبب خوشی کے وبکیت عثمان الشہید بکاء نسوان الحضر اور رونگا عثمان شہید پر جسطرح سے کہ عورتین گھر مین بیٹھ کر
روتی ہین وشرحت حسن عبائہ ہتیح الظلام اذا اعتکر اور بیان کرونگا مین خوبی عبا کو انکے مثل تاریکی کے جبکہ زیادہ ہو
وقرات من ورای مصحفہ براءۃ والزمر اور پڑہونگا مین اُس قرآن مین سے جسے عثمان نے جمع کیا ہی سورہ براۃ اور سورہ زمر کو
ورثیت طلحۃ والزبیر بکل شعر منکسر اور مرثیہ کہونگا طلحہ اور زبیر کے غم مین ساتھ اشعار تازہ مضمون کے واذ ورقبرہما وازجر
غانی ولازجر اور زیارت کرونگا مین ان دونون کی قبرون کی اور ناخوش ہونگا مین اُس سے جو مجھے منع کریگا یا نا خوش
ہوگا انکی زیارت سے وجلیت من ثمر النواصب ما یثمر واخر اور چنونگا ثمرات نواصب سے یعنی دشمن اہلبیت سے خواہ کچا ہو
خواہ پکا ہو واعنت ضلال الشام علی ضلال المشتہر اور اعانت کرونگا مین گمراہان شام کی بنا بر گمراہی مشہور کے یعنی برا کہنا
حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا وسکنت جلق واقتدیت بہم بما کانوا انقر اور رہنا اختیار کرونگا مین قوم جلق مین اور پیروی
کرونگا مین انکی اگرچہ وہ لوگ احمق ہین فقط اور مخفی نہ رہے کہ اکثر جگہ پر ان ابیات مین اشارات ہین طرف ان وقائع کے
جو حضرت امیر المومنین کے زمانہ مین واقع ہوئے ہین اور کتب تواریخ مین مشہور و مذکور ہین یہ دوسرے بڑے صاحب کا

سال تھا اب اس سے زیادہ یہ ہی کہ انحضرات کے بڑون نے فقط خاندان نبوت کی تخریب پر بھی اکتفا نہین کیا بلکہ اصل
اول جو اصول دین سے ہی اسکی بنیاد کے بھی گرانے مین کوششین کین اور معقولات مین دخل دے کر جو بات کہ اچھی
نہ تھی اسکے کہنے والے ہوے اور اُس سے اعتقاد توحید مین فساد واقع ہوا اور اُسنے کیسا رواج پکڑا یہان تک کہ صاحب
تذکرة الاولیا نے اپنے پیر پیران حضرت شبلی سے جو انکے سلسلہ مشائخ مین منسلک ہین مسئلہ وحدت وجود کو جو انتہا
کو پہونچا تھا اسطرح نقل کیا ہی کہ شبلی نے کہا کہ مین دیکھتا ہون اور مین سُنتا ہون دونون جہان مین میرے سوا
کون ہی اگر عبد اللہ بن سبا نے جناب علی مرتضیٰ کے خدا ہونے کا دعویٰ کیا جیسا کہ امام شافعی کو بھی اسمین شک تھا
اور انکا یہ شعر اسپر دلالت کرتا ہی کہ فی فضل مولینا علی وقوع الشک فیہ انہ اللہ ومات الشافعی ولیس یدری علی ربہ ام ربہ اللہ
اور بسبب اس دعویٰ کرنے کے عبد اللہ بن سبا مورد طعن و لعن کا ہوا تو شیعون کے موافق تو وہ البتہ مورد ہو سکا ہی
لیکن حضرات اہلسنت کے اصول کے موافق اسکا کیا قصور ہوگا کیونکہ انکے پیر پیران اپنے خدا ہونے کی جب ندا کرتے ہین
اور اپنے الٰہ ہونے کی دونون جہان مین صدا دیتے ہین تو عبد اللہ بن سبا کا یہ دعویٰ اپنی بہ نسبت نہ تھا بلکہ مظہر العجائب کی
نسبت تھا جنکی بہ نسبت امام شافعی بھی شک مین ہین اور اگر اُسنے لاہوت کا جلوہ فرمانا ایک جسم ناسوت مین کہا ہی تو
مقالات حضرت ابن عربی کچھ ذکر کیے جاتے ہین خاص لاہوت کے جلوہ فرمانے مین ہر فرد مین ناسوت کے اور وہ
اقوال مثل طشت از بام ہوش پا افتادہ ہین کہ سُننے سے اسکے معلوم ہوتا ہی کہ وہ خلاف شرع ہی جناب سید سند نے حدائق مین
فرمایا ہی کہ بعضے علما نے فرمایا ہی کہ محی الدین عربی اول اُس طائفہ سے ہین جنھون نے وحدت وجود کا اعتقاد کیا اور
اس مسئلہ کے قائل ہوے اور انسے پہلے حضرات صوفیہ یا اتحاد کے قائل تھے یا حلول کے اور شیخ محی الدین صاحب کا
اس مقولہ مین انہماک اس مرتبہ کو بڑھا ہوا ہی کہ اپنی کتاب فصوص مین فص حکمت اسحٰقیہ مین تفسیر کریمہ یا ابت افعل ما تؤمر مین
لکھا ہی فما رای یذبح سوی نفسہ وفداہ بذبح عظیم فظہر بصورة کبش من ظہر بصورة الانسان وظہر بصورة ولد لا بل بحکم ولد
من ہو عین الوالد فخلق منہا زوجہا فما نکح سوی نفسہ فمنہ الصاحبة والولد الخ کہ اسکا خلاصہ کلام یہ ہی کہ حضرت ابراہیم خلیل نے جو خواب مین اپنے
فرزند کو ذبح کرتے ہوے دیکھا وہ اسکے سوا نہ تھا کہ انھون نے اپنے نفس اور خود اپنے تئین ذبح ہوتے دیکھا تھا اور جسنے
کہ گوسپند کا فدیہ بھیجا وہی شخص گوسپند کی صورت پر جلوہ گر ہوا کہ جو انسان کی صورت پر ظاہر ہوا تھا بلکہ پسر عین پدر تھا
اور عورت عین شوہر تھی پس وطی نہین کی مگر اپنے ساتھ پس اُسی سے ہی زن و فرزند انتہی خلاصہ کلامہ اب لائق غور اسکی
کہ اس قول مین بدیہیات کا انکار ہی یہ البتہ وہ کلمات ہین کہ جنھین انکے تابعین کہتے ہین کہ اولیاء اللہ سے سکر و غلبہ کی
حالت مین صادر ہوتے ہین نہ کلمات طیبہ جناب امیر کے کہ وہ سب پر از علم و حکمت اور موافق شریعت ہین اور جو شلہ صاحب نے
کلمات غلو کی نسبت آنحضرت کی طرف کی وہ محض غلط ہی حاشا کبھی اُن جناب سے نہین فرمایا گیا نہ ہی کا ہوجانا باعث
من القبور انا مقیم القیامة بلکہ ہمیشہ ہر امر مین غلو اور غلات آنحضرت نے پیغمبر خدا کی پیروی اور راستی فرمائی ہی اور

کیونکر یہ ہوتا کہ وہ حضرت مودب بہ آداب الٰہی اور معلم بتعلیم جناب رسالت پناہی تھے حقیقت یہ ہی کہ وہ کلمات جنھین
شاہ صاحب نے نقل کیا ہی وہ ماخوذ روایات غلات سے ہین جنکی تکذیب موافق روایات حقہ کے ثابت ہی شاہ
صاحب نے بسبب مذاق تصوف کے اسکے اسناد جناب امیر کی طرف جائز رکھی لیکن واقع مین یہ فعل بھی اچھا
نہین ہی کیونکہ روایات غلات کے بارے مین حضرات اہلبیت علیہم السلام نے فرمایا ہی فمن صدقہم فقد کذبنا پھر اسکی
نسبت ہرگز انحضرت کی طرف جائز نہین ہی اور یہ نسبت شیخ محی الدین عربی کے حضرات اہلسنت سے جو محققین ہین
انھون نے انکی تکفیر کی ہی جیسا کہ صاحب بحر المذاہب نے کہا ہو ان الشیخ ابن العربی لیس من الصوفیۃ لمخالفۃ عقائدہ
عقائد اہل السنۃ والجماعۃ بسبب کفرہ کثیر من العلماء انتہی اب شکر خدا کا کہ شیخ صوفیہ کا کفر مقولہ اکثر علماے حضرات
اہلسنت سے ثابت ہو چکا لیکن محل تعجب ہی کہ باوصف اسکے اب تک وہ حضرات انسے بھی بیزاری اپنی ظاہر نہین کرتے
اور انکی کتاب فصوص کو کہ جو مشتمل اکثر انھین کلمات پر ہی جسے تکفیر کی گئی سر و چشم پر اپنی رکھتے ہین اب لائق تامل یہ امر ہی کہ
فاضل سہروردی کے قول کے موافق تسنن عین تصوف ہی جیسا کہ صاحب بحر المذاہب نے انکی حکایت کی ہی اور حاصل انکا
یہ ہی کہ شیخ نجیب الدین سہروردی نے کہا ہی کہ علماے مجاہدین متابعت سنت رسول امین مین تین قسم پر ہین اصحاب
حدیث ہین اور فقہا ہین اور علماے صوفیہ صافیہ ہین اور ان علماے صوفیہ نے ان دونون فرقون کے ساتھ انکے
معتقدات مین خلاف نہین کیا ہی اور معانی مین نہ رسوم مین مخالفت کی ہی لیکن بسبب علوم عالیہ اور احوال سنیہ کے وہ
مخصوص کیے گئے ہین اور شرک خفی سے انھون نے اپنے تئین بچایا ہی انتہی سبحان اللہ پھر پیران حضرات صوفیہ تو
منحصر ہوے حلولیہ اور اتحادیہ اور وحدتیہ ہین اور انکے جو محققین تھے انھون نے اسی تیسرے طریقہ کو یعنی وحدت وجود کو
جو مستلزم اسکا ہی کہ واجب کا حمل ہر فرد ممکن پر ہو اختیار کیا پھر اگر ابن سبا کے تابعین نے حضرت علی ابن ابیطالب کو
مظہر خدا جانا تو محققین نے حضرات اہلسنت کے بھی تو ہر کس و ناکس کو مظہر خدا جانا اور شرک خفی سے احتراز کرنے کے
پردے مین وجود غیر خدا کی نفی کرکے سب کو خدا قرار دے کر شرک جلی مین مبتلی ہوے ہین پھر اگر ان محققین کا اعتقاد
اور حضرات اہلسنت کا ایک ہی ہی اور ظاہر ہی کہ ایسا ہی ہی تو اولا شیخ محی الدین عربی اور شیخ عبد القادر جیلانی حنبلی کو اپنا
پیر و مرشد قرار نہ دیتے پھر ان صاحبون کی طعنہ زنی بہ نسبت فرقہ سبائیہ کے بیکار ہی اور کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی سوا اسکے
کہ عبد اللہ ابن سبا نے وحدت و اتحاد مین کمی کی ہی کہ فقط حضرت مرتضوی کو مظہر خدا کہتا ہی سب بندون کو عین خدا
اور مظہر اسکا کیون نہین قرار دیتا اور اگر حضرات اہلسنت کا اعتقاد اور ان صوفیون کا اعتقاد ایک نہین ہی اور جو فاضل سہروردی نے
کہا ہی وہ ان مشائخ صوفیہ کے غیر کے حق مین ہی اور حقیقت مین یہ حضرات جنکا حال پیشتر بیان ہوا انھین برا جانتے ہین
تو چاہیے کہ جسطرح فرقہ حقہ شیعہ عبد اللہ ابن سبا اور اسکے تابعین سے بیزاری اور دوری اپنی ظاہر کرتے ہین اسی طرح
یہ حضرات بھی شیخ محی الدین وغیرہ سے برملا تبرا و بیزاری ظاہر کرین اور اسمین کوئی عیب نہین ہی کیونکہ جیسا کہ اوپر نقل ہوا

اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ انکے محققین بھی اپنے ان شیخ مشائخ کی تکفیر کر چکے ہین اور انکے کفر کے معترف ہوے ہین الحاصل
تصوف بھی تسنن کی طرح رنگا رنگ ہی اور کسی کی حقیقت مشخص نہین ہی اور جب یہ ثابت ہی تو شیعون کے اختلاف پر بعض
اہم طعنہ زنی سزاوار نہین ہی کیونکہ نوع بہ نوع ہونا کچھ خاصہ مذہب تشیع کا نہین ہی جیسا کہ شاہ صاحب نے فرمایا ہی بلکہ
یہ عیب عامہ حضرات اہلسنت مین بطریق اولی جاری وساری ہی جیسا کہ ہمنے انہین کی کتب سے ثابت کر دیا ہی
فلینظر اولو الابصار علاوہ اسکے اگر ہر مذہب کا رنگا رنگ ہونا باعث اسکا ہو کہ وہ مذہب بے اصل ہو جاے تو ملل اسلامیہ کے
تلونات جو موافق حدیث مستفیض متفق علیہ ثابت ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ امت موسیٰ ہفتاد و یک ملت پر متفرق ہوئی اور
ایک فرقہ انمین سے ناجی تھا اور باقی سب آتش دوزخ مین داخل ہوے اور امت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مین ہفتاد و دو فرقہ ہوے
کہ ایک انمین ناجی تھا اور باقی سب ہالک تھے اور میری امت ہفتاد و سہ فرقہ کی طرف متفرق ہو گی کہ انمین ایک فرقہ
ناجی ہوگا اور باقی سب ناری ہونگے اور اسے ہم اپنی آنکھ سے دیکھتے ہین کہ جو حضرت نے فرمایا تھا وہ ظاہر ہوا بلکہ فروع
وشعب بہت سے اس سے بھی زیادہ ہوے پھر چاہیے کہ اگر شاہ صاحب کا مقولہ سچ ہو اور تلونات مذہب مورث
بے اصل ہونے مذہب کا ہو تو چاہیے کہ العیاذ باللہ یہ مذہب اسلام کی بھی اصل کو برہم کر دے اور اگر یہ اختلافات رنگا رنگ
بنیاد مستحکم ملت اسلام مین رخنہ انداز نہونگے تو اختلافات رنگا رنگ ان فرقون کا جنھون نے اپنا نام شیعہ رکھ لیا ہی اور
واقع مین وہ شیعہ نہین ہین اس اصل طریقہ تشیع کو جو اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء کا مصداق ہی کسطرح مورد طعن و ایراد کر سکتا ہی
اور اسی طرح اگر یہ تلونات رنگا رنگ تشیع کا عیب ہوگا تو حضرات اہلسنت کے تلونات اور انکا بہت سے فرقون کی طرف
متفرق ہونا جیسا کہ اس کتاب کے مقدمہ مین وہ مفصل مذکور ہو چکا تسنن کا بھی عیب ہوگا جو اختلافات کہ حضرات
اہلسنت مین بہ نسبت اصول و فروع کے واقع ہوے ہین اور وہ سب انکی کتابون مین موجود ہین اور زبان جمہور پر
مشہور ہین دیکھنے کے لائق ہین یہان تک کہ ہر فرقہ اپنے دوسرے فرقہ کو گمراہ اور گمراہ کرنے والا کہتا ہی معتزلہ اشاعرہ کو
اور اشاعرہ معتزلہ کو گمراہی کی نسبت دیتے ہین جیسا کہ بحر المذاہب وغیرہ مین مصرح ہی حالانکہ یہ سب اپنے ائمہ اربعہ اور صحابہ
کبار کے تابعین سے ہین پھر اگر یہ اختلافات اور تلونات تسنن مین کچھ رخنہ انداز نہونگے تو جو تشیع کی بنیاد مستحکم ہی اسے کیون ضرر
پہونچائینگے حضرات اہلسنت نے تو خود مسئلہ امامت کو فروع سے قرار دیا ہی اور اہل قبلہ کی تکفیر نہین کرتے اور جب یہ ہوا
تو پھر کیا وجہ ہی کہ امامت کے تخالف سے گمراہی لازم آئی چاہیے کہ شیعون کو بھی معذور رکھین اور آخر مدعیان تسنن کو تو معذور
رکھینگے اگر کہین کہ اشاعرہ کے سوا جو کوئی اپنے تئین اہلسنت وجماعت سے موسوم کرے وہ حقیقت مین جماعت اہلسنت سے
خارج ہی اور ہمارے طائفہ سے نہین ہی تو ہم کہینگے کہ بر تقدیر تسلیم اسی طرح شیعہ بھی کہ سکتے ہین کہ جو کوئی منتحلین تشیع اپنے تئین
شیعہ کہلاے وہ تشیع حقیقی سے خارج ہی اور زمرۂ شیعہ امامیہ سے جدا ہی اور اسکا فساد اعتقاد اور قباحتین اسکی اور گمراہی اسکی
ہماری طرف متعدی نہین ہو سکتین و انہ لکذلک بالجملہ اس پاسخ آرائی سے غرض یہ تھی کہ تا عوام شیعہ حقیقت امر سے

آگاہ ہون اور جو اقوال سخیفہ طرف ثانی کے ہین انکے سننے سے اپنے اعتقادات کی بہ نسبت ضعف و سستی کو راہ نہ دین اور
جانین کہ انکے جملہ اعتراضات اور شبہات ایسے ہی ہین اور علمائے امامیہ رضوان اللہ علیہم نے کوئی اعتراض اور شبہ حضرات
اہلسنت کا باقی نہین ہی کہ ہر ایک کے جوابات شافی اپنی کتابون مین لکھے ہین اگر کبھی کسی کو ایسی باتون کے سننے سے کچھ
خلجان پیدا ہو تو اسے چاہیے کہ جو کتابین علمائے امامیہ کے مناظرات کی ہین اُسے دیکھے اور اپنے دلکو مطمئن کرے یہ کتاب
بیان اصول عقائد شیعہ امامیہ مین ہی یہان زیادہ موقع مناظرات کا نہین ہی بحسب مقام بطور اختصار جواب دیا جاتا ہی
اور حقیقت یہ ہی کہ علمائے حضرات اہلسنت نے جب اس خیال سے کہ کچھ شیعون کو الزام دینا چاہیے تاکہ کچھ تو مقابلہ انکے ان
الزامات کا ہو جو وہ بڑے بڑون پر وارد کرتے ہین کتب علمائے شیعہ کو دیکھنا شروع کیا تو پایا تو اس جہت سے کہ چونکہ
انکی کتابین مشتمل کثیر مطاعن پر اور تبرا و بیزاری پر ان صحابہ کی ہوتی ہین جنھین وہ اچھا سمجھتے ہین اور انکے دیکھنے اور سننے سے
ملال و ہیجان ہوتا ہی یا اسلیے کہ غرض تحقیق حق مطالعہ کتاب سے نہ تھی بلکہ عیب جوئی اور الزام دہی غایت مطالعہ تھی پس جو
کچھ اپنے مفید سمجھے اُسے دیکھ لیا اور واقعیت امور سے بیخبر رہے اور وہ یہ ہی کہ بعض علمائے امامیہ مثل جناب علامہ
علیہ الرحمہ وغیرہ نے بنا بر اس امر کے کہ باجماع اہل اسلام اور بمفاد احادیث متفق علیہ مثل اہل کمثل سفینۃ نوح اور حدیث
اثنی عشر خلیفہ اور سوا اسکے موافق بہت سی حدیثون کے ساتھ ضمیمہ آیات قرآنی کے یہ امر ثابت ہی کہ اہلبیت نبوی سے تخلف
اور اعراض و استنکاف ائمہ اثنا عشر کی تابعداری سے ہلاکت ابدی اور ندامت سرمدی کا موجب ہی اپنی بعض مصنفات مین
بعضے اہل ملل فاسدہ باطلہ کے اقوال کو ذکر کیا ہی اور غرض انکی اس سے یہ ہی کہ تاکہ صاحبان عقول سلیمہ پر انکے دیکھنے سے
یہ ظاہر ہووے کہ ان اہل مذہب کی اس نادانی کا اور ایسے اقوال سخیفہ کے ساتھ قائل ہونے کا سبب اور کچھ نہین ہی سوا
اسکے کہ انھون نے سفینہ اہلبیت سے اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے دوری اور تخلف کو اختیار کیا لیکن اسے غیر کون سمجھ سکتا ہی
لعل البیت ادری بما فی البیت ان علمائے حضرات اہلسنت نے جو بعض مصنفات علمائے شیعہ کو دیکھا تو بجائے اسکے کہ تامل کرین
اور اصل مراد مصنفین کو سمجھین وہ اقوال سخیفہ جو بعض ارباب مذاہب باطلہ کے تھے کہ وہ زمرہ شیعیان سے محسوب تھے
نہ فرقہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ سے اور اثنا عشریہ انھین برا جانتے ہین اور کلاب ممطورہ انکا نام رکھتے ہین اور بسبب اسکے کہ
انھون نے بھی حکم کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی سے عدول اور روگردانی کی انھین نجس العین سمجھتے ہین
بالجملہ ان اقوال کو لائق اعتراض اور دفع پا کر اپنی کتابون مین نقل کیا اور چاہا کہ اس سے شیعیان امامیہ پر تہمت لائین اور الزامات
وارد کرکے انکے دعوی ہمسری کرین اور انکی طرف مقابل ہون اور واقع مین یہ خیال محال ہی کیونکہ یہ معارضہ اور ہمسری کا
دعوی اسوقت زیبا تھا کہ جب حضرات اہلسنت بھی مثل اجماع اہل اسلام کے اور احادیث متفق علیہ فریقین کی اپنے پاس
شاہد اس امر پر رکھتے ہوتے کہ جو فرقہ یا شخص سفینہ اصحاب ثلثہ سے تخلف کریگا وہ ہالک ہوگا تاکہ منشاء ان اقوال سخیفہ کا جو
فرقہ اسماعیلیہ وغیرہ رکھتے ہین اس تخلف کو سفینہ اصحاب ثلثہ سے قرار دیتے اور جب یہ فضیلتیں انکے ہاتھ مین نہین ہی تو پھر اور

الزامات سے شیعون کا مقابلہ اور ہمسری کہان ہو سکتی ہے ہان یہ بات علماے شیعہ کے واسطے حاصل ہے اور نھین پہونچتا ہے کہ وہ اقوال سخیفہ ارباب ہدایت باطلہ کے مقابل مین کہہ سکتے ہین کہ انکا منشا ہی تخلف ہے سفینہ اہلبیت عصمت و طہارت سے کہ جو ائمہ اثنا عشر ہین علیہم الف التحیہ والسلام اور جب یہ معلوم ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ حقیقت مذہب حقہ امامیہ اثنا عشریہ کی بہت سے وجوہ واضحہ سے ظاہر و واضح ہوتی ہے اور مقدمہ کتاب مین بھی اُسے مین کچھ کچھ لکھ چکا ہون لیکن اب اس مقام پر کہ مقابلہ زیادہ ہے ضرور ہوا کہ پھر اُس مطالب کی تجدید کیجاے اسلیے پہلے اُن وجوہ سے چند وجہین بطور اجمال فصل فصل علیحدہ کر کے لکھتا ہون اور بعد اُسکے بیان اُن وجوہ کا مفصل آئندہ انشاء اللہ اپنے مقام پر ہوگا تاکہ لطف تفصیل بعد اجمال ناظرین کو معلوم ہو

فصل اول اُن نصوص کے بیان مین ہے کہ جنسے یہ بات ثابت و ظاہر ہوتی ہے کہ امامت اور خلافت کا انحصار بعد جناب رسول مختار خاص عدد دوازدہ مین ہے اور یہ امامیہ کے نزدیک متواترات واضحہ جلیہ سے ہے کہ مخالف و موالف نے باسانید متعددہ اپنی کتب معتمدہ مین اُس سے روایت اور نقل کیا ہے چنانچہ سید ہاشم بحرانی مرحوم نے اپنی کتاب مین جسکا نام انھون نے غایة المرام و حجة الخصام فی تعیین الامام من طریق الخاص والعام رکھا ہے اور ہمین التزام اسکا کیا ہے کہ ہر مطلب اور دعوے پر احادیث طرق عامہ و خاصہ سے علیحدہ علیحدہ باب کر کے شاہد لائے ہین اُسکے چوبیسوین باب مین جو بیان مین اس امر کے ہے کہ ائمہ بعد جناب رسالتمآب کے بارہ ہین موافق نص رسول خدا کے اجمالاً و نشراً و تفصیلاً اور وہ علی ابن ابیطالب اور گیارہ اولاد سے آنحضرت کے کہ وہ ائمہ اثنا عشر ہین اور اسکے ثابت کرنے کو اُنھاون حدیث طرق اہلسنت سے اور بچاس حدیث موافق طرق امامیہ کے نقل کی ہے اور جناب سید سند نے حدیقہ مین لکھا ہے کہ شیخ بزرگ علی بن محمد بن علی خراز قمی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مین جسکا نام کفایة الاثر فی النصوص علی الائمة الاثنی عشر ہے اور اُس کتاب کو خاص جمع کرنے کے لیے نصوص مجملہ و مفصلہ کے جو امامت پر ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے دلالت کرتے ہین تالیف کی ہے اصحاب معروفین سے مثل عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن مسعود اور ابی سعید خدری اور ابی ذر غفاری اور سلمان فارسی اور جابر بن سمرہ اور جابر ابن عبد اللہ انصاری اور انس بن مالک اور ابی ہریرہ اور عمر بن الخطاب اور زید بن مالک اور زید بن ارقم اور ابی امامہ اور واثلہ بن اسقع اور عمار بن یاسر اور حذیفہ بن اسید اور عمران بن الحصین اور سعد بن مالک اور حذیفہ بن یمان اور ابی قتادہ انصاری اور علی ابن ابیطالب علیہ الصلوة والسلام اور دو صاحبزادون سے آنحضرت کے جو امام حسنؑ اور امام حسینؑ سرداران جوانان اہل بہشت ہین اور اُن عورتون سے جو صحابیات ہین مثل ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ بنت ابی بکر اور جناب سیدہ نساء عالمیان صلواة اللہ علیہا ان سب صحابہ اور صحابیات سے باسانید مستفیضہ روایات نقل کی ہین کہ اُنسے بخوبی واضح ہے کہ بارہ خلیفہ یا بارہ امیر موافق عدد نقباء بنی اسرائیل کے ہونگے اور جملہ کتب شیعہ مین اسی طرح بہت سی روایات موجود ہین اور کتب معتبرہ اہلسنت مین اور انکی صحاح مین بھی یہ روایات بہت ہین چنانچہ ابن اثیر نے اپنی کتاب جامع الاصول مین علماے حضرات اہلسنت سے

فصل اول بیان مین اُن نصوص کے

اور بھی بخاری اور مسلم نے باسانید اپنے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے قال سمعت النبی یقول یکون بعدی اثنا عشر امیرا فقال
کلمة لم اسمعها فقال ابی انه قال کلهم من قریش یعنی کہا راوی نے کہ سنا مین نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے میرے بعد بارہ امیر
ہونگے بعد اسکے کلام ایک فرمایا کہ مین نے اُسے نہین سنا پھر میرے باپ نے کہا کہ فرمایا تھا کہ وہ سب قریش سے ہونگے
وقال فی روایة انه قال لا یزال امر الناس ماضیا ما ولیهم اثنا عشر رجلا ثم تکلم النبی بکلمة خفیت علی فسألت ابی ماذا قال رسول
الله فقال کلهم من قریش قال هذه روایة البخاری ومسلم وفی اخری لمسلم قال انطلقت الی رسول الله ومعی ابی فسمعته یقول
لا یزال هذا الدین عزیزا منیعا الی اثنی عشر خلیفة فقال کلمة صمنیها الناس فقلت لابی ما قال قال کلهم من قریش یعنی فاضل نحریر
ابن اثیر کہتے ہین کہ دوسری روایت مین آیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ہمیشہ امر مردم گذران رہیگا جسوقت تک کہ بارہ
مرد انکے والی اور امیر اور مقتدا ہونگے اُسوقت ایک کلمہ پیغمبر خدا نے فرمایا اسطرح کہ وہ مجھپر پوشیدہ رہا بعد اسکے مین نے
اپنے باپ سے پوچھا کہ پیغمبر خدا نے کیا فرمایا تھا میرے باپ نے کہا کہ آنحضرت نے فرمایا تھا کہ سب قریش سے ہونگے
ابن اثیر کہتے ہین کہ یہ روایت بخاری اور مسلم دونون سے ہے اور مسلم نے تنہا دوسری سند سے روایت کی ہے جابر بن سمرہ سے
کہ اُنے کہا کہ مین اپنے باپ کے ساتھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت مین گیا پس سُنا مین نے کہ وہ حضرت فرماتے تھے
کہ یہ دین برابر عزیز و غالب اور منیع و مستحکم رہیگا جب تک کہ بارہ خلیفہ ہین بعد اسکے ایک کلمہ فرمایا کہ جسے مردمان حاضرین نے
مجھے اُسے سُننے نہ دیا پھر مین نے اور سب سے پوچھا کہ حضرت نے کیا فرمایا میرے باپ نے کہا کہ کلهم من قریش فرمایا تھا
پھر ابن اثیر نے کہا وفی اخری له قال دخلت مع ابی الی النبی فسمعته یقول ان هذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیه اثنا عشر خلیفة
قال ثم تکلم بکلام خفی علی فقلت لابی ما قال قال کلهم من قریش وفی اخری لا یزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفة ثم ذکر مثله
یعنی دوسری روایت مین مسلم سے اسطرح ہے کہ اُسنے کہا داخل ہوا مین اپنے باپ کے ساتھ پیغمبر خدا کی خدمت مین پس
سنا مین نے کہ وہ حضرت فرماتے ہین بدرستیکہ یہ کام منقضی نہوگا جب تک کہ اسمین بارہ خلیفہ گذرین بعد اسکے ایک کلام
آنحضرت نے ایسا فرمایا کہ وہ مجھپر پوشیدہ و مخفی رہا پھر مین نے اپنے باپ سے کہا کہ رسول خدا نے کیا فرمایا تھا میرے
باپ نے کہا کہ فرمایا تھا کہ وہ سب قریش سے ہونگے اور دوسری روایت مین آیا ہے کہ ہمیشہ اسلام عزیز و غالب رہیگا بارہ
خلفا تک بعد اسکے مثل سابق کے ذکر کیا ہے یہ وہی ہے جو ابن اثیر نے بخاری و مسلم سے روایت کی ہے اور یہ پانچ روایتین ہوئین
اور فاضل لاہیجی نے کہا ہے کہ صحیح مسلم مین گیارہ حدیثین اور صحیح بخاری مین ایک حدیث ساتھ اِس مضمون کے مروی ہے
بعد اسکے ابن اثیر نے کہا ہے کہ وفی روایة الترمذی قال قال النبی یکون من بعدی اثنا عشر امیرا قال ثم تکلم بشیء لم افهمه فسألت
الذی یلینی فقال کلهم من قریش وفی روایة ابی داؤد قال سمعت رسول الله یقول لا یزال هذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفة
کلهم تجتمع علیه الامة فسمعت کلاما من النبی لم افهمه فقلت لابی ما یقول قال کلهم من قریش وفی اخری قال لا یزال هذا الدین عزیزا الی اثنی عشر
خلیفة قال فکبر الناس وضجوا ثم قال کلمة خفیة وذکر الحدیث وفی اخری بهذا الحدیث وزاد فلما رجع الی منزله اتته قریش فقالوا ثم یکون ماذا قال ثم یکون الهرج

اور ترجمہ ان اخبار کا بھی وہی ہی جو اخبار سابقہ کا تھا اور اخیر کی حدیث مین اتنا مضمون زیادہ کیا ہی کہ جب پیغمبر خدا
دولتخانہ پر پھر کر آئے تو قریش آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوے اور عرض کیا کہ بعد بارہ خلفاء کے کیا ہوگا حضرت نے
فرمایا کہ ہرج ہوگا اور ہرج کے معنی اضطراب امر کے ہین اور فاضل لاہجی نے کہا ہی کہ تفسیر ثعلبی مین تین حدیثین اور جمع بین الصحیحین مین
آٹھ حدیثین اور جمع بین الصحاح الستہ مین دو حدیث اور مسند احمد مین اور سائر کتب معتبرہ مین بالالفاظ متقارب وارد ہی کہ
پیغمبر خدا نے فرمایا لا یزال امر الدین باقیا ما ولیھم اثنا عشر خلیفہ کلھم من قریش اور بعضی احادیث اس عبارت کے ساتھ وارد ہین
لا یزال الدین قائما حتی تقوم الساعۃ یکون علیھم اثنا عشر خلیفہ کلھم من قریش اور یہ دوسری روایت ہی کہ فاضل شیرازی نے اس
حدیث کو مسلم سے کہ انھون نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہی اور ترجمہ اسکا یہ ہی کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ یہ دین ہمیشہ
برپا رہیگا جب تک کہ قیامت قائم ہو اور ہونگے اوسپر بارہ خلیفہ کہ وہ سب قریش سے ہونگے اور ملا علی رضا نے سفینۃ النجات مین
سعد بن ابی وقاص سے اس طرح روایت کی ہی کہ لا یزال الدین قائما حتی یقوم الساعۃ علیھم اثنا عشر خلیفہ کلھم من قریش یعنی دین ہمیشہ
برپا رہیگا روز حشر تک اور اوسپر امیر و حاکم ہونگے بارہ خلیفہ کہ وہ سب قریش سے ہونگے اور جناب سید مرتضے نے بحوالہ فاضل لاہجی
فرمایا ہی کہ بعضی روایات مین اس لفظ کے ساتھ وارد ہی لن یزال ھذا الدین قائما الی اثنی عشر خلیفہ کلھم من قریش فاذا مضی ماجت
الارض باھلھا اور بعضی روایات مین لفظ دین کی جگہ لفظ امر اور بعض مین لفظ اسلام وارد ہی اور اسکا ترجمہ یہ ہی کہ دین اسلام روز
قیامت تک منقضی اور تمام نہوگا یہان تک کہ بارہ خلیفہ کہ وہ سب قریش سے ہون اوس مین نہ گذر لین اور جب یہ سب
گذر جائینگے تو زمین اور اہل زمین سب خراب و ہلاک ہو جائینگے اور مثل انھین اخبار کے ہی جو کچھ صحیح بخاری اور مسلم مین عبد اللہ
بن عمر سے مروی ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی من الناس اثنان اور بعضی روایت مین ہی ما بقی منھم
اثنان یعنی ہمیشہ یہ امر خلافت قریش مین رہیگا جب تک کہ دو شخص بھی آدمیون سے باقی رہینگے اور مصنف صواعق
محرقہ نے ان اخبار کی ذیل مین جو اپنے خلیفہ اول کی خلافت کے لیے دلیل گردانتے ہین لکھا ہی اخرج ابو القاسم البغوی بسند
حسن عن عبد اللہ بن عمر قال سمعت رسول اللہ یقول تکون خلفی اثنا عشر خلیفۃ ابو بکر لا یلبث الا قلیلا وقال الائمہ صدر ھذا الحدیث
مجمع علی صحتہ وارد من طرق عدۃ اخرجہ الشیخان و غیرھما فمن تلک الطرق لا یزال ھذا الامر عزیزا ینصرون علی من ناواھم علیہ الی
اثنی عشر خلیفہ کلھم من قریش رواہ عبد اللہ بن احمد بسند صحیح ثم ذکر روایۃ مسلم و ابی داؤد مثل ما مر ثم قال و عن ابن مسعود بسند حسن انہ
سئل کم یملک ھذہ الامۃ من خلیفۃ فقال سألنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ فقال اثنا عشر کعدۃ نقباء بنی اسرائیل و اخرج السیوطی فی تاریخہ مثلھا
یعنی روایت کی ہی ابو القاسم بغوی نے بسند حسن عبد اللہ بن عمر سے کہ سنا مین نے رسول خدا سے کہ فرماتے تھے بعد میرے
بارہ خلیفہ ہونگے اور ابو بکر نہ ٹھہریگا مگر تھوڑے زمانہ تک بعد اسکے صاحب صواعق نے کہا ہی کہ ائمہ حدیث نے کہا ہی کہ
صحت صدور پر اس حدیث کے اجماع کیا گیا ہی اور وارد ہوئی ہی یہ بہت سے طریقون سے کہ دو شیخون نے حدیث کی
کہ بخاری اور مسلم وغیرہ ہین اس سے روایت کی ہی مصنف رسالہ کہتا ہی کہ اس سے بخوبی یہ بات ثابت ہی کہ اصل حدیث

مذکور کی ائمہ حضرات اہلسنت کے نزدیک ثابت اور اجماعی الصحۃ ہو اور ہماری بھی غرض اس مقام پر اتنی ہو کہ یہ فرمانا
حضرت کا اور عدد کا معین فرمانا صحیح ہو اب رہا وہ فقرہ کہ ابو بکر لا یلبث الا قلیلا یہ غیر مسلم اور مضافات لغوی سے ہی
اور غیر معلوم الصحۃ ہو کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ خلافت جناب ابی قحافہ بھی منصوص ہو اور یہ بات موافق تصریح فحول علمائے
حضرات اہلسنت کی خود ثابت ہو کہ خلافت ابی بکر پر کوئی نص نہین ہوئی تھی بلکہ باتفاق صحابہ کہ جنھین اہل حل وعقد
کہتے ہین واقع ہوئی پھر اس خبر کو جو صاحب صواعق نے ذیل نصوص خلافت مین اپنے خلیفہ اول جو حقیقت مین غیر
منصوص ہو ذکر کیا اُسے سوا اسکے کہ حمایت مذہب اور عصبیت پر حمل کیا جاے اور کچھ مقام کہنے کا نہین ہو بعد اسکے پھر صاحب
صواعق نے کہا ہو کہ از جملہ ان طریقون کے جن سے وہ حدیث مروی ہو ایک یہ ہو کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ہمیشہ یہ دین عزیز
و غالب ہو اور فتح و نصرت کی جائیگی اُنپر جو مسلمانون سے معادات امر دین مین کرین جب تک کہ بارہ خلیفہ کہ وہ سب
قریش سے ہونگے اُن مین موجود ہین روایت کیا ہو اُسے ابن احمد نے بسند صحیح بعد اُسکے مصنف صواعق نے روایت کو
مسلم و بخاری سے اسی نہج پر جو گذرا نقل کر کے کہا ہو کہ ابن مسعود سے بسند حسن مروی ہو کہ پوچھا اُس سے کہ کتنے خلیفہ
مالک امر اس امت کے ہونگے پس کہا اُسنے کہ مین نے یہ امر پیغمبر خدا سے پوچھا تھا پس فرمایا کہ بارہ خلیفہ مثل نقباے بنی اسرائیل کے
عدد کے ہونگے اور اسی طرح سیوطی کی روایتین جو تاریخ الخلفا مین ہین اُن مین ہو اور جناب اخوند صاحب نے کتاب عین الیقین مین
مقصد مقتم مین صحیح مسلم سے عامر بن سعد بن وقاص سے روایت کی ہو کہ لکھا مین نے جابر ابن سمرہ کو کہ خبر دے مجھے اُس
چیز سے جو تو نے پیغمبر خدا سے سنا ہو اُسنے مجھے لکھا کہ سنا مین نے پیغمبر خدا سے جمعہ کے روز جبکہ وہ حضرت آخر روز اسلمی کو
سنگسار فرما چکے تھے کہ یہ دین ہمیشہ برپا رہیگا اور ہم مین بارہ خلیفہ ہونگے قریش سے اور دوسری روایت مین اسی
حدیث کا تتمہ یہ ہو کہ بعد اُسکے باہر آئینگے دروغ گو چند قریب قیامت کے اور اُنکی کتابون مین کتنی سندون سے شعبی سے
کہ اُسنے مسروق سے روایت کی ہو کہ کہا اُسنے مین ابن مسعود پاس بیٹھا تھا اور قرآن ہمپر پڑھا جاتا تھا ہمین ایک شخص اُٹھا اور اُسنے
پوچھا کہ آیا پیغمبر خدا سے پوچھا تھا تو نے کہ بعد آنحضرت کے کتنے خلیفہ ہونگے عبد اللہ نے کہا کہ جب تک مین عراق مین آیا
کسی نے مجھسے یہ امر دریافت نہین کیا ہان مین نے پیغمبر خدا سے پوچھا تھا حضرت نے فرمایا تھا کہ بارہ شخص ہونگے عدد مین
مثل نقباے بنی اسرائیل کے اور وہ سب قریش سے ہونگے اور ابو جحیفہ سے روایت کی ہو کہ رسول خدا نے فرمایا کہ
ہمیشہ میری امت کا امر اچھا رہیگا جب تک کہ بارہ نفر خلیفہ گذر جائین کہ وہ سب قریش سے ہونگے اور انس سے روایت
کی ہو کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ ہمیشہ یہ دین برپا رہیگا جب تک بارہ خلیفہ قریش سے رہینگے پس جب یہ گذر جائینگے
تو زمین اپنے اہل کے ساتھ تموج کرے گی یعنی موج مارے گی واضح ہو کہ بعض حدیث مین ماجت لا رعی اور بعض مین
تموج لا رعی واقع ہو اور ظاہر اس سے مراد یہ ہو کہ جیسا دریا کی موج مارنے کو لازم یہ ہی کہ اضطراب ہوتا ہو اور کوئی چیز ٹھہرنے
نہین پاتی اسی طرح زمین پر کوئی چیز نہ ٹھہرے گی اور اضطراب و زلازل جو آثار قیامت سے ہین وہ بعد تشریف لیجانے

ائمہ اثناعشر علیہم السلام کے زمین پر واقع اور حادث ہونگے اور بعض مین ماحت الارض ہی یعنی بعد تشریف لیجانے ائمہ
اثناعشر علیہم السلام کے زمین پر سے زمین محو اور فانی اور ناپید ہوجائیگی اور حاصل واحد ہی واضح ہو کہ یہ احادیث بھی
متعدد ہین اور خلاصہ انکا یہ ہی کہ دین اسلام کا باقی رہنا اور زمین کا وابستہ ائمہ دوازدہ گانہ کے وجود ذی جود کے ساتھ ہی
اور جب وہ سب بزرگوار زمین کو خالی فرماوینگے اور کوئی حجت خدا انمین سے زمین پر نہ رہیگا تو زمین بھی باقی نہ رہیگی اور
شیعون کے دوازدہ امام علیہم السلام کے سوا ائمہ دوازدہ گانہ حضرات اہلسنت مین کسی طرح نہین ہوسکتا کیونکہ انکے ائمہ
سب گذر گئے اور زمین باقی ہی فقط اور بھی روایت کی ہی عبداللہ بن عمر سے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ
خلیفہ ہونگے اور پھر عبداللہ بن عمر سے مروی ہی کہ انھون نے ابی طفیل سے کہا کہ بارہ خلیفہ گن لے بعد انکے ہرج و مرج اور قتل و قتال
ہوگا اور بھی جناب عائشہ صاحبہ سے پوچھا کہ کتنے خلیفہ ہونگے پیغمبر خدا کے واسطے مجھے خبر دیجئے انھون نے کہا کہ بارہ خلیفہ
ہونگے پوچھنے والون نے کہا وہ کون ہین انھون نے کہا کہ نام انکے میرے پاس پیغمبر خدا کے ہاتھ سے لکھے ہوئے ہین ان
پوچھنے والون نے کہا کہ اچھا کیسے بیان فرمائیے یہ سنکر ام المومنین نے انکار کیا اور نام نہ بتائے اسی طرح بہت سی روایات اسپر
دلالت کرتی ہین انتہی خلاصہ کلامہ رحمہ اللہ ہو لیکن جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ صاحب کفایۃ الاثر نے ایک روایت
جناب عائشہ سے اپنی کتاب مین نقل کی ہی کہ اسمین اسمائے مقدسہ ائمہ اثناعشر علیہم السلام کے بتفصیل مذکور ہین اور جناب
علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب نہج الصدق مین فاضل سدی سے جو مشہور علمائے حضرات اہلسنت سے ہی روایت کی ہی کہ
جب جناب سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام نے ہاجرہ اور اسمعیل علیہ السلام کے رہنے سے اپنی کراہت
ظاہر کی تو حق تعالی نے حضرت ابراہیم پر وحی بھیجی کہ اسمعیل علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام کو انکی مان کے ساتھ لیجاؤ اور انمین اتار
میرے پیغمبر کے گھر مین جو تہامہ مین ہی یعنی مکہ معظمہ بدرستیکہ مین منتشر کرونگا ذریت اسمعیل کو اور انمین تفضیل دونگا اور بارگران
کرونگا انمین انپر جو کافر ہین اور گردانونگا انکی ذریت سے ایک بہت بڑا پیغمبر اور اسکے دین کو سب کے دینون پر ظاہر کرونگا
اور اسکی ذریت سے بارہ کو بزرگ گردانونگا اور اسکی ذریت کو موافق شمار ستارہ ہاے آسمان کے گردانونگا انتہی اسکے
اشارت اس بشارت کی طرف آسمانی کتابون مین بھی واقع ہوئی جیسا کہ کتاب نبوت مین نبوت کی بشارتین لکھ چکا ہون
اور انمین بھی اشعار ہوچکا ہی اسی طرح اب پھر کہتا ہون کہ صاحب اجوبہ فاخرہ نے کہ یہ شخص مالکی مذہب ہی کتاب بشارات
محمدیہ مین سفر اول توریت سے انکی فصل دہم سے روایت کی ہی کہ حق تعالی نے ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک فرزند
تیرے لیے جسکا اسحاق نام ہی اس سال مین پیدا ہوگا اسکے بعد ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ مین یہ آرزو رکھتا ہون
کہ اسمعیل جو میرا فرزند ہی یہ درجہ تمجید اور طاعت سے تیری فائز ہو پس حق تعالی نے فرمایا کہ مین نے تیری دعا کو اسمعیل کے
بارے مین قبول و مستجاب کیا اور برکت دونگا اسے اور بزرگواری اسے کرامت فرماؤنگا جو بڑی بزرگواری ہی
اور ایک امت بزرگ کے لیے اسے گردانونگا اور ایک بزرگ شعبہ اسے دونگا اور قریب ہی کہ ہم پہنچین

اس سے بارہ وزیر۔ بزرگوار جناب غفرانمآب نے اپنی کتاب عماد الاسلام میں فرمایا کہ ظاہر شعب جلیل سے مراد حضرت
رسول خدا ہیں اور اثنا عشر عظیم سے مراد دوازدہ امام ہیں علیہم السلام اور چونکہ یہ عبارت بشارت پر ائمہ اثنا عشر علیہم السلام
کے مشتمل ہے اور نقل کرنے والا اسکا وہ شخص ہے جسکا مذہب مائل ہے کہ اسے کوئی غرض اس روایت کے ساتھ متعلق نہیں ہے
بلکہ انکے مذہب کی منافی ہے پھر حقیقت میں احتمال جعل و وضع کا اسکے ساتھ باقی نہیں ہے علاوہ اسکے اور بھی ثقات نے
مثل راوندی وغیرہ بعینہ اسی عبارت کے ساتھ اس بشارت کو روایت کیا ہے اور جواد ساباطی نے جو حنفی مذہب ہیں
اپنی کتاب براہین میں مثل اسکے نقل کیا ہے اور انکی عبارت اسطرح ہے و اما اسمعیل فقد سمعت دعائک له و ها انا اذا قد
بارکت فیه و جعلته مثمرا و اکثرته و نسلا اثنی عشر عظیما سیلد هو و اجعله امة عظیمة انتهی اور اسی کے مثل اس
سفینہ میں ہے جو بحکم حکام انگریزی ترجمہ عربی چھپا ہے فرق اسقدر ہے کہ یہاں اثنا عشر عظیما کی جگہ پر اثنی عشر شریفا ہے اب ان اخباروں
اور بشارتوں سے شیعوں کے دعوے کی قوت جو وہ بہ نسبت اپنے ائمہ اثنا عشر کے خلیفہ رسول ہونے کی کرتے ہیں بخوبی
ثابت ہے لیکن اگر کوئی یہاں پر یہ کہے کہ جو تم نے اپنی اثبات مرام پر بشارات صحف سماویہ کو نقل کیا ہے انہیں یہ امر ضروری کہ
یہود و نصاری انکی تفسیر و بیان میں یہ کہتے ہیں کہ مراد اثنا عشر سے بارہ بیٹے صلبی حضرت اسمعیل کے ہیں پھر یہ استدلال
کسطرح صحیح ہوگی تو وہ کہہ سکتے ہیں جیسا کہ جناب غفرانمآب نے فرمایا ہے کہ بر فرض تسلیم اسکے کہ آنحضرت کے بارہ بیٹے
ہوں نہ اس سے کم نہ زیادہ مگر حق تعالی نے بشارت میں بشیرہم کا وصف بعظمت و بزرگی فرمایا ہے جیسا کہ جو ناحزہ
اور کلام ساباطی میں واقع ہے اور شرافت سے انہیں موصوف فرمایا ہے ان صحف انبیا میں جو بحکم سلاطین ولایت انگلستان
چھپے ہیں موجود ہے پھر اس صورت میں جو تفسیر انکی اولاد صلبی اسمعیل سے کرتے ہیں انہیں ضرور ہے کہ اسکا اثبات دیں کہ وہ
بارہ بھی متصف اس صفت کے ساتھ تھے تا زبان خدا سے بزرگ ممدوح و مبشر ہو سکیں اور یہ اوصاف انمیں مشتہر ہوں
اور ایسے ہوں کہ بشارت کا انصراف انکے ساتھ ہو سکے پھر اگر اسکے بعد کوئی یہ کہے کہ تمھارے ائمہ بھی تو ملک و ریاست نہیں
رکھتے تھے پھر کسطرح ہو سکتا ہے کہ انمیں اس عظمت و شرافت کے ساتھ جو خدا نے فرمایا ہے متصف جان سکیں تو اسکا
جواب ہم یہ دینگے کہ بزرگی و شرافت امامت کی جو عین ہو دنیا کی ریاست ہے وہ خدا کی طرف سے ہے جیسا کہ انبیا کے
واسطے ہوتی تھی اسی طرح انکے لیے بھی تھی جیسا کہ اسکا اثبات ہو چکا اور پھر انشاء اللہ ہوگا اور یہ سب بزرگوار ظاہری
کہ مدت العمر اپنے زمانہ میں سب کا اور عالم فرماتے رہے اور انکی کرامات اور مقامات دوست و دشمن سب پر ظاہر ہوئے اگرچہ
تسلط ظاہری انکے لیے حاصل نہیں ہوا لیکن وہ امر انکے موصوف ہونے کو ان بشارات سے کافی و وافی ہے پھر اب
تسلط ظاہری کی کیا ضرورت ہے اور ایسا انبیائے سابق کے لیے بھی ہوا ہے دیکھو حضرت عیسی ابن مریم کو اگرچہ تسلط
ظاہری آنحضرت کو یہود پر نہیں تھا لیکن چونکہ حق تعالی کی طرف سے یہ مرتبہ انکے لیے حاصل تھا اسی لیے انجیل میں جہاں کہیں
ملک الیہود واقع ہے وہاں آنحضرت سے تعبیر ہے انجیل یوحنا میں ہے اله لما صلب الیهود عیسی کتب پیلاطس فی رقعة هذا

فصل دوسری تقریب استدلال مین ان احادیث سے

المسیح الناصری ملک الیهود صلوات الله علیه اور پھر اسکے ساتھ یہ بھی تو ہے کہ آنحضرات کی شان مین اخبار متواترہ اس
مضمون سے وارد ہین کہ یہ سب وقت رجعت اپنی اپنی کرت مین زمین پر بادشاہی اور حکومت کرینگے اور اولاد
اسمعیل کے حق مین یہ امر مروی نہین ہے پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ اُس بشارت سے وہ مراد ہون فصل دوسری تقریب
استدلال مین ان احادیث سے جاننا چاہیے کہ جو کوئی بنظر انصاف ان اخبار کو دیکھیگا اور غور کریگا تو بذریعہ
وجدان سلیم اور عقل مستقیم اسے سمجھیگا کہ یہ احادیث مذہب حقہ امامیہ اثنا عشریہ کے سوا کسی مذہب پر منطبق نہین ہوسکتین
اور ان احادیث کا خلافت ائمہ اثنا عشر علیہم السلام پر دلالت کرنا اور اورون کا باطل ہونا اور ظالم ہونا نہایت ظاہر
اور کمال واضح ہے کیونکہ کوئی فرقہ فرقہ ہاے اسلام سے اسکا قائل نہین ہے کہ خلفاے نبی کا بارہ ہونا از روے عدد کے
واجب ہے اور یہ کہ خلافت و امامت دوازدہ امام علیہم السلام مین محصور ہے انکے سوا کوئی اور خلیفہ و جانشین پیغمبر خدا کا
نہین ہوسکتا خصوصاً کہ وہ سب قریش ہون اور یہ کہ واجب ہے کہ خلافت انکی برابر مستمر رہے جب تک کہ خلق باقی ہے
مگر فرقہ اثنا عشریہ جو شیعون کے فرقون سے ہے پس انھین احادیث متواترہ سے جو کہ جمیع صحاح حضرات اہلسنت مین و غیرہ
مستفاضہ کی اور تواتر کی حد کو پہونچکر وارد ہوئی ہین ہمارا مذہب ثابت ہوتا ہے اور سب مذاہب باطل ہوے والحمد لله
وحده ونصر عبده واعز جنده یہ روایات ہین جو مجملاً عدد ائمہ پر دلالت کرتی ہین اور مقتضی خبیر پر تفصیل اور تشخیص ائمہ
دوازدہ علیہم السلام کی پوشیدہ نہین ہے اور بذریعہ اجماع مرکب اور دیگر نصوص کے جو اپنے مقام پر مذکور ہونگی ثابت ہے
لیکن بعضی روایتین اور اشارتین یہان بھی ذکر کرنا ضرور ہے کہ تا قوت مذہب فرقہ حقہ کی ظاہر ہو اور استدلال تمام ہو اور
سب پر حجت ہو صاحب کفایۃ الاثر نے خلیفہ ثانی حضرات اہلسنت عمر بن الخطاب سے بسند اپنے روایت کی ہے کہ کہا
انھون نے کہ سنا مین نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے کہ فرماتے تھے کہ بعد میرے بارہ امام ہونگے اور بعد اسکے با آواز خفی
فرمایا کہ مین نے نہ سنا کہ فرمایا کلهم من قریش ابو المفضل کہتا ہے کہ هذا حدیث غریب لا اعرفه الا عن الحسن بن علی بن زکریا البصری بهذا الاسناد
یعنی یہ حدیث غریب ہے مین اسے نہین پہچانتا مگر حسن ابن علی ابن زکریا بصری سے اس اسناد سے پھر لکھا مین نے اس
حدیث کو انکی زبان سے سنکر بخارا مین روز چہارشنبہ کو کہ ہشتم ماہ عاشورا تھا اور حسن بن علی مشہور حدیث مین ثقہ تھا اور کثیر
فضائل اہلبیت علیہم السلام کو روایت کرتا تھا اور واقع مین یہ استغراب اس فاضل کا بہ نسبت اس حدیث کے بیجا ہے
کیونکہ یہ مضمون ایسا ہے کہ جس سے فریقین کی روایات بھری ہین پھر کیا جگہ استغراب کی ہے ہان شاید اس راہ سے
استغراب کیا ہوگا کہ خلیفہ ثانی نے ایسے خطاب مستطاب کو کیونکر نقل کیا کیونکہ جو نسبت انھین اہلبیت علیہم السلام کے
ساتھ تھی وہ سب جانتے ہین یہ قدرت خدا ہے کہ اُنسے بھی کہین کہین حق کو کہلوا دیا تاکہ اہل حق کے واسطے وقت استدلال
اور اتمام حجت مین ہو پھر صاحب کفایہ نے بسند اپنے عیسی ابن عبد اللہ بن مالک سے کہ انھون نے بھی حضرت
عمر ابن الخطاب سے روایت کی ہے کہ کہا انھون نے کہ مین نے سنا پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے اے گروہ مردم مین تمسے

پہلے جانے والا ہون اور تم میرے پاس حوض پر وارد ہوگے کیسا حوض کہ عرض اُسکا ما بین صنعا و بصری کے ہی اُس مین
چاندی کے جام ہین موافق ستارون کے عدد کے اور مین تمسے پوچھنے والا ہون جبکہ تم میرے پاس آؤگے حال سے
دونون ثقلون کے پس نظر مین رکھو کہ کیا سلوک کرتے ہو اُن دونون سبب اکبر کے ساتھ کہ ایک اُنمین سے خدا کی کتاب یعنی
قرآن ہی کہ جسکی ایک طرف خدا کے ہاتھ مین ہی اور دوسری طرف تمھارے ہاتھ مین ہی پس اُسکے ساتھ چنگل مارو اور
بدلو نہ اُسے اور دوسرے اہلبیت اور میری عترت ہین پس بدرستیکہ خبر دی ہی مجھے لطیف خبیر نے کہ یہ دونون جدا
نہونگے یہان تک کہ حوض پر میرے پاس وارد ہونگے بعد اُسکے کہا مین نے کہ اے رسول خدا کون آپ کی عترت ہین فرمایا
عترت میری میرے اہلبیت ہین اولاد علی و فاطمہ سے کہ نو شخص اُنمین سے صلب حسین علیہ السلام سے باہر آئینگے ائمہ ابرار یعنی
میری عترت ہین گوشت اور خون سے میرے جناب عائشہ سے نقل کیا ہی کہ کہا اُنھون نے کان لنا مشربة وكان النبی
اذا اراد لقاء جبرئیل لقیه فیها یعنی ایک میرا مقام خلوت تھا کہ جب پیغمبر خدا کو جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات فرمانی منظور
ہوتی تھی تو اُسی جگہہ حضرت اُنسے ملاقات فرماتے تھے پس ایک دن اُسی جگہہ وہ حضرت ملاقات جبرئیل کے لیے
تشریف لائے تھے پس امام حسین علیہ السلام بھی داخل ہوے جبرئیل نے پوچھا کہ یہ کون ہین حضرت نے فرمایا
کہ یہ میرا فرزند حسین ہی یہ فرماکر آنحضرت کو اپنی ران پر بٹھایا جبرئیل نے کہا کہ آگاہ ہو جیے کہ یہ بہت جلد درجہ شہادت سے
فائز ہونگے حضرت پیغمبر خدا نے پوچھا کہ اُسے کون قتل کریگا جبرئیل نے کہا کہ آپ کی اُمت حضرت نے پوچھا کہ میری اُمت
اُسے قتل کرے گی جبرئیل نے عرض کیا کہ ہان اور اگر آپ چاہین تو مین خبر دون اُس زمین کی ساتھ جہان یہ مارے جائینگے
اور اشارہ کیا طرف زمین کربلا کے کہ طف ہی عراق مین اور وہان سے سرخ خاک تھوڑی سی لیکر حضرت کی خدمت مین
حاضر کی اور عرض کیا کہ یہ مٹی اُنکی شہادت گاہ کی ہی پس حضرت رسول خدا روے اُسکے بعد جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا
کہ آپ نہ روئیے کہ بہت قریب ہی کہ حق تعالی اُنسے انتقام فرمائیگا بذریعہ قائم علیہ السلام کے جو آپ کے اہلبیت سے ہین یہ
سنکر حضرت نے فرمایا کہ اے میرے حبیب جبرئیل ہمارے اہلبیت سے قائم کون ہی اُنھون نے عرض کیا کہ نوان اولاد
حسین علیہ السلام سے ہی اسی طرح خبر دی ہی مجھے میرے پروردگار نے کہ قریب ہی کہ پیدا فرماے صلب حسین علیہ السلام سے
ایک فرزند کو کہ اُسکا نام اپنے نزدیک علی رکھے اور وہ خاضع و خاشع ہوگا اور بعد اُسکے باہر لائیگا اُنکے صلب سے ایک فرزند کو
کہ اُسے موسوم فرمایا ہی ساتھ محمد کے جن حالون سے وہ خدا کے واسطے قانت و ساجد ہوگا اور اُنکے صلب سے باہر لائیگا ایک
فرزند کو کہ اپنے نزدیک حق تعالی نے اُسکا نام رکھا ہی جعفر ناطق عن اللہ صادق فی اللہ اور اُنکے صلب سے باہر لائیگا ایک فرزند کو
کہ اُسکا نام نزدیک خدا کے موسی واثق باللہ محب فی اللہ ہی اور اُنکے صلب سے باہر لائیگا اُنکے فرزند کو کہ اُنکا نام حق تعالی نے
علی راضی باللہ داعی الی اللہ رکھا ہی اور اُنکے صلب سے پیدا فرمائیگا اُنکے فرزند کو جنکا نام خدا کے نزدیک محمد راغب فی اللہ ذاب
عن حرم اللہ اور اُنکی پشت سے باہر لائیگا اُنکے فرزند کو جنکا نام حق تعالی نے اپنے نزدیک علی مکتفی باللہ ولی اللہ فرمایا ہی اُسکے بعد

انکے صلب سے باہر لائیگا انکے فرزند کو جسکا نام خدا کے نزدیک حسن ہو مومن باللہ مرشد الی اللہ ہو یخرج من صلبہ
کلمۃ الحق و لسان الصدق و مظھر الحق حجۃ اللہ علی بریتہ لہ غیبۃ طویلۃ تظھر اللہ بہ الاسلام و اھلہ و یخسف بہ الکفر و اھلہ
انتھی اور فاضل شیرازی نے خطیب خوارزم سے کہ اسنے سلیمان راعی سے روایت کی ہو کہ کہا اسنے سنا مین نے پیغمبر خدا سے
کہ فرماتے تھے لیلۃ اسری بی الی السماء قال لی الجلیل امن الرسول بما انزل اللہ یعنی اس روایت کو کہ مجھے آسمان پر لیگئے کہا مجھے
خدائے بزرگ نے کہ ایمان لایا اور گرویدہ ہوا پیغمبر اس چیز کے ساتھ جو اسکی طرف نازل کی گئی تھی اسکے پروردگار کی طرف سے
فقلت والمومنون اسکے جواب مین مین نے عرض کیا کہ مومنین بھی گرویدہ ہوے ساتھ اسکے جو نازل ہوئی قال صدقت
یا محمد من خلفت فی امتک قال خیرھا قال علی ابن ابیطالب قلت نعم یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ سچ کہا تو نے ای محمد کسے خلیفہ کیا امت مین
عرض کیا مین نے کہ بہترین امت کو فرمایا حق تعالی نے کہ علی ابن ابیطالب کو مین نے عرض کیا کہ ہان ای پروردگار میرے
قال یا محمد انی اطلعت علی الارض اطلاعۃ فاخترتک منھا فشققت لک من اسمائی فلا اذکر موضع الا ذکرت معی فانا المحمود
و انت محمد ثم اطلعت ثانیہ فاخترت منھا علیا فشققت لہ اسما من اسمائی فانا الاعلی و ھو علی ۔ اسکے جو پیغمبر خدا نے فرمایا اسکا حاصل یہ ہو
کہ فرمایا حق تعالی نے ای محمد مین نے نظر کی اور دیکھا اہل زمین کو جو حق نظر تھا پس برگزیدہ کیا تجھے اور باہر لایا اپنے نامون سے
ایک نام کو تیرے واسطے پس کوئی جگہ نہین ہو کہ مین وہان مذکور ہون مگر یہ کہ تو بھی وہان مذکور ہوتا ہو میرے ساتھ مین
محمود ہون اور تو محمد ہو بعد اسکے دوبارہ مین نے زمین مین نظر کی اور دیکھا پس اختیار کیا مین نے علی کو اور باہر لایا مین اپنے
نامون سے ایک نام کو اسکے واسطے پس مین اعلی ہون اور وہ علی ہو ای محمد بدرستیکہ مین نے تجھے اور علی کو اور فاطمہ کو اور حسن اور
حسین کو اور ان امامون کو جو اسکی اولاد سے ہونگے پیدا کیا ہو اپنے نور سے اور تمھاری ولایت کو عرض کیا مین نے اہل آسمان
و زمین پر جس کسی نے کہ قبول کیا یا قبول کریگا وہ میرے نزدیک مومنین سے ہوگا اور جسنے کہ انکار کیا یا انکار کرے وہ
میرے نزدیک کافرون سے ہوگا ای محمد اگر کوئی بندہ میرے بندون سے میری پرستش و عبادت کرے یہان تک کہ روح
اسکے بدن سے مفارقت کر جاے یا مثل خشک پوست کے ہو جاے جیسے جانور کے بدن سے کھینچکر سوکھایا ہو اور میرے
پاس آے درحالیکہ تمھاری ولایت سے منکر ہو تو مین اسے نہ بخشونگا جب تک کہ وہ تمھاری ولایت کا اقرار نہ کرلے ای محمد
آیا تم چاہتے ہو کہ انھین دیکھو مین نے عرض کیا کہ ہان ای پروردگار میرے اسکے بعد فرمایا کہ عرش کی جانب متوجہ ہو اور دیکھو
دیکھا مین نے کہ علی و فاطمہ اور حسن اور حسین اور علی بن الحسین اور محمد بن علی اور جعفر ابن محمد اور موسی ابن جعفر اور علی ابن موسی
اور محمد بن علی اور علی بن محمد اور حسن بن علی اور مہدی علیہم السلام ایک نور کے اندر کہ وہ مثل تھوڑے پانی کے ہو ہین اور نماز
پڑھتے ہین اور مہدی علیہ السلام سب کے بیچ مین جسطرح ستارہ چمکتا ہو اسطرح درخشندہ تھے فقال یا محمد ھولاء الحجج و ھو الثائر
من عترتک و عزتی و جلالی انہ الحجۃ الواجبہ لاولیائی و ھو المنتقم من اعدائی علاوہ اس حدیث کے علماے حضرات اہلسنت نے بھی
ہمارے سب کہ ائمہ اثنے عشر کے اور انکے فضائل و مناقب اپنی کتابون مین لکھے ہین جیساکہ مصنف صواعق وغیرہ نے لکھا ہو بلکہ

ابن صباغ مالکی اور کمال الدین بن طلحہ شافعی اور ملا جامی اور مولوی معین سہالوی ہندی نے مستقل کتابین تفصیل احوال
مقدسہ ائمہ کرام علیہم السلام مین اور انکے ضبط حالات و بیان کرامات مین اور مقامات مین تالیف کین ہین چنانچہ جناب
سید سند نے حدیقہ مین فرمایا ہی ابن صباغ مالکی نے فصول مہمہ کے دیباچہ مین کہا ہی اما بعد فعن لی ان اذکر فی ہذا الکتاب
فصولا مہمہ فی معرفۃ الائمۃ ای الائمۃ الاثنی عشر الذین اولہم علی المرتضی و اخرہم المہدی المنتظر یتضمن شیئا من مناقبہم
الشریفۃ ومراتبہم العالیۃ المنیفۃ الی قولہ وعقدت لکل امام منہم فصلا اور کمال الدین بن طلحہ کہتے ہین
وبعد فلحسن ما نظمہ اقلام الافہام من اقسام الکلام فی الحسنات المستحسنات الی ان قال تالیف لآلاء ال محمد المصطفی لقۃ
المہدی لحل الیباس والنہی خدای لایات طبینات الی ان قال والتزمت ایام الاعتراف تالیف کتاب یطلع مطالعہ علی
فضیلتہم فشرعت فیہ ووصیت کیفیۃ ترتیبہ فی مبادیہ وجعلت عدۃ ابوابہ عدۃ ائمتہم فسطرتہ ورتبتہ وحررتہ
وبوبتہ وجعلت بعرض خدمتہم وسمیتہ زبدۃ المقال فی فضایل الال اور ملا جامی نے شواہد النبوت مین لکھا ہی رکن سادس در بیان
شواہد و دلایلی کہ از صحابہ کرام وائمہ عظام اہلبیت رضی اللہ عنہم بظہور آمدہ اور اسی طرح شیخ یوسف نے جو نواسے ہین شیخ
ابو الفرج عبد الرحمن بن جوزی حنبلی کے اپنی تالیف مین جو مسمی بہ تذکرہ خواص الامۃ فی معرفۃ الائمہ ہی حضرات کے نام اور
فضائل کو لکھا ہی انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ اور شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بھی واقع مین اعتراف ائمہ طاہرین
علیہم السلام کی امامت کا کیا ہی لیکن جسطرح انکی عادت ہر جگہ ہی کہ کلمہ حق کے ساتھ کچھ اور بھی شریک کر دیتے ہین جیسا کہ
مکرر مذکور ہوا اسی طرح یہان بھی اقرار امامت کیا ہی مگر دوسرے معنی سے تاویل کر کے چنانچہ تحفہ مین انہے کہا ہی کہ جاننا چاہیے
کہ امامت اہلسنت کے نزدیک دین کی پیشوائی کے عنوان پر بھی اطلاق کیجاتی ہی اور اسی معنی سے امام اعظم اور امام شافعی کو
فقہ مین پیشوا تھے اور امام غزالی اور امام رازی کو کہ عقائد و کلام اور نافع و عاصم کو کہ قرات مین امام تھے امام کہتے ہین اور
ائمہ اطہار علیہم السلام کہ سب ان فنون مین پیشوا تھے خصوصا ہدایت باطن اور ارشاد طریقت مین کہ یہ امر مخصوص انکے ساتھ تھا
اس جہت سے اہلسنت انہین بھی علی الاطلاق امام جانتے ہین نہ وہ امامت کہ جو خلافت کے مرادف وہم معنی ہی کیونکہ خلافت
مین انکے نزدیک تصرف زمین مین باوصف استحقاق و غلبہ و شوکت و نفاذ حکم ضروری ہی ولہذا خلافت کو منحصر پانچ
شخص مذکورین مین رکھا ہی انتہی توجہ کلامہ ناظرین منصفین پر پوشیدہ نہ رہے کہ اس کلام مین اگرچہ شاہ صاحب نے ائمہ
اطہار علیہم السلام کی امامت کے واسطے یہ چاہا ہی کہ اپنے امام اعظم کی امامت سے تشبیہ دین بلکہ اورون کے نام کے بعد
ذکر کیا ہی تاکہ دیکھنے والون کی نظرون سے مرتبہ گر جاے ولیکن یہ خیال خام تھا یہ وہ ہین کہ جنھون نے عرش الہی پر
پردہ ہاے نوری مین تربیت اور پرورش پائی اور تعلیم الہی علم و ادب الہی کو جانا اور انھین حق تعالی نے تمام عالم سے
برگزیدہ کیا اور جسقدر انکے دشمنون نے انہین گرایا اور انکی قدر و منزلت کو کم کرنا چاہا اتنا ہی خدا نے انہین سب سے برتر
فرمایا یہ قیاس باطل الاساس شاہ صاحب کی زبان پر جاری ہوا ہی چہ نسبت خاک را با عالم پاک اور اسی جہت سے ہر

کہ حق تعالی نے اِسی مقام پر خود انکی زبان سے کہلوا دیا کہ ائمہ اطہار جمیع اِن فنون مین پیشوا تھے خصوصاً ارشاد طریقت
اور ہدایت باطن کہ وہ مخصوص اُنکے ساتھ تھے بعلاوہ دعویٰ ہمسری کسے باقی ہی اُنسے جو جمیع فنون وعلوم مین
پیشوا ہون اور ہدایت باطن اور ارشاد طریقت اُنسے مخصوص ہو جیسا اُسکا اختصاص انبیا کے ساتھ تھا اور جب یہ
ہوا تو پھر انکی ہدایت ظاہری کے پیشوا جاننے مین اور کرنے مین جو ہدایت باطن سے بہت سہل وآسان ہی کیا قصور ہی
اگر بندگان اشرار اپنے سوء اختیار سے مانع نہوتے اِس امر کو کہ ذوی الحقوق کو حق پہونچے تو بالضرور حق اپنے مرکز کے ساتھ
قرار پکڑتا اور یہ جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ اِسی جہت سے اہلسنت آنحضرت کو علی الاطلاق امام جانتے ہین واقع مین
یہ بھی کچھ قرین صدق نہین کیونکہ اگر علی الاطلاق امام جانتے تو پھر تخصیص اِن فنون کی اور ہدایت باطن کی کیا ضرور تھی
اور اگر انھین خاص علم فقہ مین بھی جو اِن فنون مین داخل ہی اور مندرج ہی علی الاطلاق امام جانتے جب بھی اورون کی تقلید
کیون کرتے اور اپنے ائمہ کی متابعت کو انکی متابعت پر نہ اختیار کرتے بلکہ جملہ مسائل مین بمفاد فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم
لا تعلمون انھین حضرات کی طرف رجوع کرتے اِس سے معلوم ہوا کہ یہ محض ادعاے لسانی ہی شاہ صاحب کا کہ بسبب
آنحضرت کے حقیقت مین واجب الاتباع ہونے کے مجبور ہو کر کہہ دیا ہی بالجملہ حضرات ائمہ اطہار کا استحقاق امامت کے لیے
اور امام ہونا قولاً از زبان خصم سے بھی ثابت ہوا اور حضرات اہلسنت کا ادعاے قولی درباب اُنکے اطاعت ومتابعت کے
اُنکے فعل سے واضح ہوتا ہی اور جو انھون نے کہا ہی کہ نہ امامت کہ مرادف خلافت کی ہی کیونکہ خلافت مین اُنکے نزدیک
تصرف زمین مین باوصف استحقاق اور غلبہ اور شوکت کے اور نفاذ حکم کا ضرور ہی یہ قول اُنکا اُس اعتراف سے اُنکے جو پہلے
انھون نے بہ نسبت آنحضرات کی امامت کے علی الاطلاق کہا ہی منافی ہی کیونکہ اِس صورت مین پھر علی الاطلاق امامت کا
اعتراف نہین ہوسکتا اور یہ جو نفی کی انھون نے تعلیل کی ہی اِسطرح سے کہ خلافت مین اُنکے نزدیک زمین مین تصرف
شرط ہی یہ فاسد کی بنیاد فاسد پر ہی جیسا کہ مفصل اوپر ہم کہہ آئے ہین اور پھر بطور اختصار کہتے ہین کہ یہ شرط اول نزاع
فریقین مین ہی اور ہم کسی طرح اُسے لائق تسلیم نہین جانتے بلکہ کوئی عاقل منصف اُسے تسلیم نہ کریگا کہ امامت مین تصرف
وتسلط بالفعل معتبر ہی جیسا کہ قاضی سید نور اللہ شہید نور اللہ مرقدہ نے فضل ابن روزبہان کے جواب مین فرمایا ہی کہ اگر حقیقت
خلیفہ کے معنی یہی ہین کہ بالفعل وہ صاحب تصرف ہو زمین مین تو اُس سے لازم آتا ہی کہ جب اعراب نے زکوٰۃ دینے کا انکار کرنے مین
جناب ابوبکر خلیفہ اول حضرات اہلسنت کی طرف اپنا امتناع ظاہر کیا تھا تو اُس وقت وہ بہ نسبت اُنکے خلیفہ نہونگے وفیہ
نظر لکنہ کلام فی السند الاخص اور ہر آئینہ چاہیے کہ جب عثمان کا گھر گھیر لیا تھا تو ایام محاصرہ مین انھین خلفا مین شمار نہ کیا جاے
بلکہ خلیفہ اور امام جو منصوص خدا اور رسول کی طرف سے ہو یا نص سابق کے لاحق کے واسطے ہوئی ہو جیسا کہ عمر بن الخطاب کے
واسطے وہ حضرات کہتے ہین یا باختیار البعض امت کے ہو جیسا کہ سند اُنکی طرف کیا ہی خلیفہ اور امام بالفعل تا حاصل ہونے
تصرف کے مومنین اور جاری ہونے احکام کے ہوا انتہی محصل کلامہ بلکہ محض استحقاق تصرف کے لیے خدا کے نزدیک

ثابت ہونا امامت وخلافت بالفعل کے واسطے مثل نبوت بالفعل کے کافی ہی پس جسے حق تعالیٰ اِس مرتبہ کے لائق
جانتا ہی اُسے پیغمبری پر بھیجتا ہی اور مامور فرماتا ہی کہ اظہار دعوت کرے اگر امت اس سے استنکاف کرے اور اطاعت و
فرمان برداری سے اُسکی ہاتھ کھینچے تو اُسکی نبوت اور امامت مین خلل واختلال نہین ہو سکتا یہ بات دیکھنے کے قابل ہی
کہ حضرت ہارون بقینی حضرت موسیٰ کے استخلاف کے ذریعہ سے اُنکی قوم مین خلیفہ تھے اور قوم نے اُنکی اطاعت نہ کی اور
یہان تک نوبت پہونچی کہ اُنھون نے کہا یابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی پھر اگر خلافت اور امامت مین تسلط
اور تصرف معتبر ہوتا تو چاہیے کہ حضرت ہارون بسبب عدم تسلط کے حضرت موسیٰ کی خلافت سے باہر ہو جاتے
اور جب یہ نہو تو یہ شرط لائق اعتنا نہین ہی اگر حضرات اہلسنت کے نزدیک زمین کا تصرف خلافت مین معتبر ہو اور
خدا ورسول کے نزدیک معتبر نہو تو ہمین اور جملہ عقلا کو اُنکے مقولہ سے کام رکھنا نہین چاہیے بلکہ جو خدا اور رسول کے
نزدیک معتبر ہوئے معتبر جاننا چاہیے اور وہ ہمنے ثابت کر دیا اور کہہ دیا کہ محض استحقاق تصرف خدا کے نزدیک
کافی ہی اور اُسکا ثبوت بنص خدا ورسول اور تعیین نبی سے یا تعیین امام سابق سے واسطے لاحق کے ہوتا ہی اور
اِسی طرح علماے کرام نے کہا ہی قال السید نعمة الله نور الله مرقده الخلافة والامامة ریاسة فی امور الدین والدنیا نیابة عن النبی و
وفعلیته انما یکون بالنص والتعیین لا بجریان وشیوع التصرف فی الامور کما قال النبی فی شان السبطین علیهما السلام ابنای هذان
امامان قاما او قعدا صاحب کشف الغمہ نے فرمایا ہی کہ ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام کی امامت اور امارت مین اُنکا خلافت
ظاہری سے ممنوع ہونا اور اُنکے غیرون کا اُسپر مسلط و مستقل ہونا کچھ قدح نہین کرتا جسطرح کہ انبیا کے نبی ہونے مین
جو اُنکی تکذیب کرتے تھے اور نافرمانی اور عدوان کا اُنسے اعلان کرتے تھے اُنکی تکذیب قادح نہوئی جناب امیر علیہ السلام
فرماتے ہین وما علی المومن من غضاضة فی ان یکون مظلوما ما لم یکن شاکا فی دینه ولا مرتابا بیقینه لیکن یہ توہم حضرات اہلسنت کا ہی کہ
اِس صورت مین کہ جب تسلط ظاہری نہو تو فائدہ امامت کا باقی نہین رہتا بلکہ منتفی ہو جاتا ہی پس یہ معارض نبوت کے
ساتھ ہی کیونکہ درصورت عدم اطاعت امت ظاہر بینون کی نظر مین نبوت کا فائدہ بھی منتفی ہوگا اور جواب اُسکا
بطور حل وہ ہی جو جناب محقق طوسی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی وجوده لطف وتصرفه لطف آخر کہ حاصل اُسکا یہ ہی کہ ایک لطف خدا کا
امام کا وجود ہی اور دوسرا لطف اُنکا تصرف ہی زمین پر جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام سے بھی منقول ہی کہ لا تخلو الارض
حجة الله اما ظاهرا مشهورا واما خائفا مغمورا لئلا یبطل حجج الله وبیناته فتصرفه الظاهر لو عدم فانما هو من جهة سوء اختیار العباد
یعنی اگر تصرف ظاہر امام معدوم ہو جاے تو اُسکا معدوم ہونا نہین ہوا مگر بندون کے سوء اختیار کی جہت سے نہ
خدا کی طرف سے پھر اب نفی فائدہ کی مطلقاً کہان صحیح ہو سکتی ہی یہ البتہ کہہ سکتے ہین کہ درصورت عدم تصرف ایک
فائدہ امام کی امامت کا نہین ظاہر ہوتا اور ایک فائدہ کہ حجت خدا کا موجود ہونا ہی زمین پر یہ باقی رہتا ہی اور یہ جو
شاہ صاحب نے قید لگائی ہی امامت وخلافت مین کہ باوصف استحقاق الخ پھر اُسکا حال تو منصفین خوب سمجھے ہونگے کہ

اگر حقیقت مین استحقاق کی رعایت کرتے تو جو بیعتین کہ غیر ائمہ طاہرین علیہم السلام کے ساتھ ہوئین حتی کہ یزید و
معاویہ کے ساتھ یہ کبھی نہوتین یہ کہنے کی بات ہی کیونکہ ائمہ طاہرین کا استحقاق بنص قرآنی و احادیث نبوی بالکل بجا
ثابت ہی اور یہ ثبوت شیعون کی زبان سے تو اظہر من الشمس ہی باقی رہا حضرات اہلسنت کی زبان سے پس بس
کافی ہی جو ابھی مقولہ شاہ صاحب کا ترجمہ مین مذکور ہوا اور اب بعینہ لفظ انکا نقل کرتا ہون اور وہ یہ ہی و ائمہ
اطہار در جمیع این فنون پیشوا بودند خصوصا در ہدایت باطن و ارشاد طریقت کہ مخصوص ایشان بودہ ایشان را اہلسنت
علی الاطلاق امام دانند انتہی پس اب کوئی کلام نہین باقی انکے ثبوت استحقاق مین مگر نہ حاصل ہونا تصرف زمین مین
اور وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہی جیسا کہ ہمنے اسکی طرف اشارہ کر دیا ہی اور کسی طرح ہو استحقاق انحضرات کا با اقرار
خصم ثابت ہو چکا یہ حال ہمارے بارہ اماموں کا ہی جو عترت اور خلفاے نبی اور معصومین ہین اور دوست اور دشمن
انکے معترف ہین اور یہ ہمارے ائمہ طاہرین ہین اب انکا مثل اگر کوئی اور ہو تو اسے بتاؤ اور دکھاؤ تا حقیقت امر
دیکھنے والون پر ظاہر ہو اب استحقاق اور خلفا کا بھی جنھین حضرات اہلسنت نے مستحق خلافت جانکر اپنا خلیفہ بنایا ہی
کچھ تھوڑا سا مجملا لائق ذکر ہوا اور مقام اسکے دینے مقتضی ہی کیونکہ اشیا کی معرفت باضداد انکے اچھی طرح ہوتی ہی اگرچہ یہ انشاء اللہ
مشروحا آیندہ بیان ہوگا پس کہتا ہون ہین جیسا کہ علماے امامیہ نے کہا ہی کہ پہلے حضرات اہلسنت کے خلفاے
دوازدہ گانہ کو موافق کلام قاضی عیاض جسے فاضل سیوطی نے تاریخ الخلفا مین اور مصنف صواعق محرقہ نے اپنی
کتاب مین نقل کیا ہی تشخیص کرنا چاہیے بعد اسکے انکا کچھ حال سننا چاہیے کہ کیسے تھے تا کہ استحقاق خلافت ہر کے لیے
معلوم ہو اور وجدان سلیم گواہی دے کہ آیا یہ حضرات لائق اسکے ہین کہ جو بشارات الٰہیہ کتب سماویہ مین اور اشارات
نبویہ مین احادیث مین بلفظ اثنا عشر خلیفہ یا امیر یا شریف واقع ہوے ہین اس سے مراد لیجا سکتے ہین پس جان تو کہ
قاضی مزبور نے جب دیکھا کہ اصل نصوص خلفاے اثنا عشر سے کسی طرح انکار ممکن نہین ہی تو ایک راہ دوسری کہ اسکی کجی
معلوم ہوگی اور اختیار کی اور کہا کہ لعل المراد بالاثنی عشر فی ہذہ الاحادیث وما شاکلہا انہم یکونون فی مدۃ عزۃ الخلافۃ و
قوۃ الاسلام واستقامۃ امورہ والاجتماع علی من یقوم بالخلافۃ انتہی یعنی شاید کہ مراد بارہ خلیفہ سے جو ان احادیث مین اور جو انکی
مشابہ مین وارد ہی اور مستفاد ہوتا ہی وہ ہونگے جو مدت عزت خلافت اور قوت اسلام اور اسکی استقامت امور مین جیسے ہونگے
اور اجتماع خلق کا انکی خلافت پر متحقق ہوا اسکے بعد اجمال کو انھون نے اختیار کیا اور اسکے کاربند ہو کر کہا کہ بتحقیق کہ جمع ہوا ہی
یہ حال انہین جنکی خلافت پر خلق جمع ہوئی یہان تک کہ بنی امیہ کا امر ہرج و مرج مین واقع ہوا اور انکے درمیان مین فتنہ ہاے
کثیرہ ظاہر ہوے زمان ولید بن یزید مین یہان تک کہ دولت عباسیہ قائم ہوئی اور بنی امیہ کو انھون نے مستاصل کیا
انتہی ترجمۃ کلامہ مجملا لیکن شیخ الاسلام حضرات اہلسنت نے بے حجابانہ تھوڑی سی تفصیل کی اسکی یعنی اپنی کتاب مین
جو مسمی بہ فتح الباری ہی کہا کہ جو کچھ قاضی نے اس مقام پر کہا ہی وہ بہترین اقوال ہی ان احادیث کی تفسیر مین اور ارجح قول انکی

کیونکہ تائید کرتا ہی اُس سے قول آنحضرت کا بعض طریقون مین اُن روایتون کے جو صحیح ہی کہ کلہم یجتمع علیہ الناس اور مراد
اجتماع ناس سے اُنکا انقیاد ہی ہر ایک کے ساتھ بیعت پر اور وہ کہ جنپر بیعت کے لیے سب جمع ہوے وہ خلفاے ثلثہ ہین
اور علی ابن ابیطالب ہین جب تک کہ امر حکمین صفین مین واقع ہوا اور اس دن کے بعد سے معاویہ نے خلافت کا
نام اپنے اوپر باندھا اور بعد اُسکے جمع ہوے اُسپر وقت صلح کرنے حسن کے اور اُسکے بعد جمع ہوے سب اُسکے بیٹے پر جسکا نام
یزید اور منتظم نہوا حسین کے واسطے کوئی امر بلکہ وہ مارے گئے پہلے اس سے کہ اجتماع انکی بیعت پر معقود ہو بعد اُسکے جب یزید
مرا تو مردم مختلف ہوے یہان تک کہ جمع ہوے عبد الملک پر بعد قتل ہونے ابن زبیر کے بعد اُسکے اتفاق کیا سب نے اُسکے
چارون بیٹون پر کہ پہلا اُنکا ولید تھا بعد اُسکے سلیمان بعد اُسکے یزید ثانی بعد اُسکے ہشام اور سلیمان و یزید کے درمیان مین عمر ابن
عبد العزیز ہوا پس یہ سات شخص سات امام حضرات اہلسنت کے ہین بعد خلفاے راشدین کے اور بارھوان ولید بن
یزید بن عبد الملک ہی کہ مجتمع ہوئی خلق اُسپر جب تک کہ اُسکا چچا ہشام تھا پس اُسنے چند سال کے قریب حکومت کی
اُسکے بعد خلق برہم و درہم ہوئی اور امام دوازدہم کو اپنے مارا اور بہت فتنے برپا ہوے انتہی خلاصۃ کلامہ اور بہت طرفہ
کلام وہ ہی جو ملا علی قاری نے اپنی شرح مین جو فقہ اکبر ابی حنیفہ پر لکھی ہی کہا ہی کہ روافض عشرہ مبشرہ بالجنۃ کے بدلے اپنے بارہ
اماموں کے ساتھ دوستی اور موالات کرتے ہین حالانکہ ائمہ اثنا عشر کا ذکر احادیث مین وارد نہین ہی مگر اُس صفت کے ساتھ
کہ اُنکے قول کی رد کرتا ہی اور وہ وہ خبر ہی کہ روایت کی ہی اُس سے دونون شیخون نے صحیحین مین جابر ابن سمرہ سے کہ اُسنے کہا کہ
گیا مین خدمت مین حضرت رسول خدا کی اپنے باپ کے ساتھ پس سُنا مین نے کہ وہ حضرت فرماتے تھے لا یزال امر الدین
ماضیا ما ولیہم اثنا عشر رجلا کلہم من قریش وفی لفظ لا یزال الامر عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ اور اسی طرح ظاہر ہوا کہ جو آنحضرت نے
فرمایا تھا پس بارہ خلیفہ خلفاے راشدین چہارگانہ اور معاویہ اور اُسکا بیٹا یزید اور عبد الملک بن مروان اور اُسکے چارون بیٹے
اور عمر بن عبد العزیز ہی اور اُسکے بعد امر خلافت مختل ہوا اور روافض کے نزدیک یہ ہی کہ امر امامت اُنکے ائمہ کے ایام مین فاسد اور
ناقص رہا اور ہمیشہ ظالمین بلکہ منافقین اور کافرین حکومت پر مستولی اور ائمہ پر متعدی اور ظلم کرنے والے رہے واہل الحق
اذل من الیہود انتہی خلاصۃ کلامہ وضعف لفظہ حضرات منصفین اور ناظرین اس بے ادبی و فقرہ آخر کو ملاحظہ فرماوین اور
روز قیامت خدا اور رسول اُسکا انتقام فرماوینگے اُسوقت یہ اذل من الیہود کہنا بہ نسبت اُنکے جنکی مودت کو خدا نے اجر رسالت
قرار دیا اور وہ سب عترت اور آل رسول ہین معلوم ہو گا اور طرفہ مضمون یہ ہی کہ نسبت اِس مقولہ کی کسکی طرف کرتے ہین
جو اُنھین بعد رسول خدا جمیع خلق سے افضل جانتے ہین اور کافی ہی دیکھنے والون کو اِس عبارت کے ثبوت بغض و عناد اُن
اشخاص کا جو بہ نسبت خاندان رسالت کے وہ رکھتے ہین اور پردہ اسلام مین سُنت طغاۃ بدر کو زندہ کرتے ہین بالجملہ جب
یہ بارہ ائمہ اہلسنت بھی مقرر اور مشخص ہو چکے تو پہلے بغیر از امیر المومنین علی علیہ السلام کے باقی جو گیارہ اور ہین جنکی خلافتین اُنکے
نزدیک صحیح ہین اور بعین عزت دینے والے دین کے جانتے ہین اور وجب الاتباع سمجھتے ہین اُنکے حال کو سُنا اور استحقاق خلافت

ہی کو انکی دیکھنا چاہیے اور مین انشاء اللہ گیارہ وجہین بمقابل انکے ائمہ یازدہ گانہ کے لکھتا ہون جیکی وجہ بیان احوال مین انکے
جو متعلق بافعال شنیعہ انکے ہی تا صدق وکذب طرفین ظاہر اور دروغ گوئی باہر ہو جاننا چاہیے کہ جو اس فاضل نے کہا ہی
کہ اہل اسلام کی عزت اور اسکے حسام کا خلق مین جاری ہونا امام دوازدہ گانہ حضرات اہلسنت تک تھا جنکے نام انھون نے
لکھے ہین اور ہمنے اسے نقل کیا ہی یہ بدیہی البطلان ہی کیونکہ ہمیشہ تازہ عقبین اور ظلم و بیداد بیحد انسے اور انکے اتباع سے انکے
عہد بدعت عہد مین ظاہر ہوتے رہے ہین اور اسکا بیان تفصیلی یہ ہی کہ دوازدہ امام اور خلیفہ حضرات اہلسنت بنابر
احتمال راجح کے جو انکے محققین کے نزدیک ہی اس ترتیب کے ساتھ ہین اور انکا حال وہ ہی جو مذکور ہوتا ہی پہلے خلیفہ انکے
ابوبکر ہین اور وہ اول اسکے ہین جنکی خلافت بلا نص شارع ہوئی بلکہ باختیار بعض خلق ہوئی پس وہ حقیقت مین خلیفہ تھے
جیساکہ خود انکا اعتراف مشہور مصدق اسکا ہی بلکہ وہ اپنی قوم کے خلیفہ تھے یا خلیفہ گر تھے یا خالف تھے جیساکہ خود اقرار اسکا
کیا ہی پس وہ باختیار اپنی قوم کے یا باختیار عمر بن الخطاب خلیفہ اول ہین جیساکہ صاحب مواقف نے کہا ہی کہ ایک شخص کی
بیعت سے خلافت ثابت ہوتی ہی کیونکہ ابوبکر بیعت عمر سے خلیفہ ہوے پس اس جہت سے ابوبکر خلیفہ جانتے ہین ہر چند
وہ خود کہتے تھے اقیلونی اقیلونی فلست بخیرکم و علی فیکم یعنی مجھے ہٹا دو ہٹا دو اس عہدۂ خلافت سے کہ مین تمسے بہتر نہین ہون
اور حالانکہ علی ابن ابیطالب جو بہترین خلق ہین وہ تم مین موجود ہین لیکن عمر ابن الخطاب نے کسی طرح انکے کہنے کی سماعت
نہ کی اور پھر خود بھی باآواز بلند کہتے تھے کہ کانت بیعة ابی بکر فلتة وقی اللہ شرہا فمن عاد الی مثلہ فاقتلوہ یعنی بیعت ابی بکر کی
دفعةً بلا فکر درویہ واقع ہوئی اور خدا نے انکی شر سے محفوظ رکھا پس جو کوئی کہ عود کرے مثل اسکے پس اسے قتل کرو دوسرے
خلیفہ عمر ابن الخطاب ہین جو بڑے شک کرنے والے نبوت جناب رسالتمآب مین اور مرتاب تھے جیساکہ انکے قول سے
جو روز صلح حدیبیہ کہا تھا ما شککت کشکی یوم الحدیبیة اور انکی خلافت بنص ابی بکر واقع ہوئی وہ اپنے اعتراف سے جو لولا
علی لهلک عمر کہا تھا شاید سمجھتے ہون یا انکے اتباع اب بھی خیال کرتے ہون کہ وہ اس قول کی راہ سے ہالک نہین ہین لیکن
اہل بصیرت اور اولو الالباب انھین بالضرور ہالک جانتے ہین کیونکہ انھون نے یقینی علی بن ابیطالب کے حق سے
انکار کیا اور بہت بدسلوکی کے ساتھ آنحضرت سے پیش آئے کیا یہ حضرات نہین دیکھتے اور سنتے قرآن مین جو حق تعالی نے
فرمایا ہی افمن یہدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یہدی الا ان یہدی فما لکم کیف تحکمون یہ امر کالنور علی شاهق الطور ہی کہ علی ابن ابیطالب
علی مع الحق والحق مع علی کا مصداق تھے اور موافق اعتراف عمر ابن الخطاب ابوبکر و عمر دونون صاحب آنحضرت کے نزدیک
کاذب و غادر و خائن و آثم تھے جیساکہ انکے صحاح مین وارد ہی اور انکی دشمنی اور عدوان اہلبیت علیہم السلام پر اور انکے
حقوق کا غصب کرنا جسکی ہمیشہ کمین مین رہتے تھے روز وفات جناب رسالتمآب سے بخوبی ظاہر ہوا اور تفصیل ان
امور کی انشاء اللہ مذکور ہوگی تیسرے عثمان بن عفان محرق قرآن اور سارق فرقان بادی ظلم و عدوان قتیل دار
عمال بنی امیہ اشرار کے خلق کی گردن پر کہ بسبب حکمت علی عمر ابن الخطاب کے جو انھون نے وقت شوری خلافت بربادی

اہلبیت کے لیے کی تھی خلیفہ ہوے اور وہ حکمت یہ تھی کہ عمر بن الخطاب نے اپنے مرنے کے وقت ایک تازہ بدعت کی
وہ یہ کہ چھ شخصون مین شوری قرار دیا اور علی بن ابیطالب کو اس جماعت مین داخل کیا جناب اخوند صاحب نے کتاب
حق الیقین مین فرمایا ہی کہ وہ ایسی تدبیر کی تھی کہ یا امیر المومنین علیہ السلام مارے جائین یا بہ لاچاری عثمان کی بیعت کرین
کیونکہ حضرت امیر علیہ السلام کو عثمان و زبیر و طلحہ و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص کے ساتھ شامل کیا تھا اور کہا تھا
کہ اگر سب ایک کے ساتھ اتفاق کرین تو وہ خلیفہ ہو اور اگر اختلاف کرین تو اگر ایک طرف زیادہ ہو تو وہ کم کو مار ڈالے اور
اگر مساوی ہون اور دو شخص ایک کو اختیار کرین اور دو نفر دوسرے کو تو وہ تین نفر کہ جنمین عبد الرحمن ہو انھین اختیار کرین
اور دوسرے تین نفر کو اگر اتفاق نہ کرین تو انھین قتل کرین جب جناب امیر باہر اس جلسہ سے تشریف لاے تو آنحضرت
علیہ السلام نے فرمایا کہ اسنے اپنی تدبیر کو میرے محروم رکھنے کے لیے تمام کیا کیونکہ عبد الرحمن سعد کے چچا کا بیٹا ہی اور عثمان
عبد الرحمن کا داماد ہی تو اسنے خوب جانا تھا کہ یہ تینون شخص آپس سے جدا نہونگے انتہاے امر یہ ہی کہ طلحہ و زبیر میرے ساتھ
ہونگے پھر جب عبد الرحمن اسطرف ہی تو یا مین مارا جاونگا یا کسی ایک کے ساتھ اپنے بیعت کرونگا اور آخر کار روز شوری
وہی ہوا کہ جب حضرت امیر علیہ السلام نے جملہ مناقب اپنے اہل شوری کے سامنے شمار فرماے اور سب نے انکی تصدیق کی
باوجود اسکے عبد الرحمن نے حضرت امیر سے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ اس شرط سے بیعت کرتے ہین کہ عمل کتاب
و سنت اور سیرت ابوبکر و عمر پر کیجیے حضرت نے فرمایا کہ مین کتاب خدا اور سنت رسول پر عمل کرتا ہون سیرت شیخین پر
عمل نہین کرتا اور یہ بات عبد الرحمن نے اسلیے کہی تھی کہ وہ خوب جانتا تھا کہ وہ جناب بدعت کرنے والون کے
طریقے پر عمل ہرگز نہ فرماوینگے اور عمل فساق کو کبھی قبول نہ کرینگے بعد اسکے اسی کلمہ کو عثمان سے کہا اسنے اسے قبول کر لیا
بعد اسکے عبد الرحمن اور سعد دونون نے عثمان کے ساتھ بیعت کی اور پھر اورون نے بھی بجبر بیعت کی پھر انھین تیسرے
خلیفہ کہتے ہین جو محض عمر ابن الخطاب کی تدبیر سے خلیفہ کیے گئے حق علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے برباد کرنے کو اور جب
عثمان کے ظلم اور انواع فسوق اور بدعتین زیادہ از حد گذرین تو صحابہ نے اتفاق کر کے انھین مارا اور جناب امیر المومنین
علیہ السلام کے ساتھ کہ خلیفہ برحق تھے سب نے بیعت کی اسی لیے آنحضرت کو خلیفہ چہارم کہتے ہین چوتھے
اسد اللہ الغالب مفرق الکتائب علی ابن ابیطالب الصابر فی الکربات والمصائب صلواۃ اللہ و سلامہ علیہ و علی آلہ الاطائب
کہ وہ حضرت حقیقت مین ارشاد صدق بنیاد علی مع الحق معہ یدور حیث ما دار کا مصداق ہین اور واقع مین یہ
خلیفہ بنص خدا و رسول ہین اور جب سے کہ حق تعالی نے نبوت جناب رسالتمآب کی تقرر فرمائی اسی دن سے
یہ خلافت بھی مقدر ہوئی لیکن حضرات اہلسنت نے بہ نسبت انکے اسقدر تاخیر فرمائی کہ چوتھی مرتبہ مین اسکا اظہار کیا
وہ بھی اسطرح کہ جو قول ملا علی قاری سے ظاہر ہوا اور طائفہ نواصب نے اس طبقہ سے توجہ کیا اور ذکر کرتے ہین وہ ظاہر ہی
اور مقدمہ مین اس کتاب کے مذکور ہی پانچوین خلیفہ انکے رئیس باغیان اور افسر طاغیان معاویہ بن ابی سفیان جو

علی المشہور بین الجمہور لکھتی ہی لڑائیان امیر مومنان سے لڑکر مصداق حدیث حربک حربی کے ہین جنکی نسبت وہ کہتے
ہین کہ انہ خلیفۃ حق بعد مصالحۃ الحسن ونزولہ لہ علی اختلاف فیہ ولیکن مصنف صواعق کی تحقیق جو موافق تحقیق فتح الباری
اور ملا علی قاری کے ہو وہ یہ ہی کہ انسے کہا ہی ان المجتہد اذا اخطأ لا ایلام فلہ اجر واحد وللعلی اجران فھو بعد مصالحۃ الحسن خلیفہ
حق امام صدق چھٹے خلیفہ وامام انکے سالک مسالک ماویہ یزید ابن معاویہ ہین جنکے کفر و اسلام مین خود حضرات اہلسنت مین
اختلاف ہی اس شخص کو انکے باپ کی نص کے موافق اور بسبب اجماع اہل حل و عقد کے جو اس اجماع سے بھی جو خلافت خلفائے
اربعہ پر ہوا تھا بہت زیادہ ہی خلیفہ جانتے ہین ضوابط حضرات اہلسنت کا مقتضا یہی ہی کیونکہ اہلسنت کے یہان ثبوت خلافت حقہ
تین طرح پر ہوتا ہی اول باجماع اہل حل و عقد جیسا جناب ابوبکر پر ہوا تھا دوسرے بنص خلیفہ سابق پر لاحق جیسا کہ حضرت
عمر ابن الخطاب کے لیے ہوا تیسرے بشوکت و غلبہ جیسا کہ معاویہ کے لیے ہوا تھا اور تینون باتین یزید ابن معاویہ کو حاصل
ہوئی تعیین اسواسطے کہ معاویہ نے نص کیا تھا انکی خلافت پر اور مسلمین مہاجرین و انصار نے اجماع انکی بیعت پر کیا اور شوکت
تو انکی ظاہر ہی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو مع اٹھارہ شخصون کے بنی ہاشم سے شہید کیا پس یزید سے کون شخص
زیادہ تر خلیفہ بحق اہلسنت و جماعت کے واسطے ہوگا ولا ینبئک مثل خبیر اور اسی راہ سے عبد اللہ بن عمر نے موافق روایت
صاحب جامع الاصول کے جب دیکھا کہ اہل مدینہ نے بیعت یزید بن معاویہ کو خلع کیا تو اپنے حشم اور اولاد کو جمع کیا اور کہا کہ
مین نے پیغمبر خدا سے سنا تھا کہ فرماتے تھے کہ برپا کیا جاتا ہی ہر غدر کرنے والے کے لیے ایک علم روز قیامت کو اور بتحقیق
ہمنے بیعت کی ہی اس مرد کے لیے ساتھ بیعت خدا اور رسول خدا کے اور بدرستیکہ مین نہین جانتا کسی غدر کو زیادہ اس سے
کہ بیعت کیجائے کسی مرد کے ساتھ اوپر بیعت خدا اور اسکے رسول کے اور بعد اسکے پھر اسکے لیے قتل و قتال برپا کیا جائے
اور بتحقیق کہ مین نہین جانتا کسی ایک کو کہ خلع کرے اُس سے یا انکی متابعت اس امر مین کرے الا کانت الفیصل بینی و بینہ
اخرجہ البخاری جبکہ خلع کیا یزید کو اور مجتمع ہوئے عبد اللہ بن مطیع پر تو آیا انکے پاس ابن عمر پس کہا عبد اللہ بن مطیع نے
کہ بچھاؤ واسطے ابی عبد الرحمن کے فرش اور تکیہ رکھو پس کہا عبد اللہ ابن عمر نے کہ مین نہین آیا تیرے پاس اسلیے کہ بیٹھون
آیا ہون تیرے پاس اسلیے کہ حدیث کرون تیرے پاس ساتھ اس حدیث کے جو سُنی ہی مین نے رسول خدا سے
کہ فرماتے تھے کہ جو کوئی خلع کرے اپنے ہاتھ کو طاعت سے وہ ملاقات کریگا خدا سے روز قیامت کو حالانکہ کوئی حجت
اسکے واسطے نہوگی اور جو کوئی کہ مرجاے اور گردن مین اسکے کوئی بیعت نہو وہ موت کفر پر مریگا اخرجہ مسلم حضرات
منصفین بنظر انصاف ذرا دیکھین کہ اسقدر حشم و اہتمام جو عبد اللہ بن عمر نے اس شخص کی بیعت کے لیے کیا جسے اسلام سے بھی
بہرہ نہ تھا چہ جاے اُس عدالت کے جسے حضرات اہلسنت عصمت کے عوض مین امام کے لیے برابر امام بنانے کے [illegible]
اور پھر انکے ساتھ عقائد مین یہ بھی تصریح کرتے ہین کہ امام فسق کے باعث سے معزول نہین ہو سکتا پھر اگر اسلام تھا [illegible]
رکھتا ہو اور انکے ساتھ جو کچھ قتل و غارت ذریت رسول کی انکی سو دست ضروریات اسلام سے ہی اس سے ظاہر ہو تو وہ کافر [illegible]

واقع ہو یا بیان مین قادح ہو لیکن حضرات اہلسنت کے نزدیک خلافت کو مضر نہین ہو سکتی اسلیے انکے بڑے عالم
صاحب فتح الباری نے کہا ہو وله فی قتل الحسین امر ہی فیہ قبل خروجہ الی ... اور بعض سے انکے منقول ہی کہ قتل الحسین بسیف جدہ
خدا پناہ مین رکھے ایسے اقوال باطلہ سے بالجملہ جو ظلم و بیداد کہ اُس سے اہل مدینہ پر گذرے اور استخفاف اُس شہر معظم کا
ہوا جسکا احترام اہل اسلام کو لازم ہی اور وہ حکایتین مشہور ہین لیکن یہ بھی خلیفہ ثانی کے صاحبزادے کے نزدیک کوئی
بحث اُسکے عزل کے لیے کافی نہوئی بلکہ اُسکے منکر امامت کی موت کو موت جاہلیت قرار دیا سبحان اللہ کیا اچھا خلیفہ تھا
اور کیسا امام تھا جسکی شان مین علماے اعلام حضرات اہلسنت کے کیا کیا کلام ہین اور جناب خیر انام علیہ و علی آلہ السلام
کیا کیا خبرین پیشتر سے فرمائین چنانچہ بطور نمونہ کچھ کلام علماے حضرات اہلسنت کو نقل کرتا ہون شیخ ابن حجر نے کہا ہی
اور خلاصہ کلام انکا یہ ہی کہ اہلسنت نے اختلاف کیا ہی یزید ابن معاویہ کے کفر مین جبکہ وہ ولیعہد اپنے باپ کا ہوا بعد اُسکے
مرنے کے پس ایک طائفہ نے یہ اختیار کیا ہی کہ وہ کافر تھا بجہت قول سبط ابن جوزی وغیرہ کے جو مشہور ہی کہ جب
سر مبارک امام حسین علیہ السلام کا اُسکے پاس لاے تو اُسنے اہل شام کو جمع کیا وکان ینکت بخیزرانہ راسہ یعنی جو لکڑی
خیزران کی اُسکے ہاتھ مین تھی اُس سے سر مبارک کو آنحضرت کے زخمی کرتا تھا اور ابن زبعری کے اشعار پڑھتا تھا جو
مشہور ہین لیت اشیاخی ببدر شہدوا الخ اور دو شعر اُسمین اور اضافہ کیے تھے جن سے ظاہر ہوتا ہی کفر صریح اُسکا اور وہ یہ ہین
علی ما رواہ مصنف کتاب الطبقین لعبت ہاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل لیت اشیاخی ببدر شہدوا جزع الخزرج من وقع
الاسل لاہلوا واستہلوا فرحا ولقالوا یا یزید لا تشل فجزیناہم ببدر مثلہا واقمنا مثل بدر فاعتدل لست من خندف ان لم انتقم من بنی احمد ما کان فعل
اور بعض روایات مین ہی کہ آخر مین جو زیادہ کیا اُسنے وہ یہ شعر تھا وکذاک الشیخ اوصانی بہ فاتبعت الشیخ فیما قد سال حاصل بعض
الفاظ کا جو ان اشعار کفار آثار مین ہی یہ ہی جزع صبر کی نقیض ہی اور خزرج قبیلہ کا نام ہی جو انصار کے دو قبیلہ تھے ایک
خزرج اور دوسرا اوس اور اسل کے معنی تیزی کے ہین اور خندف بخاء معجمہ و نون و ذال معجمہ و فا الیاس بن مضر کی زوجہ کا
نام ہی کہ اُسے لیلی بھی کہتے تھے اولاد الیاس اُسکی طرف منسوب ہوئی ہی اور اصل خندفہ اُس راہ چلنے کو کہتے ہین جو ہرولہ کی طرح
راہ چلین یعنی زمین پر اُچھلتے ہوے قدم رکھین چونکہ وہ اسطرح چلتے تھے اسلیے اُسے خندف کہا گیا اور وہ ان بنی امیہ
ملاعین کی مان تھی اور ترجمہ لفظی انکا یہ ہی لعبت ہاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل کھیل کیا تھا بنی ہاشم نے ملک کے ساتھ
نہ کوئی خبر آئی تھی اور نہ وحی نازل ہوئی تھی یعنی رسالت وغیرہ سب جھوٹ تھی لیت اشیاخی ببدر شہدوا جزع الخزرج
من وقع الاسل کاش کہ بزرگ ہمارے جو جنگ بدر مین مارے گئے آج ہوتے اور دیکھتے خوف و اضطراب بنی خزرج کا
تیرون کے پڑنے سے یعنی دیکھتے کہ کسطرح اصحاب امام حسین علیہ السلام مقتول ہوے لاہلوا واستہلوا فرحا ولقالوا یا
یزید لا تشل ہر آئینہ خوشی مین اگر شور کرتے اور کہتے کہ اے یزید تیرا ہاتھ کبھی شل نہو یعنی تو نے خوب بدلا لیا روز بدر کا
فجزیناہم ببدر مثلہا واقمنا مثل بدر فاعتدل بس لیا ہمنے اُنسے عوض بدر کا مثل بدر کے اور برپا رہے ہم مثل بدر کے پس

برابر ہوے یعنی جسطرح وہ لوگ بدر مین غالب ہوے تھے اُسی طرح آج ہم غالب ہوے اور وہ ہم برابر ہو گئے لست
من خندف ان لم انتقم من بنی احمد ما کان فعل یعنی مین اولاد خندف سے اگر بدلا نہ لون مین آل محمد سے اُس چیز کا جو اُنھون نے
کیا تھا یعنی جسطرح سے اُنھون نے ہمارے آبا کو قتل کیا تھا اُسی طرح اگر مین اُنکی اولاد کو قتل کرتا اور بدلا نہ لیتا تو مین
بنی خندف سے نہوتا وکذلک الشیخ اوصانی بہ فاتبعت الشیخ فیما قد سئل اور اِسی طرح میرے شیخ و استاد نے مجھے
وصیت کی تھی پس بجالایا مین اِس امر کو جسکے لیے اُسنے مجھسے فرمائش کی تھی فقط اور شیعہ بھی اسکا مصداق ہو بس روایت گو
ہو آئندہ اسکے حال مین لکھی جائیگی انشاء اللہ تعالی اور ابن جوزی سے اُنکے بیٹے نے حکایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ابن زیاد نے
جو ظلم و بیداد اور قتل و قتال کیا اس سے کچھ تعجب نہین ہے لائق عجب یہ ہے کہ یزید نے اہلبیت رسالت کو کیونکر مخذول کیا
اور امام حسین علیہ السلام کے دانتون پر کیونکر وہ لکڑی جو اُسکے ہاتھ مین تھی ماری اور آل رسول کو قید و اسیر کر کے
شتران بے کجاوہ پر سوار کیا اور اِسی طرح اور اعمال قبیحہ اُس ملعون کے جو مشہور ہین ایضاً مین نقل کیا خصوصاً یہ فقرہ ابن
جوزی کا دیکھنے کے قابل ہے ورحہ راس الحسین الی المدینۃ وقد تغیر ریحہ یعنی بھیجوایا اُسکا سر شریف امام حسین علیہ السلام
کو مدینہ منورہ مین جس حالون کی بو اُسکی متغیر ہو گئی تھی کیون حضرات یہ نواسے کا سر اِس ہیئت نانا کے دیکھنے کو بھجوایا تھا
اور ایک نسخہ مین الی مکہ ہے بالجملہ اِسکے بعد ابن جوزی نے کہا ہے وما کان مقصودہ الا الفضیحۃ فی اظہار الراس افیجوز ان
یفعل ہذا بالخوارج الیس بالاجماع المسلمین ان الخوارج والبغاۃ تکفنون ویصلی علیہم ویدفنون ولو لم یکن فی قلبہ احقاد جاہلیۃ و
اضغان بدریۃ لاحترم الراس لما وصل الیہ وکفنہ ودفنہ واحسن الی آل الرسول انتہی کلامہ یعنی مقصود یزید پلید کو اِس فعل زشت سے کچھ اور
نہ تھا مگر استخفاف و فضیحت ظہار راس شریف مین آیا جائز ہے کہ خوارج کے ساتھ بھی ایسا معاملہ کیا جاے آیا اتفاق نہین
کیا ہے مسلمانون نے اِس امر پر کہ خوارج کو اور باغیون کو کفن کرتے ہین نماز اُنپر پڑھتے ہین اگر اُسکے دل مین کینہ جاہلیت
اور روز بدر کی عداوتین نہوتین یعنی حال کفر قدیم پر نہوتا تو ہر آئینہ سر شریف کا احترام کرتا اور اُسے کفن کرتا اور دفن کرتا اور
آل رسول کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آتا پھر ابن حجر نے با این ہمہ کہا ہے کہ ایک جماعت نے اہلسنت سے کہا ہے
کہ یزید کافر نہ تھا اِسلیے کہ کوئی چیز اُن اسباب سے جو کفر کا موجب ہوتے ہین اُس سے ثابت نہین ہوئی اور اصل اُسکا
باقی رہنا اسلام پر ہے اُنکی یہان تک کہ کہا ہے کہ اِسی جگہ سے ہے کہ ایک جماعت نے محققین اہلسنت سے کہا ہے کہ اُنکا
طریقہ تو یہ درباب یزید وہ ہے کہ اُسکے بارے مین توقف کرین اور اُسکے امر کو سپرد بخدا کرین پھر یہ کہا لکن کہا ہے وعلی القول
بانہ مسلم فہو فاسق شریر سکیر جائر کما اخبر بہ النبی فقد اخرج ابو یعلی فی مسندہ عن ابی عبیدۃ قال قال رسول اللہ لا
یزال امر امتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید یعنی ابن حجر نے کہا ہے کہ جب اُسکے اسلام کے بھی قول کو
صحیح جانین جب بھی وہ ایک فاسق شریر اور شراب خوار اور ستم کرنے والا تھا جیسا کہ خبر دی ہے اُسکے ساتھ پیغمبر خدا نے
پس بدرستیکہ ابو یعلی نے اپنی مسند مین بسند ضعیف ابو عبیدہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ہمیشہ میری

امت کا امر راستی و استقامت اور عدل و انصاف کے ساتھ رہیگا یہان تک کہ اول وہ شخص جو رخنہ ڈالیگا وہ ایک شخص
بنی امیہ سے ہوگا کہ اُسے یزید کہتے ہونگے اب اِس جگہ لائق غور ہے کہ جو فاضل مذکور نے اِس روایت کو مقید بہ ضعف کیا ہے
اُس سے اگر مراد یہ ہے کہ ضعیف ہے تو پھر اُسے استدلال کی کیا وجہ ہے اور اگر احتجاج کے لائق ہے گو بانضمام اور قرینون کے ہو اور
اِس جہت سے اُسے تمسک کیا تو پھر اِس فقرہ لا یزال امر امتی کو جو اِس حدیث مین ہے اُسی فقرہ لا یزال امر الاسلام قائما
اور منیعا سے جو احادیث صحیحہ مستفیضہ مین کہ متضمن اثنا عشر خلیفہ کو ہین وارد ہوا ہے انداز کرنا چاہیے اور اُس عدد شریف مین
جو علماے حضرات اہلسنت نے اُس یزید کو بھی شمار کیا ہے جسکی نسبت خود انہین کے طریقے کے موافق وہ حدیث
ابو یعلی کی سند سے وارد ہوئی دیکھنا چاہیے کہ کسقدر نا انصافی ہے اور پھر ابن حجر نے اپنی تائید مذہب مختار کے لیے بہ نسبت
اُس فاسق شراب خوار کے دوسری حدیث اپنے طریقہ سے نقل کی ہے واخرج الرویانی فی مسندہ عن ابی الدرداء قال سمعت
النبی یقول اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیة یقال له یزید انتہی کلامہ یعنی روایت کی رویانی نے اپنی مسند مین
ابی درداء سے کہ کہا اُسنے سنا مین نے پیغمبر کو کہ فرماتے تھے پہلے جو میری سُنت کو بدلیگا وہ ایک شخص بنی امیہ سے ہوگا
کہ اُسے یزید کہتے ہین پوشیدہ نہ رہے کہ شیخ ابن حجر نے حدیث اوّل کو تو ضعیف السند بھی کہا تھا لیکن لائق احتجاج تھی
جب تو اُسے احتجاج کیا تھا لیکن اِس روایت مین وہ ضعف سند بھی نہین ہے پھر اب غور کرنا چاہیے کہ جسے پیغمبر خدا مبدل
سُنت فرماوین وہ اِس لائق ہے کہ عدد شریف اثنا عشر خلیفہ مین شمار کیا جاے اور ایسے ایسے امام و خلیفہ سے دوازدہ امام
علیہم السلام کا شیعون سے مقابلہ کیا جاے اور وہ نصوص اُن منافقین و فساق کے حق مین مراد لیجائین جنھین خود انہے
علما بھی اچھا نہین کہہ سکتے اور مجبوری کفر و فسق کا اُنکے اقرار اور ظلم و بیداد کا اُنکے اعتراف کرتے ہین مبدل سُنت جو زبان
نبی ہے اُسے خلیفہ و امام بناتے ہین اور پھر اپنے تئین اہلسنت جانتے ہین فاضل سعد الدین تفتازانی نے شرح مقاصد مین
جو کہا ہے لفظ اُسکے یہ ہین ما وقع بین الصحابة من المحاربات والمشاجرات علی الوجه المسطور فی کتب التواریخ والمذکور علی السنة الثقات
یدل بظاهره علی ان بعضهم قد حاد عن الحق وبلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث علیه الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملک والریاسة
والمیل الی اللذات والشهوات اذ لیس کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبی بالخیر موسوما الا ان العلماء بحسن ظنهم باصحاب رسول الله صلعم
ذکروا لها محامل وتاویلات بها یلیق وذهبوا الی انهم محفوظون عما یوجب التضلیل والتفسیق صونا لعقائد المسلمین عن الزیغ والضلالة
فی حق کبار الصحابة سیما المهاجرین منهم والانصار المبشرین بالثواب فی دار القرار واما ما جری بعدهم من الظلم علی اهل البیت النبی فمن
الظهور بحیث لا مجال للاخفاء ومن الشناعة بحیث لا اشتباه علی الاراء ویکاد تشهد به الجماد والعجماء ویبکی له من فی الارض والسماء وتنهد
منه الجبال وتنشق منه الصخور ویبقی سوء عمله علی کر الشهور ومر الدهور فلعنة الله علی من باشر او رضی او سعی ولعذاب الاخرة اشد
وابقی فان قیل من علماء المذهب من لا یجوز اللعن علی یزید مع علمهم بانه یستحق ما یربو علی ذلک ویزید قلنا تحامیا علی ان یرتقی الی
الاعلی فالاعلی کما هو شعار الروافض خذلهم الله حیث یروی فی ادعیتهم ویجری فی اندیتهم فرای المعتنون بامر الدین

لجام العوام بالکلیہ طریقا الی الاقتصاد فی الاعتقاد بحیث لا تزل الاقدام عن السواء ولا تضل الافہام بالاہواء والا فمن یخفی علیہ الجواز والاستحقاق فکیف لا یقع علیہما الاتفاق الخ یعنی جو کچھ کہ صحابہ رسول مین لڑائیان اور تکرارین اور نزاعین واقع ہوئین اُس وجہ سے کہ تاریخون کی کتابون مین مسطور اور معتمدین و ثقات کی زبانون پر مذکور ہین وہ اپنے ظاہر حال سے دلالت کرتی ہین اِس امر پر کہ بعض نے اُنہین سے حق سے تجاوز کیا اور ظلم و فسق کی حد کو پہونچے اور اِسکا باعث یہ تھا کہ اُنہین کینہ اور دشمنی اور بعض حسد تھا اور ملک و ریاست کی طلب مین سرگرم تھے اور لذتون اور شہوتون کی طرف مائل ہوتے تھے اور یہ بات اسلیے کی گئی ہی کہ ہر صحابی معصوم نہ تھا اور نہ یہ بات ہی کہ جسنے پیغمبر سے ملاقات کی وہ موسوم بہ نیکی ہو جاے عاقل پر پوشیدہ نہو گا کہ حق اپنا جلوہ ہر جگہ دکھاتا ہی یہ فقرہ لیس کل صحابی معصوما صاف مشعر ہی کہ بعض معصوم بھی تھے جیسا کہ شیعہ کہتے ہین پھر فاضل مذکور نے کہا ہی مگر یہ کہ علمانے بسبب اپنے حسن ظن کے جو صحاب کے ساتھ تھا ذکر کیا افعال شنیعہ صحاب کے لیے محامل اور تاویلین اُنکی ایسی کین جو لائق تھین اور گئے علما سب اِس طرف کہ صحاب محفوظ ہین اُن امور سے جو موجب گمرہی اور فاسق گردانی کا ہی اور یہ اسلیے کہ تا عقائد کو مسلمانون کے شبہہ و ضلالت سے بچائین بڑے اصحابون کے حق مین خصوصاً جو اُنسے مہاجرین و انصار تھے کہ وہ بشارت دیے گئے ہین ساتھ ثواب کے دار آخرت مین حقیقت مرد دیکھنے والے پر پوشیدہ نہ رہے گی کہ اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ واقع مین اصحاب کے افعال بُرے اور بد تھے مگر علمانے اُنہین تاویلات کرکے نیک بنا دیا ہی تا کہ مریدون کے آگے اپنا رنگ نہ بگڑے اور یہ خصوصیت چھوٹے اصحابون کی نہین ہی بلکہ بڑے اصحابون کے بھی افعال ایسے تھے کہ زیادہ اُنکی پردہ پوشی کے لیے اہتمام ہوا ہی والا اشتراک فعلی اُنہین بھی بُری نہین ہونے دیتے تھے اب محل انصاف ہی کہ یہ فعل جو اُنکے علماسے ہوا یہ بُرے کو اچھا بنا کے دکھاتا ہی اور ناحق کا حق بناتا ہی اور نفاق و فسق کا چھپاتا ہی اور گمراہ کرتا ہی خلق کا یا عقائد مسلمین کا بچاتا ہی فاعتبروا یا اولی الابصار پھر فاضل مذکور نے کہا ہی اور لیکن جو کچھ کہ بعد صحابہ کبار کے ظلم و ستم اہلبیت رسول پر گذرا پس وہ ظہور مین اُس مرتبہ کو پہونچا ہوا ہی کہ اُسکے چھپانے کی مجال باقی نہین ہی اور شناعت کا اُسکی ایسا یقین سب کو ہی کہ اب خلق کے دلون مین مشتبہ نہین کر سکتے اِس سے صاف ظاہر ہی کہ اگر اب بھی ممکن ہوتا تو علما اِسے بھی چھپا ڈالتے اور دلون مین خلق کے مشتبہ کر دیتے جیسا کہ بہ نسبت افعال شنیعہ صحاب کے کیا اور کرتے ہین واقع مین یہ ہی کہ یہان تک فاضل تفتازانی کی تقریر مشتمل انصاف پر ہی جو کلمات حق کو حق تعالی نے اُنکی زبان پر جاری فرمایا ہی والا عبد القادر جیلانی کا عاشورے کی نسبت یہ حکم دینا کہ اُسے روز عید و سرور گردانین نہ روز حزن و ماتم اور اِسی طرح صاحب صواعق کا روز عاشورہ کو روز ماتم گردانتے سے منع کرنا یہ کہکر کہ بدعت ہی اور حضرات اہلسنت کا بے پروا ہونا مجالس عزاے خامس آل عبا سے اور اغماض عین ذکر مصائب سے اِسی لیے ہی کہ تا رفتہ رفتہ اِن ظلمون کو سب بھول جائین اور اِس ظہور کو لباس خفا اور پوشیدگی پہنائین جیسا کہ اگلے قصون کو مخفی و مشتبہ کر دیا پھر فاضل مذکور نے علت ظہور کے بیان مین

کہا ہی کہ یہ ایسے ہی کہ قریب ہی کہ گواہی دین اُنکے ساتھ جمادات اور حیوانات بے زبان اور رو دین اُسکے واسطے زمین و
آسمان اور پارہ پارہ ہو جائین اُس سے پہاڑ اور پھٹ جائین اُس سے سخت پتھر اور باقی رہے بدی اُنکی عمل گئے
گذرنے تک شہور کے اور منقضی ہونے دہور کے پس لعنت خدا ہو اُسپر کہ جو ان حرکتون کا مباشر ہوا یا اُنکے ساتھ رضی ہوا
یا اُنمین سعی کی اور ہر آئینہ عذاب آخرت بہت سخت ہی اور باقی رہنا اُسکا بہت ہی اب بہت مقام حیف و تاسف
کا ہی کہ آیا حضرات اہلسنت یہ سمجھتے ہین کہ امور دین کی استقامت اہلبیت رسول کے استیصال مین ہی اور جسقدر انہین
محروم کرین اور اُنکے حقوق اور مقامات کو مٹائین وہ باعث رضائے الٰہی کا ہوگا اور افضل عمل ملت اسلام مین
مخالفت اہلبیت ہی یا یہ وہ دانستہ اخفائے حق مین اور اتلاف حقوق مین اہلبیت رسالت کے کوشش کرتے ہین
کہ ایسے شخص کو پیغمبر خدا کے بارہ خلفا مین شمار کرتے ہین آخر کچھ خوف خدا یا خلق سے بھی کچھ شرم ضرور ہی
پھر فاضل مذکور نے بعد اس کلام کے ایک طرز سخن کہا ہی کہ اگر کوئی یہ کہے کہ بعض علمائے مذہب سنی وہ ہین
کہ جو یزید پر لعن کرنا تجویز نہین کرتے باوجود اسکے کہ وہ جانتے ہین کہ وہ مستحق اُن چیزون کا ہی جو لعن سے بھی بہت زیادہ ہی
تو ہم اُسکے جواب مین کہینگے کہ منع کرنا یزید پر لعنت کرنے سے از راہ احتراز ہی اُس ترقی سے کہ جو ادنی سے اعلی تک ہو جائے
یعنی بنا بر سد باب لعن معاویہ اور اصحاب ثلثہ کے ہی بسبب حفاظت عرض صحابہ کبار کے جیسا کہ روافض کا شعار ہی
کہ وہ اپنی دعاؤن مین لعن کو نقل کرتے ہین اور اپنی مجلسون مین اُس طریقے کو جاری رکھتے ہین پس جو اشخاص کہ امر
دین مین احتیاط تو جہ زیادہ تھی انھون نے یہ مناسب دیکھا کہ بالکلیہ عوام کا منھ بند کیا جائے اس طرح کہ پاؤن راہ راست سے
زائل ہونے پائین اور انہماک بسبب خواہشون کے گمراہ ہونے والا دہ کون شخص ہی جسپر یہ پوشیدہ ہی کہ اُسپر لعنت کرنا جائز ہی
اور وہ مستحق لعن کا ہی اور کیونکر اُسکے جواز اور استحقاق لعن پر اتفاق نہ واقع ہو سبحان اللہ باوجود جواز و استحقاق لعن پھر لعنت
کی تجویز اسلیے نہین کرتے اور سب کا شاخسانہ بنا کرتے ہین کہ تا ترقی کرتے کرتے لعن دور تک نہ پہونچ جائے کہ اس صورت مین
خلاف اُس اعتقاد کے ہوگا جو یہ نسبت صحابہ کبار کے رکھتے ہین لیکن مبدل سنت اور مستحق لعن کے خلیفہ و امام گردانے کی
بارہ خلفائے نبی مین شمار کرنے کی کیا ضرورت تھی ہان شاید سبب اُسکا یہ ہوگا کہ اگر اُسے خلیفہ و امام نہ کہین تو ایک
تو جو مقصود اُس شمار سے یہ ہی کہ وہ نصوص مستفیضہ جو درباب ائمہ اثنا عشر علیہم السلام وارد ہین اور انہین بگاڑ کر
اپنے مطلب کے موافق کرنا چاہتے ہین یہ فوت ہوگا دوسرے اگر بوجہ فسق و ظلم اُسے خلافت سے معزول کرین تو جیسا
تجویز لعن سے انکے خوف ترقی لعن کا ایک ادنی سے اور اعلاؤن تک تھا اُسی طرح اگر اُسے معزول کرین تو اور صحابون کو بھی
جنکا اشتراک ان افعال مین ثابت ہی معزول کرنا ہوگا اور وہ خلاف عصبیت اور حمیت مذہب ہی بنا و نتیجہ تعصب و
عناد سے کہ راہ حق کو نہین دیکھنے دیتے صاف صحیح ہو کہ جو ترقی کرنا شیعون کا اصحاب پر لعن کرنے مین فاضل مذکور نے لکھا ہی
وہ بے سبب نہین ہی بلکہ اُسکے اسباب وہی ہین جو فاضل مذکور نے انکا اعتراف خود کیا ہی کیونکہ شیعہ بھی یہ کہتے ہین کہ

سب صحابی پیغمبر خدا کے معصوم اور اچھے نہ تھے پھر جنکی عصمت ثابت ہوئی انہیں معصوم کہتے ہیں جنکی نیکیان صحیح ہوئین
انہیں اچھا کہتے ہیں جنکی برائیون کا تعین ہوا انہیں برا کہتے ہیں اور کیونکر برا کہیں کیونکہ ہیں ظلمون کے اور بدیون کے
باعث سے فاضل مذکور نے یزید پلید کو تجویز کیا اُسے شیعہ یہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حقیقت میں یہ تخم فساد اُس دن بویا گیا
جس روز سقیفہ میں شوری خلافت کا ہوا ورنہ کسکی طاقت تھی کہ مسلمان ہو کر خلاف کتاب و سنت کرتا لیکن جب یکبار
کہ اصحاب نبی نے بعد وفات اُن جناب کے وصیت پیغمبر کو اپنے پیٹ کے پیچھے ڈالا اور حقوق اہلبیت رسالت کو
برباد کیا اور ظلم و بیداد کی بنیاد قائم کی تو روز بروز دشمنان دین کی جسارتیں بڑھتی گئیں یہانتک کہ بنی امیہ کو مالک
رقاب مسلمین کیا جیسا کہ شیخ ابن حجر نے کہا ہے ولقد استعمل معاویۃ عمر و عثمان وکفاہ ذلک شرفا یعنی شرافت میں معاویہ کے
کافی ہے یہ امر کہ عمر و عثمان نے اُسے کار حکومت کے لیے منتخب و مامور کیا تھا اور تفصیل اسکی فاضل مذکور نے اسطرح بیان کی ہے
کہ جب ابوبکر نے فوجیں شام کی طرف بھیجائیں تو معاویہ اپنے بھائی یزید ابن ابی سفیان کے ساتھ گیا جب اسکا
بھائی مرا تو اُسنے اپنی جگہ پر اُسے شام کا حاکم کیا اور عمر نے اُسے اس حکومت پر برقرار رکھا بعد اسکے عثمان نے بھی عمر کی
پیروی اور تاسی سے اُسے بحال رکھا اور سب ملک شام کو اسکے لیے جمع کیا پس بیس برس تک وہ ملک نواحی
شام کا امیر رہا اور بلا معارض سریر خلافت پر بیس برس بیٹھا کعب احبار نے کہا ہے کہ اس امت سے کوئی اتنی مدت تک
صاحب ملک نہیں رہا پس اس مدت دراز تک کہ اسکی حکومت کی بنیاد مستحکم ہوئی بمفاد ان الانسان لیطغی ان راٰہ
استغنی روز بروز اسکی سرکشی اور طغیان زیادہ ہوا یہانتک کہ امام زمان سے جو وصی حقیقی پیغمبر کے تھے اونکی اور
مقابلہ کیا اور عثمان کے خون کا عوض لینے کے بہانے سے باوجود اسکے کہ وہ اسکا ولی دم نہ تھا شوران و شورش میں انکو
محاربات بیجا کیے کہ ہے حضرات اہلسنت خطائے اجتہادی پر حمل کر کے اُسے اس فاحش خطا میں ایک ثواب کا مستحق
قرار دیتے ہیں اور یہ بات کسقدر رد اور صریح البطلان ہے کیونکہ پیغمبر نے علی ابن ابیطالب کے لیے نص حربک حربی فرمائی تھی
اب نص کے مقابل اور امام کے ساتھ مقابلہ کرنے میں اجتہاد کو کہاں گنجائش ہے ہرگز یہ اجتہاد نہیں ہے بلکہ آتش فتنہ و
فساد کا اشتعال ہے جو بہ سبب اسکی خصومت اور عناد کامل کے باعث سے جو اُسے بہ نسبت اہلبیت رسالت کے
حاصل تھا ہوا اور انہیں محاربات میں سے جنگ صفین میں اُسنے عمار بن یاسر صحابی رسول خدا کو قتل کیا اور بمفاد
یا عمار تقتلک الفئۃ الباغیہ یعنی ای عمار تجھے قتل کریگا لشکر باغی اسکی سرکشی اور بغاوت سب پر واضح و آشکار ہوئی
پس اس نے سرکشی یعنی اپنے بیٹے یزید پلید کے واسطے عقد خلافت باندھا اور انجام اسکا وہی ہوا جو سب کو معلوم ہے کہ
اہلبیت رسالت اور آل رسول کا ایسا استیصال ہوا کہ پھر انھوں نے روے قوت نہ دیکھا جیسا کہ شاعر نے کہا ہے
افسوس ہے کربلا میں گھر زہرا کا پھر ایسا اجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا اب وہ اثر ظلم اب تک باقی ہے اور باقی رہیگا دنیا میں
جب تک کہ حق تعالی صاحب العصر والزمان علیہ السلام کو خلق میں ظاہر فرماوے اور وہ حضرت اس ظلم کا انتقام ظلمہ سے

فرادین المظہر مع وجود سیبی بحرمۃ وجعلنی من الطالبین بثار الحسین مع ... انصر اعزیزا ... لہ فتحا قریبا سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون
جناب سید سند نے مولانائے مجلسی سے کہ انھون نے دسوین جلد مین بحار کی اور مرزا محمد صاحب دہلوی سے کہ انھون نے
نصرت المومنین الابرار مین فاضل بلادری سے جو اعاظم محدثین اہلسنت سے ہی روایت کی ہی نقل کیا ہی حاصل اسکا
یہ ہی کہ جب حضرت ذبیح اللہ حسین ابن علیؑ درجہ شہادت سے فائز ہوے تو عبداللہ بن عمر نے بھی باوجود اُس
تعصب کے جو انھین یزید کی خلافت کے بارے مین تھا اور مذکور ہوا لیکن اظہار حمیت اسلام کے لیے گستاخی
اپنے امام کی خدمت مین اختیار کر کے یزید کو لکھا کہ اما بعد تحقیق کہ رزیت عظیم ہوئی اور بہت زیادہ ہوئی مصیبت
اور حادث ہوا رخنہ عظیم اسلام مین اور کوئی روز اُس روز کی برابری شدت مصیبت مین نہین کرسکتا جو
روز قتل حسین ہی فقط یہ کتاب اُنکی دیکھکر اُنکے خلیفہ اور امام زادے کو عتاب اور غصہ آیا اور جواب مین اسکے اسطرح
پاسخ آرا ہوا کہ اما بعد ای احمق بدرستیکہ مین آیا ہون اُن گھرون کی طرف جو برپا تھے اور بنی ہوے تھے اور فرش
انہین بچھے ہوے آراستہ تھے تکیے اُن فرشون کے اوپر رکھے ہوے تھے پس مین نے مقاتلہ اُنکے واسطے کیا
پس اگر وہ حق ہمارا تھا تو ہمنے اپنے حق پر مقاتلہ کیا اور اگر وہ حق ہمارے غیر کا ہی تو تیرا باپ اول اسکا ہی جسنے
اِس سنت کی بنا ڈالی اور اہل حق سے حق کو لیا پوشیدہ نہ رہے کہ جو شعر یزید بن معاویہ سے منقول ہوچکا ہی کذلک
الشیخ اوصانی بہ وہ بھی اُسنے اشارہ اسی امر کی طرف کیا تھا اور مصدق اِس روایت کو ہی بالجملہ اسی لیے کہا گیا ہی کہ
قتل الحسین یوم السقیفہ کروے شخصے سوال از دانا کہ بگو کشتہ شد حسین کجا گفت کاندر سقیفہ اش گشتند بہر دنیائے جیفہ اش
کشتند بالجملہ یہ حال ہی کہ اُنکے راوی اور علما کی شہادت سے یہ امور ثابت ہین تو پھر سد باب لعن کا اور شیعون کی
ترقی کرنے پر طعن کرنا نہین چاہیے فاعتبروا یا اولی الابصار اور اگر یہ سب کچھ مذکور ہوا وہ بھی حضرات اہلسنت کے
نزدیک بمقابل اُس استحقاق کے جو یزید کے لیے خلافت کا حاصل ہی کچھ حقیقت اور وقعت نہین رکھتا تو مدینہ منورہ کا
ماجرا اور بنرا با صحابی رسول کا قتل ہونا اور حرم محترم مدینہ منورہ کا استخفاف بھی کچھ اُسکی خلافت مین قدح نہین کرتا
شاہ عبدالحق نے کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب مین لکھا ہی اُسکا حاصل یہ ہی کہ بہت زیادہ فعل شنیع حرہ کا واقعہ ہی
کہ اُسے حرہ واقم اور حرہ زہرہ کہتے ہین اور وہ ایک موضع ہی سواد مدینہ طیبہ مین ایک میل کی مسافت سے جو کچھ کہ
جنس قتل وسفک دما اور فساد اور ہتک حرمت سے اِس بہترین بلاد کے اِس قصبہ مین ہوا اگرچہ اُسکا ذکر باعث اسکا ہی
کہ صافی ضمیر کی بھی صفائی مین کدورت آجاے لیکن جو کہ وقوع اُسکا مصداق قول کا مخبر صادق کے ہی جس سے
قبل از زمان وقوع خبر دی تھی اور مرجع ومال اسکا یہ تھا کہ تا فضائل وخصائص اِس بلدہ عظیم الشان کے ظاہر ہون
بمقتضائے مضمون حدیث نبوی کے جو کہ فرمایا تھا کہ جو ایذا اور تخویف اہل مدینہ کی کرے انجام کو حال اُسکا دنیا اور
آخرت مین ساتھ عذاب ونکال کے عود کریگا چنانچہ قصے کے سیاق سے روشن ہوگا اِسلیے لازم ہوا کہ اِس مناسبت کے لیے

کچھ اسکا اشارہ کیا جاے قرطبی کہتا ہی کہ جس زمانے مین کہ یہ شہر رونق و عمارت مین حسن و کمال کے مرتبہ کو پہونچا اور رجوع
ہونے سے بقیہ مہاجرین و انصار اور علماے عالی مقدار کے تابعین و خیار سے بھرا تھا حوادث اور فتنہ ہاے کثیرہ و جزیل
توالی اور تواتر اسکی طرف منہ لاے اور اہل مدینہ نے اُن فتنون کے خوف اس موضع سے کہ محل ہجرت تھا رحلت اختیار
کرکے باہر نکل گئے اور یزید بن معاویہ نے ایک شخص کو کہ وہ مسلم بن عقبہ تھا بہت بڑے لشکر کے ہمراہ کہ وہ سب اہل شام
تھے اہل مدینہ سے لڑنے کو بھیجا یہان تک کہ اُسنے اہل مدینہ کو حرہ مدینہ تک بہت شناعت و قباحت کے ساتھ پہونچا کر
قتل کیا اور تین روز تک ہتک حرمت حرم نبوی کی کرکے خوب اباحت الحاد کی داد دی اور اسی جہت سے اس قصبہ کو
واقعہ حرہ کہتے ہین اور یہ واقعہ حرہ واقم مین واقع ہوا تھا کہ جو مسجد نبی سے ایک میل کی مسافت پر واقع ہی ایک ہزار سات سو
اشخاص بقیہ مہاجرین و انصار اور علماے تابعین و خیار سے مارے گئے اور عموم ناس سے سوا عورتون اور بچون کے دس
ہزار کو مارا سات سو شخص مقتولین مین حاملان قرآن مجید تھے اور ستانوے شخص کو اقوام قریش سے زیر تیغ بے دریغ لایا گیا
اور زنا اسقدر بکثیر ہوا کہ ہزار عورت اس واقعہ کے بعد زنا کے بچے جنین اور گھوڑون کو پیغمبر خدا کی مسجد مین اور اُس جگہ
جو موسوم بہ روضہ شریف درمیان قبر اور منبر منیف کے ہی دوڑایا اور باندھا اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ روضہ شریف
ایک روضہ ریاض جنت سے ہی وہان اس لشکر کے گھوڑے پیشاب کرتے تھے اور براز اپنا گراتے تھے اور اہل مدینہ سے
باکراہ و جبار بیعت یزید کی بعہد بندہ ہونے کے لیے کہ اگر چاہے وہ بیچ لے اور چاہے آزاد کرے اور چاہے خدا کی
طاعت کو حکم دے اور چاہے امر معصیت کرے اور اس بیعت و عہد مین جو یزید بن عبد اللہ بن زمعہ نے بیعت کا
ذکر حکم قرآن و سنت پر اپنی زبان پر لایا تو اسی وقت اُسکی گردن جدا کر ڈالی قرطبی کہتا ہی کہ اہل اخبار کہتے ہین کہ اُسوقت
مین مدینہ بالکل آدمیون سے خالی تھا اور پھل اور میوے شہر کے جانوران وحشی اور بہائم کھاتے تھے اور سور اور کتے
مسجد شریف مین پیغمبر خدا کی رہتے تھے اور جو مخبر صادق نے فرمایا تھا اسکا مصداق ظاہر ہوا تھا یہ ترجمہ قرطبی تھا
بعد اسکے پھر مصنف کتاب نے روایت طبرانی کو اسطرح شروع کیا کہ اور کہا کہ وہ بہت بڑا علماے حدیث سے ہی
اور قصہ کی حکایت کا اعادہ کیا ہی اور مین اُسے اتنا باراوہ اختصار نقل کرتا ہون ابن حجر کہتا ہی کہ بجہت یزید کے افراط
کرنیکے معاصی مین اہل مدینہ نے اُسے خلع کیا اور واقدی نے چند طریقون سے ابن عبد اللہ بن حنظلہ بن غسیل سے
روایت کی ہی کہ ہمنے یزید پر خروج نہین کیا یہان تک کہ ڈرے ہم کہ اب آسمان پر سے ہمپر پتھر برسینگے بدرستیکہ وہ
مرد محرمات نسبیہ کے ساتھ اپنی جو بیٹیان اور بہنین تھین زنا کرتا تھا اور شراب پیتا تھا اور تارک صلوٰۃ تھا نماز نہ پڑھتا تھا
اور ذہبی نے کہا ہی کہ جب یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا جو کچھ کہ کیا ساتھ شراب پینے کے اور اعمال شنیعہ کرنے کے تو
مردم نے اُسپر خروج کیا اور عمر اُسکی کم ہوگئی اور اس سے برکت جاتی رہی اور شیخ ابن حجر نے کہا ہی کہ نوفل بن ابی الفرات
کہتا ہی کہ مین عمر بن عبد العزیز کے پاس تھا کہ ایک شخص نے حاضرین سے یزید بن معاویہ کا ذکر کیا اور تعبیر اُسسے یعنی کہنے مین

اے امیر المومنین یزید کہا یہ سنکر عمر بھی کہ ساتوان خلیفہ حضرات اہلسنت کا ہی غیض مین آیا اور بیس تازیانے بجہت اجراے
تعزیر کے لگائے مارے معلوم نہین کہ اب جو علما انہین خلیفہ کہتے ہین اور اپنے دوازدہ امام مین شمار کرتے ہین مثل ملا علی
قاری اور شارح صحیح بخاری موسوم بہ فتح الباری یہ کس تعزیر کے واقع مین مستحق ہونگے کیونکہ باوجود کیسے اعمال شنیعہ کے
اُسے خلیفہ زمان اور جھوٹ امیر مومنان قرار دیتے ہین لائق تو سزاے چہار چند کے ہین جیسا کہ شاہ صاحب نے تحقیق امر
مومنان سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر کسی سے سنونگا کہ مجھے شیخین پر تفضیل دیتا ہے تو اُسے اسی چابک مارونگا
کہ وہ حد ہے افترا کی لیکن اگر یہ روایت صحیح ہو تو بہت سے اصحاب کبار اس حد کے مستحق ہو جائینگے جیسا کہ کتاب
استیعاب مین موافق نقل بعض اصحاب کے مصرح ہے کہ حضرت سلمان فارسی اور مقداد اور ابوذر غفاری اور خباب
وجابر ابن عبداللہ انصاری اور ابو سعید خدری اور زید بن ارقم حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب کی تفضیل کے قائل تھے
یہ عبارت اُس کتاب کی ہے روی عن سلمان وابی ذر والمقداد وخباب وجابر وابی سعید الخدری وزید ابن ارقم ان
علیا اول من اسلم وفضلہ هولاء علی غیرہ بلکہ انکے خلیفہ ثانی عمر بن الخطاب سے بھی منقول ہے کہ جب مدائن کی فتح ہوئی اور اموال غنائم
جمع ہوا تو امام حسن علیہ السلام کو ہزار درہم دیے اور اسی طرح امام حسین علیہ السلام کو ہزار درہم دیے اور اپنے بیٹے عبداللہ کو
پانچ سو درم دیے جب انکے صاحبزادے نے شکایت کی تو جواب مین کہا اذهب فأتني بأب كأبيهما وأم كأمهما وجد كجدهما وعم كعمهما
وخال كخالهما وخالة كخالتهما فانك لا تأتيني به اما ابوهما فعلي المرتضى واما امهما ففاطمة الزهراء واما جدهما فمحمد
المصطفى وجدتهما خديجة الكبرى وعمهما جعفر بن ابيطالب وخالهما ابراهيم بن رسول الله وخالتهما رقيه وام كلثوم ابنتا رسول الله
یعنی جا اور لا میرے پاس ایسا باپ جیسے اُنکے باپ ہین اور ایسی مان جیسی اُنکی مان ہین اور ایسا نانا جیسا اُنکا نانا ہے اور
ایسا چچا جیسا اُنکا چچا ہے اور ایسا ماموں جیسا اُنکا ماموں ہے اور ایسی خالہ جیسی اُنکی خالہ ہے پس تحقیق کہ ایسی تو نہین لا سکتا
لیکن اُنکے والد بزرگوار پس وہ علی مرتضی ہین اور مادر معظمہ فاطمہ زہرا ہین اور نانا اُنکے محمد مصطفے ہین اور دادی اُنکی خدیجہ کبری
ہین اور چچا اُنکے جعفر ابن ابیطالب ہین اور ماموں اُنکے ابراہیم فرزند رسول ہین اور خالائین اُنکی رقیہ اور ام کلثوم ہین جو بیٹیان
رسول خدا کی تھین اب اس سے صاف ظاہر ہے کہ صریح یہ روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت فاروق بھی
جناب امیر کی تفضیل کے قائل تھے بلکہ اسی سے تفضیل آنحضرت کی خلیفہ اول پر بھی بہ کلام خلیفہ ثانی ثابت ہوتی ہے کیونکہ
شیخین مرتبہ مین برابر ہین کوئی یہ نہین کہہ سکتا اور نہ کسی نے کہا ہے کہ ان دونون صاحبون مین بھی فاضل و مفضول تھے اور
جب یہ ہوا تو جو احد المساوین سے افضل ہے وہ دوسرے سے بھی بالضرور افضل ہوگا فتدبر مصنف کتاب مبین نے
لکھا ہے کہ محتی بن یحیی نے احمد بن حنبل سے بہ نسبت یزید ابن معاویہ کے پوچھا اُسنے جواب مین کہا هو الذي فعل ما فعل بال رسول الله
ونهب المدينة یعنی وہ وہی شخص ہے کہ جسنے کیا اور برا کام کیا آل رسول کے ساتھ اور تاراج کرنا مدینہ کا اور ایک روز
احمد بن حنبل کے بیٹے نے کہ صالح اُسکا نام تھا اپنے باپ سے کہا کہ ایک قوم ہمین منسوب کرتے ہین طرف اُس امر کے کہ

دوستدار ان یزید سے ہین یہ سنکر اُنسے کہا کہ ای فرزند آیا دوست رکھتا ہی یزید کو کوئی شخص جو ایمان بخدا اور روز جزا رکھتا ہو
اُنسے کہا کہ پھر اُسپر لعنت کیون نہین کرتے اُنسے کہا کیونکر ہم لعنت نہ کرین اُسپر جسپر خدا نے لعنت فرمائی ہو اپنی کتاب مین
اُنسے کہا کہ حق تعالی نے اپنی کتاب مین کہان یزید پر لعنت فرمائی ہی اُنسے کہا اپنے قول مین فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی
الارض و تقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنہم اللہ فاصمہم واعمی ابصارہم پس آیا کوئی اور بھی فساد عظیم زیادہ اس سے ہو جو اُسنے
قتل کیا اور لوٹا اور تاراج کیا مدینہ کو اور اہل مدینہ کو قید کیا اور لوٹا اور وہان کے آدمیون سے جو تھے انہین اسطرح مارا
کہ قریش و انصار و مہاجرین سے سات سو نفر کو قتل کیا اور جنکا حال معلوم نہین آزاد و غلام و عورات سے دس ہزار
شخص کو مارا اور خون مین نہلایا یہان تک کہ خون بہتے بہتے پیغمبر خدا کی قبر شریف تک پہونچا اور روضہ شریف و مسجد
نبی خون سے بھر گئی اور کعبہ معظمہ کو منجنیق کے ذریعہ سے ضرب پہونچائی اور اُسے گرایا اور آگ سے جلایا اور پیغمبر خدا نے
فرمایا ہی ان قاتل الحسین فی التابوت من نار علیہ نصف عذاب الدنیا وقد شدت یداہ ورجلاہ بسلاسل من نار منکس فی النار
حتی یقع فی قعر جہنم وله ریح یتعوذ اہل النار الی ربہم من شدة نتن ریحه وهو فیها خالد ذائق العذاب الالیم کلما نضجت جلودهم بدل الله لهم الجلود
حتی یذوقوا العذاب لا یفتر عنه ساعة ویسقی من حمیم جہنم الویل لہم من عذاب اللہ عزوجل یعنی حسین کا قاتل ایک آگ کے تابوت مین ہی کہ
اُسپر نصف عذاب تمام اہل دنیا کا ہی اور ہاتھ اور پاؤن اُسکے آگ کی زنجیرون مین بندھے ہوے ہین اور وہ لٹکایا جاتا ہی
اُسی آگ مین یہان تک کہ قعر جہنم تک پہونچکر گرتا ہی اور ایسی بدبو اُسکی ہی کہ جس سے اہل جہنم بھی خدا سے پناہ مانگتے ہین
اُسکی شدت بدبو سے اور وہ اُسی آگ مین ہمیشہ عذاب دردناک کو چکھتا ہی اور چکھے گا جب جلد بدن کی اُنکے قاتلون کی
جل جاتی ہی تو خدا اور جلدین پیدا کرتا ہی جسکے ذریعہ سے پھر عذاب کو چکھین اور کوئی گھڑی اُنپر سے عذاب کرنے مین
سستی عمل مین نہین آتی حمیم جہنم انھین پلایا جاتا ہی لعنت خدا اُنپر کہ جنپر یہ عذاب خداے عزوجل ہوتا ہی پھر کہا اُسنے
بمقام استدلال جواز لعن یزید مین کہ پیغمبر نے فرمایا ہی کہ اشتد غضب اللہ علی من اہراق دم اہلی یعنی غضب خدا بہت شدید ہوا ہی
اُسپر جو میرے اہل کا خون گرائیگا انتہی کلامہ اب محل غور ہی کہ جسکی نسبت خود علماے حضرات اہلسنت کا یہ حال ذ
کر کیا گیا کہتے ہین اور کیسی کیسی احادیث و آیات نقل کرتے ہین وہ اس لائق ہی کہ شمار اُسکا عدد اثنا عشر خلیفہ مین
ہی کے کیا جاے بالجملہ اگر حضرات ایسے اس عدد مین شمار کرتے رہینگے تو جو دیکھنے والا صاحب بصیرت ہوگا اُسے اس
تجویز کی خرابیان دیکھنے سے اُسکے واضح ہونگی جو ہمنے لکھا ہی اور آئندہ اور بقیہ اثنا عشر کا اُنکے لکھینگے اور اگر انصاف کرکے
اس تاویل سے دست بردار ہون تو وہ احادیث اپنے حال پر بلا تاویل جنکی شان مین وارد ہین ائمہ معصومین کی خلافت پر
دلالت کرینگی اور گھیرتی ہین اور یقینی علماء اُنکے بھی دل مین اُسکی حقیقت کو سمجھے ہونگے لیکن حمیت و تعصب مذہب سے
راز دل کو زبان پر نہین لا سکتے بالجملہ جب اُنکا حال بیان ہوچکا تو اب اُنکے ساتوین خلیفہ و امام کا حال سنیے جنکا نام
عبد الملک بن مروان بن حکم ہی جب اُسکی خلافت کی نوبت پہونچی تو تلاوت قرآن مین اُسوقت مشغول تھا بعد خلیفہ ہونے کے

قرآن کو بند کر دیا اور کہا کہ سلام علیک ہذا فراق بینی و بینک اور امر بالمعروف سے نہی کی اور اُسے بسبب افراط بخل کے
ابو الذباب کہتے تھے فاضل سیوطی نے اپنی تاریخ الخلفا میں ابن ابی عائشہ سے نقل کی ہے کہ جب امر خلافت عبد الملک تک
پہونچا تو اُسوقت قرآن مجید اُسکی گود میں تھا پس بند کر کے کہا ہذا آخر العہد بک اور عسکری سے روایت کی ہے کہ پہلا خلیفہ
جسنے بخل اختیار کیا عبد الملک تھا وکان یسمی رشح الحجارۃ لبخلہ وھو اول من غدر فی الاسلام و اول من نہی عن الکلام بحضرۃ
الخلفاء و اول من نہی عن الامر بالمعروف بہت مقام تعجب حضرات اہلسنت سے ہے کہ ایسے شخص کو خلیفہ بحق جانیں جو غادر اور ناہی
عن المعروف ہو بلکہ سیوطی نے کہا ہے کہ اگر کوئی عیب عبد الملک میں نہوتا تو اُسکا حجاج سفاک کو صحابہ اور مسلمانوں پر
مسلط کرنا کہ وہ اُنھیں ذلیل کرے اور خراب کرنے میں اُنکے قتل کرنے سے اور مارنے سے اور ناسزا کہنے سے
اور قید کرنے سے کوشش کرتا تھا یہاں تک کہ صحابہ اور اکابر تابعین سے بقدر مارے گئے کہ اُنکا شمار نہیں ہو سکتا پھر
سوا اُنکے جو اوروں کو قتل کیا اُنکا کیا حساب ہے اور انس وغیرہ صحابیوں کی گردن پر داغنا اہانت و تذلیل کی راہ سے
اُنکی ہر آئینہ اُسکی بدحالی کو کافی ہے فلا رحمہ اللہ ولا عفا عنہ پس جو شخص اسقدر عیب رکھتا ہو اور مستحق بددعا کا ہو وہ کسی طرح
سزاوار خلافت و امامت کے لیے نہیں ہو سکتا بھلا ایسے خلفا کی شان میں اُن بشارات الٰہی اور جناب رسالت پناہی کا
گوارا کرنا عقل سلیم کے نزدیک مستحسن ہے یا قبیح ہے آٹھویں خلیفہ سلیمان بن عبد الملک اعرج تھا جسے صاحب
تاریخ الخلفا نے لکھا ہے کہ وہ بڑا کھانے والا تھا ایک مجلس میں سترہ سیر کھانا یعنی غلہ اور چہ مرغ خانگی اور ایک
گرگ ربیب طائفی کھا گیا اور یہ جانوروں کی صفات سے بات ہے اور انھیں خلفا سے یزید ابن الملک تھا کہ جو معروف
بفاسق تھا اپنی کثرت فسق و فجور کی راہ سے اور اُنہی عدد سے اُنکے خلفا کی ہشام بن عبد الملک احول مشوم تھا اور
انھیں میں سے ولید بن عبد الملک تھا کہ اُس سے زیادہ بنی اُمیہ کے خلفا سے کوئی شراب خواری پر مواظب نہیں ہوا
ایک دن قرآن سے اُسنے تفاءل کیا پس یہ آیہ کریمہ برآمد ہوا واستفتحوا وخاب کل جبار عنید یہ دیکھکر استخفاف کی راہ سے
قرآن کو پھاڑ ڈالا اور یہ اشعار خطاب کر کے قرآن کی طرف پڑھے اور کہے اتہدد کل جبار عنید فہا انا ذاک جبار عنید اذا ما جئت
ربک یوم حشر فقل یا رب مزقنی الولید تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ عبد الملک ایک روز غمناک اور فکر میں تھا کہ اپنے بعد
کسکو خلیفہ کرے روح ابن زنباع نے کہا کہ تو ولید کو کیوں خلیفہ نہیں کرتا اُسنے کہا کہ اُسے علم نحو میں دخل نہیں ہے سبحان اللہ
کہاں خلافت اور کہاں نحویت بہرکیف جب یہ بات ولید نے سنی تو اُسی وقت اصحاب نحو کو اپنے پاس جمع کر کے اُنسے
سیکھنے لگا چنانچہ چھ مہینے تک ایک مکان میں نحویوں سے ہم صحبت رہا لیکن جب وہاں سے باہر آیا تو کچھ اس اکتساب سے
فائدہ نہوا بلکہ اول سے بھی زیادہ جاہل ہو کر نکلا پس عبد الملک نے کہا کہ اما انہ قد اعذر اور ابو الزناد نے کہا ہے کہ
ولید بُرا گانے والا تھا اور یہ بھی کہا ہے کہ کان الولید جبارا ظالما اور اُسی نے عمر ابن عبد العزیز سے نقل کی ہے کہ کہا اُسنے کہ
اس جہت سے کہ ولید شام میں اور حجاج عراق میں اور عثمان حجاز میں اور قرہ بن شریک مصر میں ہے زمین پر از جور ہو گئی

یعنی ہر طرف سے ایک ظالم مسلط ہی یہ حال ولید بن عبد الملک کا ہی اور جناب سید سند نے لکھا ہی کہ اسکے مارے جانیکا
سبب یہ ہوا کہ اُسکے دل مین یہ بات آئی کہ خانہ کعبہ کے کوٹھے پر شراب خواری کرے یہ بات جب سب کو معلوم ہوئی
تو سب نے جمع ہو کر اسکی تفسیق کی اور اُسے مار ڈالا اور اُسی جملہ خلفاے عمر بن عبد العزیز ہی جسے فاضل سیوطی نے بہترین
خلفاے بنی اُمیہ سے گردانا ہی اور اُسکی مدح کی ہی حالانکہ وہ بھی اُس مذمت مین جو عموماً بنی اُمیہ کے واسطے ہی اُسمین
داخل ہی علاوہ اِسکے بتصریح بعض علما کے وہ اول اُسکا ہی کہ جسنے اولاد جناب امام حسن علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے
گھر سے جو جوار مسجد پیغمبر خدا مین تھا خالی کر کے باہر نکل جائین جب اُنھون نے اُسے خالی نہ کیا تو اُسنے حکم دیا کہ گھر کو
انپر گرا دین اور اُنکا اسباب نکال کر باہر گھر سے پھینکدین تاکہ وہ مضطر ہو کر مدینہ سے باہر نکل گئے یہ حال خلفاے
اہلسنت کا ہی کہ جو کوئی منصف اُسپر مطلع ہوگا وہ بالضرور اپنی بیزاری اُنسے اختیار و ظاہر کریگا اِسی سے علماے
حضرات اہلسنت نے بھی جو منصف تھے جب دیکھا کہ انکار کا مقام نہین ہی تو اُنکی بد اعمالیون کا اعتراف کیا جیساکہ
مذکور ہوا فاعتبروا یا اولی الابصار اب عاقل ہشیار کو یہ لازم ہی کہ تامل کی راہ سے دیکھے کہ آیا جائز ہی کہ رسول خدا
یہ فرماوین کہ ہمیشہ اسلام کا امر عزیز اور دین برپا رہیگا جب تک کہ بارہ خلیفہ اُنکے والے رہینگے اور اِس ارشاد مین
اِنھین ظالمون کو مراد لین اور یہ جو کچھ کہ فسق و فجور اور ظلم و جور اور بدعتین اور شرور اور قتل و غارت آل رسول اطہر اور
دیگر اہل اسلام اور تخریب و توہین شہر مدینہ اور روضہ شریف اور مسجد اور قبر نبی اور تخریب و ہدم کعبہ اور احراق و تمزیق
قرآن اور جو کچھ کہ اہانت امور شرع انور کے اُنسے ظاہر ہوے وہ عین اعزاز دین اور قوام شرع متین ہو معاذ اللہ لطیفہ یہ ایک
وجہ جو مذکور ہوئی اُسمین مجملاً احوال اُنکے بارہ امامون کا تھا جسکے دیکھنے سے صاحب عقل کو معلوم ہوتا ہی کہ وہ کسی طرح
سب لائق اِسکے نہین کہ مراد لفظ بشارت نبوی کی ہوسکین اور ملا علی رضاے شیرازی مرحوم نے ایک جماعت
حضرات اہلسنت کی تفصیل اُنکے ائمہ و امراء دوازدہ گانہ کی جو مراد اِن نصوص سے لیتے ہین یہ لکھی ہی کہ پہلے ابوبکر دوسرے
عمر بن الخطاب تیسرے عثمان چوتھے غالب کل غالب ابو الائمۃ الاطائب علی ابن ابیطالب پانچوین حسن ابن علی
علیہ السلام چھٹے عبد اللہ بن زبیر ساتوین عمر بن عبد العزیز اور پانچ اور شخص خلفاے بنی عباس سے اور پوشیدہ نہ رہے
کہ اِس سلسلہ مین بھی جنکا حال مذکور ہو چکا وہ ظاہر ہی اور باقی عبد اللہ بن زبیر کا بھی یہ حال ہی کہ وہ بھی افعال ناشائستہ
اور صفات ذمیمہ مین معاویہ و یزید پلید سے ہم پایہ ہی کم نہین ہی کیونکہ یہ ملعون تھے بہ نسبت جناب امیر علیہ السلام کے
اور اُنکی اولاد کرام کے نہایت دشمنی رکھتا تھا اور یہ امر اُس شخص پر جو سیر و تواریخ کا دیکھنے والا ہی پوشیدہ نہین ہوسکتا
جیساکہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ مین کہا ہی کہ عبد اللہ بن زبیر جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب کا بڑا دشمن تھا
یہان تک کہ ہمیشہ آنحضرت کو اپنی صحبت مین نا سزا کہا کرتا تھا اور اِسکے بعد کہا ہی کہ روایت کی ہی عمر بن شبیہ
اور ابن کلبی اور واقدی وغیرہ نے راویان اخبار سے کہ جن دنون مین عبد اللہ بن زبیر خلافت کا مدعی تھا تو چالیس

جمعہ مین اُٹھا دیے خطبہ مین اور نماز مین درود پیغمبر پر نہین بھیجی اور کہتا تھا کہ اُنکے اقربا کی مخالفت کے لیے اُنپر صلوات نہین
بھیجتا راقم رسالہ کہتا ہو کہ یہ امر لائق غور اور قابل سوال اُن حضرات سے ہو کہ آیا اعزاز اسلام اور دین کا برپا کرنا اِسی کا نام ہی
کہ خطبہ و نماز مین پیغمبر پر درود بھیجنا بند کیا جاے اور وصی حقیقی کو پیغمبر کے ناسزا کہا جاے اور صراحتہً مخالفت قرآن کی
جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہو یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما خاص نماز مین اختیار کی جاے حیف ہو حال پر اُنکے
جو ایسے فساق و اشرار کو اپنا امیر و امام قرار دین اور بشارات الٰہی اور نصوص جناب رسالت پناہی کو اُنکے حق مین
نافذ سمجھین اسکے بعد پھر ابن ابی الحدید نے بروایت محمد ابن حبیب و ابو عبیدہ کہا ہو کہ عبد اللہ بن زبیر برسبیل تحقیر کہتا تھا
کہ پیغمبر کے اہلبیت بری ہین اسلیے اُنکے برخلاف درود پیغمبر پر نہین بھیجتا اب محل انصاف ہو کہ یہ حضرات خود دربارہ
اہلبیت رسالت اثبات فضائل مین اُنکی زیادہ از حد شمار روایات نقل کرتے ہین اور اعتراف کرتے ہین کہ
اہل پیغمبر کا دشمن ملعون ہو اور سب کتب صحاح مین اُنکی یہ مضمون پیغمبر خدا سے مروی ہو کہ علی ابن ابیطالب کا دشمن
منافق ہو اور علی ابن ابیطالب کو ناسزا کہنا میرے سب و ناسزا گوئی ہو اور علی بن ابیطالب کی آزار رسانی میری آزار
رسانی ہو اور میری آزار رسانی خدا کی آزار رسانی ہو اور خدا کی آزار رسانی کفر ہو اور باوجود اسکے کہ یہ اقرار و
اعتراف ہی پھر بھی ایسے کافر و منافق کی امامت کے قائل ہوتے ہین دیکھنے سے اخبار و اطوار سلف کے بخوبی معلوم
ہوتا ہو کہ بنی عباس کے سلاطین صلاحیت اسکی بھی نہ رکھتے تھے کہ داروغہ یا شحنہ مقرر کیے جائین چہ جاے امامت اور
پیغمبر کی جانشینی اور تصرف جملہ اشخاص و اموال اہل اسلام مین بلکہ ہمیشہ شراب پیتے تھے اور گاتے تھے اور حریر
پہنتے تھے اور زنا اور لواطہ کرتے تھے اور خون ناحق کے زمین پر گرانے سے اور اموال مسلمین کے غصب کرنے سے اور
انواع فسق و فجور کے عمل مین لانے سے کام رکھتے تھے اور عمر بن عبد العزیز کو جو اچھا کہا ہو وہ اِس معنی سے ہو کہ آل بنی
مثل اورون کی بدی کے جو نہایت مرتبہ مین بدی کے ہوتی نہ یہ کہ وہ واقع مین خلافت رسول کا مستحق اور امارت
مسلمین کی لیاقت رکھتا تھا واقع مین یہ ہو کہ سواے اہلبیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے اور فرد مین امت یا اُن
اہل کے اور ال تصرف کسی طرح نہین ہو سکتے اور ایسے اشر کی امامت کا التزام کرنے کے بعد اب مورد اُن الزامات کا ہونا
ہوگا جسے ہم ذکر کر بھی چکے اور پھر کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ اور چونکہ یہ قول منقول ایک جماعت سے بطور مجمل ہی اسلیے
ہی تور اسکی بنسبت کہا گیا اور زیادہ مخاطب ہم انہین کو گردانتے ہین جنہون نے بارہ نام کو مکمل کر مفصل لکھے ہین
اور تو ہما اسکی صحت کا کیا ہو اور جو کچھ کہ ہم لکھ چکے اور آیندہ ہم لکھینگے وہ دونون کو بلکہ جو ناحق پسندی کریگا اسے کافی ہوگا
اور طالب بصیرت کو ہدایت کا سبب ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور دوسری وجہ مانع یہ ہو جو بارہ امام
کہ اُنکا حال بیان ہوا اکثر اُنمین بنی اُمیہ سے ہین اور آیا کوئی صاحب عقل اسے تجویز کر سکتا ہو کہ مراد اثنا عشر خلیفہ سے جو
اسلام و دین کی عزت کا سبب ہین یہ خلفا ہون جو قرآن مین شجرہ ملعونہ کے ساتھ معتبر ہین اور یہ فریقین کی تفسیرون مین مذکور ہو

وصحیح ہی کہ مفسرین نے اپنی روایات سے شجرہ ملعونہ کی تفسیر بنی امیہ کے ساتھ کی ہی پھر کس طرح ہو سکتا ہی کہ جنھین
حق تعالی شجرہ ملعونہ نام رکھے وہ اور انکی خلافت دین اسلام کی عزت کا سبب ہو تیسری وجہ یہ ہی کہ فاضل سیوطی نے
تاریخ الخلفا مین ایک فصل خاص اُن احادیث کے ذکر مین لکھی ہی جو بنی امیہ کی خلافت کے لیے منذرہ مین یعنی ڈرانے
والی ہین اور بد خبر دیتے ہین جو بشارت کی ضد ہین پھر آیا ہو سکتا ہی کہ جو بنی امیہ کہ انکی نسبت پیغمبر نے انذار فرمایا ہی
وہ انذار مین مراد ہو چکے ہین پھر وہی بشارت کی بھی مراد ہون اور اگر ایسا ہو تو مبشریہ اور منذریہ ایک ہو ان ہذا لشئ عجاب
چنانچہ اسی فصل مین فاضل سیوطی نے یوسف بن سعد سے روایت کی ہی کہ ایک شخص امام حسن علیہ السلام کی خدمت
مین آیا بعد اسکے کہ صلح اور بیعت معاویہ کے ساتھ ہو چکی اور کہا اُسنے کہ العیاذ باللہ آپنے خلق کے منہ کو کالا کر دیا یہ سنکر حضرت نے
فرمایا کہ اپنی زبان کے نیزے سے مجھے ایذا نہ دے پس بدرستیکہ پیغمبر خدا کو خواب مین دکھایا گیا کہ بنی امیہ انحضرت کے
منبر پر جاتے ہین پس یہ امر حضرت کو بہت برا معلوم ہوا اسکے بعد انحضرت پر نازل ہوا انا اعطیناک الکوثر اور انا انزلناہ
فی لیلۃ القدر وما ادریک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شہر یملکہا بعدک بنو امیہ یا محمد یعنی شب قدر جو ہزار مہینے سے
بہتر ہوگی وہ ہزار مہینہ جسمین بنو امیہ زمین پر بادشاہی کرینگے بعد تمھارے ای محمد قاسم کہتا ہی کہ مین نے شمار کیا تو انکی
بادشاہی کی مدت ہزار مہینے کی تھی نہ کم ہوئی نہ زیادہ ہوئی اب محل غور ہی کہ جسکے دیکھنے سے پیغمبر خدا کو رنج ہوا اور
حق تعالی نے اس رنج کے دفع کے لیے انا اعطینا اور انا انزلناہ بھیجکر تسکین خاطر اپنے پیغمبر کی فرمائی وہ اس لائق ہین کہ
انھین خلیفہ رسول بنائین یا پیغمبر خدا انکی نسبت بشارت فرمائین اور جنکا خواب مین منبر پر جانا پیغمبر خدا کو ناگوار ہوا
انکا ظاہر مین جانا منبر پر اور حاکم ہونا گوارا ہوگا اور ایسون سے امید اعزاز دین اسلام اور دین کے برپا کرنے کی رکھی جا سکتی ہی
اگر وہ ایسے ہوتے تو پھر پیغمبر خدا کو کیون برا معلوم ہوتا اور جب یہ نہ تھا تو پھر مراد اُس اثنا عشر خلیفہ کی جنھین پیغمبر خدا نے
بطور بشارت فرمایا یہ کسطرح ہو سکتے ہین فتدبر اور فاضل سیوطی نے اسی فصل مین سہل بن سعد سے کہ اُسنے اپنے باپ سے
اور اُسنے دادا سے اپنے روایت کی ہی کہ رسول خدا نے خواب مین دیکھا کہ بنی حاکم بن عاص انحضرت کے منبر پر اُچھلتے ہین
جسطرح بندر اُچھلتے ہین اور جست کرتے ہین یہ امر خاطر مبارک پر برا معلوم ہوا فما استجمع ضاحکا حتی مات وانزل اللہ فی ذلک
وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس یعنی انحضرت کو اس خواب کے معائنہ فرمانے کے بعد پھر کسی نے کبھی با طمینان ہنستے
نہ دیکھا یہانتک کہ اس عالم سے رحلت فرمائی اور نازل ہوا انکی شان مین وہ آیہ کریمہ جسکا محصل یہ ہی کہ نہین گردانا
ہمنے اس خواب کو جو تمھین دکھایا ہی مگر آزمائش واسطے مردم کے اب لائق ملاحظہ ہی کہ جسکے رنج مین پیغمبر خدا کی خوشی اور
ہنسنا زائل ہوگیا اور اُسے جب سے دیکھا پھر نہ ہنسے وہ اس لائق ہین کہ ان بارہ خلفا سے شمار کیے جائین جو دین کے
برپا کرنے والے ہین اور اعزاز اسلام کا سبب ہین اور یہ بھی لائق غور ہی کہ جسے حق تعالی نے آزمائش مردم آزمائی کی مراد
دیا تھا انمین کیون ثابت رہا اور کسکا پاون نہ ٹھہرا بجز اسکے کہ فرقہ حقہ شیعہ مین سے اس آزمائش مین بھی ٹھہر گئے لیکن دوسرے

جانب مین سے عبد اللہ بن عمر کا حال اوپر لکھا جا چکا ہی کہ کس قدر خلافت یزید مین انھون نے کوشش کی ہو اور انکے والد بزرگوار نے تو معاویہ کو حکومت شام کے لیے مقرر ہی کیا تھا یہ بنیاد تو انھین کی ڈالی ہوئی تھی جسے صاحب ذا دے نے انکے محکم و مضبوط کیا اور عثمان ہوی کے منصوب کرنے مین جو کیا کیا فکرین نہ کی گئین یہان تک کہ نوبت اسکی پہونچی کہ انکے علماؤن نے مثل صاحب فتح الباری اور قاضی عیاض نے بارہ خلفا مین جو مشتبہ ہم تھے دس شخصون کو بنی امیہ سے انتخاب کرکے مراد بشارت کا لیا ہر چند کہ اس روایت کی نقل کے بعد فاضل سیوطی نے بھی اشارہ اسکے ضعف سند کی طرف کیا ہی جیسا کہ انکے علما کا حال ہی لیکن پھر اسکے بعد اسکی تقویت کے وجوہ بھی ذکر کر دیے ہین حیث قال اسنادہ ضعیف لکن لہ شواھد من حدیث عبد اللہ بن عمرو یعلی بن مرۃ وحسین ابن علی وغیرہ جناب سید سند نے سید باقر داماد علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہی کہ محصل اسکا یہ ہی کہ جو متتبع اور متمہر فن حدیث مین ہوگا جس وقت وہ اچھی طرح تدبر اور تامل اخبار متواترہ اور آثار متناقلہ مین کریگا تو مثل سفیدی صبح صادق اسکے لیے ظاہر ہوگا کہ حدیث جناب رسالتمآب کے خواب دیکھنے کی جسمین وارد ہی کہ حضرت نے منبر پر اپنے میمونون کو اچھلتے اور جست کرتے دیکھا جس سے حضرت کو ایسا ملال ہوا کہ مذکور ہوا حدیث سابق مین یہ خاص انھین مین نہین ہی کہ اُس سے یزید اور جو اسکے بعد بنی امیہ مین ہوے مراد لیے جائین بلکہ وہ اُنسے ترقی کرکے بحق معاویہ ابن ابی سفیان بھی پہونچتی ہی اور وہ وہ شخص ہی کہ جسکے حق مین بصحت ثابت ہو کہ پیغمبر خدا نے اسکے لیے دعاے بد کے موقع پر فرمائی ہو بعض انھین مواقع سے وہ ہی جو صحیح مسلم مین اور دیگر صحاح مین انکے وارد ہی انہ لما دعاہ فقیل لہ یا رسول اللہ ھو یاکل قال لا اشبع اللہ بطنہ یعنی جب پیغمبر خدا نے اسے بلایا تو حضرت کی خدمت مین عرض کیا گیا کہ معاویہ کھانا کھاتا ہی حضرت نے فرمایا کہ حق تعالی کبھی اسکے پیٹ کو سیر نہ کرے اور واضح رہے کہ جو حضرت نے بحق معاویہ مین فرمایا اسکا برا ہونا ظاہر ہی جیسا کہ بعض ادعیہ مین ایسے استعاذہ بھی فرمایا ہی واعوذ بک من بطن لا یشبع اور عقلاً بھی ظاہر ہی کہ دواعی و شہوات اپنے صاحب کو محتاج کرتے ہین اور زیادہ اشتہاے طعام سے بھی انسان مرتبہ انسانیت سے جو ایک مرتبہ متوسط ملائکہ اور حیوانات مین ہی تنزل کرکے چارپایون کے مرتبہ مین ہو جاتا ہی کہ ہر وقت اکل و شرب و دفع فضول و ریاح کے شغل مین مبتلا رہتا ہی اور لذات و عبادات و طاعات سے اور غور و فکر سے بدائع و صنائع نامتناہی الہی مین و تکمیل نفس سے بذریعہ اکتساب علوم اور ریاضات نفسانی محروم ہو جاتا ہی اور اسی سبب سے وہ امر اُس سے واقع ہوا جو مشہور ہی کہ اثناے خطبہ صلوٰۃ مین اُنسے ریح صادر ہوئی اور اپنی خفت مٹانے کو کہنے لگے کہ حمد و سپاس ثابت ہی اُس خدا کے واسطے جسنے انسان کے بدن مین روح و ریح کو پیدا کیا اور نکلنا ریح کا سبب صحت کا گردانا چنانچہ ایک بزرگ صحابہ امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام سے وہان موجود تھے جب انھون نے دیکھا کہ اسکا کلام ختم ہوا تو اٹھ کھڑے ہوے اور کہا کہ حمد و سپاس ثابت اور زیبا ہی بحق اُس خداوند کے جسنے روح و ریح کو انسان کے بدن مین

پیدا کیا اور انکا نتایج کا بیت الخلا مین موجب صحت کا گردانا اور منبر پر بدعت قرار دیا یہ برسر منبر ہوئے خفت ظاہر حاصل ہوئی یہ نتیجہ اسی دعاے بد کا تھا جو پیغمبر خدا نے اُسکے لیے فرمائی تھی پھر جناب سید داماد نے فرمایا ہی کہ پھر یہ حدیث معاویہ سے تا عثمان بلند ہوتی ہو اور پہونچتی ہو اور وہ دونون اُسی سے ہین جسے حق تعالیٰ نے شجرہ ملعونہ فرمایا ہو اور اسی طرح اُن دونون شیخون کی طرف پہونچتی ہو جو نصوص خلافت اور سراق امامت تھے یعنی بُرے چُرانے والے خلافت کے تھے کیونکہ جو کچھ پہلے اُنھون نے افعال کیے وہ مثل تخم تھے کہ بوے گئے اور جو کچھ اُنکے بعد اُنپر مترتب ہوا قتل و غارت آل رسول اور ہتک اسلام و مسلمین اور بدعات و شرور سے زمین پر وہ مثل کھیتیون کے تھا جو اُنھین تخمون سے پیدا اور سرسبز ہوئی انتھیٰ اور شاہد اِس قول کو مثل شہد شاہد من اھلہ وہ قول فاضل تفتازانی کا ہی جو بیان مطاعن یزید پلید مین شرح مقاصد سے منقول ہوا ہی کیونکہ اُس سے صاف باقرار فاضل مذکور یہ امر ثابت ہی کہ صحابی معصوم نہ تھے مگر علماے حضرات اہلسنت نے اپنے حسن ظن سے جو اُنھین بہ نسبت اصحاب رسول کے ہی اُنکے افعال شنیعہ کے لیے محامل پیدا کیے اور تاویلین کرکے جہان تک بنایا گیا بنایا اور جتنا چھپایا گیا چھپایا اُسکے بعد پھر تو ایسے ظلم کھل کر ہوے کہ جس سے علما بھی مجبور ہو گئے اور اُسکا چھپانا حد امکان سے باہر ہوا انتھیٰ ملخصًا اور منصف پر پوشیدہ نہوگا کہ یہ فعل علما کا بھی عجیب بات ہی کیونکہ مدعی عصمت کے بھی بہ نسبت اصحاب نبی کے نہین ہین تاکہ وہی ضرورت صارفہ ہو اور اُسکے لیے تاویل کے محتاج ہون پھر کیا وجہ ہی کہ باوجود اعلان و ظہور ظلم و فجور محض حسن ظن کے باعث سے تاویل علیل کرکے اخفاے حق کرتے ہین حق کوشی چاہیے نہ کہ ناحق کوشی چوتھی وجہ یہ ہی کہ حق تعالیٰ نے سورۂ ابراہیم مین بنی اُمیہ کی شان مین فرمایا ہی۔ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا واحلوا قومھم دار البوار جھنم یصلونھا وبئس القرار علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف مین اس آیت کی ذیل مین کہا ہی عن عمر فی تفسیر الذین بدلوا ھم الافجران من قریش بنو المغیرۃ و بنو امیہ واما بنو المغیرۃ فکفیتموھم یوم بدر واما بنو امیہ فمتعوا الی حین حاصل معنی اُس آیت وافی ہدایہ اور روایت کے یہ ہین کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی آیا نہین دیکھا تو نے طرف اُن اشخاص کے جنھون نے بدل کیا ہی نعمت خدا کو کفر کے ساتھ اور نیچے اُتارا ہی اپنی قوم کو دار ہلاکت مین کہ وہ جہنم ہی داخل ہونگے اُسمین اور بُری جگہہ ٹھہرنے کی جہنم ہی صاحب کشاف نے تفسیر مین اس آیت کے جناب عمر ابن الخطاب اپنے دوسرے خلیفہ سے روایت کی ہی کہ اُنھون نے کہا کہ اس آیہ سے مراد دو قوم ہین جو سب فاجر و بدکارون سے بدتر ہین ایک بنی مغیرہ اور اُنکی شر سے تم بدر مین کفایت کیے گئے ہو اور ایک بنی اُمیہ کہ وہ متمتع کیے گئے ہین متاع دنیا سے چند روز کے لیے یا وقت معلوم تک کے واسطے پس جب قاطبتہ بنی اُمیہ اس آیہ مین منسلک بشہادت خلیفہ ثانی و علامہ زمخشری ہوے تو اِن دونون گواہون کی شہادت کے موافق لعن اللہ بنی امیۃ قاطبۃ صادق آیا اور عثمان اور غیر عثمان جو جو اُس قوم سے ہون وہ اُسمین داخل ہوے اور اب البتہ مذہب حضرات اہلسنت بھی اُنکے خلیفہ ثانی کی گواہی سے برہم و درہم ہوکر ٹوٹ گیا والحمد للہ علی ذالک پانچوین وجہ وہ ہی جو اِس مقصود مین موید ہی شیخ ابن حجر کی

روایت صواعق محرقہ مین ہی جسے انہون نے ابن شیبہ سے کہ اُنہنے سعید ابن جمہان سے نقل کیا ہی کہ وہ کہتا ہی مین نے
سفینہ سے کہا کہ بدرستیکہ بنی امیہ یہ گمان کرتے ہین کہ خلافت انہین ہی پس اُسنے کہا کہ جھوٹ کہتے ہین کہ بنی زرقاء
بادشاہ ہین بدترین ملوک پھر اب خلافت کا ثبوت موافق اس حدیث اہلسنت کے بنی امیہ کے واسطے حتی کہ
عثمان بن عفان و معاویہ بن ابی سفیان اور عمر بن عبدالعزیز بن عبدالملک بن مروان سب کے واسطے یکسر باطل ہوگیا
اگرچہ اسکی تاویل مین شیخ ابن حجر نے کہا ہی کہ معناہ ان خلافۃ معاویہ وان کانت صحیحۃ الا انہا غلب علیہا مشابہۃ الملک یعنی
اُسکے معنی یہ ہین کہ معاویہ کی خلافت اگرچہ صحیح ہی لیکن بادشاہی کی مشابہت اُسپر غالب ہوگئی تھی مگر یہ تاویل علیل ہی اور
المعنی فی بطن الشاعر کا مصداق ہی کیونکہ سفینہ گنجینہ علم تھا اور اُسنے سائل کے سوال کے مقابل مین جو اُسنے پوچھا تھا کہ بنی امیہ
گمان کرتے ہین کہ خلافت انہین ہی کہا تھا کذب بنو الزرقاء پھر اگر سفینہ کے نزدیک خلافت معاویہ کی صحیح ہوتی تو انکی
تکذیب صحیح ہوتی حالانکہ اُنکا قول صریح ہی ملک و خلافت کے تقابل مین اور جو مقابل بتقابل تضاد ہون یہ جمع
ہو نہین سکتے فتدبر چھٹی وجہ وہ ہی جو روایت حضرات اہلسنت مین مشہور ہی الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم یصیر
ملکا عضوضا یہ خود خلافت بنی امیہ کی نفی کو کافی ہی اور اس جگہ سے یہ بات ضرور پیدا ہوتی ہی کہ جو شاہ صاحب نے
کہا ہی کہ اہلسنت کے نزدیک تصرف زمین مین باوصف استحقاق اور غلبہ و شوکت و نفاذ امر ضرور ہی یہ بے اصل ہی
کیونکہ استحقاق کا تحقق ان اہل کفر و نفاق اور اصحاب خلاف و شقاق مین تو بالاتفاق متحقق نہین تھا لیکن
نزدیک شیعون کے تو صاف ظاہر ہی کہ وہ بغیر از ائمہ معصومین کسی کو مستحق نہین جانتے اور لیکن اہلسنت کے موافق
پس شاہد اُسپر خود شاہ صاحب کا قول ہی جو انہون نے کہا ہی کہ جناب امام حسن مجتبیٰؑ کا مصالحت معاویہ کے ساتھ کرنا
اور خلافت کا ترک فرمانا باوجود اسکے کہ اس امر خلافت کا استحقاق اُسوقت ذات عالی صفات مین آنحضرت کی منحصر تھا
اور جانب مخالف مین بے استحقاقی محض تھی ظاہرا اِس وجہ تھا کہ حضرت امام علیہ السلام جانتے تھے کہ خلافت کا
زمانہ منقضی ہوگیا ہی اور بادشاہی گزندہ کا وقت اور دورہ ظلم و بیداد کا قریب پہونچا ہی اگر مین ریاست کے لینے کے
درپے ہونگا تو چونکہ مقدر نہین ہی اسلیے منتظم نہوگا اور فتنہ و فساد اور تعصب و عناد درمیان مین آئیگا انتہی ملخص کلامہ
لیکن اب اِس قول کے بعد شاہ صاحب اور اُنکے تابعین شیخ ابن حجر کو جو معاویہ بن ابی سفیان کو خلیفہ حق اور امام
صدق عند نزول الحق لہ کہتے ہین اور اسی طرح صاحب فتح الباری اور قاضی عیاض کو جو معاویہ اور اُسکے اذناب کو
خلیفہ برحق جانتے ہین یا اہلسنت سے خارج بلکہ خوارج سے سمجھین یا اپنے کہنے سے جو عیب پوشی اہل نحلہ کے لیے
اپنے کہا ہی کہ اہل سنت کے نزدیک خلافت مین استحقاق شرط ہی دست بردار ہون کیونکہ عدم استحقاق کا اعتراف بھی
خود کر چکے ہین پھر اگر کہین حضرات اہلسنت اس جگہ پر کہ شاہ جی نے تصریح کی ہی ساتھ اس امر کے کہ خلافت
کبھی ریاست و بادشاہی کے معنون پر بھی اطلاق کی جاتی ہی اور جب یہ ہوا تو معاویہ کی خلافت اسی بابت سے کیون نہو

تو انکا جواب ہم یہ دینگے کہ اگر ایسا ہوتا تو شیخ ابن حجر روایت سفینہ کے جواب مین یہ کیون کہتے کہ خلافت معاویہ
وان کانت حقہ الا انہا غلب علیہا مشابہۃ الملک کیونکہ خلافت بادشاہی و ریاست کے معنی پر عین ملک ہی مشابہ ہونا اُس سے
کیسا اور اگر یہ معنی مراد انکی ہوتی تو پھر یہ کیون کہتے کہ اہلسنت وجماعت کا اعتقاد یہ ہی کہ معاویہ ایام خلافت حضرت
علی ابن ابیطالب مین خلیفہ نہ تھا وانما کان من الملوک واختلفوا فی امامتہ بعد موت علی فقیل صار اماما وخلیفۃ لان البیعۃ قد تمت لہ وقیل
لم یصر اماما لحدیث ابی داؤد والترمذی والنسائی الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم یصیر ملکا عضوضا وقد انقضت الثلثون
بوفات علی اور اگر انہین معنون سے معاویہ کو خلیفہ جانتے تو احادیث مکذوبہ کے ذریعہ سے مثل اُسکے جو پیغمبر خدا کی طرف
منسوب کیا ہی کہ انحضرت نے فرمایا معاویہ کے حق مین اللہم اجعلہ ہادیا مہدیا واذا ملکت فاحسن اُسکا استحقاق خلافت
کے لیے کیون ثابت کرتے اور اُس عبارت کو ذکر کر کے کیون کہتے کہ فہو ما یحتج بہ علی فضل معاویہ وانہ لا ذم یلحقہ بتلک
الحروب لانہا کانت من اجتہادہ لا المنازعۃ علی الخلافۃ انتہی ملخصا منصفین خوب سمجھینگے کہ جو اس فاضل نے کہا ہی کہ جو لڑائیان
معاویہ جناب امیر علیہ السلام سے لڑا اُس سے کچھ قباحت اور گناہ اُسکے ذمہ مین نہین عائد ہو سکتا کیونکہ یہ اجتہاد کی
راہ سے ہوا کچھ خلافت پر منازعت نہین ہوئی کیا واہی بات ہی سبحان اللہ اُس امام زمان سے محاربہ کرنا جو بحکم
محاربہ پیغمبر خدا مین ہو فضیلت معاویہ مین قادح نہو اور محمول طمع خلافت پر نہ کیا جاے حالانکہ خود معاویہ کہتا تھا کہ
ما زلت اطمع فی الخلافۃ منذ قال رسول اللہ صلعم یا معاویۃ اذا ملکت فاحسن اب اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ ہمیشہ سے اُسکے دندان
طمع تیز تھے خود حدیث بنا کر خون عثمان کے طلب کرنے کے بہانے سے ہر چند کہ اُسکا وہ ولی نہ تھا امام زمان سے لڑا اور
مسلمانون کا خون ناحق صحابہ و تابعین سے زمین پر گرایا اور آتش فتنہ کو مشتعل کیا پھر ان سب فتنون کو اجتہاد کے
ساتھ موسوم کر کے فضیلت معاویہ کے لیے منافی نہ جانتا جان انصاف پر ظلم و ستم کرنا ہی اور حق تو یہ ہی کہ جو شاہ صاحب نے
استحقاق کی نفی معاویہ سے یہان پر کی ہی جو حق تعالی نے کلمہ حق انکی زبان سے کہوا دیا ہی والا واقع مین انحضرات کے
تعصب و اعتساف سے نہ کبھی اسکی توقع تھی نہ ہی ساتوین وجہ وہ ہی کہ یہ احادیث اثنا عشر خلیفہ جو متفق علیہ ہین
انہین بنظر تامل دیکھنا چاہیے کہ اُس سے صاف و صریح یہ امر ناطق و ظاہر ہوتا ہی گو بعض کو بعض سے ملانے کے بعد ہو
کہ بارہ خلیفہ مین امر مستمر رہیگا آخر زمانہ تک اور امر اسلام روز قیامت تک انہین مین قائم رہیگا پھر یہ احادیث ان بارہ
خلفاے حضرات اہلسنت کی مصداق کیونکر ہو سکتی ہین کیونکہ وہ تو بہت تھوڑے زمانہ مین منقرض ہو گئی اس
صفت کا انحصار نہین ہی مگر فرقہ اثنا عشریہ کے بارہ امام علیہم السلام مین اور وہ مطابق ہی اُس خبر کے لیے بھی جو
مجمع علیہ بین الانام ہی کہ انحضرت نے فرمایا من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ کیونکہ یہ بھی دلالت اسی بات پر
کرتی ہی کہ امام ہر زمانے مین موجود ہون جب تو ہر شخص کو ضرور ہو کہ اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل کرے اور
چونکہ ائمہ اثنا عشر کو گذرے ہوے مدت ہوئی پھر اب اُنکا کون امام ہی شارح عقائد نے اس مقام پر ہاتھ پاون

بہت مارے لیکن حیرت کے سوا کچھ انکے ہاتھ نہین آیا حق یہ ہی کہ جب بنا فاسد ہو تو مکان خراب ہوتا ہی اسی طرح
جنکی شان مین یہ پیغمبر خدا نے فرمایا تھا جب اُسے جاری نہونے دیا اور چاہا کہ ناحق تاویلین کر کے باطل کو حق
کرین و حق کو مٹائین اور چھپائین تو کسطرح انجام مین خسران و حیرت کے سوا اور کچھ ہاتھ آسکے اسی کا مصداق یہ ہی
کہ فاضل مذکور نے کہا ہی کہ فان قیل قال سادکرمن ان مدۃ الخلافۃ ثلثون سنۃ یکون الزمان بعد الخلفاء الراشدین خالیا عن
الامام فتعصی الامۃ کلہم ویکون میتتہم میتۃ جاھلیۃ قلنا قد سبق ان المراد الخلافۃ الکاملۃ ولو سلم فلعل دور الخلافۃ ینقضی دون دور الامامۃ بناء علی ان
الامام اعم لکن ھذا الاصطلاح مما لم نجدہ للقوم بل من الشیعۃ من یزعم ان الخلیفۃ اعم ولھذا یقولون بخلافۃ الائمۃ الثلاثۃ دون امامتہم
واما بعد الخلفاء العباسیۃ فالامر مشکل پھر اب بنا بر اسکے اس مدت دراز مین جملہ حضرات اہلسنت کہ بموافق اپنے زعم کے
خواہ عقلا یا نقلا وجوب نصب امام کے ساتھ جو مامور ہین تو اب گنہگار اور واجب کے تارک ہونگے اور اُنکی موت
میتۃ جاہلیت ہوگی اور اس اشکال سے تو کسی طرح چارہ کار نہین ہو سکتا فتدبر آٹھوین وجہ وہ ہی جو فاضل سیوطی نے

آٹھوین وجہ

کتاب تاریخ الخلفا مین روایت ابی الخالد سے نقل کی ہی انہ قال لا تھلک ھذہ الامۃ حتی یکون منہا اثنا عشر خلیفۃ کلہم یعمل
بالھدی ودین الحق منہم رجلان من اھل بیت محمد فعلی ھذا فالمراد بقولہ ثم یکون الھرج ای الفتن المؤذنۃ بقیام الساعۃ من خروج دجال وما بعدہ
پھر اب لائق انصاف ہی کہ بنا بر اس روایت کے جو کچھ بنی امیہ سے افعال از قبیل استیصال اہلبیت و اہل مدینہ عمل مین
آئے انہی کا نام اور یہ دین ہدی تھا یا نہین اگر کوئی پہلی شق کو اختیار کر کے کہے کہ وہی ہدی ہی تو یقینی اسکا کہنے والا
دین حق سے خارج ہوگا اور اگر شق دوسری اختیار کرینگے تو پھر یہ اشقیا کسی طرح اثنا عشر خلیفہ کا مصداق نہین ہو سکتے
اور نہ کوئی انھین خلیفہ حق جان سکتا ہی اور جب یہ نہوا تو پھر جنکے حق مین وہ اخبار وارد ہوے ہین انھین مین رہے اور
حق برکز قرار گرفت نوین وجہ وہ ہی کہ چونکہ علماے حضرات اہلسنت نے تشخیص و آزدہ امام و خلفا مین اپنے دو شخص
اہلبیت سے شمار نہین کیے پس اس روایت کے موافق اُنکی یہ تشخیص و تاویل باطل ہی دسوین وجہ یہ ہی کہ بنی امیہ پر
پیغمبر خدا کا لعنت فرمانا مکرر ثابت ہی جیسا کہ بعض روایات حضرات اہلسنت مین بھی وارد ہی کہ آنحضرت نے معاویہ
بن ابی سفیان کے حق مین فرمایا لعن اللہ الراکب والقائد والسائق اور سید سندی نے لکھا ہی کہ حکم کی چارون اولاد پر لعنت
فرمائی جیسا کہ کتاب جمع الجوامع مین روایت سیوطی سے اور صاحب فردوس سے منقول ہی اور بھی سیوطی سے منقول ہی
کہ پیغمبر خدا نے لعنت فرمائی حکم پر اور جو کہ اُسکے صلب سے روز قیامت تک باہر آئے اُس پر لعنت فرمائی ہی اور
بھی بنی امیہ کے حق مین فرمایا بئس القبائل بنو امیہ پھر اب ان علماے حضرات اہلسنت کا کیا حال ہی کہ جو بدترین قبائل
عرب بزبان نبی ہین اور مورد لعن ہین انھین کو اپنا پیشوا اور امام قرار دیتے ہین خدا نفسانیت سے محفوظ رکھے کیا کتب سیر
و اخبار کو نہین دیکھتے یا تاویل کے لیے اور استدلال فرقہ حق کی تضعیف کے لیے کچھ حسن و قبیح پر نظر نہین کرتے اور
جو منہ مین آتا ہی کہہ دیتے ہین انھی کا نام غرت اسلام اور استقامت اُمور مومنین تھے جنکی بشارت پیغمبر خدا اُنکو دی

نوین وجہ
دسوین وجہ

گیارھوین وجہ

دیتے تھے گیارھوین وجہ یہ ہی کہ بنی اُمیہ اپنے منبرون پر یقینی طعن اور سب و شتم نسبت امیر المومنین و امام المتقین کے کرتے تھے جیسا کہ ملاحظ کتب سیر و اخبار سے واضح ہوتا ہی پس وہ بے شبہ کافر تھے اور کفار بالاتفاق امامت کی لیاقت نہین رکھتے اور یہ بھی عجیب بات ہی کہ حضرات اہلسنت سب شیخین کو تو کفر جانتے ہین اور سب علی ابن ابیطالب کو کفر نہین جانتے اور کچھ اُسکی پروا نہین رکھتے بلکہ جو زیادہ سب و شتم کرنے والا بہ نسبت آنجناب کے ہوا ُسے اپنا خلیفہ و پیشوا اقرار دیتے ہین اور جسقدر نور خدا کا بجھانا چاہا اُتنا ہی خدا نے اُسے روشن فرمایا ابن ابی الحدید نے کیا خوب کہا ہی شرح نہج البلاغہ مین جسکا ترجمہ یہ ہی کہ مین کیا کہون اُس مرد کے بارے مین کہ جسکے لیے اُسکے دشمنون نے اُسکی فضیلت کا اقرار کیا ہو اور کسی طرح نہو سکا اُنکے دشمنون سے کہ اُنکے مناقب سے انکار کرتے اور اُنکے فضائل کسی طرح اُنسے نہ چھپ سکے پس بدرستیکہ تو جانتا ہی کہ مستولی ہوے بنی اُمیہ حکومت اسلام پر مشرق اور مغرب زمین پر اور ہر حیلہ سے اطفاے نور مین اُنکے اُنھون نے کیسی کیسی کوششین کین اور اُنکے فضائل کی تحریف کر کے معائب اور مثالب اُنکے لیے بناے اور اپنی زبانون کو اُنکی لعن کے ساتھ منبرون پر آلودہ کیا اور جو اُنکی مدح کرنے والے تھے اُنھین عذاب کے ساتھ وعید و تہدید کی بلکہ اُنھین قید کیا اور قتل کیا اور مانع ہوے روایت کرنے سے اُس حدیث کے جو مشتمل کسی فضیلت پر اُنکے فضائل کے ہو یا محتوی ایسے مضمون پر ہو جو اُنکے ذکر کو بلند کرے یہان تک کہ حرام کیا کہ کوئی اُنکے نام سے اپنے فرزند کا نام رکھے پھر بھی اِس سب نے کسی چیز کو اُنکی فضیلت سے نہ گھٹایا بلکہ روز بروز درجے بلند اُنکے زیادہ تر پیدا و واضح ہوے اور اُنکے فضائل کا حال نہ تھا اگر مثل مشک کی خوشبوئی کے کہ جسقدر اُسے چھپاے وہ منتشر ہوتی ہی اور مثل روشنی آفتاب کے تھا کہ جب اُسے کفدست سے چھپائین تو چھپا نہین سکتے اور مثل روز روشن کے تھے کہ اگر ایک آنکھ کو بند کرین کہ نہ دیکھین اُسے تو یقینی بہت سی آنکھین اُسے دیکھینگی انتہی اور عجب بات ہی کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم پھر بنی اُمیہ جو بڑے فاسق اور شریر ترین ناس سے تھے باوجود موجود ہونے اشرف ناس کے کسی طرح خلافت کے لائق نہین ہوسکتے جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام نے خطاب با عتاب معاویہ کو لکھا تھا لیس امیہ کھاشم ولا حرب کعبد المطلب ولا ابو سفیان کابیطالب ولا المھاجر کالطلیق ولا الصریح کاللصیق ولا المحق کالمبطل ولا المومن کالمدغل ولبئس الخلف خلف یتبع سلفا یعنی نہ اُمیہ مثل ہاشم کے تھا اور نہ حرب مثل عبد المطلب تھا اور نہ ابوسفیان مثل ابوطالب تھا نہ مہاجر مثل طلیق ہوسکتا ہی یعنی وہ اشخاص جو ایمان کے شوق مین دار الحرب سے اپنی بی بی اور بچے اور وطن کو اپنے چھوڑ کر بشوق اسلام و ایمان خدمت مین حضرت رسالتمآب کی آے وہ اُنکے مماثل نہین ہوسکتے کہ جو حالت کفر مین جہاد مین مسلمانون کے ہاتھ پر اسیر و گرفتار ہوے اور بند سخت مین مبتلا ہو کر بعد منت یا فدیہ دینے کے اُنھون نے رہائی پائی اور نہ صریح مثل لصیق ہوسکتا ہی یعنی وہ شخص کہ اُسکا نسب صریح اور واضح ہی وہ اُسکی طرح ہو جاے کہ جو داخل النسب ہو اور اپنے تئین اپنے باپ کے سوا دوسرے سے ملصق و ملحق کرے ابوالفرج اصفہانی نے کتاب اغانی مین ہیثم ابن عدی سے

کتاب مثالب سے نقل کیا ہے کہ ابو عمرو بن امیہ امیہ کا غلام تھا اور اسکا نام ذکوان تھا پھر امیہ نے اُسے اپنا جانشین کیا
ایک روز ذکوان دغفل نسابہ معاویہ کے پاس آیا پس معاویہ نے کہا کہ [illegible] قریش یعنی کسی اجداد و بزرگان قریش سے
تو نے دیکھا ہے اُسنے کہا کہ مین نے عبد المطلب بن ہاشم کو اور امیہ بن عبد شمس کو دیکھا ہے معاویہ نے کہا کہ دونون کا حال
میرے آگے بیان کر ذکوان نے کہا کہ عبد المطلب سفید رنگ دراز قامت خوش رو تھے کہ انکی پیشانی سے نور نبوت
پیدا تھا اور عزت و ریاست و بادشاہی انکے بشرہ سے ظاہر ہوتی تھی اور دس بیٹے انکے گرد گویا شیر بیشۂ شجاعت
بیٹھے تھے پس سنکر اُسنے کہا کہ امیہ کیسا تھا اُسنے کہا مین نے اُسے بھی دیکھا ہے ایک مرد پیر کوتاہ قامت نحیف الجسم نابینا تھا
اُسکا غلام ذکوان اُسے کھینچتا پھرتا تھا معاویہ نے کہا ایسی بات نہ کہہ ذکوان اُسکا بیٹا تھا اور ابو عمر اُسکا نام تھا یہ سنکر
اُسنے کہا کہ یہ وہ بات ہے کہ جسے تم نے انکے بعد دل سے تراشا ہے اور حقیقت حال وہی ہے جسکی مین نے خبر دی ہے اور
باب نبوت مین امیہ کا حال مفصل بیان ہو چکا ہے پھر ترجمہ کلام جناب امیر علیہ السلام یہ ہے نہ محق مثل مبطل ہو سکتا ہے
اور نہ مومن مثل مدغل ہے اور یہ اشارہ ہے طرف نفاق بنی امیہ کے اور یہ کہ انکا ایمان زبانی ہے کہ اسکی کچھ اصل نہین ہے پھر
فرمایا کہ بخلاف انکے اپنے اسلاف کے تابع ہین کہ ماوی و مقام انکا سب کا جہنم ہے یتبع بعضہم بعضا انتہی اور بعض مقام پر
اُن جناب نے فرمایا ہے ومنا النبی ومنکم المکذب ومنا اسد اللہ ومنکم اسد الاحلاف ومنا سیدا شباب اہل الجنۃ ومنکم صبیۃ النار
ومنا خیر نساء العالمین ومنکم حمالۃ الحطب فاسلامنا قد سمع وجاہلیتکم لا تدفع یعنی ہم مین سے پیغمبر خدا ہین اور تم مین سے تکذیب
کرنے والا ہے اور ہمسے شیر خدا ہین اور ظاہر اس سے مراد حمزہ بن عبد المطلب ہونگے جو پیغمبر خدا کے چچا تھے اور تم مین سے
شیر ہم قسمان کفار قریش ہے جو فتنہ برانگیختہ کرنے کو اور غارتگری کے لیے ہم قسم ہوا تھا جسکا نام اسد بن عبد العزی تھا اور
ہمسے سرداران جوانان اہل بہشت ہین یعنی حسن اور حسین علیہما السلام جو دونون فرزند آنحضرت کے تھے اور تمسے صبیۃ النار
اولاد عقبہ بن ابی معیط اموی کافر کی ہے کہ جسنے پیغمبر خدا کو خنق کیا تھا اور خدا تعالی نے آنحضرت کو اُسکے ہاتھ سے نجات
دی اور اُسکے باپ کی عورت سے وہ پیدا ہوئے تھے جیسا کہ ایام جاہلیت مین اس امر نے رواج پایا تھا اور یہ بدبخت
جنگ بدر مین مسلمانون کے ہاتھ پر گرفتار ہوئی پس جب پیغمبر خدا نے اُسکے قتل کرنے کو حکم فرمایا قبل اسکے کہ وہ کشتہ ہو اُسنے
کہا کہ یا محمد من بخاصۃ قریش فی الصبیۃ بعدی قال النار [illegible] صبیۃ النار اور ہمسے ہین بہترین زنان عالمیان اور تمسے ہے
لکڑی اٹھانے والی جو آتش فتنہ کو بھڑکاتی تھی اور اُسے ام جمیل کہتے تھے کہ وہ حرب کی بیٹی تھی جو معاویہ کی پھوپھی تھی
اور ابو لہب کی جورو تھی خاردار لکڑیون کا پشتارہ شب کے وقت رسول خدا کے سر راہ لا کر ڈالتی تھی تاکہ آنحضرت کے
پاؤن زخمی ہو جائین اور بعضون نے کہا ہے کہ حمالۃ الحطب کنایہ نمامی اور سخن چینی اور فتنہ پردازی سے ہے پس ہمارے مراسم
اسلام کے سب کے گوش ہوش مین پہونچے اور تمھاری جاہلیت مین کسی کو انکار کا مقام نہین ہے انتہی ترجمہ کلامہ صلوات اللہ
علیہ الملک الوہاب اب تامل صادق سمجھنا چاہیے کہ صاحب فتح الباری کی حجت ان اشرار کی خلافت پر اجماع ہے جیسا کہ انکے

باره اماموں کے بارے مین قاضی عیاض کی تخصیص کو انہون نے پسند کرکے لکھا ہو انح الاقوال ثانیها ما فی بعض طرق
الحدیث کلهم یجتمع علیه الناس اب حضرات اہلسنت سے لائق سوال یہ امر ہی کہ آیا معاویہ اور اسکے اذناب کو خلیفہ بحق جانتے ہین اور
بلا برائیون سے انکے اغماض عین کرتے ہین جیسا کہ قاضی عیاض اور صاحب فتح الباری نے کیا اور کہا ہو تو اس صورت
مین یہ سب حضرات اسکے مورد ہونگے جو ہم انپر وارد کر آئے واگر معاویہ کو پایہ استحقاق خلافت سے گراتے ہین فضلا عن قبائحه
جیسا کہ شاہ صاحب نے بھی اسکے استحقاق خلافت کی نفی کی ہو اپنے قول سے جو مذکور ہوا اور وہ یہ ہو وہ جانب مخالف
بے استحقاقی ظاہر تو پھر اجماع کا جواب کیا ہوگا کیونکہ جب اجماع اہلسنت کا باطل پر ہونا ان مواضع مین ثابت ہوا
تو انکا اجماع اول سے باطل سمجھنا چاہیے کیونکہ جیسا اجماع معاویہ اور یزید ابن معاویہ اور دیگر طلقاء بنی امیہ پر ہوا ایسا
اجماع اور یہ کثرت بیعت کی سقیفہ و شوری مین بھی نہین ہوئی اور وہ اجماع اس اجماع سے یقینی پست تر ہی اور جب
قسم اعلی اجماع کی ظاہر البطلان ہی تو پست تر کو کیا کہنا چاہیے فتدبر اب ہم بر تقدیر تسلیم اس روایت کے جسے صاحب
فتح الباری وغیرہ نے اپنے مذہب پر احتجاج کرکے اپنے پیرون کو گمرہی مین ڈالا اور اپنے تئین مورد ان ایرادات کا کیا
کہتے ہین کہ مراد اجماع سے یہان استحقاق پر اجماع ہی اور اسمین مطلب صاف ہوتا ہی اور حق بھر کر قرار پکڑتا ہی کیونکہ
استحقاق ہمارے ائمہ اثنا عشر کا صلوات اللہ علیہم اجمعین خلافت مجمع علیہ بین الامت ہی پھر انکے سوا کوئی لائق امامت و
خلافت کے نہین ہی اور بندون کا سوء اختیار خود بقول شاہ صاحب ظاہر ہو چکا کیونکہ جب انہون نے اعتراف کیا کہ
امام حسن علیہ السلام کی ذات مین استحقاق منحصر تھا اور معاویہ مین بے استحقاقی ظاہر تھی پھر جب باوجود انحصار
استحقاق بھی سب نے اطاعت نہ کی تو اس سے لایح ہوا کہ خدا کی طرف سے مستحق خلافت امام حسین علیہ السلام تھے
مگر بندون نے اپنے سوء اختیار سے اطاعت غیر مستحق کی اختیار کی اسی طرح جملہ ائمہ دوازدہ گانہ مستحق تھے لیکن بخذلان
بندگان سے وہ خانہ نشین اور معطل رہے جیسا کہ پیغمبر علیہ السلام سے اور انبیا کا بھی یہی حال رہا پھر اب ان نصوص سے
جنکے حق مین وارد ہوئی ہین انہین کو مراد لینا چاہیے اور انکے غیر کو مورد اس بشارت کا ہونا چاہیے ہو المطلوب الحمد للہ
علی احسانه افصح الحق الی مکله ها یہ امر کہ جو وہ حضرات کہتے ہین کہ نصرت و غلبہ اہلسنت کے نزدیک امامت مین شرط ہی
تو ہم یہ کہتے ہین کہ جو ہمنے کہا اس سے بخوبی واضح ہوا کہ یہ بات خدا کے نزدیک شرط نہین ہی اگر اہلسنت کے نزدیک
شرط ہو تو ہو ہمین انکی شرط سے کیا کام ہی اور وہ کس شرط پر عمل کرتے ہین انہین اسلاف حق سے کام ہی استحقاق بھی
تو شرط تھا پھر اسپر کیا عمل ہوا جنکے عدم استحقاق کے مقر و معترف خود ہین پھر انہین کو خلیفہ بنایا اور کس بارہ کے
مقابلہ مین انہین شمار کیا پھر اب کس شرط کے درپے ہونگے پھر جب معاویہ کے زمانے سے شرط استحقاق خلفا سے
مفقود ہوئی تو اب لائق غور ہی کہ اس زمانے تک حضرات اہلسنت کے ذمہ پر واجب تھا کہ ایسا امام جو عادل اور مستحق
خلافت ہو اسے نصب کرتے اور جب اسے نصب کیا تو واجب کو ترک کیا اور ترک واجب پر اصرار کیا اور جب امام ہی نہین
ہی

توامام زمان کی معرفت کس طرح ہوئی اور جب بے معرفت امام زمان موت آے تو یہ مرنا جاہلیت پر ہوگا انکی ایسی
شرائط ہین جنسے یہ خرابیان لازم آتی ہین فقط کواب طالب بصیرت کو چشم انصاف وبہ ترک اعتساف دیکھنا چاہیے
کہ فتح الباری کے مصنف نے قول قاضی عیاض کو ترجیح دیکر ایک روایت کے مضمون سے کہ اسکو بھی ہم بعد تسلیم
بشر اپنے ائمہ دوازدہ گانہ کے امامت کا کہتے ہین محض شیعون کی عداوت سے ناحق کوشش کو اختیار کر کے خلافت و
امامت خلفاے جور کے حق مین ان نصوص نبی کو جو بلفظ اثنا عشر خلیفہ یا امیر یا ائمہ تعیین وارد اور نافذ جانا اور اپنے
زمان بھی بارہ خلیفہ و امام بمقابل شیعون کے ائمہ دوازدہ گانہ علیہم السلام کے مقرر کیے جنکا حال مذکور ہوا تاکہ
جو شیعہ استدلال ان نصوص سے صحت عددائمہ پر اپنے کرتے ہین اُسے ضعیف کرین اور یہی حال ان حضرات کا ہی کہ ہمیشہ
ابطال حق کے واسطے جنسے اخبار وضع کیے گئے انھون نے انمین بہت کچھ مناسب مقام اپنا کام کیا اور انکے بعد
والون نے بہت کچھ ان احادیث کی تصحیح و تقویت مین دست و پا مارے اور اخبار صادقہ کے الفاظ مین تصرف کیے
اور معانی غیر صحیحہ انکے الفاظ کے لیے پیدا کیے اور تاویلین بعید از کار اپنے مفید مرام کین اسی طرح ان نصوص کی نسبت بھی
اُنسے عمل مین آیا و الا کافی ہی تاویل و تفسیر صحیح کے لیے اُن نصوص کے جو اخبار جنسے اصحاب و صحابیات نبی سے مع
اقوال علما پیشتر ذکر کیے اور وہ خبر جو اعمش اور زمخشری سے بطرق حضرات اہلسنت منقول ہی اور صحاح کی انکے خبر ہی
کہ فرمایا پیغمبر خدا نے فاطمة بہجة قلبی وابناها ثمرة فوادی وبعلها نور بصری والائمة من ولدها امناء ربی حبل ممدود بینه و بین
خلقه من اعتصم به نجی ومن تخلف عنه هوی یعنی فاطمہ میرے دل کی خوبی ہی اور فرزند اُسکے میرے میوۂ دل ہین اور
شوہر اُسکا میری آنکھون کا نور ہی اور جو ائمہ اُسکی اولاد سے پیدا ہونگے وہ میرے پروردگار کے امین ہین اور ایک رسن
اونچی ہین درمیان خدا اور اُسکی خلق کے جس شخص نے اُنسے اعتصام کیا یعنی چنگل مارا اور تمسک اُنکے ساتھ کیا او
یہ استعارہ ہی محبت و اطاعت و فرمان برداری سے یعنی انھین حجت خدا زمین پر جانا اور ہر امر مین انکی اطاعت کی
اُسنے نجات پائی اور جسنے کہ انھین چھوڑا اور انکی مخالفت کو اختیار کیا وہ گمراہ ہوا اور گر گیا اب حضرات اہلسنت
بانصاف فرماوین کہ جنکو اپنے ائمہ قرار دیتے ہین اور انکے حق مین اُن نصوص کو وارد سمجھتے ہین آیا وہ مصداق والائمة
من ولدها کا جو اس حدیث مین وارد ہین ہو سکتے ہین یا نہین غالب ہی کہ شق اول تو کوئی اختیار ہی نہین کر سکتا اور
جب یہ نہوا تو پھر کیا وجہ ہی کہ ان نصوص کو ائمہ دوازدہ گانہ فرقہ حقہ کے حق مین وارد و نافذ نہین سمجھتے کیونکہ جو زبان
نبی ائمہ اور امناء اللہ ہو چکے اور انکی اعتصام سے نجات اور تخلف سے خلق کے ہلاکت بزبان نبی ثابت ہوئی وہی
اس لائق ہین کہ مورد اثنا عشر خلیفہ کا ہون اور انھین کے وجود ذی جود سے بقاے اسلام اور اعزاز و اکرام اُسکا سمجھا جاے
اور مؤید اُسکے ہی وہ روایت جسے امام اہلسنت احمد نے اپنی مسند مین نقل کیا ہی اور طبری نے بھی عماد الدین حنفی سے اُسے
نقل کیا ہی کہ ایک روز پیغمبر خدا نے جناب امام حسین علیہ السلام سے فرمایا انت سید ابن السید ابو السادات انت امام ابن الامام

ابو الائمة انت حجة ابن الحجة ابو الحجج التسعة من صلبك تاسعهم قائمهم اور ملا علی رضا ابن کمال الدین حسین مصنف سفینة النجاة نے خطب سے اِس روایت کو نقل کیا ہی کہ کہا اُنہنے کہ سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین ایک دن پیغمبر خدا کی خدمت مین حاضر ہوا اُسوقت کہ امام حسین ابن علی علیہما السلام آنحضرت کے زانوے مبارک پر بیٹھے تھے اور وہ حضرت اُن جناب کی چشمان منور اور لبہاے نازک پر بوسے دیتے جاتے تھے اور یہ حدیث جو مذکور ہوئی فرماتے تھے جسکے معنی یہ ہین کہ اے حسین تو سردار ہی اور بیٹا ہی سردار کا اور باپ ہی سردارون کا تو امام ہی اور فرزند ہی امام کا اور باپ ہی اماموں کا تو حجت خدا ہی اور بیٹا ہی حجت کا اور باپ ہی تو حجتون کا جو تیرے صلب سے ہونگے نوان انکا قائم آل محمد ہی صلوات اللہ علیہم اجمعین پھر اب خلاف شیعون کے کہنا اور سوا انکے ائمہ دوازدہ علیہم السلام کے تعیین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے سادات اور ائمہ اوجع فرمایا اور اشرار اور فساق کو مورد ان نصوص کا جو مشتمل بشارت کی خلافت و امامت کے واسطے مین قرار دینا ستم بر جان انصاف کرنا ہی اور کسی طرح اب اسکے سوا انکے ائمہ یازدہ عشر مراد نصوص مذکورہ کے نہین ہو سکتے فتم المطلوب بالحمد للہ اولا وآخرا گرچہ اِس جگہ فی الجملہ کلام کو بسط ہو گیا لیکن غرض ہماری جو اظہار حق اور بیان حقیقت و اتمام حجت تھی وہ بحمد اللہ باکمل وجہ تمام ہوئی آیندہ اختیار ہی ناظرین کو چاہین بانصاف دیکھین یا صاحبان اعتساف سے رہین فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر فصل دوسری بیان مین دوسری دلیل کے جو دلالت کرتی ہی وجوب تمسک پر اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ جاننا چاہیے کہ جناب سید سند نے نور الدین علی بن حسام الدین سے جو مشہور متقی ہی نقل فرمایا ہی کہ اُنہنے کتاب منہج العمال جامع صغیر مین کہ جمع الجامع کا وہ مختصر ہی باب ثانی مین کہ باب الاعتصام بالکتاب والسنة ہی ذکر کیا ہی اور ہین اِس جگہ لفظ حدیث اور ترجمہ اسکا سمجھنے کے لیے لکھتا ہون عن مستدرک الحاکم عن ابی ہریرة عن النبی صلعم خلفت فیکم شیئین لن تضلوا بعدهما کتاب اللہ وسنتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض یعنی ابو ہریرہ نے کہا ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مین دو چیزین تم مین چھوڑتا ہون جس سے تم گمراہ نہوگے کتاب خدا اور اپنی سُنت اور وہ ہرگز جدا نہونگی یہان تک کہ حوض پر میرے وارد ہونگی قال وابو بکر الشافعی فی الغیلانیات عن ابی ہریرة ایها الناس قد ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی پھر بھی صاحب کتاب نے ابو ہریرہ سے بسند ابو بکر شافعی نقل کیا ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ بتحقیق کہ مین چھوڑتا ہون تم مین ایسی چیز کو کہ اگر تم اُسے لیے رہوگے تو ہرگز گمراہ نہوگے وہ کتاب خدا اور میری عترت اور اہلبیت ہین ملا ترمذی عن جابر انی تارک فیکم خلیفتین کتاب اللہ حبل ممدود ما بین السماء والارض وعترتی اہل بیتی وانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض یعنی ترمذی نے جابر سے روایت کی ہی کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ مین چھوڑتا ہون تم مین دو خلیفہ ایک کتاب خدا کہ وہ رسن آویختہ ہی درمیان آسمان و زمین کے اور دوسری عترت و اہلبیت میرے کہ وہ دونون ہرگز جدا نہونگے یہان تک کہ حوض پر میرے پاس پہونچین حم طب یعنی مسند احمد مین اور کتاب کبیر مین طبرانی کے

فصل دوم

ورن سلمی سعید ابی منصور عن زید بن ثابت عن النبی صلعم انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الآخر کتاب
اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اہل بیتی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیہما یعنی
جن اسناد کا ذکر ہوا اُنکے ذریعہ سے زید بن ثابت سے منقول ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مین تم مین چھوڑتا ہون
ایسی چیز کہ جب تک اُس سے متمسک رہوگے ہرگز میرے بعد گمراہ نہوگے اور اُنہین سے ایک دوسرے سے بڑا ہی اور
وہ کتاب خدا ہی کہ رسن آویختہ ہی آسمان سے زمین تک اور میری عترت اور اہلبیت ہین اور یہ جدا نہونگے
یہان تک کہ حوض پر میرے پاس پہونچین پس دیکھو تم میرے بعد کیا کرتے ہو اُن دونون کے ساتھ و نیز
ابن ارقم اما بعد ایہا الناس فانما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربی فاجیب وانا تارک فیکم ثقلین اولہما کتاب اللہ فیہ الہدی
والنور من استمسک بہ واخذ بہ کان علی الہدی ومن اخطأہ ضل فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ واہل بیتی اذکرکم اللہ فی
اہل بیتی اذکرکم اللہ فی اہل بیتی زید بن ارقم سے بھی صاحب کتاب نے روایت کی ہی کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ لیکن
بعد حمد کے اے گروہ آدمیان مین نہین ہون مگر بشر قریب ہی کہ میرے پاس خدا کا بھیجا ہوا آئے یعنی ملک الموت
میری طلب کو پس مین اُسے قبول کرون اور مین چھوڑتا ہون تم مین دو بزرگ چیزین پہلا اُن دونون سے
کتاب خدا ہی کہ جسمین نور و ہدایت ہی جو شخص کہ اُسے تمسک کریگا اور اُسے لیگا وہ ہدایت پر رہیگا اور جو اُس سے
خطا کریگا اور اُس سے نافرمانی کریگا وہ گمراہ ہوگا پس تمھین چاہیے کہ اُسکے متمسک ہو اور جو اُسمین ہی اُسکی مخالفت
نہ کرو اور دوسرے میرے اہلبیت ہین مین خدا کو یاد دلاتا ہون اپنے اہلبیت کے لیے مین خدا کو یاد دلاتا ہون
اپنے اہلبیت کے لیے اور جناب غفران مآب نے عماد الاسلام مین ابی داؤد و صحیح ترمذی سے نقل کیا ہی کہ پیغمبر خدا نے
فرمایا کیف تخلفونی فی عترتی یعنی میرے بعد میری عترت کے ساتھ کسطرح پیش آؤگے اور اسی مضمون کے موافق
روایات تفسیر ثعلبی سے جو مفسر مذکور نے تفسیر کریمہ واعتصموا بحبل اللہ مین اپنی اسنادون سے لکھین ہین نقل کی ہین کہ
بعض اُنمین سے یہ ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین خلیفتین ان اخذتم بہما لن تضلوا بعدی احدہما اکبر من الآخر
کتاب اللہ حبل ممدود بین السماء والارض وعترتی اہل بیتی الا وانہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض اور ترجمہ اسکا اوپر مذکور ہو چکا ہی
اور ملا علی رضا بن کمال الدین حسین مصنف سفینۃ النجاۃ نے بھی فصل ششم مین اپنی کتاب کے ذکر و بیان مین حدیث
تمسک بثقلین کے جو روایات کتب حضرات اہلسنت سے نقل کی ہین منجملہ اُسکے وہ روایت ہی کہ جسے احمد بن حنبل نے
روایت کی ہی ابی سعید خدری سے کہ کہا اُنھون نے کہ فرمایا پیغمبر خدا نے صلی اللہ علیہ وآلہ انی تارک فیکم الثقلین ما
ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی احدہما اکبر من الآخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اہل بیتی الا وانہما
لن یفترقا حتی یردا علی الحوض یعنی بدرستیکہ مین چھوڑتا ہون تم مین دو امر گرانمایہ ایسے دو امر کہ اگر تم اُنکے ساتھ متمسک ہوگے
تو بعد میرے ہرگز ضلالت و گمرہی مین نہ پڑوگے ایک اُن دونون امرون سے زیادہ دوسرے سے ہی کتاب خدا

کہ وہ ایک نور ممتد اور کشیدہ ہی مثل رسن کے آسمان سے زمین تک اور دوسرے میری عترت اور اہلبیت مین
آگاہ ہو اور جانو کہ یہ دونون امر جدا نہونگے یہان تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہون دوسری روایت کی ہی
زید بن ثابت سے کہ رسول خدا نے فرمایا انی تارک فیکم الخلیفتین کتاب اللہ حبل ممدود ما بین السماء الی الارض وعترتی اہل بیتی
وانہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض اور روایت کی ہی اسرائیل بن عثمان بن مغیرہ سے کہ کہا اُسنے ملاقات کی مین نے
زید بن ارقم سے درآن حالیکہ وہ مختار پاس جاتے تھے یا اُسکے پاس سے آتے تھے پس مین نے زید سے کہا کہ آیا تمنے
پیغمبر خدا سے سنا تھا کہ فرماتے تھے انی تارک فیکم الثقلین زید نے کہا کہ ہان سُنا تھا مین نے اور روایت کی ہی
زید بن حیان سے کہ اُسنے زید بن ارقم سے روایت کی ہی کہ پیغمبر خدا نے خطبہ غدیر خم مین فرمایا الا وانی تارک فیکم الثقلین احدھما
کتاب اللہ هو حبل من اللہ من اتبعہ کان علی الہدی ومن ترکہ کان علی ضلالۃ بعد اسکے فرمایا والآخر اہل بیتی اذکرکم اللہ فی اہل بیتی
یعنی دوسرا اُن دونون گرانمایہ امرون سے میرے اہلبیت ہین مین خدا کو تمھین یاد دلاتا ہون اپنے اہلبیت کے بارے مین
اور مسلم نے اپنی صحیح مین زید بن ارقم سے چند طریق سے روایت کی ہی ازانجملہ اپنی اسناد سے زید بن حیان سے روایت
کی ہی کہ کہا اُسنے مین حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم کے ساتھ زید بن ارقم کی طرف گیا جب مین بیٹھا تو حصین بن سبرہ نے
کہا کہ ای زید تم بہت نیکی سے فائز ہوے پیغمبر خدا کو دیکھا حضرت کی خدمت مین حاضر ہوے اور احادیث آنحضرت سے
سُنی اور اُنکے ساتھ جہاد مین گئے اور نماز آنحضرت کے ساتھ پڑھی اور بہ تحقیق کہ تمھین بہت نیکیان پہونچین میرے لیے
وہ حدیث بیان کرو جو تمنے پیغمبر خدا سے سُنی ہون زید نے کہا کہ ای فرزند میرے بہ تحقیق کہ مین بہت کہن سال ہوا اور
زمانہ مجھے بہت گذرا اور جو کچھ پیغمبر خدا سے مین نے یاد کیا تھا اُسمین سے بعض چیزین بسبب طول عمر کے بھول گئین
پس جو کچھ مین تمپر حدیث بیان کرون اُسے قبول کرو اور جو مین نہ کہون اُسکے لیے مجھے تکلیف نہ دو بعد اسکے کہا کہ پیغمبر خدا
کھڑے ہوے ہم مین درحالیکہ خطبہ فرماتے تھے اُس سراب پر کہ اُسے خم کہتے ہین اور مکہ و مدینہ کے بیچ مین وہ مقام ہی
پس حمد و ثناے الٰہی ادا فرمائی اور پند و نصیحت و تذکیر فرما کر اُسکے بعد فرمایا اما بعد ایہا الناس انما انا بشر یوشک ان یاتی
رسول ربی فاجیب وانا تارک فیکم الثقلین اولہما کتاب اللہ فیہ النور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ یعنی لیکن
بعد حمد و ثناے الٰہی کے ای مردمان نہین ہون مین مگر ایک انسان قریب ہی کہ آوے میرے پاس ایک فرستادہ پروردگار کا
میرے کہ مین اُسے قبول کرون یعنی نزدیک ہی کہ بارادہ خدا اس عالم سے انتقال کرون اور بہ تحقیق کہ مین چھوڑنے والا ہون
تم مین دو گرانمایہ چیزین پہلے اُنمین سے کتاب خدا ہی کہ اُسمین روشنی اور نور ہی پس تو کتاب خدا کو اور اُسکے ساتھ تمسک ہو بعد
اسکے زید سے روایت کی ہی اسطرح کہ پھر حضرت نے ترغیب و تحریص دربارہ کتاب الٰہی فرمائی اُسوقت فرمایا واہل بیتی
اذکرکم اللہ فی اہل بیتی اور حمیدی نے بھی جمع بین الصحیحین مین اسی مضمون سے روایت کی ہی زید ابن ارقم سے اور کچھ
اُسمین تفاوت نہین ہی اور ترمذی نے اپنی صحیح مین جابر ابن عبداللہ سے روایت کی ہی کہ کہا اُنھون نے دیکھا مین نے

پیغمبر خدا کو حجۃ الوداع مین روز عرفہ کہ ناقہ قصوا پر سوار تھے درحالیکہ خطبہ فرماتے تھے پس سنا مین نے کہ فرماتے تھے
یا ایہا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی اور مشکوۃ مین بھی مسلم اور ترمذی سے روایت کی ہی
اور جمع بین الصحاح الستہ مین صحیح ابی داؤد اور صحیح ترمذی سے بھی روایت ہوئی ہی رسول خدا سے اسناد کر کے کہ فرمایا
انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی احدہما اعظم من الآخر وہو کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اہل بیتی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض
بعد اسکے فرمایا آنحضرت نے فانظروا کیف تخلفونی فی عترتی یعنی پس چاہیے کہ احتیاط کے ساتھ رہو اور جانو کہ میرے بعد
کس طرح بسر کروگے میرے اہلبیت کے ساتھ اور اخطب خوارزم نے زید بن ارقم سے روایت کی ہی کہ رسول خدا نے
مقام غدیر خم مین فرمایا انا تارک فیکم الثقلین احدہما اکبر من الآخر کتاب اللہ وعترتی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض پھر فرمایا فانظروا کیف
تخلفونی فیہما یعنی باحتیاط رہو اور جانو کہ کیا کرتے ہو میرے بعد ان دونون بزرگ چیزون کے ساتھ اور کتاب مصباح مین بھی
یہ روایت زید ابن ارقم سے مذکور ہی اور زہیری نے زید ابن ارقم سے روایت کی ہی کہ غدیر خم مین رسول خدا نے
خطبہ مین فرمایا قد خلفت فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی کتاب اللہ واہل بیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض
اور ابن مغازلی شافعی نے ابی سعید خدری سے روایت کی ہی کہ رسول خدا نے فرمایا انی اوشک ان ادعی فاجیب وانی
قد ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اہل بیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف
تخلفونی فیہما اور اوروں نے زید بن ارقم سے موافق روایت آخر کے روایت کی ہی احمد بن حنبل نے زید بن ارقم سے موافق
حدیث مسلم کے روایت کی ہی اور ثعلبی نے سورۂ آل عمران مین بیان کریمہ واعتصموا بحبل اللہ مین ابی سعید خدری سے روایت
کی ہی کہ کہا سنا مین نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے ایہا الناس انی قد ترکت فیکم الثقلین خلیفتین ان اخذتم بہما لن تضلوا بعدی
احدہما اکبر من الآخر کتاب اللہ حبل ممدود ما بین السماء الی الارض وعترتی اہل بیتی الا وانہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض اور یہی جگہ پر مفسر مذکور نے جناب
امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ فرمایا نحن حبل اللہ الذی قال اللہ تعالی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا اسکا حاصل یہ ہی کہ
ہم سب ایسے حبل خدا ہین کہ جنکے لیے اس آیت مین فرمایا ہی اور ظاہر معنی آیت کے یہ ہین کہ متمسک ہو ساتھ حبل خدا کے
اور جدا اور متفرق نہو شیخ ابن حجر نے صواعق مین چند روایتین احمد بن حنبل اور سلم سے ذکر کر کے کہا ہی کہ ایک روایت
صحیح مین آیا ہی کہ رسول خدا نے فرمایا انی تارک فیکم امرین لن تضلوا ان اتبعتموہما وہما کتاب اللہ واہل بیتی عترتی یعنی بدرستیکہ
مین نے چھوڑا ہی تمہارے درمیان مین دو چیزون کو کہ ہرگز گمراہ نہوگے اگر ان دونون کی متابعت کرتے رہوگے اور
وہ دونون امر کتاب خدا اور میرے اہلبیت وعترت ہین اور سلم نے کہا ہی کہ طبرانی کی روایت مین اس سے
زیادہ اور بھی مضمون ہی اور یہ وہ کلمات ہین جو طبرانی کی حدیث مروی مین ہین کما نقلہا السید السند رحمہ اللہ انی سائلکم
عنہما فلا تقدموہما فتہلکوا ولا تقصروا عنہما فتہلکوا ولا تعلموہم فانہم اعلم منکم اسکے حاصل معنی یہ ہین کہ مین نے ان دو چیزون کی متابعت
تم سے چاہی ہی اور اسے طلب کیا ہی پس ان دونون سے ہاتھ نہ اٹھاؤ اور انپر پیشی نکرو کہ ہلاک ہوگے اور میرے اہلبیت کو

تعلیم نہ دو کہ بہ تحقیق تمسے زیادہ جاننے والے ہین اور طبرانی نے ابن عمر سے روایت کی ہو کہ جو پیغمبر خدا نے آخر کلام فرمایا
وہ یہ تھا کہ فرمایا اخلفونی فی اہلبیتی اور مراد اس سے یہ ہی کہ میرے اہلبیت کے ساتھ رہو میرے بعد اور بھی اس
مقام پر کہا ہی کہ حدیث تمسک کو پیغمبر کے بیس صحابیون سے زیادہ نے روایت کیا ہی جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ
تقریب استدلال کو ان روایات سے وہ کافی ہی جو شیخ ابن حجر نے کچھ تھوڑا سا ان روایات کو ذکر کر کے خود کہا ہی
کہ پیغمبر خدا نے قرآن کو اور اپنی عترت کو کہ اہل اور نسل اور رہط و اقارب ان جناب کے ہین ثقلین کے ساتھ تعبیر
فرمایا اس وجہ سے کہ ثقل لغت مین عبارت ہی اُس نفیس شے سے جو صاحب خطر ہو یعنی صاحب قدر اور ایک عزت
رکھتا ہو کہ نقائص اور اسباب دنائت سے محفوظ و مصئون ہو اور یہ دونون چیزین ایسی ہی ہین اذ کل منهما معدن العلوم
اللدنیة والاسرار والحکم العلیة والاحکام الشرعیة ولذا حث علی الاقتداء والتمسک بهم والتعلم منهم وقال الحمد لله الذی جعل فینا الحکمة اهل البیت
انتهی کلامه لیکن لائق تعجب ہی حضرات اہلسنت سے جو اُسکے بعد بھی اجماع اہلبیت کو حجت نہین جانتے جیسا کہ شرح
مسلم مین مولوی عبد العلی نے کہا ہی کہ اجماع اہل البیت لیس بحجة حالانکہ عترت کے ساتھ متمسک ہونا تمسک قرآنی کا
عدیل ہی پھر جبکہ آیات قرآنی حجت ہون اور اُنکے ساتھ تمسک واجب ہو جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہی لا یاتیه الباطل من بین
یدیه ولا من خلفه اسی طرح چاہیے کہ جو واقفان اسرار ربانی اور معادن علوم لدنی کے ہین اور واقع مین وہ قرآن ناطق ہین
اُنکے اقوال بھی حجت ہون اور اُنسے بھی تمسک واجب ہو اور یہ بات محض قیاسی نہین ہی بلکہ فریقین مین اخبار وجوب کے
اُنکے ساتھ وارد ہین حضرات اہلسنت کے بھی طریقون کے موافق اخبار مستفیضہ اس مضمون سے وارد ہوے ہین یہان تک
کہ شیخ ابن حجر نے کہا ہی ثم اعلم ان لحدیث التمسک طرقا کثیرة وردت عن نیف وعشرین صحابیا ومر له طریق مبسوطة فی حادی عشر
الشبه فی بعض تلک الطرق انه قال ذلک بحجة الوداع بعرفة وفی اخری انه قال بالمدینة فی مرضه وقد امتلأت الحجرة باصحابه وفی روایة ابن عمر
اخر ما تکلم به النبی اخلفونی فی اهل بیتی انتهی پھر باوجود اسکے اہلبیت علیہم السلام سے منحرف ہونا اور اُنسے خلاف و تخلف کرنا
اور اُنکے اجماع کو یہ کہنا کہ حجت نہین ہی باوجود اسکے کہ پیغمبر خدا نے کسقدر تاکید و تذکیر فرمائی یہ کیسی مخالفت ظاہر احکام
او امر رسول سے ہی اور واقع مین بمقابل نصوص کے ایک اجتہاد ہی اور بہت بڑا کام ہی خدا کا شکر ہی کہ یہ بھی شرف
فرقہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ کے سوا اور کسی فرقہ کو فرقہ ہاے اسلام سے حاصل نہین ہی کیونکہ خاص یہ فرقہ اصول و فروع دونون
مین ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی طرف رجوع کرتے ہین اور یقینی شیعة علی هم المفلحون کا یہی مصداق ہین کیونکہ تمسک کا
بقول مطلق واجب ہونا دلیل اسکی ہی کہ متمسک بہم معصوم ہین اور با جماع دوازدہ امام اہلبیت علیہم السلام کے سوا
کسی سے عصمت کی صفت نہین پائی گئی پس اُنکے سوا کوئی علی الاطلاق لائق تمسک و اتباع کے نہین ہو سکتا ہان شیخ
ابن حجر نے نسوان و ازواج کو بھی اسمین شریک کیا ہی لیکن وہ خود اُنکی روایت سے جسے خود اُنھون نے مسلم سے کہ
کہ اُنسے زید بن ارقم سے نقل کیا ہی دفع ہوتا ہی کیونکہ اسمین ہی فقیل لزید نسائه من اهل بیته قال بلی ان نسائه اهل بیته ولکن اهل بیته

من حرم الصدقة بعده قال ومن هم قال آل علی وآل جعفر وآل عقیل وآل العباس یعنی زید سے کہا گیا کہ ازواج پیغمبر خدا کے اہلبیت
آنحضرت کے ہین یہ سنکر زید نے کہا کہ ہان ازواج آنحضرت کے اہلبیت یعنی گھروالیون سے ہین لیکن اہل انکے وہ ہین
جنپر صدقہ بعد آنحضرت کے حرام ہوا پوچھا وہ کون ہین کہا کہ وہ اولاد علی ابن ابیطالب اور آل جعفر اور آل عقیل
اور آل عباس ہین اور گویا مراد زید کی اس سے یہ تھی کہ اہلبیت دو معنی مین آتا ہی اور اس مقام پر مراد دوسرے
معنی ہین اور اس سے بھی زیادہ واضح تر خبر انکے اخراج پر وہ ہی جسے پھر شیخ ابن حجر نے مسلم سے کہ اُسنے زید ابن ارقم سے
روایت کی ہی اور اُسمین یہ زیادہ ہی کہ پیغمبر نے فرمایا اذکرکم اللہ فی اہل بیتی فقلنا لزید من اہل بیتہ نساؤہ فقال لا وایم اللہ ان المرأة تکون
مع الرجل العصر من الدهر ثم یطلقها فترجع الی ابیها وقومها اہل بیتہ اصلہ المنقی اب اِس سے زیادہ کون سی خبر ہوگی اور کیسے شخص متعصب
کی روایت ہی پھر اب ازواج کسطرح اہلبیت مین شامل ہو سکتے ہین اور زیادہ اِسکی تحقیق عنقریب ہم لکھینگے انشاء اللہ تعالیٰ
بالجملہ اِسی جہت سے ملا علی شیرازی نے اِن اخبار کی تقریب دلالت مین کہا ہی کہ مضمون متواتر سے اِس حدیث صحیح کے
بخوبی یہ امر لائح ہوتا ہی کہ علی مرتضیٰ علیہ السلام کی امامت حق ہی اور جو دعوی خلافت اُنکے سوا اورون کے واسطے ہین
یہ باطل ہین کیونکہ رسول خدا نے اُمت کے واسطے بیان فرمایا کہ میرے بعد راہ حق اور نجات کی سبیل یہ ہی کہ متمسک
قرآن اور میرے اہلبیت کے ساتھ ہو اور وہ دونون ہمیشہ باہم رہینگے اور آپس سے جدا نہونگے اور جو ان دونون کا
تابع اور پیرو ہوگا وہ گمراہی مین واقع نہوگا اور جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام بالاتفاق ازجملہ اہلبیت رسالت ہین
بلکہ سائر اہلبیت سے اکمل اور افضل اور امامت کے لیے احق ہین اور خلیفہ اول حضرات اہلسنت ابوبکر بالاتفاق اہلسنت مین
داخل نہین پھر وہ جناب خدا اور رسول کے فرمان سے امام واجب الاطاعت ہونگے اب پھر وجود انکے دوسرے کے تابع ہونا
اور بیگانہ اہلبیت کو اپنے اوپر اور آنحضرت پر اور آل رسول پر امیر مفترض الطاعت و مقتدا سمجھنا زندقہ و گمرہی ہوگا اور حق یہ ہی
کہ اگر کوئی تعصبات و تقلیدات سے اپنے تئین معرا کرے اور انصاف کی نظر سے دیکھے تو یہی حدیث تمسک ایک عالم
کی ہدایت کو کافی ہی صم بکم عمی فہم لا یعقلون اور پیغمبر خدا کے اِس خبر دینے سے کہ قرآن و اہلبیت آپس سے جدا نہونگے
یہان تک کہ قیامت ظاہر ہو یہ امر بخوبی ثابت ہی کہ ہر عصر اور زمانے مین چاہیے کہ ایک بزرگ اہلبیت سے موجود ہو
کہ وہ رہنماے برحق اور مقتداے مطلق ہو اور جمیع احکام الٰہی کا عالم اور جملہ آیات قرآنی کا عارف ہو یعنی ناسخ اور منسوخ اور
محکم اور متشابہ اور مجمل اور مفصل اور عام اور خاص کو اُسکے پہچانتا ہو اور یہ منطبق نہین ہوتا مگر مذہب فرقہ ناجیہ امامیہ اثنا عشریہ
پر جیسا کہ یہ بات ہر سلیم الفطرت پر ظاہر ہی اور اُس جماعت کا کلام جو خلاف و نزاع کی راہ سے کہتے ہین کہ رسول خدا کی
غرض اِن احادیث سے اُمت کی ترغیب ہی محبت پر اہلبیت کی اور جو جو کہ عشائر نبی سے ہون نہ اطاعت و پیروی اُنکی
محض مکابرہ ہی اور بیقدر رکیک ہی کہ جواب کے لائق نہین ہی کیونکہ رسول خدا نے ہر حدیث مین اِن احادیث سے صاف
فرمایا ہی کہ توسل اور تمسک اِن دونون سے ہدایت ہی اور تخلف اُنسے ضلالت اور ہلاکت ہی نہ یہ کہ قرآن سے جدا ہوتے ہین

نہ قرآن اُنے پھر اب دوسرا احتمال نہین سوا اسکے کہ متابعت کا حکم متصور ہی نہین ہوسکتا اور ایسے بے غرض خواب اور
کلمات بیہودہ موجب اس بات کے ہوتے ہین کہ مکالمہ سے امان برطرف ہوجاے اور کوئی بات مخاطب کی راہ سے
مجزوم ہو اور تیقن باقی نہ رہے کیونکہ جو ایک دوسرے سے بات کہے اور نہین مراد ہی یا سوا اسکے واقع کرے اور
کہے تو دوسرے کو پہونچتا ہی کہ اس کلام کے مقتضا کے موافق وہ اسکے کہنے پر عمل نہ کرے اور اُس سے کہدے کہ مین سمجھا تو نے
اس کلام سے کچھ اور قصد کیا ہوگا انتہی محصل کلامہ رحمہ اللہ راقم رسالہ کہتا ہی کہ جن حضرات نے تاویل مین ان احادیث کے
یہ کہا کہ غرض رسول خدا کی اس بیان سے ترغیب امت ہی محبت پر اہلبیت اور عشائر نبی کی نہ اطاعت اور پیروی انکی تو
بنا بر اسکے یہ لازم آتا ہی کہ اسی طرح قرآن سے بھی جو حکم تمسک اور توسل کو فرمایا وہان بھی غرض محبت قرآن ہو نہ اطاعت
پیروی اسکے اوامر و نواہی کی کیونکہ کہنے والا ایک کلام ایک پیغمبر خدا نے کتاب ہدیٰ و عترت کو ایک مرتبہ مین فرمایا ہی
اور دونون سے تمسک اور توسل کو ہدایت کا سبب ساتھ ہی فرمایا ہی جو بہ معنی تمسک کے اہلبیت سے مراد لوگے وہی
قرآن سے مراد لی جائیگی جیسا کہ پیغمبر نے فرمایا ہی کہ وہ دونون قیامت تک ملے رہینگے اور آپس سے جدا نہونگے اسی طرح
تفرقہ معنی تمسک مین ثقلین سے کسی طرح نہین ہوسکتا اور جب یہ ہوا تو جیسا اتقاے اہلبیت کا فائدہ جو ہدایت خلق تھا
اُنہے برباد کیا اور اوروں کو خلیفہ اور حاکم رقاب سلاطین پر گردانا کر اہل حق کو معطل اور خانہ نشین کیا اسی طرح قرآن کو بھی
معطل کرو اُسپر بھی عمل نہ کرو فقط اسلیے کہ کلام خدا ہی اور نبی پر وارد ہوا تھا اُس سے محبت کرنی چاہیے زیادہ اس سے
کہ گلے مین ڈالین یا بلند طاق پر رکھا رہے اور کچھ کام اسکے بھی اوامر و نواہی پر ضرور نہوگا لیکن یہ حضرات بھی لائق شکر
گذاری ہین کہ ان معنون سے بھی قرآن و اہلبیت کو لائق محبت کرنے کے تو جانتے ہین خلفاے انکے تو بالمرہ سب سے
چشم پوشی کی جیسا اہلبیت علیہم السلام کو قتل کیا اور ہتک حرمت پہونچائی اسی طرح بعضون نے قرآن کو جلایا بعضون نے
بجاے تو وہ قرآن کو لٹکا کر تیر لگانے کا قصد کیا حق یہ ہی کہ شیخ ابن حجر نے بعد ذکر کرنے ان احادیث کے داد انصاف
دی ہی اور حق تعالیٰ نے کلمہ حق انکی زبان پر جاری فرمایا ہی حیث قال و فی حدیث الحث علی التمسک باهل البیت اشارة الی عدم
انقطاع متاهل منهم للتمسک به الی یوم القیمة کما ان الکتاب العزیز کذلک ولذلک کانوا امانا لاهل الارض کما سیاتی ویشهد لذلک
الخبر السابق فی کل خلف من امتی عدول من اهل بیتی اور جسطرح کہ حدیث تمسک ہدایت خلق کو کافی ہی اسی طرح اگر بہ انصاف
آجائین تو یہ قول شیخ ابن حجر کا حضرات اہلسنت کے واسطے کافی ہی اور کسقدر اس سے صاف ظاہر ہی حقیت فرقہ حقہ
شیعہ اثنا عشریہ کی جو وہ خلافت و امامت کو بارہ امام علیہم السلام مین کہ وہ سب اہلبیت جناب خیر انام سے ہین
منحصر کہتے ہین اور تا قیام قیامت اُنکے سلسلہ کو باقی سمجھتے ہین لکن من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور بالجملہ جیسا کہ ان
احادیث متفق علیہا سے بطلان مذہب حضرات اہلسنت کا جو غیر اہلبیت کو خلفا اور ائمہ جانتے ہین واضح ہوا اسی طرح
اور مذاہب منتحلین تشیع کے بھی باطل ہوے اسی لیے جناب اخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ دوسری احادیث

ثقلین ہین اور جو انکے امثال ہین اور دلالت اس امر پر کرتی ہین کہ حضرت رسول نے حکم متابعت کا قرآن اور اہلبیت کے
فرمایا اور ارشاد کیا کہ یہ دونون ایک دوسرے سے جدا نہونگے روز قیامت تک اور چونکہ مخالفین شیعہ کے خلفا سب
ہوگئے اور وہ اہلبیت کی خلافت کے قابل نہین اور اگر فرقہ اسماعیلیہ کے ائمہ موجود ہوے بھی تو وہ کیا ہین چند فاسق
و ملحد ہین کہ ظاہر ہین سلاطین شیعہ کے تابع ہین اور فسق و فجور و انواع معاصی سے معروف ہین اور کوئی عاقل انکے
امام ہونے کو تجویز نہین کرتا اور زیدیہ بھی اصول دین مین اپنے کسی حجت کے متمسک نہین ہین انکے اعتماد مین جو فاطمی
نسب کہ تلوار کے ساتھ خروج کرے وہ امام ہی اور جو انکے ائمہ کہ انکی امامت کا دعوی کرتے ہین اگر انکا نسب اور نسبت
جناب سیدہ کی طرف ثابت ہو جاے جب بھی چاہیے کہ عارف احکام الہی سے اور قرآن کے معانی سے ہون تاکہ انکی
مقارنت قرآن کے ساتھ صادق ہو حالانکہ اکثر انکے جاہل ہین کتاب و سنت سے اور اپنے فروع دین مین اکثر مسائل مین
ابوحنیفہ کے مقلد ہین اور خاص اپنی امامت پر کوئی حجت و برہان نہین رکھتے نہ کوئی نص انکی امامت پر ہی نہ کوئی اجماع
اُسپر منعقد ہوا ہی بلکہ مثل جملہ سلاطین جور کے غلبہ و استیلا کی راہ سے بادشاہ ہوگئے ہین اور اسی کا نام امامت رکھا ہی
اور علماے اہلبیت علیہم السلام کو مثل حضرت امام محمد باقر اور جناب امام جعفر صادق صلواۃ اللہ علیہما کے سب کرتے تھے
اور ناسزا کہتے تھے حالانکہ سب اہل سواے انکے اور خوارج کے انحضرات کے فضل و جلالت اور عدالت کا اقرار رکھتی ہین
اور اسی جہت سے یہ بھی مثل خوارج کے ہین اسی لیے احادیث مین اہلبیت علیہم السلام سے وارد ہوا ہی کہ زیدیہ مخالفین سے
بدتر ہین کیونکہ مخالفین ہمارے شیعون کے دشمن ہین اور ہمسے عداوت نہین ظاہر کرتے اور زیدیہ ہمارے ساتھ عداوت
رکھتے ہین انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ لیکن چونکہ روایات حضرات اہلسنت مین لفظ اہلبیت عام ہی جتنے افراد حرم
علیہ الصدقہ کے ہین سب کے واسطے شامل تھا اسلیے شیخ ابن حجر اپنے کلام مین بیان احادیث تمسک کی طرف تقیید کے
محتاج ہوے اور کہا ثم الذین وقع الحث علیہم منہم انما ہم العارفون بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ اذ ہم الذین لا یفارقون الکتاب الی الحوض و یؤیدہ
الخبر السابق و لا تعلموہم فانہم اعلم منکم وتمیزوا بذلک عن بقیۃ العلماء لان اللہ اذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا وشرفہم بالکرامات
والمزایا المتکاثرۃ یعنی وہ اشخاص اہلبیت سے کہ جنکے اوپر قول نبی مین حث و ترغیب تمسک کی وارد ہوئی ہی نہین ہین
مگر وہ حضرات کہ جو عارف قرآن اور جاننے والے سنت رسول کے ہین اسواسطے کہ وہی ایسے ہین جو کتاب خدا سے
جدا نہونگے حوض کوثر تک اور موید ہی اس مطلب پر خبر گذشتہ جو پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ انھین تم تعلیم نہ کرو کہ وہ تمسے زیادہ
جانتے ہین اور بسبب اسکے وہ اور علماء سے ممتاز ہین اسلیے کہ حق تعالی نے انسے گناہ و شک کو دور فرمایا ہی اور پاک و
پاکیزہ فرمایا ہی جو حق پاکیزگی ہی اور انھین بہت سے فضائل اور کرامتون سے مشرف کیا ہی انتہی الحمد للہ کہ حق تعالی نے
یہ کلمہ انکی زبان پر جاری فرما کر اپنی حجتون کے فضائل کو ظاہر فرمایا لیکن تعجب کا مقام ہی کہ شیخ مذکور یہ نہ سمجھے کہ اس
تفضیل و تخصیص کا مصداق کون کون حضرات ہین اور انکے دامن دولت سے ہاتھ مارنے مین حضرات اہلسنت کس راہ سے

قاصر ہین اور کیون اُنسے تخلف و روگردانی کرتے ہین آیا نہین پہچانتے کہ مصداق آیۂ تطہیر کا بنص رسول بشیر آئمہ
آل اطہار ہوگئے ہین کیونکہ فاضل ثعلبی نے تفسیر مین اپنی جو لکھا ہے اسکا حاصل یہ ہے پیغمبر خدا نے جناب علی مرتضی اور حضرت
فاطمہ زہرا اور حضرت امام حسن مجتبی اور جناب امام حسین علیہم السلام کو اپنی عبا کے اندر داخل فرمایا اور کہا کہ اللھم
ھولاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا بعد اسکے نازل ہوا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا
اسکے بعد ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ای رسول خدا کیا مین آپ کے اہلبیت سے نہین ہون
حضرت نے فرمایا کہ نہین انت علی خیر یعنی تو بھی اچھی ہے لیکن اہلبیت سے نہین اور جناب سید سند نے حدیقہ مین
کتاب مواہب سے بھی قریب اسی کے روایت بہ مضمون مفصل نقل فرمائی ہے پھر اب اہلسنت غیر اصحاب و انہین سکتے
اور ازواج کو بھی اسمین مدخل نہین ہے اور خود شیخ ابن حجر نے کتاب صواعق مین لکھا ہے ومنہ قال ابو بکر علی عترۃ رسول اللہ
ای الذی حث علی التمسک بھم فخصھم لما قدمناہ من مزید علمہ ودقائق مستنبطاتہ یعنی اسی جگہ سے ہے کہ ابو بکر نے کہا کہ علی علیہ السلام عترت
پیغمبر خدا مین ایسے ہین کہ وہ حث و ترغیب فرمائی پیغمبر خدا نے تمسک کرنے کو انکے ساتھ پس مخصوص فرمایا
انھین اس جہت سے کہ جو ہمنے انکی زیادتی علم کی اور باریکیان استنباط احکام کی بیان کی ہین انتہی اور حافظ ابن مردویہ نے
اپنی کتاب مناقب مین باسناد اپنی کہا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ علی مع القرآن والقرآن مع علی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض
یعنی پیغمبر خدا نے فرمایا کہ علی علیہ السلام ساتھ قرآن کے ہین اور قرآن علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے ساتھ ہے اور
وہ دونون جدا نہونگے یہان تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہونگے واضح ہو کہ اب مخالفین کو کسی طرح محل
انکار سے باقی نہین کہ مراد اہلبیت سے ان احادیث مین علی ابن ابیطالب علیہ السلام اور انکی اولاد طاہرین ہین
جو ایک دوسرے کے بعد بنص امام سابق بارہ امام و خلیفہ قیامت تک رہینگے کیونکہ غرض آنحضرت کی یہ تھی کہ
اپنے بعد کے لیے فرمایا کہ قرآن سے اور اہلبیت سے تمسک کرو لیکن نہ اہلبیت بہ معنی عام یعنی ملحرم الصدقہ
بلکہ وہ اہلبیت جنھین لیاقت ہمسری قرآن کی ہے کہ وہ افضل و اکمل اہلبیت سے ہین اور جب یہ تصریح فرمائی کہ
علی مع الحق تو معلوم ہوا کہ ان احادیث مین بھی وہی جناب اور انکی اولاد جو معصوم ہین مراد اہلبیت سے ہین کیونکہ انکے
فضائل اور مزایا سبب اس اختصاص کا ہوے کہ حق تعالی نے انھین برگزیدہ کیا اور علم قرآن عطا فرمایا اور زمین پر
اپنی حجت قرار دیا اور انکی اطاعت کو اپنی اطاعت اور انکی نافرمانی کو اپنی معصیت قرار دیا اور اسی جہت سے
پیغمبر خدا نے فرمایا ہے علی مع الحق والحق مع علی یدور حیثما دار اور حاکم نے اپنی مستدرک مین ابی ذر سے روایت کی ہے
کہ پیغمبر خدا نے فرمایا من اطاعنی فقد اطاع اللہ عز وجل ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن اطاع علیا فقد اطاعنی ومن عصی علیا فقد عصانی
پھر جب یہ سب معلوم ہوا کہ پیغمبر نے قرآن و اہلبیت کو اپنے برابر ہدایت امت کے لیے چھوڑا اور وہ دونون کبھی جدا
نہونگے حوض کوثر تک اور اہلبیت سے مراد بھی سوا آنحضرات کے کوئی نہین ہے جیسا کہ حدیث چادر تطہیر مین پیغمبر خدا نے

نص فرمائی اور ابو بکر نے بھی اُنکی گواہی دی کہ علی عترت رسول سے ہین پھر کیا وجہ ہی کہ شیخ صاحب نے اُنسے تخلف و روگردانی کو جائز رکھا بلکہ چاہیے کہ جناب امیر علیہ السلام اور جناب امام حسنؑ و جناب امام حسینؑ کو بنص حکم رسول خدا اور اقرار ابی بکر امام مفترض الطاعت جانین اور پہچانین و ربعد انحضرات کے اور حضرات ائمہ کو اُنکے نصوص کے ذریعے سے جو جو سابق لاحق کے لیے فرماتے گئے واجب الطاعت سمجھین اور اُنسے ہمیشہ تمسک کرتے رہین اور اُنکے حکم کو حجت سمجھین جیسا آیات قرآنی کو حجت جانتے ہین کیونکہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام سے زمین قیامت تک خالی نہوگی جیسا کہ خود شیخ ابن حجر نے اعتراف کیا ہی اپنے قول مین وفی احادیث الحث علی التمسک باھل البیت اشارۃ الی عدم انقطاع متاھل منھم للتمسک بہ الی یوم القیمۃ کما ان الکتاب العزیز کذلک ولذلک کانوا اماما لاھل الارض ویشھد لذلک الخبر السابق فی کل خلف من امتی عدول من اھل بیتی ینفون عن ھذا الدین تحریف الضالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین انتہی پھر اب اِس اقرار کے بعد مقام کلام کیا ہی کیونکہ ائمہ حضرات اہلسنت تو سب گذر گئے اور تمسک قرآن و اہلبیت کے ساتھ واجب تا روز قیامت پھر اب کسے امام کہوگے اور اِس صورت مین سوائے ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے کہ آخر اور دوازدہم اُنکے جناب صاحب العصر علیہ السلام ہین جو موجود قائم و منتظر ہین کون مراد ہو سکتا ہی اور اگر کہو کہ نہین جنپر صدقہ حرام ہی وہ سب اہلبیت ہین اور اِس حدیث تمسک کی مراد ہین تو جتنے زمانے اب تک جناب رسالتمآب کے بعد سے گذرے اور اُنمین سادات گذر گئے اور موجود ہین کہ صدقہ اُنپر حرام ہی اُنمین سے کون واجب التمسک سوائے ان ائمہ کے تھا اور یہی حقیقت یہ ہی کہ اگر تعصب مذہب کو دور کرین تو حقیقت امر کبھی پوشیدہ نہ رہے فصل تیسری بیان مین اُن احادیث کے ہی جو دلالت کرتی ہین اِس امر پر کہ سفینہ طریقہ اہلبیت علیہم السلام پر رکوب واجب ہی اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا طریقہ کو سفینہ سے تشبیہ فرمانا اور نجات کا متفرع ہونا اُس رکوب پر اور ضلالت کا اُس سے تخلف و روگردانی پر جناب غفرانمآب نے تفسیر ثعلبی سے نقل فرمایا ہی کہ اُسنے آیہ کریمہ اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر مین مسلم بن حبان سے نقل کیا ہی کہ کہا اُسنے کہ مین نے ابو ہرقل سے سنا ہی کہ وہ کہتا تھا صراط مستقیم محمد اور آل اُنکی ہین اور سید ہاشم نے کتاب غایت المرام و حجت الخصام مین گیارہ حدیثین بطریق اہلسنت موافق اِس مضمون کے اور نو حدیثین موافق طریق امامیہ کے شاہد اِس مطلب پر نقل کی ہین کہ پیغمبر خدا نے فرمایا مثل اھل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی الخ منجملہ اُنکے ایک حدیث وہ ہی جو ابن مغازلی شافعی نے کتاب مناقب مین موافق اپنے طریق کے لکھی ہی اور اُسمین یہ ہی کہ بشر بن مفضل نے جو اُنکے مشائخ حدیث سے ہی کہا کہ سمعت الرشید یقول سمعت المھدی یقول سمعت المنصور یقول حدثنی ابی عن ابیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ مثل اھل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا غرق یعنی راوی نے کہا کہ سنا مین نے مامون رشید خلیفہ بنی عباس سے کہ وہ کہتا تھا سنا مین نے مہدی سے کہ وہ کہتا تھا کہ سنا مین نے کہ وہ کہتا تھا حدیث کی مجھسے میرے باپ نے اپنے باپ سے اور اُسنے ابن عباس سے رضہ کہ کہا انھون نے فرمایا پیغمبر خدا نے

کہ میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہی جو اُسپہ سوار ہوا اُسنے نجات پائی اور جسنے اُس سے تخلف و روگردانی کی
وہ ہلاک ہوا واضح ہو کہ بروایت اِس روایت کے خلفاے حضرات اہلسنت مین اسی لیے شارح عقائد نسفی نے
تشخیص خلفا اور ائمہ مین کہا ہی والامر بعد بنی عباس مشکل اور پھر دوسرے طریقے سے ابن مغازلی نے ابن اکوع سے
نقل کیا ہی اور وہ یہ ہین ہی کہ قال رسول اللہ مثل اہل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی اور اور طریق سے اُسے ابن مغازلی شافعی نے ابی ذر سے
نقل کیا ہی یہ ہین ہی قال قال رسول اللہ مثل اہل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکب فیہا نجی ومن تخلف عنہا غرق اور ابن مغازلی نے باسناد
اپنے ابن عباس سے بعینہ انھین الفاظ کو نقل کیا ہی اور پھر ابن مغازلی نے دوسری سند سے اپنی ابی ذر سے نقل کی ہی
یہ ہین ہی قال قال رسول اللہ مثل اہل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکب فیہا نجی ومن تخلف عنہا غرق ومن قاتلنا فی آخر الزمان فکانما قاتل مع الدجال
یعنی کہا ابی ذر نے کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہی جو اُسمین بیٹھا اُسنے نجات پائی
اور جسنے اُس سفینہ سے روگردانی کی وہ بحر ضلالت مین غرق ہوا اور جسنے کہ آخر زمان مین ہمسے مقاتلہ کیا تو گویا اُسنے
دجال ملعون کے ساتھ مقاتلہ کیا واضح ہو کہ آخر زمان جو اِس حدیث مین وارد ہی اُس سے بخوبی لائح ہوتا ہی کہ مراد حضرت
کی حقیقی آخر زمان دنیا نہین ہی بلکہ وہ زمانہ ہی جو بعد آنحضرت کے واقع ہو کیونکہ زمان آخر حقیقی وہ ہی کہ جسمین دجال
ملعون ظاہر ہوگا اور رجعت ائمہ و رسول خدا کی ہوگی اور اسی طرح جو ضمیر قاتلنا مین ہی اُس سے بھی نفس متکلم مراد نہین
کیونکہ جو نبی سے حرب کرے اُسکا حکم سب جانتے تھے بیان کی کیا ضرورت تھی اور ابتداے زمان نبوت سے
آخر زمان نبوت تک وہ حکم بدلا نہین بلکہ مراد اُس سے اہلبیت رسول ہین یعنی جو میرے بعد مقاتلہ اور جنگ و پیکار
میرے خلفا و اہلبیت سے کریگا اُسکا وہی حال ہی کہ جو دجال کے ساتھ تقویت بنیاد کفر کے لیے لڑیگا اور اِس
صورت مین معاویہ و یزید وغیرہ سے جو لڑائیان ائمہ سے ہوئین تھین وہ مقاتلین اِسی حکم کے مصداق ہونگے اور
اس سے ائمہ اہلبیت علیہم السلام کا امام مفترض الطاعت ہونا کہ جس سے جنگ و سرکشی حرام ہین بخوبی ثابت ہوتا ہی
والا مقاتلین اِس حکم کا مصداق نزمان نبی نہوتے فافہم ارشدک اللہ اور یہی کتاب مین ہی ابراہیم بن محمد حموینی سے جو
بڑے علماے حضرات اہلسنت سے ہین کہ اُنھون نے باسناد اپنے ابو سعید خدری سے روایت کی ہی کہ کہا اُنھون نے
سنا مین نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے مثل اہل بیتی فیکم کمثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی ومن تخلف عنہا غرق وانما مثل اہل بیتی فیکم مثل باب
حطۃ فی بنی اسرائیل من دخلہ غفر لہ یعنی مثال میرے اہلبیت کے تم مین ویسی ہی جیسے کشتی نوح تھی کہ جو اُسپر سوار ہوا اُسنے نجات
پائی اور جسنے اُس سے روگردانی کی وہ غرق ہوا اور نہین ہی مثال میرے اہلبیت کی تم مین مگر مثال باب حطہ کی
جو دروازہ بنی اسرائیل مین تھا کہ جو اُسمین داخل ہوا وہ بخشا گیا راقم رسالہ کہتا ہی کہ اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ غرض
آنحضرت کی یہ ہی کہ جسطرح روز طوفان نوح علیہ السلام جو شخص کہ کشتی پر آنحضرت کے تھے وہ بچے اور غرق و ہلاک سے
اُنھون نے نجات پائی اور جو اُس سے روگردان ہوے تھے وہ غرق و ہلاک ہوے اِسی طرح جو طوفان اختلاف

افتراق امت بعد پیغمبر خدا کے واقع ہونے والا تھا بہ نسبت اسکے حضرت نے فرمایا کہ اِس طوفان مین جو شخص کہ متوسل
میرے اہلبیت سے رہیگا اور اُنکا پیرو ہوگا وہ نجات پائیگا جہنم کے عذاب سے اور ہلاکت اخروی سے اور جو
شخص کہ ہاتھ اُنکے دامن دولت مین نہ ماریگا بلکہ اُنسے دوری کریگا اور روگردان ہوگا وہ عذاب آخرت اور
ہلاکت اخروی مین گرفتار ہوگا لیکن چونکہ کشتی نوح کی سوار ہونے والون کو نجات طوفان بحر سے اور نہ سوار ہونے والون
کو ہلاکت و غرق ہونا بہ نسبت حیات دنیا کے ہوا تھا یعنی جو سوار تھے وہ زندہ رہے اور جو نہ سوار تھے اُنکی زندگانی
فانی ہوئی اور غرض حضرت کی اِس تشبیہ مین نجات اُخروی اور ہلاکت اُخروی تھی اسلیے مزید توضیح کے لیے فرمایا کہ
میرے اہلبیت کی مثال تم مین نہین ہے مگر دروازہ حطہ کی ہے کہ جو اُسمین داخل ہوتا تھا بنی اسرائیل سے وہ بخشا جاتا تھا
اُسی طرح جو داخل اطاعت مین اہلبیت کی میرے ہوگا وہ بخشا جائیگا اور ہلاکت اُخروی سے نجات پائیگا اور جو اُنکی
اطاعت سے روگردان ہوگا وہ غرق و ہلاک ہوگا اور نہ بخشا جائیگا اور منجملہ اُنھین اخبار کے ہے جو ابراہیم حموینی نے باسناد
اپنے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا پیغمبر خدا نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے کہ یا علی انا مدینۃ الحکمۃ
وانت بابہا ولن توتی المدینۃ الا من قبل الباب وکذب من زعم انہ یحبنی و یبغضک لانک منی وانا منک لحمک من لحمی ودمک
من دمی وروحک من روحی وسریرتک من سریرتی وعلانیتک من علانیتی وانت امام امتی وخلیفتی علیہا بعدی سعد من
اطاعک وشقی من عصاک وربح من تولاک وخسر من عاداک وفاز من لزمک وہلک من فارقک مثلک ومثل الائمۃ من ولدک
بعدی مثل سفینۃ نوح من رکب فیہا نجی ومن تخلف عنہا غرق ومثلکم مثل النجوم کلما غاب نجم طلع نجم الی یوم القیمۃ یعنی اے علی ابن
ابیطالب مین شہر حکمت الہی کا ہون اور تم دروازہ اُس شہر کے ہو اور کوئی شہر مین داخل نہین ہو سکتا اور نہین آسکتا مگر دروازے
کی طرف سے اُسکے اور جھوٹ کہا ہے اُسنے جسنے یہ گمان کیا ہے کہ مجھے دوست رکھتا ہے اور تمسے بغض و عداوت رکھتا ہے کیونکہ
تم مجھسے ہو اور مین تمسے گوشت تمھارا میرے گوشت سے ہے اور خون تمھارا میرے خون سے ہے اور روح تمھاری میری
روح سے اور باطن تمھارا میرے باطن سے ہے اور ظاہر تمھارا میرے ظاہر سے ہے اور تم میری امت کے امام ہو اور میرے
خلیفہ ہو اُنپر بعد میرے نیکوکار ہوا جسنے تمھاری اطاعت و پیروی کی اور بدکار و شقی ہوا جسنے تمھاری نافرمانی کی اور فائدہ مند
ہوا وہ شخص جسنے تمھین دوست رکھا اور زیان کار ہوا وہ جسنے تمسے دشمنی کی رستگار ہوا جسنے تمھاری ملازمت اختیار کی
اور ہلاک ہوا وہ جسنے تمسے جدائی چاہی تمھاری مثال اور اور ائمہ کی مثال جو تمھاری اولاد سے ہونگے بعد میرے مثال
کشتی نوح کی ہے کہ جو اُسمین سوار ہوا اُسنے نجات پائی اور جسنے اُسے چھوڑا اور روگردان ہوا وہ غرق ہوا تمھاری مثال
آسمان کے ستارون کی مثال ہے کہ جب کوئی ستارہ غائب ہوگا دوسرا ستارہ اُسکی جگہ پر طلوع کرتا رہیگا روز قیامت تک
واضح ہو کہ یہ حدیث موافق طریق اہلسنت کے ہے اور جو مضامین کہ اسمین وارد ہین وہ ایسے ہین کہ اِس مضمون کی احادیث
اور بھی اُنکی کتب مین وارد ہین کہ اِس جہت سے بھی اُنھین اُنکی تصدیق سے انکار زیبا نہین ہو سکتا کیونکہ پہلا مضمون تو

متفق علیہ ہے انا مدینۃ العلم وعلی بابہا اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں باسناد اپنے لکھا ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا انا مدینۃ
الجنۃ وعلی بابہا فمن اراد الجنۃ فلیاتہا من بابہا یعنی میں شہر ہوں بہشت کا اور علی دروازہ اس شہر کے ہیں پس
جو شخص بہشت میں داخل ہونا چاہے اُسے چاہیے کہ اُسکے دروازے سے داخل ہو بالجملہ جناب امیر علیہ السلام کے لیے
باب العلم اور باب الحکمۃ اور باب الجنۃ ہونا انکی احادیث میں اس کثرت سے وارد ہے جیسا پیغمبر خدا کے واسطے مدینۃ
العلم اور مدینۃ الحکمۃ اور مدینۃ الجنۃ وارد ہے اور بعد اُسکے جو حضرت نے فرمایا کہ جو مجھسے دوستی کا گمان کرے
میرے ساتھ دشمنی رکھکر وہ جھوٹا ہے یہ حضرت نے ایک دعوی فرمایا ہے جسکی دلیل اُسکے بعد خود ارشاد فرمائی اور بطور عقلیات
اس دعوی کو قوت دی اور ثابت فرمایا ایسے بیان سے جو مشتمل ہے اوپر دلیل عقلی کے کہ وہ مناسبت و اختصاص فرع کا اصل کے
ساتھ ہے اور ظاہر لفظ اس بیان کا موافق محاورہ عرب کے بھی ہے کہ جو معنی انا منہ اور امثال اُسکے وہ مقام کمال اتحاد و
اختصاص و یکجہتی میں کہتے ہیں اور باطن میں حقیقت امر کا اظہار اور اشارہ طرف اصل فطرت کے ہے جیسا کہ صاحب الفردوس
اور ابن مغازلی سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کنت انا وعلی نورا بین یدی اللہ تعالی قبل ان یخلق ادم باربعۃ عشر
الف عام فلما خلق ادم رکب ذلک النور فی صلبہ فلم یزل فی شیء واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب ففی النبوۃ وفی علی الخلافۃ یعنی میں اور
علی ابن ابیطالب ایک نور تھے سامنے خدا کے چودہ ہزار برس پہلے اس سے کہ آدم پیدا کیے جائیں پھر جب آدم کو پیدا
فرمایا خدا نے تو اس نور کو انکی پشت میں رکھا اور ہمیشہ وہ نور ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت میں منتقل
ہوتا آیا یہانتک کہ ہم دونوں جدا ہوے پشت عبد المطلب میں پس مجھ میں نبوت آئی اور علی ابن ابیطالب میں خلافت گئی
اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں نور ایک تھے اور جیسا کہ ظاہر میں امامت فرع نبوت ہے اسی طرح حقیقت فطری
بھی یہی ہے کہ جناب رسالتمآب اصل تھے اور علی ابن ابیطالب فرع تھے اور جب اصلیت و فرعیت ثابت ہوئی تو اب واقع میں
ہر امر میں جناب رسالتمآب اصل آنحضرت کی واقع ہو گئے اور مؤید ہے اس بیان کو وہ حدیث جو فاضل شیرازی نے خطب خوارزم
کر انے جد سے نقل کی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا یا علی خلقت انا وانت من شجرۃ فانا اصلہا وانت فرعہا والحسن والحسین اغصانہا
فمن تعلق بغصن منہا ادخلہ اللہ الجنۃ اور جو فرمایا کہ تم میرے امام امت اور بعد میرے خلیفہ انپر ہو یہ مضمون بھی متعدد روایات میں
انکی موجود ہے ساتھ مضمون سابق کے جیسا کہ حافظ اسعد بن حسین نے کتاب اربعین میں لکھا ہے قال قال رسول اللہ ان الارض لا
تخلو منی ما دام علی حیا علی فی الدنیا عوض منی بعدی علی کجلدی علی کدمی فی عروقی علی اخی ووصی فی اہلی وخلیفتی من بعدی
فی قومی منجز عداتی وقاضی دینی یعنی فرمایا پیغمبر خدا نے کہ زمین خالی نہو گی مجھسے جب تک علی ابن ابیطالب زندہ ہیں اور علی ابن ابیطالب
دنیا میں میرے بعد میرے عوض میں علی مثل میری جلد کے ہیں اور علی مثل میرے گوشت کے ہیں اور علی مثل میرے خون کے ہیں
جو میری رگوں میں ہے علی میرے بھائی ہیں اور وصی ہیں میرے اہلبیت میں یعنی میرے اہلبیت میں سے وہی علی ابن ابیطالب ہیں
اور بعد میرے میرے خلیفہ ہیں اور جانشین ہیں میری قوم میں اور میرے وعدوں کے پورا کرنے والے ہیں اور میرا قرض ادا

کرنے والے ہیں اور انس سے منقول ہے قال رأیت رسول اللہ جالسا مع علی فقال انا وھذا حجۃ اللہ علی خلقہ اور اس حدیث کو
امام نے اپنی مسند میں اور دیلمی نے کتاب فردوس میں نقل کیا ہے یعنی انس نے کہا کہ دیکھا میں نے پیغمبر خدا کو علی ابن ابیطالب کے
ساتھ بیٹھے تھے اور فرمایا کہ میں اور یہ خدا کی حجت ہیں اسکی خلق پر اور بیہقی اور امام رازی نے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا نے
فرمایا جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے کہ انت اخی ووصیی وقاضی دینی وخلیفتی من بعدی یعنی تم میرے بھائی ہو
اور میرے وصی ہو اور میرا قرض ادا کرنے والے ہو اور میرے خلیفہ ہو بعد میرے اور امام نے اپنی مسند میں سلمان فارسی سے
روایت کی ہے کہ انھوں نے جناب رسالتمآب سے سوال کیا اسطرح کہ یا رسول اللہ من وصیک قال یا سلمان من کان وصی اخی موسی
قال یوشع بن نون قال فان وصیی ووارثی یقضی دینی وینجز موعدی علی بن ابی طالب یعنی ای رسول خدا آپ کا وصی کون ہے یہ
سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ ای سلمان کون وصی میرے بھائی موسی بن عمران کا تھا سلمان کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ
یوشع بن نون حضرت نے فرمایا کہ بہ تحقیق کہ وصی اور وارث میرا اور جو قرض میرا ادا کریگا اور وعدوں کو پورا کریگا وہ علی
ابن ابیطالب ہے اور جو اس حدیث میں ہے سعد من اطاعک وشقی من عصاک وربح من تولاک وخسر من عاداک فاز من
لزمک وھلک من فارقک اس مضمون کا حاصل یہ ہے کہ جسنے تمہارے ساتھ محبت کی اور تمہاری اطاعت اور پیروی اختیار کی
اسنے نجات پائی اور جسنے مخالفت کی وہ ہلاک ہوا یعنی جو تمہارا شیعہ ہوا وہ رستگار ہوا پھر اس مضمون کے موافق بھی احادیث
بکثرت سے انکی کتب معتبرہ میں وارد ہوئی ہیں جیسا کہ انکی صحاح میں ام سلمہ سے منقول ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا
علی وشیعتہ ھم الفائزون یوم القیمۃ یعنی علی ابن ابیطالب اور شیعہ انکے وہی روز قیامت کو رستگار ہونگے اور دوسری روایت
میں ہے کہ فرمایا یا علی انت وشیعتک ھم الفائزون یعنی ای علی ابن ابیطالب تم اور شیعہ تمہارے وہی رستگار ہونگے روز قیامت کو
اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ دونوں حدیثیں صاف دلالت کرتی ہیں کہ فرقہ ناجیہ فرق اسلامیہ میں یہی فرقہ ہے کیونکہ پیغمبر خدا نے
ھم الفائزون فرماکر تخصیص معرفت ظاہر فرمائی ہے نسبت اس فرقے کے الحمد للہ علی ما ھدانا اور معاذ ابن جبل سے روایت
کی ہے حافظ ابن مغازلی اور دیلمی وغیرہ نے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا علی ابن ابی طالب حسنۃ لا تضر معھا سیئۃ وبغضہ سیئۃ لا
تنفع معھا حسنۃ یعنی دوستی اور محبت علی ابن ابیطالب کی ایسا حسنہ اور نیک عمل ہے جسکے ساتھ کوئی برائی ضرر نہیں پہونچا سکتی
اور بغض وعداوت علی ابن ابیطالب سے رکھنا ایسا بد عمل ہے کہ جسکے ساتھ کوئی حسنہ اور نیک عمل نفع نہیں پہونچا سکتا
اور جو اسکے بعد فرمایا مثلک ومثل الائمۃ من ولدک بعدی مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا غرق پھر انکی امثال احادیث
تو مذکور ہو ہی رہی ہیں اور اصل غرض اس روایت کی نقل سے تو یہی کا ذکر ہے تاکہ ثابت ہو کہ یہ حدیث اور مضمون اسکا
انکے طریقوں کے موافق بھی حد استفاضہ اور تواتر کو پہونچی ہے اور لائق احتجاج ہے اور جو اسکے بعد فرمایا کہ مثلکم مثل النجوم کلما غاب
نجم طلع نجم الی یوم القیامۃ سو اس کے مضمون کے مناسب اور روایات میں بھی انکی وارد ہے فاضل شیرازی نے احمد حنبل سے
روایت کی ہے کہ لکھا ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا النجوم امان لاھل السماء فاذا ذھبت ذھبوا واھل بیتی امان لاھل الارض فاذا

و اہل بیتی امان لاہل الارض یعنی ستارے آسمان کے اہل آسمان کے لیے امان ہین پس جب وہ جاتے رہینگے تو آسمان
بھی جاتا رہیگا اور میرے اہلبیت سبب امان اہل زمین ہین پس جب میرے اہلبیت زمین پر نہ باقی رہینگے تو اہل
زمین بھی پھر ہلاک ہو جائینگے اور کوئی نہ باقی رہیگا پوشیدہ نہ رہے کہ اس سے بھی بخوبی غیبت امام مہدی کی اور
انکا باقی رہنا تا قیامت جیسا کہ فرقۂ حقہ اثنا عشریہ کہتے ہین اور اُنکے ساتھ اعتقاد رکھتے ہین ثابت ہو اور مناسب
اسکے ہو جو شیخ ابن حجر نے صواعق محرقہ مین حاکم سے روایت کی ہو کہ رسول خدا نے فرمایا النجوم امان لاہل الارض من
الغرق و اہل بیتی امان لامتی من الاختلاف فاذا خالفتها قبیلة من العرب اختلفوا فصاروا حزب ابلیس حاصل معنی اسکے یہ ہین کہ
ستارے آسمان کے اہل زمین کو غرق ہونے سے بچاتے ہین اور میرے اہلبیت میری امت کو نگاہ رکھتے ہین اختلاف سے
پس جبکہ مخالفت کریگا کوئی قبیلہ عرب میرے اہلبیت سے تو اُسوقت اختلاف میری امت مین پیدا ہو جائیگا اور وہ
لشکر شیطان ہو جائینگے انتہی اور اسکے بعد صاحب صواعق نے لکھا ہی کہ حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہو بشرط
بخاری و مسلم راقم رسالہ کہتا ہی کہ صاحب خبرت پر پوشیدہ نہوگا کہ یہ حدیث بھی حدیث اول سے اس مضمون مین
کہ اہلبیت علیہم السلام سبب امان مثل ستارگان ہین قریب ہی اتنا فرق ہی کہ پہلی روایت مین ستارون کو سبب امان
اہل آسمان فرمایا عموماً اور اہلبیت کو سبب امان اہل زمین اسی طرح فرمایا اور اس حدیث مین ستارون کو بھی حافظ اور
امان اہل زمین خاص غرق ہونے سے ارشاد کیا اور اہلبیت علیہم السلام کو حافظ امت کا خاص اختلاف کے واقع ہونے سے
فرمایا اور یہ تخصیص منافی تعمیم کی نہین کیونکہ ممکن ہو کہ ستارے امان اہل آسمان کے لیے عموماً ہون اور اہل زمین کے لیے فقط
غرق ہونے سے امان دیتے ہون اسی طرح اہلبیت علیہم السلام عموماً اہل زمین کے لیے امان اس سے ہون کہ انکی برکت
وجود سے حق تعالی اپنی رحمت اور برکات کو زمین پر نازل فرماتا ہی اور خاص امت کے واسطے وقوع اختلاف سے
سبب امان اسلیے ہون کہ چونکہ وہ سب بزرگوار معلم بتعلیم الہی اور جناب رسالت پناہی اور معصوم خطا سے ہین اسلیے
انکے احکام اور ہدایات حق اور حقیقی اور موافق علم الہی ہین حق و باطل ملا نہین ہی اس جہت سے انکی پیروی اور اطاعت
مانع وقوع اختلاف سے ہی پس انکا اہل زمین کے لیے امان ہونا عموماً بنظر اسکے ہوگا کہ رحمت عام حق تعالی کی
انکے ذریعہ سے زمین پر نازل ہوتی ہی اور سبب امان امت وقوع اختلاف سے بنظر انکی عظمت اور انکے علم حقیقی اور
ہدایت کامل کے ہوگا لیکن اس حدیث مین علاوہ اسکے جو فائدہ تشبیہ اہلبیت علیہم السلام کا بنجوم کے ساتھ ہی
اور بھی فوائد ہین اول یہ کہ جو طبعیات مین مشہور ہی کہ ربع مسکون زمین سے بسبب حرارت شمس کے پانی سے باہر
آگیا ہو اور اپنے مرکز سے بسبب تخلخل کے دور ہو گیا ہی اسکی تعضید و تقویت پہلے فقرے سے ہوتی ہی کیونکہ اگر ستارے
اور انکی روشنی نہو جسکی حرارت سے زمین پانی کے کرہ سے اوپر آگئی ہی اور بسبب اسی حرارت کے پانی پر قائم ہو یا
گرد آفتاب کے حرکت کرتی ہی تو زمین اپنے مرکز کی طرف بسبب اپنی برودت و کثافت کے سمٹ جاے اور اس صورت مین

جو اہل زمین ہین یہ پانی کے اندر ہو جائین اور سب مرجائین اور غرق ہو جائین دوسری خبر مخبر صادق علیہ السلام نے
اس حدیث مین دی تھی وہی ہوا کہ جب قوم عرب نے مخالفت اہلبیت علیہم السلام کو اختیار کر کے اورون کی اطاعت
اختیار کی اسی سے کسقدر اختلاف اس امت مین بہم پہونچا کہ مختصر بیان اسکا مقدمہ کتاب مین ہو چکا ہی تیسرے یہ کہ
جو اختلاف کے بعد بہ نسبت متخلفین کے حکم فرمایا ہی اس حدیث مین کہ فصار و احزاب ابلیس اس سے خوب واضح ہوا
کہ جتنے فرقے اسلام مین بحصول اختلاف پیدا ہوے ہین اور وہ طریقہ اہلبیت علیہم السلام سے مخالف ہین وہ سب اس
حکم مین بزبان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ داخل ہین سوا فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے کہ یہ یقینی ہر امر مین خواہ متعلق باصول ہو یا بفروع
اہلبیت علیہم السلام کے سوا کسی کی پیروی اختیار نہین کرتے والحمد للہ علی ذلک صاحب فصول مہمہ نے رافع سے جو جناب
ابی ذر صحابی رسول کا غلام ہی روایت کی ہی کہ کہا اسنے کہ در کعبہ کی چوکھٹ پر ابوذر کھڑے ہوے اور حلقہ کعبہ کو پکڑ کر کہا کہ
اے گروہ مردمان جو کوئی مجھے پہچانتا ہی وہ پہچانتا ہی اور جو نہین پہچانتا وہ جانین کہ مین ہون ابوذر مین نے سُنا ہی پیغمبر خدا سے
کہ فرماتے تھے مثل اہل بیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی ومن تخلف عنہا زخ فی النار اجعلوا اہل بیتی منکم مکان الراس ولا تہتدی
الراس الا بالعینین یعنی حاصل معنی اسکے یہ ہین کہ جو کوئی میرے اہلبیت سے متمسک ہوا اسنے نجات پائی اور جسنے کہ اطاعت سے
میرے اہلبیت کی روگردانی کی اور اپنے تئین انکی فرمان برداری سے باز رکھا وہ آگ مین معذب ہوگا میرے اہلبیت کو
بمنزلہ سر کے بدن سے اور آنکھون کی سر سے گردانو اور جسطرح کہ سر بے آنکھون کے راہ راست کو نہین دیکھ سکتا اور اس سے
باہر ہو جاتا ہی اسی طرح میری امت بھی بے میرے اہلبیت کے ارشاد کے گمراہ ہو جائیگی انتہی اخلاصۃ کلامہ رضی اللہ عنہ
اب جاننا چاہیے کہ جب ان روایات سے معلوم ہوا کہ اہلبیت علیہم السلام کی متابعت سبیل نجات ہی اور انکی مخالفت
اور انکے دامن ہدایت کے تمسک کرنے سے اعراض کرنا گمراہی اور خذلان کا باعث ہی پھر یہ سب دلیل اسکی ہین کہ وہ حضرات
صاحب عصمت ہین کہ انکا اتباع اقوال و افعال مین مامور بہ اور پسندیدہ خدا تعالی کا ہی اور یہ بجز ائمہ اثنا عشر کے غیر کے
واسطے حاصل نہین ہی پس نجات کا انحصار اسی فرقے مین یقینی واضح ہی اور چونکہ یہ احادیث فریقین مین متفق علیہما اور مجمع
علیہما ہین اور بقدرت خدا انکی روایت انحضرت کے دشمنون کی بھی زبان پر جاری ہوگئی ہی اس جہت سے یہ ان اخبار سے
جو مخصوص طریقہ حضرات اہلسنت ہین صحت و قوت مین مقدم ہین حالانکہ اخبار مختلفہ کو قرآن پر عرض کرنا ضروری ہی تاکہ
جو موافق قرآن ہو وہ لیجاے اور جو مخالف کتاب اللہ ہو وہ طرح اور رد کیجاے اور آیہ وافی ہدایہ اطیعوا اللہ واطیعوا
الرسول واولی الامر منکم سے بھی مراد اولی الامر سے بھی موافق اکثر مفسرین کے قول کے دونون فرقون سے ائمہ و خلفا ہین
مطلقا اور جو جماعت کہ انکی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کی ہو متعین چاہیے کہ یقینی معصوم ہون اور ہمارے ائمہ
دوازدہ گانہ کے سوا اور کسی کے حق مین ادعاے عصمت نہین ہوا پھر اگر دنیا مین کوئی معصوم ہی تو باجماع مرکب ہمارے
ائمہ کے سوا نہین ہی اور امام رازی بھی اسکا اعتراف کر گئے ہین کہ آیت دلالت کرتی ہی عصمت پر اور عدم جواز خطا اولی الامر

لیکن پھر جب دیکھا کہ اِس سے امامت خلفاے اہلسنت کی باطل ہوتی ہی تو پھر کہا کہ مراد اولی الامر سے اجماع ہی اور
ہمنے بحمد بعد بیان شرائط امامت مین غلطی اس قول کی بہ دلائل ثابت کردی ہی واضح ہو کہ حضرات اہلسنت نے
فرقہ حقہ کا معارضہ اِن احادیث کا ایک اپنی حدیث سے کہ خاص اُنکے طریقے کے موافق ہی کیا ہی اور وہ یہ ہو کہ کہتے ہین
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم یعنی میرے اصحاب مثل ستارون کے ہین جس کسی کے ساتھ
اُنمین سے پیروی کروگے تم ہدایت پاؤ گے لیکن منصف خبیر پر پوشیدہ نہ رہے کہ معارضہ کی صحت کی شرائط یہان
مفقود ہین کیونکہ یہ حدیث مخصوص اُنکی ہی ہماری کتابون مین کہین اُسکا نشان واثر نہین ہی اور ہمنے جو احادیث
نقل کین وہ متفق علیہما بین الفریقین اور مجمع علیہما ہین اور وہ حدیث اُنکے یہان بھی اُس قوت مین نہین ہی جیسا کہ وہ پہلی
حدیثین جو ہمنے اُنکی کتابون سے نقل کی ہین صحیح وقوی ہین پس جس خبر سے کہ ہمنے استدلال کیا ہی اور اُنکے علمانے بھی
اُسپر ہمارے ساتھ اتفاق کیا ہی وہ اپنی صحت مین اولی ہین اسلیے کہ جو ایک شخص اُنمین سے اُسے روایت کرے اُسے باطل
کردین کیونکہ خبر واحد متفق علیہ کی منفاومت نہین کرسکتی اسی طرح خبر ضعیف قوی کو باطل نہین کرسکتی اور جب اِن اخبار کا
صحیح وقوی ہونا ثابت ہی تو وہ خبر کہ لائق طرح کے ہی یا اُسے بمقابل اپنے اِن اخبار کثیرہ متفق علیہا کی طرح کرین یا جمع کرین
ساتھ ان اخبار کے اِسطرح کہ اصحاب سے اس حدیث مین بھی اصحاب اہلبیت جو معصوم ہین اور اُنکی بہ نسبت تشبیہ
نجوم کے ساتھ مکرر احادیث سابقہ مین وارد ہوچکی ہی مراد لین اور وہ علی ابن ابیطالب اور حسنین علیہما السلام ہین
اور جو اُنکی اولاد سے معصوم اور امام ہدیٰ ہین تاکہ ندرت اور غرابت مضمون حدیث کی بنا دفع ہوجاے اور لائق
اعتقاد اور احتجاج کے ہو اور مخالفت اُسکی اخبار کثیرہ قویہ صحیحہ سے برطرف ہو نہ یہ کہ اصحاب کو بمعنی عام جملہ اُن اشخاص سے
مراد لین کہ جنھون نے نبی کو دیکھا تھا اور صحبت مین اُن جناب کی حاضر ہوے تھے اگرچہ اُنکا نفاق بلکہ کفر بھی ثابت
کیون نہو جاے کیونکہ اس صورت مین مضمون اُسکا نقل وعقل دونون سے مخالف ہوتا ہی لیکن نقل پس کسقدر اُنھین کی
روایات سے جو درباب تمسک بہ ثقلین اور وجوب رکوب بہ سفینۂ اہلبیت پر منقول ہوئین مخالفت اُسکی ظاہر ہی اور
عقلا پس کون عاقل اِس بات کو پسند کرسکتا ہی کہ پیغمبر فرماتے ہین کہ پیروی سے قولاً اور فعلاً منافق اور کافر کی ہدایت
حاصل ہوسکتی ہی اور کتب سیر و اخبار حال صحابہ سے معلوم ہین کہ اُنمین سب طرح کے اشخاص تھے اور کلام علامہ تفتازانی
بھی جو مکرر اوپر مذکور ہوچکا یہ امر ثابت ہی کہ سب معصوم نہ تھے بلکہ اچھے بھی نہ تھے پھر کسطرح سب سے اقتدا جائز ہو اور
اُنسے ہدایت حاصل ہوسکے اور جب یہ ثابت ہوا تو پھر حکم اقتدا اور حصول ہدایت اُنھین سے مخصوص ہوگا جو لائق
اُسکے ہین اور خطا سے معصوم ہین نہ غیر اُنکے اور اب معارضہ اِس سے کیسا بلکہ وہ بھی موافق اُنھین احادیث کے واقع
ہوگی فصل چہارم وہ حدیث متفق علیہ ہی کہ جسے روایت کیا ہی حمیدی نے جمع بین الصحیحین مین اور مسلم رکھا ہی
اُسے فریقین نے جیسا کہ شرح عقائد کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہی اور وہ یہ حدیث ہی کہ لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ

فصل چہارم

جاهلیة یعنی جو شخص کہ اپنے امام وقت کو نہ پہچانتا ہو اور مر جاوے تو موت اُسکی حالت جاہلیت پر ہوگی اور وجہ
استدلال اِس سے حقیت مذہب امامیہ اثنا عشریہ پر یہ ہی کہ یہ حدیث سوا مذہب امامیہ کے اور کسی فرقہ کے فرقہاے اسلام کے
مذہب پر راست نہین آتی کیونکہ فقط فرقہ امامیہ اِس بات کے قائل ہین کہ زمین حجت خدا سے خالی نہین رہ سکتی یا وہ حجت
ظاہر و مشہور ہو یا خائف و مستور ہو اور علماے حضرات اہلسنت نے اِس حدیث کے بیان مین کلمات غریبہ لکھے ہین ایک
جماعت کہتی ہی کہ مراد امام سے بادشاہ عصر ہی اور اُسپر یہ لازم آتا ہی کہ جو زمان یزید پلید مین کہ اُسکی بد اعمالی ظاہر ہی مر گئے یا زمان
خلفاے بنی عباس مین کہ اُنکی بھی سرکشی اور بد دینی ظاہر ہین یا اور سلاطین جبابرہ کے زمانے مین مر گئے یا مرتے ہین اور
اُنہین امام جانتے تو چاہیے موت اُنکی بحالت کفر ہو اور یہ واضح البطلان ہی اور بعض نے کہا ہی کہ امام زمان سے مراد قرآن ہی اور
جب بعضون سمجھا گیا کہ تمام قرآن کی معرفت کے واجب ہونے کا او عام ہر فرد انسان کے لیے خلاف اجماع ہی تو کہا کہ مراد وجوب
معرفت سے بعض قرآن کی معرفت ہی اور وہ اور مفاسد سے قطع نظر کرکے اُنکے امام اعظم ابو حنیفہ کے طریقے پر راست نہین آسکتا
کیونکہ وہ قرآن کا یاد کرنا سب قرآن کا نہ بعض کا اُسے واجب نہین جانتے بلکہ نماز مین بھی ترجمہ قرآن کو کہہ دینا کافی
سمجھتے ہین جیسا کہ اگر کوئی شخص مدہامتان کے عوض مین دو برگ سبز کہہ دے تو مخیری ہوگا پھر اب یا ابو حنیفہ کے
اجماع اہلسنت سے مخالفت لازم آئیگی یا اجماع کا او عام یہان پر حیطہ صحت سے باہر سمجھا جائیگا جناب سید سند نے
اِس جگہ ایک حکایت بہت لطیف لکھی ہی کہ ابن ابی جمہور احسائی جو امامیہ کے متکلمین سے مشہور تھے اُنمین سے مشاہد مقدس مین
ایک شخص سے کہ وہ بھی فضلاے حضرات اہلسنت سے اور رہنے والے ہرات کے تھے ایک شخص کے مکان مین کہ سید
محسن اُنکا نام تھا اور اُنکے یہان دعوت ضیافت کی مجلس تھی منجملہ اہل دعوت یہ دونون صاحب بھی تھے مناظرہ کا
اتفاق ہوا اور شیعہ متکلم نے خصوص خلافت خلفاے ثلثہ مین فاضل اہلسنت کو ملزم کیا یہان تک کہ جب دسترخوان
بچھا اور کھانا رکھا گیا اور سب کھانا کھانے مین مشغول ہوئے تو پھر ابن جمہور نے کہا کہ آئی ملّا اجازہ ہو سب نے کہا کہ ہان
اجازت ہی یہ سنکر فاضل ہروی کی طرف اُنھون نے خطاب کیا اور فرمایا کہ کیا کہتے ہو در بارہ اِس حدیث کے جو پیغمبر سے
مروی ہی من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیة آیا یہ صحیح ہی یا نہین فاضل ہروی نے کہا کہ ہان وہ صحیح متفق علیہ ہی اُسوقت
فاضل احسائی نے کہا کہ اِسوقت تمھارا امام کون ہی فاضل ہروی نے کہا کہ جو ظاہر حدیث کا ہی وہ اُسپر محمول نہین ہی
بلکہ لفظ امام سے مراد جو اِس حدیث مین وارد ہی قرآن شریف ہی اور تقدیر اُسکی یہ ہی من مات ولم یعرف امام زمانه الذی
هو القرآن مات میتة جاهلیة یعنی جو شخص مر جاوے اور نہ پہچانے اپنے امام زمان کو جو قرآن ہی تو موت اُسکی بحال کفر ہوگی
یہ سنکر فاضل احسائی نے کہا کہ اِسوقت لازم آتا ہی کہ ہر مکلف پر تعلیم قرآن کی واجب عینی ہو حالانکہ علماے کوئی اِسکا قائل نہین ہوا
یہ سنکر فاضل ہروی نے کہا کہ مراد حدیث مین تمام قرآن نہین ہی بلکہ فاتحہ اور سورہ مراد ہی کیونکہ وہ دو شرط صحت نماز ہین اور
بقدر یا اجماع واجب عینی ہی پس جو کوئی کہ اِسقدر بھی نہ جانتا ہو اُسکے جاہل ہونے مین شک نہین ہی یہ سنکر فاضل احسائی نے

کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے امام کو زمان کی طرف اضافت فرمایا ہی پھر امام کی تخصیص اہل زمان کے ساتھ جو حدیث
مین ہو بسبب اسکی ہی کہ اہل زمان مختص ہون اس امام کے ساتھ کہ جسکا پہچاننا اہل زمان کو واجب ہی اور جب قرارت نام امام
ہوئی تو یہ تخصیص بیکار ہی پھر ایسی تاویل جو تمنے کی ہی وہ مقتضائے الفاظ حدیث سے مطابقت نہین رکھتی یہ تقریر سنکر جتنے
حاضرین مجلس تھے سب نے شیخ حسائی کی تصدیق کی کہ البتہ اضافت تمھاری تاویل سے مناسبت نہین رکھتی
چونکہ بہت واضح امر تھا اسلیے فاضل ہروی نے سکوت کرکے دوسری تقریر اختیار کی اور کہا کہ اس تقدیر مین ہم تم اب
زمانہ مین برابر ہین اس بات مین کہ کوئی امام نہین رکھتے یہ سنکر شیخ حسائی نے کہا کہ حاشا للہ یہ بات نہین ہی
جو تمنے گمان کیا ہی بلکہ ہمارے واسطے امام ہین اس زمانے مین کہ ہم انکی امامت کا اعتقاد رکھتے ہین اور انھین بدلائل و
براہین ایسا پہچانتے ہین کہ جو حق ہی پہچاننے کا اور تم ایسے نہین ہو پس ہمارا تمھارا حال یکسان نہوگا بہت فرق ہی یہ سنکر
فاضل ہروی نے کہا کہ جو امام تم رکھتے ہو اور اُنسے اعتقاد رکھتے ہو انھین تم دیکھتے نہین ہو اُنکے مکان کو نہین جانتے اپنے
احکام کو اُنسے نہین لے سکتے پھر تمھارا ہمارا حال یکسان ہوگا شیخ حسائی نے فرمایا کہ ہرگز میرا تمھارا حال برابر نہین ہی
حدیث سے اسیقدر مستفاد ہوتا ہی کہ امام کی معرفت واجب ہی یہ نہین ہی کہ اُنکے مکان کا پہچاننا بھی واجب ہی اور نہ یہ کہ
فتوون کا اُنسے لینا ہر وقت میسر ہو جتنا حدیث سے امام کی معرفت واجب ہی الحمد للہ کہ وہ میرے لیے حاصل ہی اور مینے
بدلائل قطعیہ انھین پہچانا ہی اور وہ موجود ہین اور انکی معرفت خلق پر واجب ہی اور انکے امام ہونے کا اعتقاد کرنا اور انکا اتباع
کافہ ناس پر لازم ہی اور ہم ہر زمانے مین امیدوار انکی ملاقات کے اور متوقع اُنکے ظاہر ہونے کے رہتے ہین اور تم یہ اعتقاد
رکھتے ہو کہ یہ زمانہ امام سے خالی ہی پھر ہم اور تم برابر نہونگے یہ سنکر فاضل ہروی نے کہا کہ مین بھی انکی طلب مین ہون
اور اس فکر مین ہون کہ انھین پہچانون اور مجھسے کہنے والون نے کہا ہی کہ ایک شخص یمن مین ہی کہ اُسنے امام ہونیکا دعوی
کیا ہی اسلیے مین چاہتا ہون کہ اپنے تئین اُس تک پہونچاؤن تاکہ اُسکے دعوے کی صحت اور بطلان کو پہچانون شیخ
حسائی نے کہا کہ تم اسوقت اُس حال مین ہو کہ امام نہین رکھتے پس تمھاری موت موت جاہلیت ہی اور اسکے ساتھ
تجسس امام کا تمھارے واسطے درست نہین مگر جبکہ اپنے مذہب سے دست بردار ہو اور اپنے غیر کی طرف رجوع کرو
کیونکہ یہ ادعای امامت اہلسنت سے نہین ہی بلکہ زیدیہ سے ہی پھر اگر زیدی ہو جاؤ تو انکی امامت کا اعتقاد کر سکتے ہو اور
اگر اہلسنت سے رہوگے تو اہلسنت وجود امام کا اعتقاد ہر زمانے مین نہین رکھتے یہ سنکر فاضل ہروی ساکت ہوا فصل پنجم
جان تو کہ جناب اخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ ابن ابی الحدید نے صاحب حلیۃ الاولیا سے روایت کی ہی اور
کتاب فضائل احمد بن حنبل اور خصائص نطنزی مین بھی مذکور ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جو چاہے کہ اسکی زندگانی مثل میری
زندگانی کے ہو اور مرنا اسکا مثل میرے مرنے کے ہو اور جنت عدن مین جسے خدا نے اپنی دست قدرت سے
بنایا ہی اور میرا وہ مقام اور منزل ہی ساکن ہو چاہیے کہ بعد میرے ولایت علی ابن ابیطالب کو اختیار کرے اور پیروی کرے

بیان فصل پنجم

اماموں کی اور اوصیاؤن کی جو انکے فرزندون سے ہونگے بدرستیکہ وہ میری عترت ہین اور میری طینت سے خلق ہوئے ہین
اور میری فہم وعلم کو حق تعالی نے انکی روزی کیا ہی پس وائے برحال اُس جماعت کا میری امت سے جو انکی تکذیب کرین
اور میرے انکے بیچ مین قطع کرین اور میری رعایت اُنکے حق مین نکرین خدا شفاعت میری اُنہین نہ پہونچاے راقم رسالہ
کہتا ہی کہ صاف اِسکے معنی یہ ہین کہ بعد پیغمبر خدا کے علی ابن ابیطالب کو بلافصل امام ووصی وخلیفہ جاننا چاہیے اور بعد
اُن جناب کے پیروی اُنکی اولاد یازدہ گانہ کی اختیار کرنا چاہیے اور جو شخص کہ اِس سلسلہ کو قطع کریگا یعنی بعد پیغمبر کے اور کسی کو
خلیفہ وامام جانے گا اور سلسلہ مین دوسرے کو شریک کریگا وہ موافق اِس روایت کے اِسی حکم مین جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ نے فرمایا ہی داخل ہوگا اور پھر فاضل زمخشری سے حدیث نقل کی ہی کہ حضرت رسالت پناہ نے فرمایا کہ فاطمہ بہجت
وسرور میری ہی اور دونون بیٹے اُسکے میوۂ دل میرے ہین اور شوہر اُسکے نور دیدہ میرے ہین اور اور امام جو انکی اولاد سے
ہونگے وہ میرے پروردگار کے امین ہین اور ایک ریسمان کشیدہ ہین درمیان خدا کے اور اُسکی خلق کے جو انکی متابعت مین
چنگل ماریگا نجات پائیگا اور جو اُنسے تخلف کریگا اور جدا ہوگا درک اسفل تک پہونچے گا بعد اِسکے آخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ
ایسی احادیث انکی کتابون مین بہت ہین لیکن چونکہ انکی صحاح مین نہین ہین اِس سبب سے مین نے انہین ایراد کیا انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ
واضح ہو کہ اِس ارشاد کا سبب جو آخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ حضرات اہلسنت کے علما کا یہ طریقہ ہی کہ خود تو اپنی کتابون سے
جملہ احادیث نقل کرتے ہین اور اُنسے استدلال کرتے ہین لیکن جب علماے امامیہ انکی کتب سے احادیث اپنی احتجاج کے
وقت نقل کرتے ہین تو اُسوقت میدان حجت کے تنگ کرنے کو مجادلان مضمار کلام پر کہہ دیتے ہین کہ یہ روایت صحاح کی
نہین ہی لائق احتجاج نہین ہوسکتی حالانکہ اگر یہ سچ ہو تو چاہیے خود بھی اُن روایات کو نقل نکرین اور اُنپر اعتماد نہ رکھین
حالانکہ انکی کتابین موجود ہین اور اُنمین احادیث غیر صحاح کی بھی نقل کی ہوئی انکی موجود ہین جناب سید سند نے حدیقہ مین
فرمایا ہی کہ مولوی مبین سہالوی نے اپنی کتاب وسیلۃ النجات مین کتاب فصل الخطاب سے نقل کیا ہی کہ حدثنا عبد اللہ عن
محمد بن عبد اللہ بن خالد قال حدثنا محمد بن عثمان البصری قال محمد بن الفضل عن محمد بن سعید ابی طیبہ عن المقداد بن الاسود ر
قال قال رسول اللہ معرفۃ آل محمد براءۃ من النار وحب آل محمد جواز علی الصراط والولایۃ لآل محمد امان من العذاب اور
شاہ عبد الحق دہلوی نے مدارج النبوۃ مین اپنی لکھا ہی محصل اُسکا یہ ہی کہ پہچاننا آل محمد کا سبب بیزاری ہی آتش دوزخ سے
اور دوستی آل محمد کی سبب گذرنے کا صراط سے ہی اور ولایت آل محمد کی امان ہی عذاب الہی سے اور ظاہر مضمون سے اِسکے
یہ پیدا ہی کہ یہ ترجمہ ہی اُسی روایت کا جو وسیلۃ النجات سے منقول ہوئی لیکن لفظ برات اُس روایت مین ہی تو اُسکا ترجمہ
بیزاری کے ساتھ آتش جہنم سے اچھا نہین ہی بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ باعث حراست کا ہی آتش دوزخ سے اور کتاب
صواعق سے نقل کیا ہی کہ شیخ ابن حجر نے کہا ہی اخرج ابو یعلی فی مسندہ وساق السند الی ابن مندہ عن رافع مولی عایشہ عنوان
صحیفۃ المومن حب علی ابن ابی طالب فی الحدیث حب علی حسنۃ لا یضر معہا سیئۃ وبغضہ سیئۃ لا تنفع معہا حسنۃ فہذہ الحدیث

وما بمعناہ صحیح انہ لایحبہ الا مومن ولا یبغضہ الا منافق حب علی یاکل الذنوب کما یاکل النار الحطب وہو صحیح بمعناہ ہکذا فی مسند الفردوس للدیلمی عن معاذ ابن جبل اور بھی مولوی مزبور نے فاضل سیوطی کی در منثور سے نقل کیا ہی کہ ابن عساکر نے جابر ابن عبد اللہ سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ مین پیغمبر خدا کی خدمت مین تھا کہ جناب امیر علیہ السلام تشریف لاے بعد اسکے فرمایا آنحضرت نے کہ والذی نفسی بیدہ ان ہذا وشیعتہ ہم الفائزون یوم القیمۃ ونزلت ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ فکان اصحاب النبی اذا اقبل علی قالوا جاء خیر البریۃ یعنی فرمایا پیغمبر خدا نے کہ قسم ہی مجھے اسکی کہ جسکے دست قدرت مین میری جان ہی کہ یہ شخص یعنی علی ابن ابیطالب اور شیعہ انکے وہی رستگار ہین روز قیامت کو اور آیہ کریمہ نازل ہوا جسکے ظاہر معنی یہ ہین کہ بدرستیکہ وہ گروہ جو ایمان لاے ہین اور عمل صالح بجا لاتے ہین وہ گروہ وہی بہترین خلائق ہین پھر اسکے بعد اصحاب رسول خدا کا یہ حال تھا کہ جب جناب امیر علیہ السلام کو آتے دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ خیر البریہ آتے ہین پھر اب محل انصاف ہی کہ جب وہ حضرت بہترین خلق پروردگار بعد جناب رسول مختار کے ہوے تو کسی کو دعوی ہمسری انکے زیبا نہین ہی پھر وہی امام بحق ہین اور کتاب نبویہ جامع سیوطی سے جناب سید سند نے نقل کیا ہی کہ علی باب حطۃ من دخل فیہ کان مومنا ومن خرج منہ کان کافرا اور جب اِن سب سے خلافت اُن جناب کی ثابت ہوئی تو حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی نص امام حسن کی خلافت پر اور آنحضرت کی نص امام حسین علیہ السلام کی خلافت پر اور نص امام حسین علیہ السلام کی امامت پر جناب امام زین العابدین علی ابن الحسین کی اور اسی طرح ہر امام سابق کی نص امامت کے لیے دوسرے امام کی جو انکے بعد ہوئے گئے تا جناب صاحب العصر والزمان علیہ وعلی ابائہ الطاہرین صلوات اللہ المنان اثبات امامت کے لیے سب ائمہ کے کافی ہی اور وہ درمیان علماؤن کے فرقون کے اور امامیہ کے محدثین مین جو ہر زمانے مین ہزارہا آدمی ہر شہر وناحیہ مین تھے متواترات سے ہی اور نھون نے اپنی کتابون مین اور مصنفات مین اُسے مثبت کیا ہی اور تصریح لکھا ہی اور یہ امر خوب معلوم ہی کہ ان علما اور محدثین کو اُسکے لکھنے کی وجہ دیانت اور حقانیت کے سوا اور کچھ نہ تھی کیونکہ ملک وبادشاہی کبھی فرقہ شیعہ مین نہ تھی بلکہ صاحبان ملک ہمیشہ انکے مخالفین تھے اور وہ قاہر وغالب تھے باوجود اسکے ان علما نے کمال خوف کے ساتھ جو ان جبابرہ سے ہمیشہ انھین رہتا تھا ان اخبار وآثار کو انھون نے ضبط کیا ہی اور جانبازی کرکے لکھا ہی اگر کچھ بھی دنیا سے غرض ہوتی تو چاہیے کہ خلفاے جور اور مخالفان اہلبیت سے توسل اختیار کرتے اور انکے خوف سے نجات پاتے اور دنیا مین عزیز ومکرم رہتے اور مثل اورون کے براحت بسر کرتے اور اُسکے سوا بذریعہ علم رجال خوب معلوم ہی کہ یہ بزرگوار بہت اہل صلاح وسداد سے تھے اور دروغ وافترا سے سب احتراز کرتے تھے اور جو شخص کہ ان قرینون کے ساتھ اور ان جتنون کے لحاظ کے ساتھ ان روایات کا ملاحظہ کریگا وہ جانے گا اور حقیقت امر کا علم اُسے یقینی حاصل ہوگا اور شیعون کے طرق معتبرہ مین دوازدہ امام علیہم السلام کی حدیثین اور انکے اسماے مقدسہ جناب پیغمبر خدا سے اور اور حضرات ائمہ علیہم السلام سے متواتر منقول ہین اور وہ سب اعجاز سے مقرون ہین کیونکہ اسما اور صفات اور اباء وامہات کو ہر ایک کی

اسمین قبل انکے پیدا ہونے کے بیان فرمایا ہے اور سب کی خبر دی ہے تا غیبت امام دوازدہم علیہ السلام اور احوال آنحضرت کا اور پوشیدہ ہونا اور پیدا ہونا ان جناب کا سب کچھ انہین مذکور ہے اور وہ کتابین جو ان احادیث پر مشتمل ہین امام زین العابدین علیہ السلام سے تا جناب قائم آل محمد صلواۃ اللہ علیہ وہ شیعہ و سنی دونون مین معروف و متداول اور مضبوط ہین پھر ان احادیث مین شک کو دخل نہین لیکن ترک تعصب البتہ ضرور ہے **فصل چھٹی بیان انحصار حق مین بیچ فرقہ واحد کے**

واضح ہو کہ خبر متفق علیہ بین الفریقین ستفترق امتی بعدی علی ثلث و سبعین فرقہ کلہا فی النار الا واحد صاف دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ حق منحصر ایک فرقہ مین فرقہ ہاے اسلام کے ہے اور مقدمہ کتاب مین بھی ہم اسے بخوبی لکھ چکے ہین اور پھر بیان کئے ہین کہ ابھی جو کچھ ہم کہ آئے اس سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ سواے فرقہ حقہ امامیہ کے سب فرقہ ہاے اسلام کے مذاہب باطل ہین اور مخالف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہین پس اب بالضرور حق منحصر مذہب ائمہ علیہم السلام مین ہوگا کہ اول انکے وہ ہین جنکی شان مین پیغمبر خدا نے اور خطیب نے بھی اسے اپنی اسناد سے نقل کیا ہے قال قال رسول اللہ علی مع الحق مع علی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض یعنی فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ علی حق کے ساتھ ہین اور حق انکے ساتھ ہے اور وہ دونون یعنی علی ابن ابیطالب اور حق دونون جدا نہونگے یہان تک کہ وہ دونون ساتھ ہی میرے پاس حوض کوثر پر حاضر ہونگے پس اس سے ظاہر ہے کہ اہل حق وہی ہین جو انکے مطیع و شیعہ ہین اور انکے احکام کے موافق عمل کرتے ہین اور عمدہ حکم انکا وہ ہے جو متعلق بہ خلافت رسول و امامت ائمہ کرام علیہم السلام فرمایا کہ اسمین مخالفت کرنے سے اصول اعتقاد کی مخالفت لازم آتی ہے اور سبب گمرہی اور خسران دارین کا ہوتا ہے اور چونکہ شیعون نے باجمعہم اس حکم مین اور جملہ احکام مین انقیاد و اطاعت کو آنحضرت کی اختیار کیا ہے پس یقینی یہ فرقہ اہل حق سے ہے اور ناجی ہے اور حق منحصر اسی مین ہے لا غیر والحمد للہ رب العالمین اور جب حقیت مذہب فرقہ امامیہ کی ثابت کر چکا تو اب مین ذکر فضائل جناب سید الوصیین امام المتقین خلیفہ اول رسول رب العالمین امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام اور اثبات امامت ان جناب کا معہ دیگر احوال معجزات وغیرہ اور اسی طرح اور ائمہ کرام علیہم السلام کا بھی احوال لکھنا بترتیب شروع کرتا ہون اگر خدا نے چاہا تو ائمہ دوازدہ عشر علیہم السلام کے فضائل و مناقب اور معجزات تھوڑے تھوڑے اور حال ولادت و وفات اور حال رجعت امام زمان علیہ و علی آبائہ صلواۃ اللہ المنان موافق ترتیب کتاب نبوت کے لکھونگا لکونہم فروع النبوۃ وما توفیقی الا باللہ العظیم وہو حسبی ونعم الوکیل **مطلب اول بیان مین فضائل جناب مستطاب اول خلفاے معصومین حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ وعلیہم السلام اور اثبات امامت مین آنحضرت کی اور کچھ احوال معجزات و خوارق عادات کا اس سید السادات کی صلوات اللہ وسلامہ علیہ و علی اولادہ الطاہرین المعصومین** اور اس مطلب مین چند فصلین ہین **فصل پہلی القاب شریفہ کے بیان مین**

ان جناب کے جاننا چاہیے کہ آنحضرت کے القاب بہت ہین کہ وہ فضیلت اور علو منزلت پر آنحضرت کی

دلالت کرتے ہین جیسا کہ شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہی مدارج النبوت مین کہ ابوطالب نے اُن جناب کا نام علی رکھا
اور پیغمبر خدا نے نام آنحضرت کا صدیق رکھا اور ملقب فرمایا انھین ساتھ امین اور شریف اور ہادی اور مہدی اور اذن
واعیہ اور یعسوب الامت کے اور کنیت اُن جناب کی ابوالحسن اور ابوالحسین اور ابوتراب اور ابوالسبطین اور ابوالریحانتین
اور اشہر القاب اُن جناب کا مرتضیٰ اور اسد اللہ الغالب اور حیدر اور وصی اور امیر المومنین اور سید المسلمین اور امام المتقین و
یعسوب الدین اور سید العرب اور امام البررہ اور قاتل الفجرہ وذی القرنین وقسیم النار والجنہ وغیرہ اتنے ہین کہ شرح اُنکی
طویل ہی اور اسی طرح نقل کیا ہی اُسے مولوی مبین نے اور گویا کہ وہ محصل المعنی ہی عبارت مدارج النبوت کا اور عبارت
شیخ عبدالحق کی جو مدارج النبوت مین ہی اُسکا یہ ترجمہ ہی علی مرتضیٰ نام اُنکا علی ہی اور ابوالحسن اور ابوتراب اُنکی کنیت ہی اور
وہ ابن عم پیغمبر خدا کے ہین اور بسبب مواخات ایمانی کے بھائی آنحضرت کے ہین اور شوہر ہین فاطمہ بتول کے جو
سیدۃ النساء عالمیان ہین اور ابوالسبطین الحسن والحسین سیدی شباب اہل الجنہ تھے اور زمان جاہلیت واسلام مین نام
اُنکا علی تھا اور کہا ہی کہ اُنکی مان فاطمہ بنت اسد نے اپنے باپ کے نام پر اُنکا نام حیدرہ رکھا تھا کہ حیدرہ شیر کا نام ہی
جب ابوطالب آئے تو انھین یہ نام مکروہ معلوم ہوا اور اُنھون نے علی نام رکھا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اُنکا نام
صدیق رکھا تھا اور اس تحقیق کو اپنی صاحب کتاب نے حوالہ کیا تحقیق پر صاحب ریاض النضرت کے اور کنیت فرمائی
پیغمبر خدا نے اُن جناب کی ساتھ ابی الریحانتین کے اور بھی ملقب فرمایا ہی اُن جناب کو ساتھ بیضۃ البلد اور امین و شریف
وہادی اور ذی الاذن الواعیہ اور یعسوب الامت کے انتہی اور ملا جامی نے شواہد النبوت مین اپنے مشایخ ثلثہ کے
ذکر کے بعد فضائل جناب علی ابن ابیطالب کو لکھنا شروع کیا ہی چنانچہ لکھا ہی کہ وہ ائمہ اثنا عشر سے امام اول ہین اور
کنیت اُنکی ابوالحسن اور ابوتراب ہی اور آنحضرت کو کوئی نام زیادہ ابوتراب سے خوش نہ آتا تھا اور جب آنحضرت کو اُس
نام سے کوئی یاد کرتا تھا تو وہ حضرت خوش ہوتے تھے مصنف رسالہ کہتا ہی کہ حقیقت مین وہ جناب تابع مرضات
الٰہی تھے جسمین خدا کی خوشی جانتے تھے اُس سے خوش ہوتے تھے اور کوئی شبہہ نہین ہی کہ مصداق ما ینطق عن
الہوی ان ہو الا وحی یوحی تھے جو جو نام اور القاب آنحضرت کے لیے فرمائے وہ سب بحکم خدا تھے کہ حق تعالیٰ نے
بمزید اعزاز واکرام اُن جناب کو اُن القاب سے مثل ابوتراب یا دابۃ الارض وغیرہ بحسب مقام بزبان اپنے پیغمبر کے
انھین یاد فرمایا جیسا کہ پیغمبر خدا کو بھی بحسب مقام اسمائے متعددہ سے مثل یا ایہا المدثر و یا ایہا المزمل وغیرہ قرآن مین
یاد فرمایا اور معزز و مکرم گردانا اور جو جو القاب خدا کی طرف سے بزبان نبی آنحضرت کے واسطے حاصل ہوئے حضرت
سب پر مسرور و شکر گذار تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہی کہ خود زمان خلافت مین جو حضرت نے عمال کو توقیعات لکھے اکثر
انھین ولی اللہ لکھتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ زیادہ تر یہ نام حضرت کو مرغوب ہوگا دوسرے یہ کہ معاویہ اکثر اپنے
عمال کو حکمنامون مین حضرت کے القاب سے ابوتراب کو لکھا کرتا تھا اور غالبا اپنے جوش غرور وسرکشی مین بنظر تحقیر اُسے

اُس نے اختیار کیا ہو والا وہ کب اِس لقب کو اختیار کرتا جو شادمانی خاطر امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کا سبب ہو
اور ممکن ہو کہ سبب حضرت کی شادمانی کا لقب ابوتراب کے سُننے سے یہ ہو کہ واقع مین لفظ اب اِس القاب مین بمعنی حقیقی ہی
تو ہو نہین سکتا بلکہ یا بمعنی صاحب یا مالک یا بادشاہ کے ہوگا اور اِس صورت مین یہ دلالت کرتا ہی اِس امر پر کہ خدا کی
طرف سے خلافت و ملکیت زمین کی مخصوص آنحضرت مین ہی اور وہ جناب حقیقی وصی نبی اور خلیفہ روے زمین مین اور اوُ
انھون نے از روے وراثت اُنسے اِس خلافت کو پایا ہی اور حقیقت مین یہ اعزاز خدا کی طرف سے آنحضرت کے واسطے لائق
شادمانی ہی پھر لکھا ہی فاضل مذکور نے کہ ولادت اُن جناب کی مکہ معظمہ مین ہوئی ہی ستائیس برس بعد عام الفیل سے
اور بعضون نے کہا ہی کہ ولادت اُنکی خانہ کعبہ مین ہوئی تھی اور دوسری روائتون سے معلوم ہوتا ہی کہ تسمیہ آنحضرت کا
علی کے ساتھ علی اعلی کی طرف سے ہی جیسا کہ آئندہ آئیگا بالجملہ اسما والقاب ذاتی اور صفاتی آنحضرت کے بہت ہین
مگر بیان اسی قدر پر اکتفا ذکر فضائل مین کیا جاتا ہی جسکا اقرار بزبان مخالفین ثابت ہی اور یہ بھی تشخیص مشخص کے لیے
مفید ہی خلیفہ اول رسول خدا کے واسطے جیسا کہ کتاب نبوت مین آنحضرت کے القاب ونسب کے لکھنے کی بھی ضرورت
اسی تشخیص کے لیے تھی فصل دوسری مشتمل ہی اُن جناب کے فضائل ولادت باسعادت پر شیخ عبدالحق
دہلوی نے کتاب مدارج النبوت مین لکھا ہی کہ کہا ہی کہ ولادت آنحضرت کی خانہ کعبہ کے اندر ہوئی ہی اور مولوی مبین نے
کتاب وسیلۃ النجاۃ مین لکھا ہی کہ ولادت باسعادت اُن معدن کرامت کی روز جمعہ رجب کی تیرھوین تاریخ
بعد اٹھائیس برس کے اور ایک جماعت کے نزدیک تیس برس بعد عام الفیل کے واقع ہوئی مکہ مین اور روایت
کی ہی کہ کعبہ کے اندر پیدا ہوے ہین اور کعبہ کے اندر اُنکے سوا کوئی پیدا نہین ہوا اور حق تعالی نے انھین اِس فضیلت کے
ساتھ مخصوص گردانا اور خانہ کعبہ کو اِس شرف سے مشرف فرمایا اور بھی بعض کتب سیر سے بریدہ سے نقل کیا ہی کہ
کہا اُنسے کہ مین اور عباس ایک جماعت کے ساتھ بنی ہاشم کے اور بنی عبدالمطلب کے مسجد الحرام مین تھے کہ ناگاہ
فاطمہ علی حیدر کی والدہ آئین اور طواف مین مشغول ہوئین اثنائے طواف مین انھین درد زہ عارض ہوا اور
ولادت کے آثار اور پیدا ہونے کی علامت اُنپر ظاہر ہوئی اور طاقت اُنمین نہ رہی دیکھا مین نے کہ کعبہ کی
دیوار شق ہوئی اور فاطمہ اندر کعبہ کے گئین مین نے چاہا کہ مین بھی جاؤن لیکن مجھے اندر کعبہ کے جانا میسر نہوا چوتھے دن
علی علیہ السلام کو ہاتھ پر لیکر پھر کعبہ کے اندر سے باہر آئین ابوطالب نے چاہا کہ اُس مولود کا زید نام رکھین اور
اُنکی مان نے چاہا کہ اِس فرزند ارجمند کا نام حیدر رکھین آخر کو باپ مان نے حسب ایما و ارشاد جناب خیر البشر نام اُنکا
علی مقرر فرمایا اور بھی اِس مضمون کو ابن مغازلی شافعی نے باسناد اپنی کتاب مناقب مین اور مالکی نے کتاب
فصول مہمہ مین نقل کیا ہی اور باقرار عامہ وخاصہ محدثین واہل اخبار وسیر یہ خبر حد تواتر کو پہونچی ہوئی ہی اور کتاب
امالی ابن بابویہ وغیرہ مین کتب خاصہ وعامہ سے مروی ہی یزید بن قعنب سے کہ کہا اُنسے کہ مین عباس پسر

فصل دوسری

عبد المطلب اور ایک گروہ کے ساتھ جو قبیلہ بنی عبد العزیٰ سے تھے بیٹھا تھا برابر خانہ کعبہ کے ناگاہ بنت اسد مادر جناب
امیر المومنین علیہ السلام آئیں اور وہ اُسوقت نو مہینے کے حمل سے حاملہ تھیں اور تحقیق کہ اُسوقت اُنھیں درد زہ
شروع تھا پس کہا انھوں نے کہ ای پروردگار میرے بدرستیکہ میں ایمان لائی ہوں ساتھ تیرے اور ساتھ اُسکے
جو تیری طرف سے آیا کتاب اور پیغمبران سے اور تحقیق کہ میں تصدیق کرنے والی ہوں اپنے دادا ابراہیم خلیل کے
کلام کی اور یہ کہ خانہ کعبہ اُنھی نے بنایا تھا پس بحق اُسکے کہ جسنے اِس گھر کو بنایا اور بحق اس طفل کے جو میرے
پیٹ میں ہی کہ ہر آئینہ میرے بچہ کا ہونا مجھپر آسان کر دے تعنب کہتا ہی کہ بدرستیکہ دیکھا میں نے کہ دیوار خانہ کعبہ کی
شگافتہ ہوئی اُسکے پشت کی طرف سے اور فاطمہ غائب ہوگئیں ہماری آنکھوں سے اور شگاف دیوار برابر ہو گیا
پھر ہمنے چاہا کہ دروازے کا قفل ہمارے لیے کھلے لیکن وہ نہ کھلا اُسوقت ہمنے جانا کہ یہ امر خدا تعالی کی طرف سے ہی
بعد اُسکے چوتھے روز فاطمہ باہر آئیں اور اُنکے ہاتھ میں جناب امیر المومنین علیہ السلام تھے پس کہا انھوں نے کہ بدرستیکہ
میں فضیلت دی گئی اُن عورتوں پر جو مجھسے پہلے تھیں بسبب اسکے کہ آسیہ بنت مزاحم خدا عز و جل کی عبادت پوشیدہ
اس جگہ کرتی تھی جہاں یہ سزاوار نہ تھا کہ پرستش کی جاے خدا کی مگر ناچار اور مریم بنت عمران نے خشک درخت کو
خرما کے حرکت دی یہاں تک کہ رطب تازہ اُس سے کھایا اور بدرستیکہ میں خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئی پس میوہ ہای
بہشت کو میں نے کھایا اور جب اُس سے باہر آنے کا ارادہ میں نے کیا تو ایک ہاتف نے مجھے آواز دی کہ ای
فاطمہ اس فرزند بزرگوار کا نام علی رکھنا پس وہ علی ہی اور خداے بزرگ و برتر حکم فرماتا ہی کہ بدرستیکہ میں باہر لایا ہوں
اُسکے نام کو اپنے نام سے اور ادب دیا ہی اُسے میں نے اپنے ادب سے اور اپنی مشکلات علم پر اُسے میں نے واقف
کیا ہی اور وہ وہ ہی جو اُن بتوں کو جو میرے گھر میں ہیں توڑیگا اور وہ وہ ہی جو پشت خانہ پر میرے اذان دیگا اور
میری تقدیس و تمجید کریگا پس خوشا حال اُسکا جو اُسے دوست رکھے اور اُسکی اطاعت کرے اور وای بحال
اُسکے جو اُس سے دشمنی کریں اور اُسکی نافرمانی کرے واضح ہو کہ اس روایت میں چند فضیلتیں آنحضرت کے واسطے
ظاہر ہیں پہلے شرف ولادت خانہ کعبہ اور بیت اللہ الحرام میں خاص اُنھیں حضرت کے واسطے ظاہر ہوا اور دوسرے کے لیے
نہ پہلے نہ بعد اُن جناب کے میسر نہیں ہوا دوسرے بتوں کے توڑنے کی بشارت کا اُن جناب کے دست حق پرست سے
ظاہر ہونا جیسا کہ آیندہ انشاء اللہ اُسکا بیان ہوگا تیسرے علی کے ساتھ اُن جناب کا موسوم ہونا بحکم علی اعلی اور وہ فضیح
کہ فضائل اُن جناب کے جو وقت ولادت اور اُس سے پہلے ظاہر ہوے بہت ہیں تھوڑے سے اُنمیں سے بعد بیان
کرنے وقت ولادت کے لکھونگا انشاء اللہ پوشیدہ نہ رہے کہ جب کاتب حروف کو اتفاق حج بیت اللہ الحرام کا ہوا
تو اُسوقت مجھے شوق اسکا ہوا کہ تحقیق روایت ولادت باسعادت جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی کرنا
چاہیے کہ دیوار کعبہ کونسی اور کدھر سے شق ہوئی تھی چنانچہ بعض حق آگاہ نے مجھے لیجا کر دکھایا تو معلوم ہوا کہ رکن یمانی کے

پاس کی دیوار جو باعتبار دروازہ شمالی کعبہ کی پشت کعبہ ہی شق ہوئی تھی اور اُسی راہ سے جناب فاطمہ بنت اسد
خانہ کعبہ مین داخل ہوئی تھین اور حق تعالیٰ نے تکذیب منکرین کے لیے ایک درز اُس جگہ باقی رکھی ہی کہ ہر چند سیسہ
گداختہ اُسمین ڈالا گیا لیکن ہنوز اُس درز کا اثر اوپر سے نیچے تک باقی ہی کہ حقیر نے بھی اپنی آنکھ سے اُسے دیکھا ہی
جو شخص کہ حق تعالیٰ اُسے شرف فرماے حج اُسے چاہیے کہ جیکر امتحان کرے یہ وہ دیوار ہی جسمین مستجار ہی رکن یمانی کے
پاس سے یہ جدا ہوئی تھی اور پھر بقدرت خدا اپنے مقام پر متصل ہوئی فتذکر و تشکر اب جاننا چاہیے کہ جناب
آخوند صاحب نے جلاء العیون مین فرمایا ہی کہ محدثین و مورخین خاصہ و عامہ مین مشہور یہ ہی کہ وہ حضرت جمعہ کے روز
تیرھوین تاریخ کو ماہ رجب کی عام الفیل کے تیس برس بعد کعبہ معظمہ مین پیدا ہوے اور اُسوقت جناب رسالتمآب کی عمر
شریف اٹھائیس برس کی تھی اور موافق ایک قول کے بارہ برس اور ایک قول کے موافق دس برس بعثت نبی سے
پہلے جناب امیر علیہ السلام پیدا ہوے ہین اور شیخ طبرسی علیہ الرحمہ نے کتاب مفتاح مین بسند صحیح حضرت امام
جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ ولادت کثیر السعادت جناب امیر علیہ السلام کی روز یکشنبہ ہفتم ماہ
شعبان مین واقع ہوئی ہی لیکن قول اول اشہر ہی اور اگر دونون کا احترام کرین تو بہتر ہی اور بعض نے کہا ہی کہ بست و سوم
ماہ شعبان روز ولادت آنحضرت کا ہی اور والد بزرگوار اُن جناب کے جناب ابو طالب ہین جو حضرت عبد المطلب کے
فرزند ہین اور یہ اور جناب عبد اللہ جو پیغمبر خدا کے والد ماجد تھے ایک مان کے پیٹ سے پیدا ہوے تھے اور والدہ
ماجدہ آنحضرت کی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہین اور وہ جناب اور اُنکے بھائی اول ہاشمی ہین کہ مان باپ
اُنکے دونون بنی ہاشم سے تھے اور بہت سی احادیث معتبرہ مین خاصہ و عامہ کے طریقون سے وارد ہوا ہی کہ پیغمبر خدا نے
فرمایا کہ مین اور علی دونون ایک نور سے پیدا ہوے ہین اور ہم دونون ہمیشہ منظور انظار الٰہی رہتے تھے پہلے اسکے
کہ آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا چوبیس ہزار برس اور دوسری روایت مین دو ہزار سال پہلے خلق آدم سے وارد ہی
اور عرش الٰہی کی جانب راست ہم تسبیح و تقدیس حق تعالیٰ کی کرتے تھے پھر جب خدا نے حضرت آدم کو پیدا
فرمایا تو اُس نور مقدس کو دو جزو پر قسمت کیا اور دونون کو حضرت آدم کی پشت مین جگہ دی اور جب آدم زمین پر آئے
تو ہم اُنکی پشت مین تھے اور جب نوح کشتی پر بیٹھے تو ہم اُنکی پشت مین تھے اور جب حضرت ابراہیم کو آگ مین
ڈالا تو ہم اُنکی پشت مین تھے اور اِسی سبب سے آگ نے اُنھین ضرر نہ پہونچایا پھر ایک جزو سے اُس نور کے مین پیدا ہوا
اور دوسرے جزو سے علی ابن ابیطالب پیدا ہوے اور فاضل شیرازی نے کتاب مناقب ابن مغازلی سے نقل
کیا ہی کہ سلمان فارسی نے کہا کہ مین نے پیغمبر خدا سے سنا کہ فرماتے تھے کنت انا و علی نورا بین یدی اللہ عز و جل یسبح
اللہ ذلک النور و یقدسہ قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشر الف عام یعنی مین اور علی ایک نور تھے نزدیک خداے عز و جل کے کہ تسبیح و تقدیس
و تنزیہ اُسکی ہم کرتے تھے نقائص سے چودہ ہزار سال پہلے اسکے کہ آدم پیدا ہووین فلما خلق اللہ آدم رکب ذلک النور فی صلبہ

فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقا فی صلب عبد المطلب ففی النبوۃ وفی علی الخلافۃ یعنی پھر جب حق تعالی نے آدم کو پیدا فرمایا تو اِس نور کو اُنکی پشت مین جگہ دی اور ہمیشہ وہ نور ایک چلا آتا تھا یہانتک کہ صلب عبد المطلب مین جدا ہوا پھر مجھ مین نبوت نے قرار پکڑا اور علی ابن ابیطالب مین خلافت نے اور جناب سید سند نے اقا محمد علی بہبہانی طاب ثراہ سے نقل کیا ہی کہ اُنھون نے ہدایت السنت مین فرمایا ہی کہ صحیح بخاری مین جابر انصاری سے مروی ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا بدرستیکہ حق تعالی نے پیدا فرمایا مجھے اور علی کو ایک نور سے کہ عرش کے سامنے تسبیح و تقدیس خدا کی کرتے تھے دو ہزار برس پہلے اِس سے کہ آدم کو پیدا فرماتا پھر جب آدم پیدا ہو چکے تو ہم اُنکے صلب مین ساکن ہوے اور اُنکے بعد ہم پشت طیب اور بطن طاہر مین پھرتے پھرتے پشت نوح مین پہونچے اور اُسکے بعد پھر پشت طیب و بطن طاہر مین پھرتے پھرتے پشت ابراہیم تک پہونچے اور وہان سے اِسی طرح پشت عبد المطلب تک پہونچے پھر وہ نور دو قسم ہوا ایک قسم عبد اللہ مین آئی اور ایک قسم ابوطالب مین گئی پشت عبد اللہ سے مین باہر آیا اور پشت ابوطالب سے علی ابن ابیطالب باہر آئے بعد اُسکے پھر جمع ہوا ایک نور مجھسے اور ایک نور علی سے فاطمہ مین پس حسن اور حسین اُنسے پیدا ہوے پس حسن اور حسین دونون نور ہین نور رب العالمین سے اور اِسی حدیث کو امام حنبلی نے مسند مین اور خوارزمی نے مناقب مین اور شرف الدین خوارزمی شافعی نے کتاب نزل السائرین مین اور شیخ حسن اور معالی نے اربعین مین اور غیر اُنکے نے بھی نقل کیا ہی تھوڑے تغیر کے ساتھ کہ جو مضر نہین ہی اور اُنہین دو ہزار کی جگہ چودہ ہزار برس کو روایت کیا ہی اور جناب آخوند صاحب نے محمد بن عباس سے کہ اُنھون نے عباس سے روایت کی ہی کہ کہا کہ ایک روز مین خدمت حضرت پیغمبر مین حاضر تھا کہ جناب امیر علیہ السلام پیدا اور ظاہر ہوے جب نظر پیغمبر خدا کی انحضرت پر پڑی تو فرمایا کہ مرحبا اُسکو جسے خدا نے چالیس ہزار برس پہلے آدم کے پیدا ہونے سے خلق فرمایا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آیا ہو سکتا ہی کہ فرزند باپ سے پہلے پیدا ہو فرمایا کہ ہان حق تعالی نے پیدا فرمایا میرے نور کو اور نور علی ابن ابیطالب کو اتنی مدت پیشتر اِس سے کہ آدم کو پیدا فرماے پھر اُس نور کے دو حصہ فرماے ایک نصف سے مجھے پیدا کیا اور دوسرے نصف سے علی کو پیدا فرمایا پہلے اِس سے کہ اور چیزون کو پیدا فرماتا اور اِن سب کو میرے اور علی کے نور سے روشن اور منور فرمایا پھر ہمین جانب راست مین اپنے عرش کے جگہ دی اور اُسکے بعد فرشتون کو پیدا کیا اور چونکہ ہم تسبیح و تہلیل و تکبیر و تحمید حق تعالی کی کرتے تھے اسلیے فرشتون نے تسبیح و تحمید و تہلیل و تکبیر کو ہمسے سیکھا بعد اُسکے حق تعالی نے یہ مقرر فرمایا کہ دوست میرا اور علی کا جہنم مین نہ داخل ہوگا اور دشمن میرا اور علی کا بہشت مین نہ داخل ہوگا اور بدرستیکہ چند فرشتے ہین کہ اُنکے ہاتھون مین نقرہ و طشت کے ابریق ہین کہ وہ اُن ابریقون کو اِس آب حیات سے بھرے ہوے ہین کہ جو ایک چشمہ ہی جنت الفردوس سے پس جبکہ ارادہ کرتا ہی باپ کسی شیعہ کا شیعیان علی سے کہ اُسکی مان کے ساتھ مقاربت کرے اُسوقت کہ حق تعالی چاہتا ہی کہ نطفہ اُسکا منعقد ہو

تو ایک فرشتہ ان فرشتون سے آتا ہی اور اُس بہشت کے پانی سے تھوڑا سا اُس پانی مین ملاتا ہی جیسے سو وقت وہ پیتا ہی اور وہ پانی اُسکے نطفہ مین مخلوط ہوتا ہی پھر اسی سبب سے اُسکے دل مین اُگتی ہی میری محبت اور علی کی اور فاطمہ کی اور حسنین کی اور نواسون کی اُنکے فرزندون سے پھر حضرت نے فرمایا کہ مین شکر کرتا ہون اُس خداوند کا جسنے علی کی محبت کو سبب ایمان کا اور بہشت مین داخل ہونے کا اور جہنم سے نجات پانے کا گردانا اور ابن طاؤس نے بسند معتبر روایت کی ہی کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جناب امیر علیہ السلام جو سجدہ شکر بجا لاے تھے اُسکا کیا سبب ہی یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ میرے والد بزرگوار نے مجھے خبر دی کہ ایک روز پیغمبر خدا نے جناب امیر کو کسی مہم پر بھیجا تھا اور وہ حضرت اُسے اچھی طرح عمل مین لاے اور جب پھر کر آے تو سو وقت پیغمبر خدا نماز کے لیے باہر تشریف لا چکے تھے آنحضرت نے نماز پیغمبر خدا کے ساتھ ادا فرمائی جب پیغمبر خدا نماز سے فارغ ہوے تو علی ابن ابیطالب کو گلے لگایا اور اُس مہم کے حال سے پوچھا کہ کیا کیا تمنے حضرت نے حقیقت مہم کو عرض کیا حضرت پیغمبر خدا خوش ہوے اور ہنسے اور فرمایا کہ تو چاہتا ہی کہ تجھے بشارت دون اے ابو الحسن حضرت امیر نے عرض کیا کہ میرے باپ و مان آپ پر سے قربان ہون ہمیشہ آپ میرے بشارت دینے والے ہین ساتھ نیکی کے حضرت نے فرمایا کہ جبرئیل مجھپر نازل ہوے زوال کے وقت مین اور کہا کہ اے محمد ابھی پسر عم تمھارے علی ابن ابیطالب تمھارے پاس آتے ہین اور حق تعالی نے بسبب اُنکے منفعت عظیم مسلمانون کو پہونچانے کے اور اس مہم مین جو تمنے اُنہین بھیجا تھا یہ کیا اور تمنے کیا اُس سے اُنہون نے مجھے خبر دی اور کہا کہ اے محمد بدرستیکہ نجات نہین پائی ذریت آدم سے مگر اُس شخص نے کہ جسنے شیث کی ولایت کو جو اُنکے وصی تھے اختیار کیا اور شیث نے اپنے باپ آدم کے باعث سے نجات پائی اور آدم نے خداوند عالم کے باعث سے نجات پائی اور قوم نوح سے نجات نہین پائی مگر اُسنے کہ جسنے سام کی ولایت کو جو اُنکے وصی تھے اختیار کیا اور سام نے بسبب نوح کے نجات پائی اور نوح نے بسبب حق تعالی کے نجات پائی اور قوم ابراہیم سے کسی نے نجات نہین پائی مگر اُس شخص نے کہ جسنے ولایت اسمعیل کو اختیار کیا اور اسمعیل نے ابراہیم سے اور ابراہیم نے خداوند کریم سے نجات پائی اور قوم موسی سے نجات نہین پائی مگر جسنے ولایت کو اُنکے وصی کی جو یوشع تھے اختیار کیا اور یوشع کی نجات موسی سے اور موسی کی نجات حق تعالی سے ہوئی اور قوم عیسی سے کسی نے نجات نہین پائی مگر اُس شخص نے کہ جسنے ولایت کو شمعون کی جو اُنکے وصی تھے اختیار کیا اور شمعون نے عیسی سے اور عیسی نے حق تعالی سے نجات پائی اور تمھاری اُمت سے کوئی نجات نہ پائیگا مگر جو ولایت کو علی کی اختیار کرے اور علی تمھارے وزیر ہین تمھاری حیات مین اور بعد وفات تمھاری وہ تمھارے وصی ہین اور علی نجات تمسے پائینگے اے محمد حق تعالی نے تمھین سب پیغمبرون سے بہتر گردانا ہی اور علی کو سب پیغمبرون کے اوصیاؤن سے بہتر گردانا ہی اور ائمہ اور پیشوایان دین کو اُنکی ذریت سے گردانا ہی قیامت تک

جب حضرت امیر المومنین نے یہ بشارتین سنین تو حق تعالی کے شکر کے سجدے مین گئے اور اپنے منھ کو زمین پر ملا اور
زمین کے بوسے لیے بدرستیکہ حق تعالی نے محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کو عالم ارواح مین خلق فرمایا اور
تسبیح و تہلیل و تحمید حق تعالی کی عرش کے آگے کرتے تھے چودہ ہزار برس پیشتر آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے
پھر انھین ایک نور گردانا کہ منتقل ہوتے تھے پشتہاے برگزیدہ سے مردون کی طرف عورتون کے رحمہاے پاکیزہ
پس جب حق تعالی نے چاہا کہ فرشتون پر انکی فضیلت و منزلت کو ظاہر کرے اور انکے حق کو ہمپر واجب کرے تو
اُس نور مقدس کو دو قسم پر منقسم گردانا ایک قسم کو صلب عبد اللہ بن عبد المطلب مین قرار دیا کہ اس سے محمد سردار پیغمبران
اور خاتم مرسلان بہم پہونچے اور اُن مین پیغمبری کو قرار دیا اور دوسری قسم کو پشت ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن
عبد مناف مین قرار دیا اور اُس نور سے علی ابن ابیطالب پیدا ہوے جو امیر مومنان اور بہترین اوصیاے پیغمبران مین
پھر حضرت رسول نے انھین وصی و خلیفہ و ولی و جانشین اپنا اور اپنی بیٹی کا شوہر اور اپنے قرض کا ادا کرنے والا
اور اپنے وعدون کا پورا کرنے والا اور اپنے دین پر یاری دینے والا اور اپنے غمون کا برطرف کرنے والا گردانا شیخ
طوسی رحمہ اللہ نے از طرف حضرات اہلسنت انس بن مالک سے روایت کی ہی کہ ایک روز پیغمبر خدا اپنے اشتر پر
سوار ہوے اور ایک پہاڑ کے قریب پہونچے جب وہان اشتر سے اترے تو فرمایا کہ اے انس اس اشتر کو لیکر جا
فلان موضع مین کہ وہان علی ابن ابیطالب کو پائیگا کہ وہ وہان سنگریزون پر حق تعالی کی تسبیح کرتے ہونگے جب
انھین دیکھنا تو میرا سلام انھین کہنا اور اس اشتر پر انھین سوار کرکے میرے پاس لا انس کہتا ہی کہ جب مین جناب امیر کی
خدمت مین پہونچا تو پیغمبر خدا کا سلام انحضرت پر پہونچایا اور اشتر پر سوار کرکے انکی رکاب سعادت مین روانہ ہوا جب
جناب امیر خدمت مین پیغمبر خدا کی پہونچے اور حضرت کو دیکھا تو کہا السلام علیک یا رسول اللہ پیغمبر خدا نے جواب سلام
ادا فرمایا کہ وعلیک السلام یا ابا الحسن آؤ اور میرے پاس بیٹھو کہ یہ وہ موضع ہی کہ ستر پیغمبر مرسل اس جگہ بیٹھا ہی کہ مین اُن
سب سے بہتر ہون اور ہر پیغمبر کی جگہ پر ایک بھائی انکا بیٹھا ہی کہ تو اُن سب سے بہتر ہی انس کہتے ہین کہ ناگاہ دیکھا
مین نے کہ ایک ابر ان بزرگوارون کے سر پر پیدا ہوا اور سر سے انکے قریب ہوا پس پیغمبر خدا نے ہاتھ بڑھا کر ایک خوشہ
انگور کا اسی ابر سے لیا اور اُسے اپنے اور جناب علی ابن ابیطالب کے بیچ مین رکھا اور فرمایا کہ اے بھائی میرے کھاؤ کہ یہ ہدیہ
خدا کی طرف سے میرے لیے اور تمھارے لیے ہی انس کہتے ہین کہ مین نے اسوقت عرض کیا یا رسول اللہ علی آپ کے
بھائی ہین فرمایا ہان مین نے عرض کیا کہ برادری کیونکر ہوئی اُسے بیان فرمائیے حضرت نے فرمایا کہ حق تعالی نے
تین ہزار برس پہلے آدم کے پیدا فرمانے کے ایک پانی کو زیر عرش خلق فرمایا اور اُس پانی کو ایک سبز موتی کے اندر
جگہ دی یہان تک کہ آدم کو پیدا فرمایا پھر اُس پانی کو انکی پشت مین جگہ دی اور جب آدم کو اپنی رحمت کی طرف
طلب فرمایا تو اُس پانی کو شیث کی پشت مین منتقل فرمایا اور ہمیشہ اسی طرح ایک پشت سے دوسری کی طرف منتقل فرماتا رہا

اصلاب طاہرہ انبیا و اوصیا مین یہان تک کہ عبد المطلب کے صلب مین پہونچا پھر اُسکے دو جزو فرمائے ایک پشت عبد اللہ مین
اور دوسرا پشت ابوطالب مین منتقل ہوا پھر ایک نصف سے اُسکے مین پیدا ہوا اور دوسرے نصف سے علی ابن ابیطالب ہوے
اس سبب سے علی میرے بھائی ہین دنیا و آخرت مین بعد اُسکے حضرت نے اِس آیت کی تلاوت فرمائی جو حق تعالی فرماتا ہی
وہو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصہرا وکان ربک قدیرا یعنی وہ ہی کہ جسنے پیدا کیا پانی سے بشر کو اور اُس سے صاحب
نسب اور داماد گردانا اور تیرا پروردگار ہر چیز پر قادر ہی اور دوسری حدیث مین ہی کہ فرمایا اِس سبب سے علی مجھسے ہی اور
مین علی سے ہون اور گوشت اُسکا میرے گوشت سے ہی اور خون اُسکا میرے خون سے ہی پس جو کوئی کہ مجھے دوست رکھے
وہ میری دوستی سے علی کو دوست رکھتا ہی اور جو مجھے دشمن رکھتا ہی وہ میری دشمنی سے علی کا دشمن ہی اور شیخ طوسی نے
بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا جناب امیر سے کہ چاہتے ہو تمھین بشارت
دون حضرت نے عرض کیا کہ ہان ای رسول خدا حضرت نے فرمایا کہ مین اور تم ایک طینت سے پیدا ہوے ہو اور جو
طینت کہ ہماری خلقت سے بچ رہی اور زیادہ ہوئی اُس سے ہمارے شیعہ پیدا ہوے ہین جب روز قیامت
ہوگا تو ساری خلق کو اُنکی ماؤن کے ساتھ طلب کرینگے مگر ہمارے شیعون کو اُنکے باپ کے نام سے بلاوینگے اسلیے کہ وہ
حلال زادے ہین اور ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ حضرت رسول خدا نے
فرمایا کہ یا علی حق تعالی نے لوگون کو مختلف درختون سے پیدا فرمایا ہی اور مین اور تم ایک درخت سے پیدا ہوے ہین اور مین
اُس درخت کی اصل یعنی جڑ ہون اور تم اُسکی فرع ہو اور حسن اور حسین وہ ائمہ جو اُنکے فرزندون سے ہونگے وہ اُسکی شاخین ہین اور
ہمارے شیعہ اُس درخت کے پتے ہین جو کوئی چنگل ماریگا کسی شاخ کے ساتھ اُسکی شاخون سے حق تعالی اُسے بہشت مین
داخل کریگا اور کلینی علیہ الرحمہ نے بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ پیدا ہوے تو ولادت کے وقت آنحضرت کے بہت سے معجزے ظاہر ہوے اور جناب آمنہ کے واسطے قصرہای
فارس و شام نمودار ہوے فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنین علیہ السلام جو وہان حاضر تھین اُن آیات کے مشاہدہ کرنے سے
بہت متعجب اور خوش ہوئین اور وہان سے بہت جلد حضرت ابوطالب کی خدمت مین آئین اور اُنھین جناب رسالتمآب کی
ولادت سے بشارت دی اور جو امور غریبہ کا مشاہدہ کیا تھا اُسکا بھی ذکر کیا یہ سنکر جناب ابوطالب نے کہا کہ صبر کرو تیس ۳۰ برس کے بعد
ایک فرزند تمھارے یہان بھی پیدا ہوگا جو پیغمبری کے سوا اور جملہ کمالات مین مانند آنحضرت کے ہوگا اور اُنکا وزیر اور وصی
ہوگا کتاب روضۃ الواعظین اور سب کتب معتبرہ مین جابر ابن عبد اللہ انصاری سے مروی ہی کہ جابر کہتے ہین کہ مین نے
پیغمبر خدا سے ولادت باسعادت امیر المومنین کا حال پوچھا حضرت نے فرمایا کہ آہ آہ تو نے سوال کیا اُس سے جو میرے بعد
سب سے بہتر پیدا ہوا ہی اور حضرت مسیح کی سنت اُسمین جاری ہوئی ہی بدرستیکہ حق تعالی نے مجھے اور علی کو ایک نور سے
خلق فرمایا ہی پیشتر اسکے کہ خلق کو پیدا فرماتا پانچ سو ہزار برس پہلے پھر ہم عالم ملکوت مین تسبیح و تقدیس حی لایموت کی

کہتے تھے جب حق تعالی نے آدم کو پیدا فرمایا تو ہمین انکی پشت مین جگہ دی پھر مین نے جانب راست مین انکے
قرار کپڑا اور علی نے جانب چپ مین انکے پھر ہمکو نقل کرایا پشت آدم سے طرف پشتہاے طاہرہ اور رحم ہاے طاہرہ کے
پھر مجھے پشت پاکیزہ سے باہر لایا کہ وہ عبد اللہ بن عبد المطلب تھے اور بہترین رحم مین قرار دیا کہ وہ رحم آمنہ کا تھا اور
علی کو صلب طاہر سے باہر لایا کہ وہ ابو طالب تھے اور انکو بہترین رحم مین جگہ دی کہ وہ رحم فاطمہ بنت اسد کا تھا بعد
اسکے حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ اے جابر پہلے اس سے کہ علی مان کے پیٹ مین قرار پکڑین ایک مرد عابد کہ وہ بھی
ایک راہب تھا کہ اُسے مثرم بن دعب کہتے تھے اور اسکا زہد و عبادت مشہور آفاق تھا اور ایک سو نوے برس تک
حق تعالی کی عبادت بصد اخلاص کرتا تھا اور کبھی خدا سے اُسنے کوئی حاجت اپنی طلب نہ کی تھی ایک دن اُسنے
سوال کیا کہ اپنے دوستون مین سے کسی دوست کو اسے دکھاوے پس حق تعالی نے ابو طالب کو اسکے پاس بھیجا جب
مثرم نے ابو طالب کو دیکھا اور انوار جلالت کو انکی پیشانی مین مشاہدہ کیا تو اٹھا اور انکے سر کے بوسے دیے اور
اپنے سامنے بٹھایا اور کہا کہ تو کون ہی خدا تجھے رحمت فرماوے ابو طالب نے کہا کہ مین ایک شخص اہل تہامہ سے ہون
اُسنے پوچھا کس تہامہ سے انھون نے کہا مکہ سے اُسنے پوچھا کس قبیلہ سے ابو طالب نے کہا کہ فرزندان عبد مناف سے
اُسنے پوچھا کہ کس شعبہ سے عبد مناف کے ابو طالب نے کہا کہ فرزندان ہاشم سے جب راہب نے اس نسب
بزرگوار کو سنا اٹھا اور دوبارہ سر پر انکے بوسے دیے اور کہا کہ حمد و سپاس کرتا ہون اس خداوند کا جسنے میری مسئلت کو
مجھے عطا فرمایا اور دنیا سے مجھے نہ اٹھایا مگر یہ کہ ایک دوست کو اپنے دوستون سے مجھے دکھایا پھر اسکے بعد کہا کہ
بشارت ہو تمھین کہ حق تعالی نے تمھارے باب مین بہت سی بشارتین اور الہام مجھے فرماے ہین ابو طالب نے کہا کہ
وہ بشارتین کیا ہین مثرم نے کہا کہ ایک فرزند تیرے صلب سے باہر آئیگا کہ وہ ولی خدا اور پیشواے متقیان اور
وصی رسول پروردگار عالمیان ہوگا جب تم اس فرزند کو پانا تو میرا اسلام انھین پہونچانا اور انسے کہنا کہ مثرم تجھے سلام
پہونچاتا ہی اور گواہی دیتا ہی ساتھ خدا کی وحدانیت کے اور یہ کہ کوئی اسکا شریک نہین ہی اور گواہی دیتا ہی کہ محمد بندہ
اور رسول خدا کا ہی اور تو اسکا وصی بحق ہی اور محمد سے پیغمبری تمام ہوگی اور تیرے ساتھ وصیت تمام ہوگی جب ابو طالب نے
یہ بشارت سنی تو انکی آنکھون سے قطرات اشک ٹپکے اور کہا کہ کہو کہ اس مولود کا کیا نام ہی اسنے کہا علی ہی ابو طالب نے کہا کہ
حقیقت گفتار تیری مجھپر ظاہر نہین ہوتی مگر برہان ظاہر اور دلیل واضح سے جبکہ مین اُسے دیکھون مثرم نے کہا کہ تم
کیا چاہتے ہو کہ مین اسوقت حق تعالی سے طلب کرون کہ وہ تمھارے لیے اُسے عطا فرماے اور تم جانو کہ مین سچا ہون اپنی
گفتار مین ابو طالب نے کہا کہ کوئی کھانا بہشت کا مین چاہتا ہون کہ میرے لیے آئے پس راہب مشغول دعا ہوا ابھی
انکی دعا تمام نہوئی تھی کہ ایک طبق انکے پاس حاضر ہوا کہ اس طبق مین انگور اور رطب اور انار بہشت کے تھے پھر
ابو طالب نے انار اٹھا لیا اور خوش اور ہنستے ہوے اُٹھے اور اُسکے بعد اپنے گھر کی طرف مراجعت کی اور اُس انار کو کھایا

حق تعالی نے اُس انار سے ایک پانی اُنکے صلب مین پیدا فرمایا اور اُسی گھڑی فاطمہ بنت اسد کے ساتھ اُنھون نے
مقاربت کی اور وہ جناب علی ابن ابیطالب سے حاملہ ہوئین اور جب وہ نطفہ مبارک فاطمہ بنت اسد کے رحم مین
ٹھہرا تو آنحضرت کے خوف و مہابت سے زمین حرکت مین آئی اور چند روز تک لرزہ کی اور قریش کو اِس سبب سے
بہت ڈر عارض ہوا اور کہنے لگے کہ اپنے بتون کو کوہ ابوقبیس پر لے چلین اور اُنسے سوال کرین کہ یہ زلزلہ ہم سے
زائل ہو جب بتون کو ابوقبیس پہاڑ پر لیگئے تو زلزلہ اور زیادہ ہوا اور پہاڑ سے پتھر جدا ہونے لگے اور پہاڑ کے اجزا
چھٹنے لگے اور بت اُنکے اوپر گر پڑے جب یہ حالت اُنکی دیکھی تو متحیر ہوے اور کہنے لگے کہ یہ بلاے عظیم ہی کہ ہمین اُس سے
رہائی ممکن نہین ہی ایسی حالت مین ابوطالب پہاڑ پر آے اور کچھ اُس حالت کی اُنھون نے پروانہ کی پھر اُنسے کہا کہ
ایہا الناس بدرستیکہ حق تعالی نے اِس شب کو ایک حادثہ پیدا کیا ہی اور ایک مخلوق مبارک کو پیدا فرمایا ہی
اگر تم اُسکی اطاعت نہ کروگے اور اُسکی ولایت کا اقرار نہ کروگے اور اُسکے امام ہونے کی گواہی نہ دوگے تو یہ زلزلہ
ہرگز تمسے زائل نہوگا اور کوئی گھر تہامہ سے تمھارے لیے نہ رہ جائیگا قریش نے کہا کہ ای ابوطالب جو فرماؤ وہ
ہم کہین اور اطاعت کرین پس ابوطالب روے اور ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور کہا الٰہی و سیدی اسئلک بالمحمدیۃ
المحمودۃ و بالعلویۃ العالیۃ و بالفاطمیۃ البیضاء الا تفضلت علی تہامۃ بالرافۃ والرحمۃ یعنی ای میرے خداوند اور ای سردار میرے مین
تجھسے سوال کرتا ہون بحق طریقت محمد جو پسندیدہ ہی اور طریقہ علی کے جو بلند مرتبہ ہی اور طریقہ فاطمہ کے جو روشن و نورانی ہی
کہ البتہ تفضل کر اہل تہامہ پر ساتھ رافت و رحمت کے پھر پیغمبر خدا نے فرمایا کہ بحق اُس خداوند کے جسنے دانہ کو
شگافتہ کیا اور اُسے زمین سے اُگنے والی چیزین گھانس کی قسم کی باہر لایا اور خلائق کو پیدا کیا قسم یاد کرتا ہون مین
کہ جمیع عرب نے اِن کلمات کو لکھا اور زمان جاہلیت مین جو شدت و سختی کہ اُنپر وارد ہوتی تھی انھین وان
کلمات سے خدا سے دعا کرتے تھے اور اُنکی دعا مستجاب ہوتی تھی پھر جب شب ولادت حضرت امیرالمومنین
علیہ السلام کی ہوئی تو بڑی روشنی آسمان پر پیدا ہوئی اور ستارون کا نور دو چند ہوا اِس حال کے دیکھنے سے
قریش متعجب ہوے اور کہنے لگے کہ آج کوئی غریب حادثہ آسمان مین حادث ہوا ہی ابوطالب گھر سے باہر آئے
اور کوچہ و بازار مکہ مین پھرتے تھے اور باواز بلند کہتے تھے کہ ایہا الناس حجت خدا کی تمام ہوئی جب سب نے ابوطالب کو
دیکھا تو اُنکی طرف دوڑے اور کہنے لگے کہ کیا نور ہی جو آسمان مین ہم اُسکا مشاہدہ کرتے ہین ابوطالب نے کہا کہ
تمھین بشارت ہو کہ اِس رات مین ایک دوست دوستان خدا سے ظاہر ہوا ہی کہ اُسمین حق تعالی نے اچھی
خصلتون کو کامل فرمایا ہی اور اُسکے ساتھ اوصیائی کو پیغمبرون کی ختم فرماویگا اور وہ متقیون کا اور پرہیزگارون کا پیشوا
اور دین خدا کا مددینے والا ہوگا اور شیطان کا گرانے والا ہی اور منافقین کو غصہ مین لانے والا ہی اور عبادت
کرنے والون کی زینت ہی اور پیغمبر آخرالزمان کا وصی ہی اور ہدایت کا پیشوا ہی اور فلک رفعت کا ستارہ ہی اور علم و حکمت کا

کنجی ہی اور شرک و شبہات کا ہلاک کرنے والا ہی او نقیبون کی جان ہی اور دین کا سردار ہی اور ہمیشہ ابوطالب برابر ان کلمات کو کہتے تھے یہان تک کہ صبح ہوئی بعد اسکے چالیس روز تک اپنی قوم سے غائب رہے جابر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ابوطالب کہان گئے تھے حضرت نے فرمایا کہ شرم کے ڈھونڈھنے کو گئے تھے اور وہ کوہ لکام مین وفات پاچکے تھے بعد اسکے حضرت نے فرمایا کہ ای جابر اس حدیث کو جو اسکا اہل نہو اور بیان کی اور سُننے کی اسکی طاقت نرکھتا ہو اس سے چھپا کہ وہ اسرار مکنونہ اور علوم مخزونہ سے حق تعالی کے ہی اور بدرستیکہ شرم نے ابوطالب کے لیے بیان کیا تھا اس غار کا جو کوہ لکام پر ہی اور کہدیا تھا کہ اگر چاہنا تم کہ مجھے پاؤ تو اس جگہ آنا کہ مجھے وہان پر زندہ یا مردہ پاؤگے جب ابوطالب اس غار کی طرف گئے اور اسمین داخل ہوے تو شرم کو دیکھا کہ وہ مرگیا ہی اور ایک کپڑے مین لپٹا ہوا روبقبلہ سوتا ہی اور دو سانپ ایک سیاہ اور ایک سفید اسکے پاس ہین کہ وہ کسی جانور کو نہین چھوڑتے کہ شرم کو آسیب اور ضرر پہونچا سکے اور انکی حفاظت کرتے ہین جب سانپون نے ابوطالب کو دیکھا تو غار مین چھپ گئے اور ابوطالب شرم کے نزدیک گئے اور کہا انھون نے کہ السلام علیک یا ولی اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پس حق تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے شرم کو زندہ کیا اور وہ اٹھا اور ہاتھ کو اپنے منھ پر پھیرا اور کہا کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له واشھد ان محمدا عبدہ ورسوله وان علیا ولی اللہ والامام بعد نبی اللہ بعد اسکے ابوطالب نے کہا کہ تجھے بشارت ہو کہ علی زمین پر آے شرم نے کہا کہ کیا علامت ظاہر ہوئی جس شب کو وہ پیدا ہوے ابوطالب نے کہا کہ جب ایک ثلث رات سے گذری تو فاطمہ بنت اسد کو درد بچا ہونے کا شروع ہوا مین نے کہا کہ کیا ہوا ہی ای بہترین زنان انھون نے کہا کہ ایک اضطراب اور گھبراہٹ کو اپنے مین پاتی ہون پس پھر مین نے اس اسم اعظم الہی کو پڑھا کہ جسمین نجات سب دردون سے ہی یہان تک کہ اضطراب انکا ساکن ہوا پھر انسے مین نے کہا کہ مین جاؤن اور ایک جماعت کو عورات سے لاؤن کہ تمھین اس امر مین آج کی رات وہ معاونت کرین انھون نے کہا کہ جو چاہو وہ کرو ای ابوطالب پھر جب مین اٹھا تو گھر کے ایک کنارے سے آواز آئی ہاتف کی کہ مین نے اسے سنا کہ وہ کہتا تھا کہ ای ابوطالب ٹھہر جا کہ آلودہ بہ گناہ ہاتھ اسکے بدن کو نہ پہونچین ناگاہ دیکھا مین نے کہ چار عورتین پیدا ہوئین کہ وہ کپڑے مثل حریر سفید کے پہنے ہوے تھین اور انکی بو مشک و زعفران سے زیادہ خوشبو تھی جب داخل ہوئین تو کہا انھون نے السلام علیک ای وہ عورت جو دوست خدا ہی پھر فاطمہ نے انھین جواب دیا اور وہ فاطمہ کے سامنے بیٹھین اور ایک غالیہ نکالا کہ وہ چاندی کا تھا اور وہ دلداری اور مددگاری فاطمہ کی کرتی رہین یہان تک کہ حضرت امیرالمومنین پیدا ہوے پس مین بے تابانہ اسکے پاس گیا دیکھا مین نے کہ وہ سجدہ مین گیا ہی او مثل خورشید تابان کے اس سے نور ساطع ہی اور وہ کہتا ہی اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وان علیا وصی محمد رسول اللہ بمحمد یختم اللہ النبوۃ وبعلی تتم الوصیۃ وانا امیر المومنین پس ان عورتون مین ایک نے ہاتھ بڑھایا اور اسے زمین سے اٹھایا اور اپنی گود مین لیا جب آنحضرت کی نظر ان عورت پر پڑی تو بہ زبان فصیح و بلیغ کہا کہ السلام علیک ای مادر انے جواب مین کہا کہ علیک السلام ای فرزند گرامی حضرت امیر نے پوچھا کہ کیا خبر رکھتی ہو میرے باپ سے ان بی بی نے کہا کہ نعمہاے حق تعالی مین پھرتے ہین اور قرب وصال مین اسکے تنعم کرتے ہین جب اس بات کو مین نے سُنا تو مین بیتاب ہوگیا

اور کہا مین نے کہ ای فرزند گرامی مگر مین تیرا باپ نہین ہون کہا ہان آپ میرے باپ ہین اور مین اور تم دونون پشت آدم کی
ہم ہو چکے ہین اور میری مان حوا ہین جب اس بات کو سنا تو مین نے حوا سے شرما کر اپنے سر کو اپنی چادر سے پوشیدہ کیا
اور گھر کے ایک کونہ مین چھپ گیا بعد اسکے دوسری عورت اُنکے پاس آئین اور غالیہ کا برتن ہاتھ مین رکھتی تھین اور
انھون نے علی کو لیا جب نظر آنحضرت کی انپر پڑی تو فرمایا کہ السلام علیک ای بہن میری اُن بی بی نے کہا کہ علیک السلام
ای بھائی میرے پس حضرت نے فرمایا کہ میرے چچا کی کیا خبر رکھتی ہو انھون نے کہا کہ انکا حال اچھا ہی اور تمھین سلام پہونچاتے ہین
اُسوقت مین نے پوچھا کہ ای فرزند یہ بہن کون ہین اور وہ چچا کون ہین حضرت نے فرمایا کہ یہ مریم بنت عمران ہین اور چچا میرے
عیسی بن مریم ہین پھر اُن بی بی نے بوے خوش کو ظرف غالیہ سے باہر نکالا اور اُس مولود طیب کو اُس سے خوشبو کیا
پھر تیسری بی بی نے انھین لیا اور جو کپڑا کہ اپنے ساتھ لائی تھین انھین لپیٹا ابو طالب نے کہا کہ اسی حال مین مین نے کہا کہ
اگر اُسوقت اسکا مین ختنہ کرتا تو یہ بہت آسان ہوتا اسلیے کہ عرب کی سنت اُسوقت یہ تھی کہ اپنے فرزند کو ختنہ کرتے تھے پس اُن
بی بی نے کہا کہ ای ابو طالب یہ فرزند طاہر و مطہر ہی یہ دنیا مین لوہے کی گرمی کو نہ چکھیگا مگر اُس نامرد کے ہاتھ سے جسے خدا
و رسول اور فرشتے آسمانون کے اور پہاڑون کے اور دریاؤن کے دشمن رکھتے ہین اور لعنت کرتے ہین اور آتش جہنم اُسکی
مشتاق ہی ابو طالب نے کہا کہ وہ کون شخص ہی اُن بیبیون نے کہا کہ وہ ابن ملجم مرادی ہی لعنۃ اللہ علیہ کہ اُسے کوفہ مین تیس برس کے
بعد وفات پیغمبر سے شہید کریگا ابو طالب کہتے ہین کہ اسی حال مین پیغمبر خدا گھر مین آئے اور آنحضرت نے اُن بیبیون کے ہاتھ سے
انھین لیا اور انکا ہاتھ اپنے ہاتھ مین پکڑا اور بہت سی باتین جناب امیر سے فرمائین اور جناب امیر علیہ السلام نے بھی بہت سے
اسرار آنحضرت سے عرض کیے پھر وہ بیبیان غائب ہوگئین اور مین نے انھین جاتے نہ دیکھا اور میرے دل مین گذرا کہ کاش
اُن دونون عورتون کو بھی مین پہچانتا اُسوقت حضرت امیر نے بالہام پروردگار فرمایا کہ ای باپ میرے پہلی بی بی سب
آدمیون کی مان حوا تھین اور دوسری بی بی مریم دختر عمران تھین اور وہ عورت جسنے مجھے کپڑے پہنائے وہ زن فرعون تھی
اور جسنے مجھے خوشبو کیا وہ موسی بن عمران کی مان تھین پھر آپ شرم کی طرف جایئے اور میرے پیدا ہونے کی بشارت دیجیے
اور جو کچھ آپ نے دیکھا ہی اور سنا ہی وہ اُنسے کہیے اور انھین فلان موضع مین پایئے گا اور ان سانپون کی بھی خبر جسے کہی تھی
پھر انکے فرمانے سے مین تمھارے پاس آیا ہون اور انکا حوال یہ تھا جو تمسے کہا اور جب پیغمبر خدا سے اپنی باتین کر چکے تو پھر
حال طفولیت کی طرف رجوع کی اور چپکے ہو رہے جب شرم نے یہ باتین سنین تو اُنسے سجدہ کیا اور خدا کا شکر بجالایا اور
کہا کہ میرا کپڑا میرے منہ پر اُڑھا دو جب کپڑا اُسکے منہ پر ڈالا تو سرای باقی کی طرف اور اپنی حالت پر پھر گیا ابو طالب
کہتے ہین کہ مین تین دن وہان اور رہا اور ہر چند اُس سے باتین کین لیکن کچھ جواب نہ پایا پھر وہ دونون سانپ نکلے
اور گویا ہوے کہا انھون نے کہ السلام علیک یا ابا طالب جب مین نے سلام کا جواب دیا تو انھون نے کہا کہ اب تم جاؤ اور دوست
خدا سے جا کر ملو کہ تم سب سے زیادہ حرمت و حفاظت کے لیے سزاوار و لائق ہو انکے لیے مین نے اُنسے کہا کہ تم کون ہو

انھون نے کہا کہ ہم اسکے عمل شائستہ مین حق تعالی نے ہمین اسکے نیک عملون سے پیدا فرمایا ہی تاکہ اس مرد کے دشمنون کو
دفع کرتے رہین قیامت تک اور جب روز قیامت کو یہ زندہ ہوگا تو ایک ہم مین سے اسکے آگے اور دوسرا اسکے پیچھے ہوگا
اور اسکی راہ بتانے والے ہونگے طرف بہشت کے پھر ابوطالب مکہ کی طرف پھرے جابر کہتے ہین کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ اس نقل کو فرما چکے تو مین نے عرض کیا کہ اللہ اکبر لوگ کہتے ہین کہ ابوطالب کافر تھے حضرت نے فرمایا کہ ای جابر پروردگار
تیرا غیب کا بڑا جاننے والا ہی شب معراج کو جب مین عرش کے نیچے پہونچا تو وہان چار نور دیکھے مین نے ہو وقت عرض کیا
کہ خداوندا یہ نور کیا ہین پھر مجھے خدا کی طرف سے ندا آئی کہ ای محمد ایک عبد المطلب ہی دوسرا ابوطالب ہی تیسرا تیرا باپ
عبد اللہ ہی چوتھا بھائی تیرا علی بن ابیطالب ہی مین نے عرض کیا کہ انھون نے یہ درجہ کس چیز سے پایا حق تعالی نے فرمایا کہ
سبب اسکا یہ ہی کہ یہ ایمان پوشیدہ رکھتے تھے اور اپنی قوم سے تقیہ کرتے تھے اور انکی اذیتون پر صبر کرتے تھے یہان تک
کہ دنیا سے گئے بعد اس روایت کے نقل کرنے کے جناب آخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ ہو سکتا ہی کہ یہ سوال کعبہ کے اندر
واقع ہوا کہ تولد آنحضرت کا کعبہ مین ہوا ہی اور یہ جو روایت مذکورہ مین واقع ہوا ہی کہ حرارت آہن دنیا مین انھین نہ پہونچے گی
مگر ابن ملجم ملعون کے ہاتھ سے شاید اس سے مراد یہ ہی کہ وہ زخم کو جو بحالت بے اختیاری اپنی اور اپنے دوستون کی ہو وہ نہ
پہونچے گا مگر ضرب آخر سے کیونکہ اور زخم جو جہاد مین حضرت کے بدن پر پہونچے اسکے باعث حضرت خود ہوتے تھے کہ
خدا کے واسطے اپنے تئین لڑائیون مین ڈالتے تھے اور یہ بھی محتمل ہی کہ ان زخمون مین کوئی الم حضرت کو نہ پہونچا ہو اور بھی احتمال
حضرت کے بھائی کا ذکر اس حدیث مین غریب ہی اور محتمل ہی کہ برادر حضرت امیر اس سے مراد ہون کیونکہ بعض اخبار مین
وارد ہی کہ وہ دنیا سے مسلمان گئے اور بعضی کتابون مین انکے مقام پر جعفر ابن ابوطالب مذکور ہی انتہی خلاصۃ کلامہ اور جناب
سید سند نے فرمایا ہی کہ محتمل ہی کہ مراد ہر چار سے صدمہ ہلاکت ہو پس جو زخم کہ منجر بہ ہلاکت ہوئے انکا وجود حکم عدم مین
ہوگا اور اخوک ابوطالب یہ مجاز کی راہ سے ہو کہ ابن عم کو بھی اخ اور بھائی کہتے ہین جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام پیغمبر خدا کو
اخی فرماتے تھے اگرچہ موافق حدیث مواخات کے بھی جو متفق علیہ بین الفریقین ہی ممکن ہی کہ یہ اطلاق حقیقی ہو مجاز کی ضرورت
نہو مؤلف راقم رسالہ کہتا ہی کہ یہ حدیث فی الواقع مشتمل ہی اوپر مضامین و معانی غریبہ کے لیکن جب خود جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ وآلہ نے فرمایا جابر سے کہ اسے غیر اہل پر اسکے نہ کہنا اور پوشیدہ کرنا کہ اسرار مکنونہ حق تعالی سے ہی تو اب کیا ضرور ہی کہ
اسمین غوض و فکر زیادہ کیجائے بلکہ اسکا علم انھین کے حوالہ کرنا چاہیے جو واقف اور عالم اسرار الہی ہین اور اذعان
و تصدیق کرنی چاہیے ان فضیلتون کی جو اس سے آنحضرت کی ثابت ہوتی ہین مثل اسکے کہ پیشتر ولادت سے وہ علمای
امم سابقہ کا جاننا اور علیم ممکن نہین ہی کہ بے بشارات کتب سماویہ کے انھین حاصل ہوا ہو یا وقت ولادت باسعادت
حوا و مریم و آسیہ و مادر موسی کا آنا اور خدمت گذاری آنحضرت کی کرنا اور بعد ولادت سجدہ کرنا اور مشغول یاد الہی مین
ہونا اور ان سب سے کلام کرنا اور حضرت ابوطالب سے کلام کرنا اور بتانا اور پیغمبر خدا سے ہمراز ہونا اور کلام کرنا اور

حضرت ابوطالب کو مردے پاس بھجواتا اور اُس مردے کو باعجاز زندہ کرنا اسکا جانتا اور سمجھنا ہاہین کیا کم ہی جسکی گواہی اول سب سے موافق اس حدیث کے علی ابن ابیطالب نے دی حق تعالی اس اقرار پر ہمین اور جملہ مومنین کو ثابت رکھے باقی ہر متشابہ قرآنی کی تاویل کب ہوسکتی اسی طرح کلام نبی کے متشابہات سب لائق تاویل نہین ہین اور اُس سے ہمین ضرر نہین ہی کیونکہ ہمارا علم کجا اور کجا علم مدینۃ العلم انکی تاویل انہین کو معلوم ہی اور اللہ اعلم بحقیقۃ الحال اب بیان ولادت سے فارغ ہوکر شروع کرتا ہون اثبات امامت مین اور ابتدا کرنا اس استدلال مین پہلے بتسر ہی کتاب اللہ سے لانہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ اور بعد اسکے سنت ثابتہ سے اثبات کرونگا انشاء اللہ تعالی

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی رسولہ وحبیبہ محمد وآلہ الطاہرین اما بعد طالبان راہ خدا اور جویندگان طریقہ ائمہ ہدا علیہم التحیۃ والثنا کو مبارک ہو کہ درینولا چراغ راہ دین نجم فلک شرع مبین ہادی دارین مجموعہ ارشادات حضرت رسول الثقلین رونق محفل عظمت و برتری گل سر سبد مذہب حقہ اثنا عشری ہدایت ذخائر مسمی بہ انارۃ البصائر وکشف السرائر مصنفہ ابلغ علماء الزمان المحمود بالسنۃ الاکابر والاعیان مرجع اعاظم العلماء الفحول آیۃ فقہاء الفروع والاصول بحر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ جناب شفاء الدولہ ذکاء الملک حکیم سید افضل علی خان بہادر مدبر جنگ اس کتاب لاجواب مین اصول دین مذہب حقہ اثنا عشری کا بڑی شرح وبسط سے بیان ہو تکمیل عقائد حقہ ہر ہر فقرہ سے عیان ہی - ایک مقدمہ اور پانچ باب اور ایک خاتمہ مین کل امور متعلق اصول دین کو بہ دلائل قاطعہ بیان فرمایا ہی - اسپر بھی دیکھنے والا یہی کہے گا کہ گویا دریا کوزے مین سمایا ہی - اس رتبہ کی کتاب جسمین سراپا براہین ساطعہ سے مطالب کو ثابت کیا ہو اگر کسی نے دیکھی ہو تو بتاوے - عبارت اردو عام فہم مین اسلیے لکھا تا کہ کم استعدادون کے بھی کام آوے شکر اللہ کہ یہ کتاب ہدایت انتساب مطبع عالی و نامور مشہور نزدیک و دور جناب منشی نولکشور لا زال بالفرح والسرور واقع لکھنو محلہ حضرت گنج مین حسب تحریک خواہش جناب مصنف عالی مقام بماہ دسمبر ۱۸۸۷ء مطابق ماہ ربیع الاول ۱۳۰۵ ہجری حلیہ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوکر دست آویز مشتاقان ہوئی

تمت

حیات القلوب جلد اول۔ یہ ایک کتاب
ایسی بے نظیر ہے کہ واسطے کتب خانہ امرا اور علما کے
[illegible] نہایت دشوار تھا حالات و قصص انبیا
[illegible] مذہب اثنا عشریہ تصنیف عالم
[illegible] مولانا محمد باقر بن محمد تقی المجلسی الاصفہانی
[illegible] تین جلدین ہین منجملہ انکے اس جلد مین احوال
حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام سے تا حضرت
عیسی علیہ السلام مع قصص حضرت دانیال و حضرت
[illegible] و اصحاب کہف و اصحاب اخدود و حضرت
[illegible] و اخبار پیغمبران بنی اسرائیل و بعضے
بادشاہان اہل زمین تا قصہ ہاروت و ماروت
شرح و مفصل ہی تھا کہ نسخہ صحیح مطبوعہ تبریز و دیگر
نسخ قلمی سے اسکی تصحیح ہوئی ہی سبحان اللہ کیا کتاب ہی
اسکے دیکھنے سے روح تازہ ہوتی ہی حالات و
قصص انبیائے کرام ایسی پاکیزہ عبارت اور
اسناد احادیث صحیحہ و نصوص قرآنیہ سے اس کتاب
مین مرقوم ہین کہ پڑھنے سے نہایت
[illegible] کی شگفتگی اور لطف حاصل ہوتا ہی عبارت
فارسی ایسی عام فہم ہی کہ جسکو تھوڑی سی مہارت
فارسی مین ہو وہ بھی بخوبی اُسکے مطالب سے
فیضیاب ہو سکتا ہی۔ اس کتاب کے اکثر عمدہ
عمدہ کتب خانون مین چھاپہ تبریز کے نسخے
چھپے ہوئے یا قلمی ہونگے مگر اس وجہ سے
کہ نسخہ چھاپہ تبریز کا یا قلمی پندرہ سولہ روپیہ
کو ملتا تھا عموماً لوگ اسکی سیر سے محروم تھے
اب خوش ہونا چاہیے کہ ایسی ایسی فیض بخش
کتابین مطبع اودھ اخبار مین طبع ہو کر کوڑیون
کے مول ملتی ہین۔

حیات القلوب جلد دوم۔ یہ جلد [illegible]
اول سے آخر تک جناب رسول خدا کے حالات
و معجزات و غزوات کا شرح و بیان ہی مومنین
و شائقین مذہب امامیہ کو اس کتاب فیض انتساب
کا خرید فرمانا واجب و لازم ہی کہ آیندہ کتب مذہب
امامیہ کی اشاعت و طبع کا حوصلہ مطبع کو بڑھے
اور نادر و نایاب کتابین چھپکر ملاحظہ شائقین و
قدردانان مین گذرین۔

حیات القلوب جلد سوم۔ اس جلد مین
امامت ائمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین کا
ذکر ہی جناب مصنف نور اللہ مرقدہ نے کس
عمدگی سے احادیث صحیحہ اور نصوص قرآنیہ
سے امامت کو ثابت فرمایا ہی اور کیسی سلیس
پاکیزہ عبارت فارسی عام فہم لکھی ہی کہ ہر شخص
سمجھ سکتا ہی اور مطالب و مقاصد کو تھوڑے
غور سے پا سکتا ہی اس جلد مین بھی صحت کا
نہایت اہتمام ہوا ہی نسخہ چھاپہ تبریز و قلمی نسخ
سے اسکی تصحیح کی گئی ہی اوصاف ہر سہ مجلد
کے محتاج بیان نہین ہین ہر شخص بخوبی واقف
ہی کہ یہ تینون جلدین کس درجہ نادر و نایاب
ہین کہ ڈھونڈنے سے بقیمت کثیر دستیاب
ہوتی تھین لیکن صرف بنظر اشاعت علوم اور
اس خیال سے کہ ہر شخص و تونگر مول لیکر ان
عمدہ اور بے بہا کتابون کا مطالعہ و ملاحظہ
کرے قیمت نہایت ارزان رکھی ہی اور چھاپہ
مین بھی عمدگی کا لحاظ رکھا ہی اور نہایت
سہارے تینون جلدین چھپی ہین۔

زاد الاسلام فی احکام الصیام۔ یہ کتاب
فیض انتساب بزبان فارسی تصنیفات
عالم علوم عقلی و نقلی حجۃ الاسلام مجتہد العصر و الزمان
جناب مولوی سید محمد عباس صاحب لکھنوی
سے ہی اس کتاب مین روزہ داری کے
مراتب اور ثواب اور روزے کے آداب
نہایت بسوط اور مفصل تحریر فرمائے ہین
اور روزہ خورون کی شقاوت و خباثت کو
کس خوبصورتی سے بیان فرمایا ہی جسکے
پڑھنے سے ماہ رمضان المبارک کی عظمت
و جلالت اور روزہ دارون کی قدر و منزلت
صاف صاف معلوم ہو جاتی ہی احادیث صحیحہ سے
جناب مصنف دام ظلہ العالی نے ہر فقرے کا
ثبوت دیا ہی اور دلائل عقلی و نقلی و نصوص
قرآنی سے صوم اور صائم کی عظمت ظاہر
فرمائی ہی۔ الغرض یہ کتاب سراپا فوائد
باوجودیکہ مختصر ہی لیکن بے نظیر ہی احکام
و مسائل جو احادیث صحیحہ و نصوص قرآنیہ سے
نتیجہ [illegible] مین سلی لکھے ہین مسلمانان مذہب
امامیہ کے واسطے ایک نعمت عظمی ہی اسکے
ملاحظہ و مطالعہ سے بخوبی کل مطالب و مقاصد
دریافت ہو سکتے ہین عبارت ایسی پاکیزہ
و سلیس بر مذاق ہی کہ جہان نظر پڑی پھر
یہی دل چاہتا ہی کہ اسکو پڑھے جائیے
الحق یہ ذخیرہ عظمی موجب ثواب دین و دنیا
ہی اسمین فوائد بیشمار ہین صیام کے احکام

ہیں [illegible] اور [illegible] سے بیان ہیں کہ جیسے
تحریر سے باہر ہیں کوئی بات فروگذاشت نہوئی
مجلس [illegible] احوال امام [illegible] حسین کی ہمارنگ
احادیث صحیحہ سے نشان وار صاف صاف لکھا ہی
یہ کتاب خوشخط کتابت پاکیزہ سے کاغذ چکنے
صاف پر نہایت اہتمام سے چھپی ہی۔

رسالہ جبر و تفویض۔ تصنیف علم العلما
افقہ الفقہا عالم علم ربانی مولانا آخوند محمد باقر
مجلسی علیہ الرحمہ سے ہی قابل دید ارباب
علم و ہنر ہی کہ اس درجہ اختصار پر کس قدر اسمین
فوائد ہیں۔

طرد المعاندین۔ تصنیف جناب میر [illegible] صاحب
[illegible] مولوی سید [illegible] صاحب مذہب امامیہ
اس کتاب میں اکثر احادیث صحیحہ نبویہ و نصوص
قرآنیہ سے اثبات کیا ہی ہر چند کہ چھوٹا سا رسالہ
ہی لیکن معائنہ سے صاف معلوم ہو سکتا ہی کہ
کس درجہ عمدہ اور بے بہا ہی۔

زاد المعاد۔ مجلسے دو جز [illegible] کتاب مذہب امامیہ
کی اعمال اور وظائف میں نوادرات سے ہی
پورے سال یعنی بارہ مہینوں کے اعمال [illegible]
مبسوط اسمین موجود ہیں تصنیف جناب ملا آخوند
محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ تصحیح علماے مذہب امامیہ
کاغذ سفید پر خوشخط مع حواشی عمدہ و نایاب
چھپی ہی۔

خلاصۃ المصائب۔ یہ کتاب مصائب اہلبیت
علیہم السلام میں مشہور و معروف [illegible] الفاظ سے
محدث بے مثال فقیہ مقبول ذاکر آل عبا میرزا
ہادی صاحب صلحاء مرحوم کی ہی۔ دو مرتبہ پہلے
بھی اس مطبع میں [illegible] طبع ہوئی تھی اور کئی
مطابع میں بھی چھپ چکی ہی۔ اس مرتبہ نہایت
احتیاط سے بکمال صحت طبع ہوئی ہی مصائب
سید الشہدا امام حسین علیہ التحیۃ والثنا کو جناب
مولف مرحوم نے اس عمدگی اور ربط معقول سے
ترتیب دیا ہی اور ایسا نادر خلاصہ فرمایا ہی اور
ایسے ایسے مضامین جگرخراش مصائب امام ہمام
اور اہلبیت علیہم السلام کے لکھے ہیں کہ جنکے
سننے سے سامعین کو غش آتا ہی ایک دریا
آنسوؤں کا آنکھوں سے بہ جاتا ہی۔ کیونکہ
بہت مرغوب اور مقبول ہو کر اس کتاب کے
مولف جناب میرزا ہادی صاحب صلحاء مرحوم
لکھنوی بھی کیسے پاک اور محدث مقبول تھے
کہ جنکو ہر لحظہ علم حدیث و کلام سے کام تھا۔
ویسی ہی یہ کتاب بھی انکی مقبول ہی ایک ایک
فقرے سے غم و الم ٹپکتا ہی سامعین کے
دلوں میں مضامین جانخراش سے شرر غم لگتا ہی
مصائب اہلبیت سے شعلہ آتش سینوں میں
بھڑکتا ہی [illegible] بھڑکتا ہی [illegible]
اس کتاب کو ذاکر مجلس میں پڑھتا ہی سیلاب
اشک آنکھوں سے جاری ہوتا ہی صبر جاتا
رہتا ہی سینہ کوبی سے غش پر غش آتا ہی
ذاکر [illegible] رقت کب پڑھا جاتا ہی الغرض
یہ کتاب [illegible] اس مرتبہ کاغذ [illegible]
صاف و شفاف چھاپی گئی ہی [illegible]
خوشنویس سے لکھوائی گئی ہی اور [illegible] بھی
[illegible] پر فاہ عام نہایت ارزان [illegible]

ذاکر [illegible] مشہور [illegible] چہل مجلس شبیر [illegible]
کی کتاب شامل برکت و ثواب ہی [illegible] فضائل
مصائب خاص آل عبا و دیگر شہدائے کربلا کے
کمال روایات صحیحہ سے ذاکر آل عبا [illegible]
جگرگوشگان مصطفی سید وزیر حسین رضوی
المشہدی الاثناعشری تخلص بہ وزیر نے
تصنیف فرمایا۔

گر ہی سبب عفو جرائم تو یہی ہی
کیا دست [illegible] داماں حسین ابن علی ہی

اس چہل مجلس شبیر کی جہانتک تعریف
کیجائے بجا ہی کیا خوب بیان ہی کہ کیسا ہی
سنگدل ہو کہ جب مصائب شہدائے کربلا کو
اس بیان شیرین پر تاثیر سے سنیگا بفضلہ
موم دل بن جائیگا اور دل اسکا مانند موم
پگھلکر بہ جائیگا۔

مسدس اوج۔ تالیف مرزا محمد جعفر صاحب
تخلص باوج خلف الصدق جناب مرزا دبیر صاحب
مرحوم۔ اس مسدس میں جناب امیر المومنین
علی علیہ السلام کی نہایت عمدگی سے مدح کی
قابل ملاحظہ مومنین ہی کیا عمدہ نظم ہی اور کیا
مصرعے لگائے ہیں جسکے معائنہ و ملاحظہ سے
وقعت اور عظمت اس رسالے کی معلوم
ہو سکتی ہی۔